

15-26  
۱۵۲۶

حکایت

مقام

مؤلفہ  
نصیر الدین جید



۷۸۶  
حکایات  
اولیاء کرام  
رحمۃ اللہ علیہم

مؤلف  
نصیر الدین حمید  
❖







۷۸۶

# حکایات اولیاء کرام علیہم السلام

مؤلف

نصیر الدین حیدر



مکتبہ الفریضہ، چوک اردو بازار، لاہور



98244

## جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر ✎ عبد الحفیظ قریشی  
 باہتمام ✎ محمد علی قریشی  
 مطبع ✎ نیراسد پرنٹرز لاہور  
 کمپوزنگ ✎ خرم آرٹس لاہور  
 سن اشاعت ✎ 1998  
 تعداد ✎ 600  
 قیمت ✎ روپے 400

Maktaba-Quraish, Urdu Bazar, Lahore  
 Ph: 7231595, 7262005

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور





مطلع انوار، منبع اسرار، ترجمان حقیقت

جامع شریعت و طریقت

حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف

دانا کیچ بخش

کی بارگاہ میں

یٹہ اوراق

بصد عجز و نیاز پیش کرتا ہوں



نصیر الدین حیدر









## کتابیات

- ۱- نزہتہ الباتین ترجمہ اردو روضۃ الریاحین تصنیف عبداللہ ابن اسعد مہینی یافعی
- ۲- کیمیائے سعادت (امام غزالی) مترجم پروفیسر مجید یزدانی ایم۔ اے
- ۳- انوارِ صوفیہ - شیخ عبدالحق محدث دہلوی
- ۴- سفینۃ الاولیاء (داراشکوہ) مترجم مولانا محمد وارث کامل بی اے
- ۵- تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطار) مترجم مولانا طفیل احمد جالندھری
- ۶- کشف المحجوب (علی بن عثمان ہجویری) مترجم حکیم اللہ کھاقری شی
- ۷- حکایات الصالحین - (جو نسخہ مولف کے پاس ہے اس پر کسی مصنف اور مترجم کا کوئی نام نہیں)
- ۸- انوار الاولیاء - مولف سید رئیس احمد جعفری
- ۹- تذکرہ اولیائے پاک و ہند - ڈاکٹر ظہور الحسن شارب
- ۱۰- حیاتِ ابدی - مولفہ کلیم النساء
- ۱۱- قصۃ اللہ والوں کے - سعد اللہ ممتاز
- ۱۲- الکمال - سید خورشید حسین بخاری
- ۱۳- منصور حلاج - حکیم سید امین الدین
- ۱۴- سیرت بابا فرید گنج شکر - مولانا مولوی ابوالبیان محمد واؤد
- ۱۵- تذکرۃ الاولیاء مظفر گڑھ و بہاولپور - مولفہ علامہ دین محمد عباسی
- ۱۶- روشن ستارے - محمد یوسف اصلاحی
- ۱۷- شاہ لطیف بری - مولفہ منظور الحق صدیقی



- ۱۸- سوانح حیات سلطان باہو - محمد حمید اختر
- ۱۹- حضرت بابا فرید الدین گنج شکر - سید نصیر احمد جامعی
- ۲۰- تذکرہ حضرت علی ہجویری - حکیم سید امین الدین احمد
- ۲۱- سوانح عمری خواجہ معین الدین چشتی - مرتبہ عبدالرحمن شوق (امرتسری)
- ۲۲- تذکرہ اولیائے گرام - ابرق توحیدی
- ۲۳- حکایات اسلام - قمر سکین
- ۲۴- خواجہ قطب الدین بختیار کاکلی - بیگم نور الصباح
- ۲۵- تلقین مُرشدِ کامل - مصنفہ محمد صادق قرغانی - بخارا شریف (مترجم کا کوئی نام نہیں)
- ۲۶- ہمارے ولی - مرتبہ احمد مصلحہ صدیقی راہی
- ۲۷- گنج اسرار یعنی چراغ فریدی - تصنیف بابا فرید الدین گنج شکر - مترجم مخدومی جناب پیر غلام دستگیر نامی
- ۲۸- پنجابی کے پانچ قدیم شاعر - شفیع عقیل
- ۲۹- حسین بن منصور حلاج - مصنف لوئی ماسینیون - مترجم ڈاکٹر صابر آفاقی
- ۳۰- حضرت شاہ بلال قادری - مرتبہ میاں اخلاق احمد ایم اے
- ۳۱- حضرت سید بہاؤ الدین صاحب - محمد دین کلیم قادری
- ۳۲- خواجگانِ چشت - مولانا محمد منیر لکھنوی
- ۳۳- خواجہ اجیری - (مصنف یا مترجم کا کوئی نام نہیں)
- ۳۴- نصیحت نامہ - ترتیب مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری
- ۳۵- شیطان کے پراسرار جال - قاری عبدالکریم مدظلہ العالی
- ۳۶- مخزنِ اخلاق - مولانا رحمت اللہ سبحانی
- ۳۷- ارشادات حضرت داتا گنج بخش - رؤف احمد نوشاہی نوری
- ۳۸- مجموعہ فوائد عثمانیہ سید محمد اکبر علی شاہ - مطبع اسلامی دہلی ۱۳۱۶ھ
- ۳۹- نفحات الانس - مولانا عبدالرحمن جامی - ترجمہ حضرت سمس بریلوی
- ۴۰- آبِ کوثر - محمد اکرام





## پیش لفظ

اکثر بزرگان دین کا اتفاق ہے کہ تصوف کا لفظ "صوف" سے نکلا ہے۔ صوف عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی پشم اُون کے ہیں۔ اُونی لباس پہننے کی بنا پر صوفی کہلائے۔ وہ لوگ اُونی لباس اس وجہ سے پہنتے تھے کہ اکثر انبیاء اور اولیاء اور برگزیدہ ہستیاں اس امتیازی نشان کو اپنائے رہیں۔ ایک گروہ اس کو صوفی اس لیے کہتا ہے کہ وہ اصحابِ صفہ رضوان اللہ علیہم سے محبت کرتا ہے۔ دوسرا گروہ اس لفظ کو صفا سے مشتق گردانتا ہے۔ الغرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(ترجمہ حدیث) "جو اہل تصوف کی آواز سے اور ان کی پکار پر یقین نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں غافلوں میں لکھا جاتا ہے۔"

صوفی نام ہے کاملوں کا اور محقق اولیاء اللہ کو اسی نام سے پکارتے آرہے ہیں۔ ایک بزرگ کا قول ہے جس کو محبتِ الہی صاف کر دے وہ صافی (صاف باطن والا) ہے اور جسے محبوبِ حقیقی (ذاتِ باری تعالیٰ) صاف کر دے وہ صوفی ہے۔

صافی قلب و ولایت ہے۔ صفا کے معنی روشن اور ظاہر کے ہیں۔ بقول حضرت فخر النون مصری صوفی جب بولتا ہے تو اس کا کلام اس کی حقیقتِ حال سے بالکل واضح ہو جاتا ہے اور جب خاموش ہوتا ہے تو اس کے اعضاء اس کی طرف سے قطع تعلقاتِ دنیاوی کو بیان کرتے ہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ درحقیقت تصوف بندہ کی بشری صفت فنا ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور بندہ کی بشری صفت کا فنا ہونا خدا کی صفت کے ساتھ باقی رہنے سے ہوتا ہے۔ بقول حضرت الامین نوری "تصوف نفس کی ہر لذت کو چھوڑتا ہے اور صوفی وہ لوگ ہیں جن کی ارواح بشریت کی تاریکیوں اور نفسانی خواہشوں سے پاک ہو



## ب

گئی ہوں اور دنیا کی حرص و ہوا سے نجات پا کر حق تعالیٰ کے حضور صفِ اقل میں کھڑے ہونے کی سعادت حاصل کر چکی ہوں۔“  
 نیز فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ کوئی چیز اس کی ملکیت میں نہ ہو اور نہ صوفی کسی غیر اللہ کے ملک میں ہو اور یہ عین فنا ہے۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ صوفی دونوں جہاں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کو نہیں دیکھتا۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے اور وہ یہ ہیں :

سخاوت، رضا، صبر، اشارہ، غربت، صوف پہننا، سیر اور فقر  
 سخاوت حضرت سیدنا ابراہیمؑ کی اقتدار ہے کہ انہوں نے راہِ حق میں اپنے بیٹے کو قربان کیا۔ رضا حضرت اسمعیلؑ کی اقتدار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی ہو کر اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہ کیا۔ صبر حضرت ایوبؑ کی اقتدار ہے کہ آپ نے کیڑوں کی مصیبت و اذیت پر صبر کیا۔ اشارہ حضرت ذکریاؑ کی پیروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

”ترجمہ“ آپ لوگوں سے تین دن صرف اشارہ سے بات کریں“  
 نیز اس صورت میں فرمایا۔ (ترجمہ آیہ) ”جب حضرت ذکریا نے اپنے رب کو مخفی طور

پر پکارا۔“

۴  
 غربت حضرت یحییٰ کی اتباع ہے کہ آپ اپنے وطن میں رہ کر بے وطن تھے۔ اپنے رشتہ داروں سے بیگانہ رہے۔ سیر و سیاحت حضرت عیسیٰؑ کی پیروی ہے کہ ساری عمر تبلیغِ حق میں سیاحت کرتے رہے اور ایسے مجرور تھے کہ سوائے پیالہ اور کنگھی کے کچھ پاس نہ تھا اور جب ایک شخص کو ہاتھوں سے پانی پیتے دیکھا تو پیالہ پھینک دیا اور دوسرے آدمی کو انگلیوں سے خلال کرتے دیکھا تو کنگھی پھینک دی۔ صوف پہننا حضرت موسیٰؑ کی پیروی ہے کہ آپ اونی لباس پہنتے اور فقر سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے خزانے کی گنجیاں آپ کے سپرد کیں اور فرمایا کہ آپ تکلیف نہ اٹھائیں۔ ان خزانوں سے اپنی زینت (اسبابِ معاش) بنائیں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی اے اللہ العالمین! مجھے ایک رو سیر کیجیے اور ایک روز بھوکا رکھیے اور یہی اصولِ عمل بندگی کے لیے بہت اچھے ہیں۔

لفظ آیت کی ابتداء

حضورِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زمانہ میں مسلمانوں کی بزرگی حضورِ اکرمؐ کی صحبتِ اقدس تھی



اس لحاظ سے وہ صحابیؓ کہلائے اور جن لوگوں نے صحابہ کرامؓ کا زمانہ پایا وہ تابعین کہلائے۔ تابعین کا زمانہ پانے والے تبع تابعین کہلائے۔ ان کے بعد مختلف الحال لوگ آئے اور ان کے مراتب میں فرق آگیا اور اس وقت جو دین کے اکام میں زیادہ متوجہ تھے وہ زاہد و عابد کہلائے پھر مختلف فرقے ظہور میں آئے۔ اس وقت اہل سنت کے خواص سے جو باری تعالیٰ کے ساتھ اپنے نفوس کا احتساب کرتے تھے اور اپنے دلوں کو غفلت کے طاری ہونے سے محفوظ رکھتے اور اپنے قلوب کی نگرانی کرتے صوفی کہلانے لگے۔

یہ نام دوسری صدی ہجری سے پہلے مشہور ہو گیا۔ سب سے پہلے شیخ ابو ہاشم عثمان بن شریک صوفی کہلائے۔ آپ کا مولد وطن کوفہ ہے۔ آپ مملکت شام کے شیخ و مرشد ہیں۔ آپ شیخ سفیان ثوری کے ہم عصر ہیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا انتقال ۱۶۱ھ میں ہوا۔ آپ کا ارشاد مبارک ہے۔ اگر شیخ ابو ہاشم عثمان بن شریک صوفی نہ ہوتے تو ہم ریاکی باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔

## تصوف کے ماخذ

تصوف اصل الاصول دیدار رب العزت و سبحانہ کی آرزو ہے جس کے لیے سالک یہ جملہ مجاہدات ریاضات و مراقبات کرتا ہے تاکہ وہ اپنے محبوب حقیقی کا دیدار کر سکے کیوں کہ اس کا مقصد زندگی دیدار باری تعالیٰ ہے جس کے بارے میں رب العالمین کا فرمان قرآن کریم میں واضح ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ

بِعِبَادَةِ رَبِّهِمْ أَحَدًا ۝

(ترجمہ) پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کا آرزو مند ہو اسے لازم ہے کہ

عمل صالح بجلائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

تصوف کامل توحید تقویٰ اور محبت پر مبنی ہے۔ توحید کے لیے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔

بلکہ نزول قرآن کا سبب ہی توحید کی تلقین ہے کیوں کہ زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے

قبل دنیا میں توحید مٹ چکی تھی۔ اقوام عالم بت پرستی اور شرک میں مبتلا تھیں۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَاطِمٌ ۝



(ترجمہ) پس وہی ہر شئی کا اول ہے اور ہر شئی کا آخر ہے اور ہر شئی کا ظاہر ہے۔

اور ہر شئی کا باطن ہے۔ وہ ہر شئی کی ماہیت سے واقف ہے۔

توحید کے بعد قرآن کریم تقویٰ سے بھر پور ہے۔ قرآن کریم متقی اور پرہیزگاروں کے

لیے ہدایت ہے۔ تقویٰ اختیار نہ کرنے والے ہدایت حاصل نہیں کر سکتے۔

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۝

(ترجمہ) بیشک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور محسن ہیں۔

تصوف کا انحصار محبت الہی پر ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدَّ حُبًّا لِلَّهِ ۝

(ترجمہ) جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہ سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہی کرتے

ہیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی اپنے مکتوبات شریفہ میں توحید

کی تعریف یوں کرتے ہیں:-

”توحید سے مراد یہ ہے کہ دل اللہ کے سوا کسی اور طرف توجہ کرنے سے بالکل خالی ہو

جائے۔ جب تک دل ماسوائے حق میں گرفتار ہے۔ اگرچہ بہت ہی تھوڑا سا ہو وہ شخص توحید

والوں سے نہیں (توحید کی) اس دولت کے حاصل کیے بغیر ایک کہنا اور ایک جاننا اور باب

اصول کے نزدیک فضول ہے۔“

نیز فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود موجود ہے اور جملہ اشیاء اس کی ایجاد ہیں اور

حق تعالیٰ اپنی ذاتِ صفات اور افعال میں یگانہ ہے اور فی الحقیقت کسی امر میں خواہ وجودی ہو

یا غیر وجودی کوئی بھی اس کے ساتھ شریک نہیں۔“

حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں بندہ کی غذا خدا تعالیٰ کی محبت ہے۔“

تصوف قرب الہی کی تلقین کرتا ہے یا صوفی قرب الہی کا چاہنے والا ہے۔ یہ خواہش

اس آیت کریمہ پر مبنی ہے۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝

(ترجمہ) اے رسول! سجدے کیے جائیے اور قرب الہی حاصل کیجئے۔“

صوفی نہ صرف رغبت کرتا ہے یا تصوف رغبت الی اللہ کی تلقین کرتا ہے۔



فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝  
 (ترجمہ) پس اے رسول! جب آپ فرض منصبی یعنی تبلیغ اسلام سے  
 فارغ ہوں تو عبادت میں محنت کیجیے اور اپنے رب کی طرف راغب  
 رہیے۔

تصوف کا ثمرہ معیتِ الہیہ ہے۔  
 وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ ۝  
 (ترجمہ) اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔  
 یہ معیت عمومی ہے۔ کافر اور مومن دونوں پر حاوی ہے اور معیت خصوصی یہ ہے  
 جس سے کفار محروم ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۝  
 (ترجمہ) بے شک اللہ ساتھ ہے ان لوگوں کے جو متقی بھی ہیں اور محسن بھی ہیں۔  
 تصوف کا دستور العمل تزکیہ نفس کہلاتا ہے جو قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہے۔  
 هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ  
 آيَاتِهِ وَيُرَكِّبُهُمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۝  
 (ترجمہ) اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے امتیوں میں سے ایک عظیم المرتبت رسول  
 فرمایا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کے نفوس کا تزکیہ  
 کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

سورہ مزمل کی ابتدائی آیات

يَا أَيُّهَا الْمُزْمَلِ ۞  
 تَا مَهَلْهُمُ قَلِيلًا ۝

(ترجمہ) اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا رہا کر رات کو مگر تھوڑی دیر کے لیے ادھی  
 رات یا اس سے بھی کم کر لیا کر یا کچھ بڑھا دیا کر اور قرآن کو آہستہ آہستہ  
 (ٹھہر ٹھہر کر) پڑھا کر تحقیق ہم ڈالنے والے ہیں تیرے اوپر ایک اور بھاری  
 حکم کا بوجھ تحقیق اٹھنارات کا وہ بہت سخت (موثر) ہے نفس کو کچلنے  
 میں اور سیدھا کر نوالا ہے بات کو (یعنی اس وقت دعا بھی مٹیک دل سے  
 نکلتی ہے) تحقیق تیرے لیے دن میں (پہلے سے) تبلیغ، بڑا مشغلہ رہا کریگا



اور ذکر کر اپنے پروردگار کے نام کا اور اسی کا ہورہ سب سے لوٹ کر وہ پروردگار ہے مشرق اور مغرب کا۔ نہیں ہے معبود اس کے سوا پس بنالے اس کو اپنا کارساز اور صبر کر اوپر ان باتوں کے جو (کافر) تیری نسبت کہتے ہیں اور قطع تعلق کر لے ان سے وضع داری کے ساتھ او چھوڑ دے مجھ کو اور ان جھٹلانے والوں کو جو خوشحال اور دولت مند ہیں (میں ان سے نمٹ لوں گا) اور انہیں تھوڑی سی مہلت دے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سلوک کے جملہ بنیادی اصول انہی آیات پر منحصر ہیں یعنی نماز تہجد پڑھنا۔ اس میں تر تیل کے ساتھ قرآن پڑھنا اور واضح طور پر پڑھنا کہ مطلب سمجھ میں آجائے۔ ذکر و فکر مراقبہ مجاہدہ اوراد اشغال وغیرہ سے یہی مقصد ہے کہ نفسِ امارہ مغلوب ہو۔

## حقیقتِ نفس

نفسِ انسان کے اندر ایک طاقت ہے جس سے وہ کسی چیز کی خواہش کرتا ہے خواہ وہ خواہش بھلائی کی ہو یا بُرائی کی اگر نفسِ بُرائی کی طرف خواہش کرے اور اس پر نادم بھی نہ ہو تو اس کو نفسِ امارہ کہتے ہیں جو قرآن سے ثابت ہے۔

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي  
(ترجمہ) بے شک نفس زیادہ بُرائی کی طرف حکم کرنے والا ہے مگر جب میرا رب رحم فرمادے۔

اس مرتبہ کو ہوی کہتے ہیں۔

”اس نے اپنی خواہش کی

وَتَّبِعَ هَوَاهُ

پیروی کی۔“ اس میں خواہش کا یہی مرتبہ مراد ہے اور

(ترجمہ)

کبھی بھلائی کی خواہش کا پیدا ہونا نفس کو امارگی سے نہیں نکالتا۔ کیوں کہ زیادہ حکم کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ہمیشہ ہی بُرائی کا حکم دے اور اگر نفس اپنے کیسے پر فخر مندہ ہونے لگے تو اس وقت لوامہ کہلاتا ہے۔

وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ



(ترجمہ) "اور قسم کھاتا ہوں میں بہت ملامت کرنے والے نفس کی۔"  
 اور جب نفس سنور جاتا ہے تو مطمئنہ کہلاتا ہے یعنی نیکی کی طرف اطمینان پکڑنے  
 والا۔ امام غزالی فرماتے ہیں۔ اے انسان! یاد رکھ نفس تو بُرائی کا حکم دیتا ہے۔ یہ ابلیس سے  
 زیادہ بُرا دشمن ہے۔"

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا۔ نفس پر قابو پانے والا پورا شہر فتح کرنے والے سے زیادہ  
 بہادر ہے۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں اور نفس ایسے ہیں جیسے بکریوں کا چرواہا  
 ہو۔ ایک طرف کی بکریاں جمع کرے تو دوسری طرف کی بکریاں ادھر ادھر ہو جائیں۔ جس نے  
 نفس کو مار لیا وہ رحمت کے کفن میں بند ہو گیا اور عزت کی سر زمین میں دفن ہوا۔  
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھوک سے دلوں کو روشن کرو۔ بھوک اور پیاس  
 کے ذریعے نفس کے خلاف جہاد کرو۔ بھوک کے ذریعے جنت کا دروازہ کھٹکھاؤ اس لیے  
 کہ اس میں اجر ہے۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں۔ جب سے مسلمان ہوا ہوں پیٹ بھر کر کھانا اس  
 لیے نہیں کھایا کہ اپنے رب کی عبادت میں حلاوت پاؤں اور سیر ہو کر اس لیے نہیں پیا۔ کہ  
 اپنے پروردگار کی ملاقات کا اشتیاق ہے۔ بیارنخوری سے بدن بو جھل ہوتا ہے۔ نیند  
 غلبہ کرتی ہے۔ اعضاء سست ہوتے ہیں۔ عبادت میں کمی آتی ہے۔  
 حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ "افضل ترین جہاد نفس کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔"

## تصوف کے ضابطے

تصوف کے جملہ ضوابط قرآن کریم اور حیاتِ طیبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے اخذ شدہ ہیں۔

بیعت کا مسئلہ

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ  
 (ترجمہ) بلا شک جو لوگ آپ کے دست مبارک سے بیعت کرتے ہیں وہ  
 دراصل اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ یعنی پیمانِ وفا باندھتے ہیں۔



لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ  
 (ترجمہ) بے شک اللہ راضی ہو گیا ان مومنوں سے جس وقت وہ بیعت کرتے  
 تھے حضور اکرمؐ سے اس درخت کے نیچے۔

عدیثوں میں آیا ہے کہ حضور اکرمؐ صحابہؓ ہجرت جہاد ارکانِ اسلام پر قائم رہنے وغیرہ  
 پر بیعت کرتے تھے۔ اگر تزکیہ نفس کتابوں سے حاصل ہوتا تو اللہ تعالیٰ بعثت انبیاء کا سلسلہ  
 جاری نہ کرتا اپنی کتاب کسی شخص کی معرفت دنیا والوں کے پاس بھیج دیتا۔ مگر جس طرح صحابہؓ  
 نے آپؐ کی صحبت میں رہ کر تزکیہ نفس کیا اسی طرح ہر زمانے کے لوگوں کے لیے ضروری ہے  
 کہ ان میں ایسے برگزیدہ لوگ جو فنا فی الرسولؐ ہو کر تزکیہ نفس کا فریضہ انجام دے سکیں، کی  
 صحبت میں رہ کر تزکیہ نفس کریں۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا طریقہ تو سل شیخ  
 ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَابْتَعُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ

(ترجمہ) یعنی اللہ کی طرف پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے  
 بعد صحابہؓ نے حضرات ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیعت  
 کی۔ اس بیعت سے مقصود صرف دنیاوی کام ہی نہ تھے بلکہ باطنی خوبیوں کا حصول بھی تھا۔  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سال قبل از نبوت غارِ حرا میں خلوت اختیار کی  
 اور ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں مسجدِ نبویؐ میں اعتکاف فرماتے۔

شیخ عبدالقادر جنیلانیؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کی حالت میں ایسے کاموں میں مشغول  
 ہو جو بارگاہِ رب العزت کے قریب ہونے کا موجب ہوں۔ تصوف کی بنیاد عشقِ الہی  
 پر ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدَّ حُبًّا لِلَّهِ

(ترجمہ) جو لوگ مومن ہیں وہ اللہ کی محبت میں اشد ہیں۔

تصوف میں مراقبہ مجاہدہ محاسبہ و ذکر ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهِدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ

(ترجمہ) اور جو لوگ ہم سے ملتے یا ہم تک پہنچنے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ ہم



یقیناً انہیں اپنی طرف آنے والے راستے دکھا دیتے ہیں۔  
 فَادْكُمُ اللّٰهُمَّ كَثِيْرًا الْعَلَّكُمُ تَفْلِحُوْنَ فَادْكُمُ وَاذْكُرْكُمْ  
 (ترجمہ) ” اور یاد کرو اللہ کو بہت تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ تم مجھے یاد کرو، میں  
 تمہیں یاد کروں گا۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غافلوں میں ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے خشک  
 علاقہ میں سبز درخت۔ نیز فرمایا ابن آدم کو ذکر اللہ سے بڑھ کر کوئی عمل اللہ کے عذاب سے  
 بچانے والا نہیں۔“

شیخ ابوطالب محمد عارثی الملکی المتوفی ۳۸۶ھ فرماتے ہیں کہ مقامات یقین کے نو  
 اصول ہیں جن میں توبہ، صبر، شکر، رجاء، خوف، زہد، توکل، رضا اور محبت شامل ہیں۔  
 تَوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُوْنَ  
 (ترجمہ) ” اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب مل کر اے ایمان والو! شاید تم  
 بھلائی پاؤ۔“

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝  
 (ترجمہ) اللہ کو خوش آتے ہیں توبہ کرنے والے اور خوش آتے ہیں تھرائی والے  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ” توبہ کرنے والا اللہ کا پیارا ہے۔“

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝  
 (ترجمہ) ” اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور انہیں پسند فرماتا ہے۔“  
 فَادْكُمُ وَاذْكُرْكُمْ وَاشْكُرْ وَاذْكُرْ وَاذْكُرْ وَاذْكُرْ ۝  
 (ترجمہ) ” تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو و کفر دنا شکری  
 نہ کرو۔“

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَدَاۤئِكُمْ اِنْ شَكِبْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ ۝  
 (ترجمہ) ” اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا“  
 رجاء اصل کسی چیز میں شدید طمع کا نام ہے۔ جیسے کسی چیز سے شدید ڈر کا نام خوف ہے۔  
 يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَ طَمَعًا  
 (ترجمہ) ” پکارتے ہیں اپنے رب کو خوف اور طمع کرتے ہوئے۔“



يُحَذِّرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَتَ رَبِّهِ ۝

(ترجمہ) ڈر رکھتا ہے آخرت کا اور امید رکھتا ہے اپنے رب کی رحمت سے۔

يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝

(ترجمہ) اپنے رب سے ڈرتے ہیں اوپر سے اور جو حکم ہوتا ہے کرتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ کے ڈر سے بندے کا دل کانپ اٹھے تو اس کے گناہ اس طرح بھڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے بھڑتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بہترین دین پرہیزگاری ہے اور فرمایا عملوں کا سردار تقویٰ ہے۔ فرمایا پرہیزگار بن جاؤ تو سب سے زیادہ عبادت گزار ہو گے اور قناعت والا بن جاؤ تو سب لوگوں سے زیادہ شکر گزار ہو گے۔ توکل کے معنی اللہ پر بھروسہ کرنا اور دل دنیا سے اٹھا کر اللہ سے لگا لینا۔

إِنَّا اللَّهُ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

رضا کے معنی خوشنودی کے ہیں

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ

عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ۝

(ترجمہ) اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور باغاتِ عدن

میں پاکیزہ گھوہوں گے۔ رضا مندی اللہ کی طرف سے سب سے بڑی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اہل ایمان کے لیے تجلی کرے گا اور فرمائے گا

مجھ سے مانگو۔ وہ کہیں گے آپ کی رضا چاہتے ہیں۔ چنانچہ دیدار کے بعد رضا کا سوال کرنا

بتاتا ہے کہ یہ انتہائی فضیلت ہے۔

## ولایت کشف و کرامات

حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں۔ ولی کے معنی خدا کا سچا دوست اور عاشق جو اس کی

اطاعت و رضا میں ذرہ برابر بھی سرتابی نہیں کرتا۔

سید احمد کبیر رفاعی فرماتے ہیں۔ خبردار اللہ سے لڑائی مول نہ لینا کیوں کہ اللہ سے



مقابلہ کرنے والا کبھی کامیاب نہیں ہوا اور اللہ سے دوستی کرنے والا کبھی ذلیل نہیں ہوا۔ ولایت کا حصول توحید و اخلاص میں ہے۔

حضرت مریم کے پاس بے موسمی پھل پائے جانا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ تخت بلقیس کا حضرت سلیمان کے پاس دور دراز ملک یمن سے لانے کا واقعہ بھی قرآن کریم میں بالتفصیل درج ہے جو آصف بن برخیا کا تپ سلیمان نے چشم زن میں پیش کر دیا۔ دریائے نیل کے بند ہوجانے کا واقعہ اور عمر فاروق کے رقعہ لکھنے اور دریائے نیل میں ڈالنے کا واقعہ زبان زد عام ہے۔

معرکہ نہاوند سے آگے دارالجمہور میں ساریہ بن زینم کا واقعہ جب کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق نے مدینہ منورہ میں فرمایا یا ساریہ الجبل بھی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ سید احمد کبیر فاعلی اور سید آدم بنوری کے روضہ مطہرہ پر حاضری کے دوران بعد دعا دست مبارک کا روضہ اطہر سے باہر آنے کا واقعہ مشہور ہے۔ اسی طرح بے شمار کرامات بزرگان ہیں۔

## غیر مسلموں کی شہادتیں

- ۱۔ ڈاکٹر ڈونالڈ سن اپنی کتاب "مسلمانوں کا فلسفہ اخلاق" میں ابن خلدون سے متفق ہے کہ تصوف کا طریق سچائی پر مبنی ہے۔
- ۲۔ پروفیسر گیوم اپنی کتاب "اسلام" میں لکھتا ہے کہ قرآنی تعلیمات میں دنیا سے بے تعلقی اور تصوف پایا جاتا ہے۔
- ۳۔ پروفیسر گب اپنی کتاب "محمدن ازم" میں لکھتا ہے کہ پروفیسر میسی نیون نے اسلامی تصوف کا مطالعہ کر کے رائے دی ہے کہ یہ تحریک اس پرہیزگاری کا نتیجہ ہے جو قرآن سے ماخوذ ہے اور پیغمبر اسلام کی سنت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔
- ۴۔ ڈاکٹر تارا چند اپنی کتاب "ہندی ثقافت پر اسلام کا اثر" میں لکھتا ہے کہ اسلامی تصوف کا ماخذ قرآن کریم اور رسول اکرم کی زندگی ہے۔
- ۵۔ ڈاکٹر نکلسن اپنی کتاب "عربی کی ادبی تاریخ" میں ابن خلدون کی رائے متفق ہے۔



۶- پروفیسر ہٹی اپنی کتاب " تاریخ اقوام عرب " میں لکھتا ہے کہ تصوف کا ماخذ قرآن اور حدیث ہے۔

۷- پروفیسر براؤن اپنی کتاب " ایران کی ادبی تاریخ " میں لکھتا ہے کہ احادیث کے علاوہ قرآن میں ایسی آیات ہیں جن کی تفسیر صوفیانہ انداز میں ممکن ہے۔

۸- ڈاکٹر ہنٹ اپنی کتاب " پنٹیہزم " (PENTHEISM) میں لکھتا ہے کہ پروفیسر پامرنے لکھا ہے کہ تصوف دراصل اسلام کی باطنی تعلیم کا نام ہے اس کی بنیاد قرآن ہے۔ یہ پروفیسر پامروہی ہے جس نے ۱۸۶۴ء میں قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔

۹- پروفیسر میکڈانلڈ اپنی تصنیف " شہون اسلام " میں لکھتا ہے کہ اسلام کی تعلیمات میں تصوف بھی پیغمبر اسلام کے ہاں موجود ہے۔

۱۰- پروفیسر آریری اپنی کتاب " صوفزم " (تصوف) میں لکھتا ہے کہ قرآن کریم صوفیوں کے لیے وہ سند ہے جس سے وہ ہدایت حاصل کرنے کے لیے رجوع کرتے ہیں۔

درج ذیل چند شاہانِ سلف عاشقانِ الہی کے آستانوں پر حاضر رہے۔  
 سلطان محمود غزنوی  
 خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کے در پر قدمبوس ہوا۔  
 سلطان ابوسعید مرزا  
 خواجہ علیہ اللہ احرارؒ  
 سلطان التمش  
 خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ  
 فیروز شاہ تغلق  
 سید جلال الدین بخاریؒ اور خواجہ چراغ دہلویؒ  
 کا غلام رہا۔

جلال الدین اکبر  
 جہانگیر اور شاہجہان  
 شیخ سلیم چشتیؒ کا غلام تھا  
 مجدد الف ثانیؒ اور میاں میر صاحبؒ کے  
 خدمت گار رہے۔

آخر میں عرض ہے کہ کتاب پیش نظر میں مؤلف نصیر الدین حیدر نے جتنی بھی حکایات درج کی ہیں ان حکایات میں کوئی ایک حکایت بھی تصوف سے خالی نہیں ہے۔ مؤلف نے نہایت محنت، جانفشانی اور عرق ریزی سے یہ ذخیرہ جمع کیا ہے۔ میں نے یہ کتاب



اول تا آخر پڑھی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جب اس کتاب کا مطالعہ شروع کیا جائے  
تو جی یہی چاہتا ہے کہ کتاب کو آغاز سے آخر تک پڑھ کر ہی آرام کیا جائے۔  
ہو سکتا ہے کہ کسی جگہ پر کوئی لفظ خلاف ادب بھی لکھا گیا ہے مگر معنی کے  
حساب سے درست ہی ہوگا۔ کیوں کہ تحریر میں ادب کا مقام اس قدر بلند ہے کہ اس  
پر پہنچنا محال ہے۔

حکیم مقبول الہی اعوان بھیروی  
نقش بندی مجددی

گلشن راوی، لاہور



۷ مارچ ۱۹۸۶ء





ہر زمانہ میں بزرگانِ دین آتے رہے ہیں اور تاقیامت آتے رہیں گے۔ اب چونکہ قیامت تک کسی نبی نے نہیں آنا لیکن اولیائے کرام جو انبیاء کے جانشین ہیں پیدا ہوتے رہیں گے۔ ان اولیاء اور فقراء کے فضائل، مناقب و کرامات قرآن کریم، احادیث اور آثارِ صحابہؓ سے ثابت ہے جن کی ایک مختصر جھلک درج ذیل ہے :

## آیاتِ جن سے اولیاء و فقراء کے فضائل ثابت ہو ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اور وہ نبی، صدیق، شہید اور نیک بندے ہیں اور یہ لوگ (کیا ہی) اچھے ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ ہی کا جاننا بس کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آگاہ رہو جو خاصانِ خدا ہیں ان پر نہ کچھ ڈر ہے اور نہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے ان کے لیے دنیا کی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے۔ نہیں بدلتیں اللہ کی باتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور فرمایا (اے ابلیس) جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا قابو نہیں۔

اور فرمایا جن لوگوں نے ہماری راہ میں مشقتیں اٹھائیں ہم انہیں اپنے راستے

۱- اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ  
مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالشّٰهِدَاءِ  
وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسَنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا  
ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰی بِاللّٰهِ  
عَلِیْمًا ۝

(پارہ ۵)

۲- اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ  
وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ  
كَالُوْا یَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی  
الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ لَا یَبْدِلُ  
لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ  
الْعَظِیْمُ ۝

(پارہ ۱)

۳- اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ  
(پارہ ۱۹)

۴- وَالَّذِيْنَ جَاهَدْ وَاٰفِئْنَا لِنَهْدِ  
مُحٰمَدٍ سُبْحٰنَ وَاِذَا اللّٰهُ لَمَعَ



ضرور دکھائیں گے اور بیشک اللہ تعالیٰ  
نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ انہیں دوست رکھتا  
ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہیں۔

۵- يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

(پارہ ۶)

## أَحَادِيثُ

فقراء اور اولیاء کے فضائل میں یوں تو بے شمار حدیثیں وارد ہوئی ہیں مگر ہم یہاں صرف

ان چند حدیثوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے  
مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے  
ولی سے عداوت باندھے تو میں اسے اپنے سے  
لڑائی کی اطلاع دیتا ہوں اور جن عملوں سے  
میرا بندہ مجھ سے قربت طلب کرتا ہے۔  
ان میں سے زیادہ محبوب میرے نزدیک وہ  
عبادتیں ہیں جو میں نے اس پر فرض کی ہیں  
اور جب ہمیشہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ  
سے میرا قرب طلب کرتا ہے تو میں اسے  
چاہنے لگتا ہوں اور جب میری محبت بڑھتی  
ہے تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے  
وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں  
جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو  
جاتا ہوں کہ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس  
کا پاؤں ہو جاتا ہوں کہ جس سے وہ چلتا ہے  
اور اگر کچھ مجھ سے مانگتا ہے تو دیتا ہوں اور

۱- رُوِيَ فِي صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ عَنْ أَبِي  
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ مَنْ عَادَى  
وَلِيًّا فَقَدْ أَذْنَتْ بِالْحَرْبِ وَمَا  
تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ  
مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ  
عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى  
أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمِعَهُ  
الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي  
يُبْصَرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّذِي يُبْطِشُ  
بِهَا وَرِجْلَهُ الَّذِي يَمْشِي بِهَا  
وَإِنْ سَأَلَنِي أَعْطَيْتُهُ وَلَوْ  
اسْتَعَاذَنِي لَا عَيْذَ لِي



رَوَيْتَنَا فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبِّ  
أَشْعَثَ أَغْبَرُ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ  
لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ  
لَا بُرَّةَ -

جو پناہ چاہتا ہے پناہ دیتا ہوں -  
صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے  
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا ہے کہ بہت سے ایسے شخص ہیں  
کہ پریشان بال میلے کھیلے۔ دروازوں سے  
دھکیلے گئے ہیں کہ کسی کو ان کی کچھ پرواہ  
نہیں (اور اللہ کے نزدیک ان کا ایسا  
مرتبہ ہے) اگر اللہ پر اڑ کر کسی بات کے  
لیے قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ضرور ان کی قسم  
کو سچا کر دے -

ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا ہے کہ فقراء و مساکین اغنیاء سے  
پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوئے۔

رَوَيْتَنَا فِي كِتَابِ التِّرْمِذِيِّ عَنْ أَبِي  
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ  
الْأَغْنِيَاءِ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ

## احادیث سے اثبات

صحیحین میں جبرئیل زاہب کا قصہ آیا ہے کہ ایک شیر خوار بچے سے انہوں نے  
دریافت کیا کہ لڑکے تیرا باپ کون ہے۔ وہ بول اٹھا کہ میرا باپ فلاں چرواہا ہے۔  
اور حدیث میں غار والوں کا قصہ آیا ہے کہ غار کے مہمنہ پر پتھر کی چٹان آگئی تھی  
جب انہوں نے نیک اور خالص عمل یاد کیے اور ان کے وسیلہ سے حق تعالیٰ سے دعا  
کی تو وہ چٹان الگ ہو گئی اور وہ اس سے نجات پا گئے۔

اور حدیث صحیح میں اس شخص کا قصہ وارد ہوا ہے جس نے بدلی میں آواز سنی کہ  
فلاں شخص کے باغ کو یہ اب کر دو۔ پھر وہ بدلی کے ساتھ ساتھ گیا۔





## ان بزرگان دین کے اسمائے گرامی

### جن کی حکایات اس کتاب میں موجود ہیں

حضرت امجد بن خلیق بن یحییٰ	حضرت ابو وراق	حضرت اویس قرنی
ابو الحسن نوری	ابو تراب نخشی	حضرت امام ابو حنیفہ
ابو عثمان سعید بن سلام	ابو بکر واسطی	حضرت ابو بکر شبلی
ابو العباس قصاب	ابو محمد جریری	حضرت ابراہیم اہم
ابو علی محمد بن عبد الوہاب	احمد حضرویہ	حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی
احمد بن ابراہیم المطلب	ابو الحسن سراج	حضرت ابو العباس نہاوندی
ابو بکر عیاش	امداد اللہ حاجی	حضرت مسروق خراسانی
ابو حازم مکی	ابو بکر کتانی	حضرت ابو بکر وراق
ابو العباس السیروی	ابو حمزہ خراسانی	حضرت ابو محمد ترش
امام خرامی	ابو اسحق ابراہیم	حضرت ابی الحق ابراہیم
امام نروانی	بن احمد خواص	بن شریار
ارقام	ابو علی دقاق	حضرت ابو یعقوب بصری
ابو علی جرجانی	ابو جعفر حداد	حضرت ابو الحسن بوہنجی
ابو حفص حداد	احمد عرب	حضرت احمد ہاری
ابو سعید خزار	ابراہیم خواص	حضرت امام محمد بن حنبل
ابراہیم بن مہلب ساح	ابو القاسم	ابو علی شفیق بلخی
ابراہیم شیبانی	ابو الجوال مغربی	ابو سلیمان دارانی
احمد بن انطاکی	ابو نصر سراج	امام شافعی



حضرت امیر خسروؒ	حضرت شیخ (شیخ) ابوعلی سیاهؒ	حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ
ابوصالحؒ	دیرسید اشرف جهانگیرؒ	بشرحانیؒ
شیخ (شیخ) امانؒ	سمنانیؒ	بوعلی شاہ قلندرؒ
رشاہ) ابوالمعالیؒ	ابوالحسن دینوریؒ	بدرالدین شیخ غزنویؒ
شیخ) ابوسعید قلیویؒ	ابوعلی تقضیؒ	بہلول مجنولؒ
ابوعبداللہ قصبیب البانؒ	احنف بن قیسؒ	باموسلطانؒ
ابوعمر و عرشؒ	رشاہ) امیر ابوالمعالیؒ	بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ
ابوالخیر قطعؒ	ابراہیم بن لیثاءؒ	خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ
شیخ) ابوالفتح ملتانیؒ	ابوعلی رباطیؒ	بلال خواصؒ
ابوسعید مخزومیؒ	ابن الورودؒ	رشاہ) بلاولؒ
شیخ) ابوالفوارس شاہؒ	رسیدنا) امیر ابوالمعالیؒ	رمانی) بھاگی مجذوبہؒ
بن شجاع کرمانیؒ	ابوبکر واسطیؒ	عبداللہ شاہ) بلہے شاہؒ
ابوعبداللہ امام بخاریؒ	اکثم بن صیفیؒ	مولانا) برہان الدین غریبؒ
ابوعبداللہ جلاءؒ	اصمعیؒ	شیخ) بنان محمد الحمالؒ
ابومحمد رومؒ	اشعرانیؒ	رشاہ) بدیع الدین مدارؒ
ابن عطاءؒ	ابوعمران جوئیؒ	بکر بن مزنیؒ
ابراہیم بن داؤد مدنیؒ	رشاہ) احمد کاشانیؒ	تقی الدین محمدؒ
ابواسحاق بخاریؒ	ابوالعالیہؒ	سفیان ثوریؒ سفیان ثوری
رسید) احمد کبیرؒ	ابوقلابہؒ	ثابت بناتیؒ
ابومطیع بلخیؒ	الوالقاسم نصرآبادیؒ	جنید بغدادیؒ
ابویعقوب بن	ابوالحسن علی جعفریؒ	امام) جعفر صادقؒ
اسحاق نرہوانؒ	ابوحمزہ محمدؒ	جلال الدین (مولانا روم)
احمد بن صمدؒ	ابوبکر صیدلانیؒ	جمال الدین شیخؒ
ابوالعمر ابوعباسؒ	ابوسلیمان درانیؒ	جمال الدین احمد ہانسویؒ
ابوعمر و نخیلؒ	بوعلی سیناؒ	جلال الدین تبریزیؒ



حضرت سعدون مجنون <sup>رح</sup>	حضرت حسین منصور حلاج <sup>رح</sup>	حضرت (سلطان) جلال الدین
سیمان دارانی <sup>رح</sup>	حسن مجذوب	قریشی <sup>رح</sup>
سمنون <sup>رح</sup>	حمید طریڈ	جعفر جلدی <sup>رح</sup>
سفیان بن عینیہ <sup>رح</sup>	(شاہ) حسین	جلال الدین بخاری <sup>رح</sup>
سویہ بن مجذوب	رامادھو لال حسین	جھولن شاہ (المشہور)
سلیمان تونسوی <sup>رح</sup>	حسین ناگوری <sup>رح</sup>	گھوڑے شاہ
سلیمان فارسی <sup>رح</sup>	حسان بن سان <sup>رح</sup>	جھولہ بخاری
سیف الدین بافرزمی <sup>رح</sup>	حامد لفاف <sup>رح</sup>	(شیخ) جلال الدین
سالم حداد <sup>رح</sup>	خالد ابن صفوان <sup>رح</sup>	مجر و سہروردی
سلیمان رازی <sup>رح</sup>	خیر نساج <sup>رح</sup>	(شیخ) جمال الدین
سراج الدین (محمد شاہ عالم)	خواجہ نقشبند <sup>رح</sup>	خندان رو
سدیم چشتی <sup>رح</sup>	فاؤد طلائی <sup>رح</sup>	(شیخ) جلال الدین ہانسوی
سرمہ شہید <sup>رح</sup>	رپی (واؤد جہانیاں)	(مولانا شیخ) جمالی <sup>رح</sup>
شفیق بلخی <sup>رح</sup>	(مولانا) فاؤد <sup>رح</sup>	جامی <sup>رح</sup>
شاہ شجاع کرمانی <sup>رح</sup>	(شیخ) داؤد شیرگرہی	حسن بصری <sup>رح</sup>
شمس تبریزی <sup>رح</sup>	(سید) دوست محمد <sup>رح</sup>	حبیب عجمی <sup>رح</sup>
(شیخ) شاہی موئے تاب <sup>رح</sup>	ذوالنون مصری <sup>رح</sup>	حاتم اہم <sup>رح</sup>
شیبان مصابج	رابعہ بصری <sup>رح</sup>	حارث محاسبی <sup>رح</sup>
شعوانہ (بزرگ خاتون)	رکن عالم شاہ <sup>رح</sup>	حافظ ضامن <sup>رح</sup>
شہاب الدین سروردی <sup>رح</sup>	(مولانا) رضی الدین منصور <sup>رح</sup>	حبیب راعی <sup>رح</sup>
شمس الدین قادری <sup>رح</sup>	ربیع ابن خثیم <sup>رح</sup>	حسن افغان <sup>رح</sup>
	رکن الدین ابوالفتح <sup>رح</sup>	(ابوالفضل) حسن سرخی <sup>رح</sup>
	ربیع بن خثیم	حمید الدین ناگوری <sup>رح</sup>
(شاہ) دولہ <sup>رح</sup>	سری سقطی <sup>رح</sup>	حمدون قصار <sup>رح</sup>
(شیخ) شہاب الدین <sup>رح</sup>	سہل بن عبداللہ تشری <sup>رح</sup>	(شیخ) حسین <sup>رح</sup>
(میاں) شیر محمد شرپوری <sup>رح</sup>		

تسنتی



حضرت قطب الدین بختیار کاکی	حضرت عبدالقدوس گنگوہی	حضرت شمس الدین ترک
قطب الدین اولیاء	عبدالغفور مانور	شعبی
قطب الدین منور	عبداللہ منازل	صلاح الدین شیخ
کلیم اللہ شاہ	عبداللہ مغربی	صالح بن عبدالکریم
(شاہ) کمال قادری کھیتی	عمرو بن عثمان مکی	صوفی بدینی
شیخ کبیر (جوہر)	عبداللطیف شاہ	صدر الدین عارف
رستید گیسو دراز	بری امام	صدر الدین احمد طبیب
لقمان سرخسی	شیخ عبدالقدوس	عبدالقادر جیلانی
لعل حسین	شیخ علی رودباری	(غوث الاعظم)
مالک دینار	عبدالرحمن بن یحییٰ	عبداللہ خفیف
محمد واسع	عبداللہ حق رودلوی	عبدالواحد بن زید
محمد علی حکیم ترمذی	عون بن عبداللہ	عتبہ بن غلام
محمد بن اسلم طوسی	عیسیٰ تہلو بمینی	عثمان حیری
معروف کرخی	علی بن الموفق	عبداللہ مغربی
ممشادینوری	علی بن موسیٰ الرضی	عبداللہ بن مبارک
محمد و الف ثانی	عبدالمرزنی	علاق الدین صابر کلیری
شیخ احمد فاروقی سرہندی	(شاہ) عبدالعزیز	عثمان بارونی
محمد سماک	(میاں) غیاث	عمر بن عبدالرحمن اذاعی
معین الدین حشتی	(رستید) غوث علی شاہ	علاق الدین اصولی
محمد بن مالک	دامام (غزالی)	عبدالرحمن پاک
(شیخ محمد) میاں میر	فضیل بن عیاض	علی ابویری داتا گنج بخش
منصور عمار	فتح موصلی	علی اللہ صومعی
محمد ترک	فرید الدین شکر گنج	(شیخ) علی ہیتتی
محمد اجمل شہ ازلی	فاطمہ بی بی	عبدالوہاب
مبارک غزنوی (رستید)	فخر الدین مروسی	عزیز اللہ متوکل
مخدوم جہانیاں جہاں گشت		



حضرت رطل (نعمت اللہ)	حضرت میران سید شاہ	حضرت مخلص الدین (مولانا)
نظام الدین اورنگ آبادی	محمد علی خیر آبادی	میمون بن مہران
وکیع	محمد بن حنیفہ	رشاہ (مینا)
وارث علی شاہ	نظام الدین اولیاء	رشاہ (منور مجذوب)
وہب بن منبر	نصیر الدین چراغ دہلی	مہر علی شاہ
رسید ہاشم شاہ	نجیب الدین متوکل	(خواجہ) محمود بقا
یحییٰ بن معاذ	نظام الدین ابوالموید	نجم الدین کبری
یا فعیٰ شیخ	نجم الدین صفہانی	(خواجہ) محمود مومنیہ دوز
یوسف بن حسین	رطل (نور محمد نور نامی)	رطل (شاہ)
یوسف اسباط	شیخ (نور الدین)	رطل (عمر)
یونس ابن عبید	نعمت اللہ ولی	محمد بن الکنکدر
خیر چہرہ	حبش لوندی رحمہما اللہ	ابو محمد القایدی
جاریہ مجولہ	امراة فارسیہ	شیخ نجیب الدین علی بزغش
بی بی فاطمہ نیشاپوری	عبدالمخالق عجمی دوانی	امراة مجولہ
مولینا اللہ الدین بھروی	شیخ ابوبکر مغازلی	عبداللہ گارزونی
شیخ ابوالحسن مزین	شیخ صفی الدین گارزونی	حضرت سید فرید الدین
		رضی علی مصری









بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



○

۱

ایک روز حضرت حسن بصریؒ اپنی عبادت گاہ کے بالا خانے پر بیٹھے رو رہے تھے۔ اور کثرت گریہ سے آنسو رخسار پر بہ رہے تھے۔ ایک آدمی نیچے سے گزرا۔ اس کے اوپر چند آنسو گر گئے۔ اس نے اوپر دیکھ کر پوچھا۔

”اے شخص! یہ قطرے جو مجھ پر گریں ہیں پاک تھے یا ناپاک۔“  
 آپ نے فرمایا۔ ”بھائی! یہ مجھ گناہ گار کے ناپاک آنسو ہیں۔ انہیں دھو ڈالو۔“

○

۲

ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ نے اپنے ملازم سے فرمایا۔ ”افطاری کے لیے بازار سے روٹی اور مچھلی کے کباب لے آؤ۔“

ملازم نے تعمیل کی جب افطاری کا وقت آیا تو آپ نے ملازم سے فرمایا۔ ”یہ کباب اور مزے کا کھانا، مجھ جیسے فقیر سے اس کا کیا تعلق؟“

ملازم نے عرض کیا۔ ”آپ ہی تو یہ کھانا لانے کے لیے فرمایا تھا۔“



آپ نے یہ سن کر سر جھجکا لیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا -  
 "باری تعالیٰ! میں نے دنیا کی نعمتوں پر دھیان دیا۔ مجھ سے بھول ہوئی۔ میرا نام  
 کہیں درویشوں کی فہرست سے مٹا نہ دینا۔"

○

۳

ایک مرتبہ ایک خوب صورت عورت ننگے سر، ہاتھ منہ کھولے، غصتہ میں بھری ہوئی حضرت  
 حسن بصریؒ کی خدمت میں شوہر کی شکایت لے کر آئی۔  
 آپ نے فرمایا - "اے نیک بخت! پہلے اپنے سر منہ کو ڈھانپ لے پھر اپنے شوہر کی  
 شکایت بھی کر لینا۔"  
 عورت شرمندہ ہوئی اور بولی -

"معاف کیجئے، میں اپنے شوہر کی محبت میں از خود رفتہ ہو گئی تھی۔ اسی وجہ سے مجھے  
 اپنے تن بدن کا ہوش نہ رہا۔"

آپ نے اس کی یہ بات سن کر اپنے دل میں کہا -

"اے حسن! اگر تو بھی اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی دوستی میں ایسی ہی محویت سے  
 کام لیتا تو تجھے معلوم ہی نہ ہوتا کہ اس عورت کے سر پر کپڑا ہے یا نہیں۔"

○

۴

ایک روز حضرت حسن بصریؒ وعظ کہہ رہے تھے۔ اتفاقاً حجاج بن یوسف شمشیر برہنہ  
 لیے چند سپاہیوں کے ہمراہ ادھر آ نکلا۔

ایک شخص جو آپ کی مجلس میں موجود تھا۔ اپنے دل میں کہنے لگا کہ آج حسن بصریؒ کا  
 امتحان لینا چاہیے۔ یعنی دیکھنا یہ چاہیے کہ حضرت حسن بصریؒ حجاج جیسے ظالم و سفاک حاکم کے  
 سامنے بھی وعظ میں مشغول رہتے ہیں یا اس کی تعظیم کے لیے وعظ سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔  
 اسی اثنا میں حجاج ان کے قریب آیا اور چاہا کہ آپ اس کی جانب متوجہ ہوں اور اس



کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے لیکن آپ نے حجاج کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور اسی وعظ فرماتے رہے۔

تب اس شخص نے اپنے دل میں کہا کہ حسن واقعی حسن ہیں۔

جب آپ وعظ کہہ چکے تو حجاج آپ کے پاس گیا اور مصافحہ کر کے لوگوں سے کہنے لگا۔  
 "اے لوگو! اگر تم چاہو کہ کسی مرد کو دیکھو، تو حسن کو دیکھ لو۔"



۵ - ایک دفعہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے آپ کو ایک خط لکھا جس میں درخواست کی کہ آپ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں جس سے مجھے ہر کام میں مدد ملے۔  
 آپ نے جواب میں لکھا۔

"اگر خدا تمہارا مددگار ہے تو پھر تمہیں بے خوف رہنا چاہیے اگر خدا مددگار نہیں تو کسی سے کوئی امید نہ رکھو۔"



درحقیقت وہ شخص سب سے بڑا فاسق و فاجر ہے جو چھوڑے بڑے سمجھی گناہ کیے چلا جاتا ہے مگر کہتا جاتا ہے کہ کوئی خطرے کی بات نہیں۔ خدا سب کے گناہ بخشے والا ہے۔ میرے لیے کوئی کھٹکا نہیں۔

موت دنیا کو رسوا کر رہی ہے۔ کسی دانش مند کے لیے یہاں مسرت کی گنجائش ہی اس نے کہاں چھوڑی ہے۔



۶ - ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوریؒ، رابعہ بصریؒ کی زیارت کے لیے آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک امیر کبیر آدمی نہایت افسردہ کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا تو وہ کہنے لگا۔  
 "میں دیناروں کی ایک تھیلی نذر کے لیے لایا ہوں مگر جناب رابعہؒ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ ہو سکے تو آپ ہی میری سفارش کر دیں۔"

اس پر حضرت سفیان ثوریؒ اندر گئے اور اس آدمی کا پیغام پہنچایا۔ حضرت رابعہؒ نے روتے ہوئے کہا۔

"پروردگار جانتا ہے کہ میں اس سے دنیا مانگنے میں عار محسوس کرتی ہوں حالانکہ وہ



تمام دنیا کا مالک ہے۔ بھلا ایسے شخص سے کیوں کر کچھ لوں جو اس کا مالک نہیں ہے۔



۷۔ ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت سفیان ثوریؒ سے پوچھا۔ کہ جب تک حضرت رابعہؒ ایسی ضعیف عورت نہیں آتی، اس وقت تک آپ وعظ نہیں کہتے، اس کا سبب؟ آپ نے فرمایا۔ ہاتھیوں کی غذا چیونٹیوں کو کیسے مل سکتی ہے۔



۸۔ ایک متقی خراسانی اکلِ حلال کی تلاش میں ملک شام گئے۔ وہاں کے لوگوں نے انہیں بتایا کہ حسن بصریؒ کے سوا اکلِ حلال کسی کو میسر نہیں۔

اس پر وہ متقی آپ کے پاس گیا۔ آپ اس کی بات سن کر بولے۔

”مجھے فقیر جان کر لوگ کچھ بھیج دیتے ہیں اور زندہ رہنے کے لیے کچھ کھا بھی لیتا ہوں“ اتنا کہنے کے بعد آپ نے اس خراسانی کو گاؤں میں رہنے والے ایک شخص کا پتہ دیا۔ اور کہا اس کے پاس چلے جاؤ۔ شاید اکلِ حلال مل جائے۔

وہ متقی خراسانی گاؤں میں جا کر اس شخص سے ملا اور اپنا مدعا بیان کیا۔ جس پر وہ بولا۔ ”اگر پہلے آجاتے تو اکلِ حلال مل جاتا مگر اب نہیں۔ اس واسطے کہ ایک روز میرے بیل آپس میں لڑتے ہوئے دوسرے کے کھیت میں جا پڑے اور اس کے کھیت کی مٹی ان کے پاؤں میں لگ کر اس کھیت میں مل گئی اس لیے اس کھیت کا اناج اکلِ حلال نہیں رہا۔“



۹۔ شیخ سری سقطیؒ کے پاس ایک روز ابوالقاسم حضرت جنید تشریف لائے تو انہیں روئے پایا۔ پوچھا کہ حضرت! آپ کیوں رو رہے ہیں۔

فرمایا ”کل شب کو میری لڑکی آئی تھی۔ اس نے کہا ابا جان! آج کی رات سخت گرمی ہے۔ میں یہ ٹھلیا پانی کی ٹھنڈی ہونے کے لیے کسی جگہ لٹکاتی ہوں۔“

میں نے کہا۔ اچھا جہاں موقعہ دیکھو وہاں لٹکا دو۔“

وہ تو لٹکا کر چلی گئی مگر میں نیند کے غلبے سے سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت نہایت حسین و جمیل جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی۔ آسمان سے زمین پر اتری



میں نے اس سے پوچھا۔ ”تو کس کیسے ہے؟“  
 اُس نے کہا۔ ”کسی کے لیے بھی سہی۔ مگر اس کے لیے نہیں ہوں جو ٹھنڈا پانی پیے۔“  
 میں یہ خواب دیکھ کر بیدار ہو گیا اور اس ٹھلیا کو توڑ دیا۔  
 حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ اس ٹوٹی ٹھلیا کو پھر کسی نے نہ اٹھایا۔



۱۰۔ حضرت اولیں قرنیٰؓ کے بارے میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔  
 ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے حضرت اولیں قرنیٰؓ کی شکل کے پیدا کر کے ان کے درمیان حضرت اولیں قرنیٰؓ کو بہشت میں داخل کرے گا۔ تاکہ مخلوق ان کو نہ دیکھ سکے۔ سوئے اس شخص کے جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ ان کی زیارت کر لے۔ کیوں کہ اولیں نے دنیا میں محض اس لیے چھپ کر خدا کی عبادت کی کہ دنیا کا کوئی آدمی ان کو نیک نہ سمجھے۔ اس لیے قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ اس کو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھے گا کیوں کہ میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں۔ میرے سوا اُن کو کوئی نہیں پہچان سکتا“



۱۱۔ ربیع کا قول ہے کہ میں اولیںؓ کی تلاش میں روانہ ہوا۔ چنانچہ جب میں اُن کے پاس پہنچا۔ وہ صبح کی نماز میں مشغول تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر تسبیح شروع کی۔ یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔

اسی طرح دو نمازوں کے درمیان تسبیح پڑھتے اور وقت پر نماز ادا فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ تین دن کامل گزر گئے نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ آرام کیا۔ چوتھی رات میں نے دیکھا کہ یوں ہی ذرا سی آنکھ لگی مگر فوراً ہی بیدار ہو کر مناجات کرنے لگے۔ کہ  
 ”خداوند! میں ایسی آنکھ سے جو زیادہ سوئے اور ایسے پیٹ سے جو زیادہ کھائے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“

میں نے یہ حال دیکھ کر اپنے دل میں کہا۔ ”میرے لیے اتنی ہی بات کافی ہے اور میں اپس چلا آیا۔“





۱۲ - ایک مرتبہ حضرت جعفر صادقؑ نے امام ابوحنیفہؒ سے سوال کیا کہ دانش مندی کیا تعریف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے جواب دیا۔ "جو بھلائی اور بُرائی میں امتیاز کر سکے۔" آپ نے فرمایا۔ "یہ امتیاز تو جانور بھی کر لیتے ہیں۔ کیوں کہ جو ان کی خدمت کرتا ہے وہ ان کو ایذا نہیں پہنچاتے اور جو تکلیف دیتا ہے اس کو کاٹ کھاتے ہیں۔" اس پر حضرت ابوحنیفہؒ نے پوچھا۔ "پھر آپ کے نزدیک دانش مندی کی کیا علامت ہے؟"

جواب دیا۔ "کہ جو دو بھلائیوں میں سے بہتر بھلائی کو اختیار کرے اور دو بُرائیوں میں سے مصلحتاً کم بُرائی پر عمل کرے۔"



۱۳ - ایک دفعہ حجاج بن یوسف نے حضرت خالد بن صفوان سے پوچھا۔

"تمہاری نظر میں بصرہ کا سردار کون ہے؟"

خالد بن صفوان نے جواب دیا۔ "حضرت حسن بصریؒ۔"

اس پر حجاج نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟ حسنؒ تو غلاموں کی اولاد میں۔"

ابن صفوان بولے۔ "حضرت حسنؒ ہی بصرہ کے سردار ہیں۔ آپ دیکھتے نہیں بصرہ کے

سب چھوٹے بڑے دین میں ان کے محتاج ہیں اور حسنؒ کا حال یہ ہے کہ وہ دنیا کے کسی

معاملے میں بھی ان کے محتاج نہیں ہیں۔ بصرہ میں جس کو دیکھو، ان کی باتیں اور نصیحتیں سننے

کا خواہش مند ہوں۔ ان کی مجلسِ علم میں پہنچنے کے لیے بے چین ہے اور ان سے کچھ سیکھنے کا

مشتاق ہے۔"

حجاج بن یوسف یہ سن کر بولا۔ "خدا کی قسم اسی کو سرداری کہتے ہیں۔"



۱۴ - ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی نے حضرت جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض

کیا۔ کہ آپ چونکہ اہل بیت میں سے ہیں اس لیے مجھ کو کوئی نصیحت فرمائیں۔"

لیکن آپ خاموش رہے اور جب دوبارہ داؤد طائی نے کہا کہ اہل بیت ہونے کے اعتباراً

سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو فضیلت بخشی ہے اس لیے نصیحت کرنا آپ پر بمنزلہ



فرض کے ہے۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ مجھے تو یہی خوف لگا ہوا ہے کہ روزِ محشر کہیں میرے جدِ اعلیٰ ہاتھ پکڑ کر یہ سوال نہ کر بیٹھیں کہ تو نے خود میری اتباع کیوں نہیں کی؟ اس لیے کہ نجات کا تعلق نسب سے نہیں بلکہ اعمالِ صالحہ پر موقوف ہے۔

یہ سن کر واؤوطائی کو بہت عبرت ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ جب اہل بیت پر خوف کے غلبہ کا یہ عالم ہے تو میں کس گنتی میں آتا ہوں اور کس چیز پر فخر کر سکتا ہوں۔



۱۵۔ سیستان کا رہنے والا ایک شخص دن رات قوتِ حلال کی تلاش میں رہتا تھا پھر اُسے معلوم ہوا کہ فلاں گاؤں میں ایک مجوسی رہتا ہے۔ اس کے پاس غلہ حلال ہے۔ چنانچہ وہ سیستانی اس مجوسی کے پاس پہنچا اور پوچھا۔ ”کیا اناج بیچتے ہو؟“

مجوسی نے کہا۔ ”ہاں بیچتا ہوں، تم آئے کہاں سے ہو؟“  
سیستانی بولا۔ ”میں سیستان کا رہنے والا ہوں۔ قوتِ حلال کا بھوکا ہوں تمہارے پاس سنکر آیا ہوں۔“

مجوسی کہنے لگا۔ ”سبحان اللہ! اتنی دور سے آئے ہو مگر تم نے کہیں بھی اکل حلال نہ پایا۔ مگر میرے پاس اکل حلال موجود ہے مگر واللہ علم تمہاری قیمت مالِ حرام سے ہے یا حلال سے۔ اس واسطے تمہارے ہاتھ غلہ بیچنا منظور نہیں۔“



۱۶۔ کسی شخص کی دینار کی تھیلی کھو گئی۔ اُس نے حضرت جعفر صادقؑ پر الزام عاید کرتے ہوئے کہا۔ ”میری تھیلی تم نے ہی چرائی ہے۔“

حضرت جعفر صادقؑ نے اس سے سوال کیا کہ اس میں کتنی رقم تھی۔  
اس نے کہا۔ ”دو ہزار دینار۔“

چنانچہ آپ نے اُسے گھر لے جا کر دو ہزار دینار دے دیئے۔ کچھ دنوں بعد جب اس شخص کو اپنی کھوئی ہوئی تھیلی کسی دوسری جگہ سے مل گئی تو اس نے آپ کو پورا واقعہ سناتے ہوئے معافی چاہی اور رقم واپس لینے کی درخواست کی لیکن آپ نے



فرمایا - ہم کسی کو دسے کر واپس نہیں لیتے۔

پھر جب لوگوں کی زبان سے اس شخص کو آپ کا اسم گرامی معلوم ہوا تو وہ اپنے آپ میں سخت شرمندہ ہوا۔

○

۱۷- حضرت لقمان سوڈان کے رہنے والے ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ یہ بہت بڑے حکیم اور دانا آدمی تھے۔ ان کی حکمت اور دانش مندی کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔

ایک مرتبہ کسی نے حضرت لقمان سے پوچھا - ”دنیا میں سب سے بڑا مالدار کون ہے؟“ فرمایا - ”سب سے بڑا مالدار وہ ہے جو اپنے مال پر سب سے زیادہ قناعت کرنے والا ہو۔ اور جسے ذرا لالچ نہ ہو۔“

پھر پوچھا - ”دنیا میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟“

فرمایا سب سے بڑا عالم وہ ہے جو دوسروں کے علم سے اپنے علم میں اضافہ کرتا رہے۔“

○

۱۸- کہتے ہیں، نہاوند میں ایک امیر تھا۔ جو بغداد میں آیا اور چند لوگوں کے وسیلہ سے دربار شاہی میں پہنچ کر انعام حاصل کیا۔ واپسی کے وقت امیر کو مھینکا آئی تو اس نے خلعت سے ناک صاف کر لیا۔

بادشاہ نے یہ حال دیکھ کر اسی وقت خلعت کو واپس لے لیا اور سخت ناراض ہو کر اس کو دربار سے نکال دیا۔

جب یہ حال حضرت ابو بکر شبلیؒ کو معلوم ہوا تو اپنے دل میں خیال کیا کہ جو شخص ایک انسان کی نجشی ہوئی خلعت کو خراب کرتا ہے۔ اس پر اس کو ذلت اور سوائی اٹھانا پڑتی ہے تو جو شخص حکم الحاکمین کی عطا کی ہوئی خلعت کو خراب کرے گا وہ کس قدر عتاب کا مستحق ہوگا۔

چونکہ آپ بادشاہ وقت کے ہاں ملازم تھے اس لیے آپ اسی وقت بادشاہ کے دربار میں گئے اور اس سے کہنے لگے۔

”اے بادشاہ باوجود مخلوق ہونے کے تو اپنی عطا کی ہوئی خلعت کی بے ادبی گوارا

98244



نہیں کرتا۔ حالانکہ تیری خلعت کی قدر و قیمت سب کو معلوم ہے۔ پس خداوند عالم کس طرح گوارا کر سکتا ہے کہ میں اس کی عطا کی ہوئی خلعت دوستی اور ولایت کو تجھ جیسے کی خدمت سے خراب کروں۔“  
یہ کہہ کر باسرنیکل آئے اور بادشاہی ملازمت کو ترک کر دیا۔



۱۹۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکر شبلیؓ آگ لے کر کعبہ کی طرف چلے اور کہنے لگے۔ میں جا کر کعبہ کو جلاتا ہوں تاکہ لوگ خداوند کعبہ کی جانب متوجہ نہ ہوں۔“  
ایک دفعہ کہنے لگے۔ میں چاہتا ہوں کہ بہشت و دوزخ کو جلا دوں تاکہ لوگ بغیر کسی ڈریالالچ کے عبادتِ الہی بجالائیں۔  
آپ سے کسی نے محبت کے معنی پوچھے تو فرمایا۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ سب محبوب کی راہ میں لٹا دو۔“



۲۰۔ ایک دفعہ حضرت ابراہیم ادھمؑ کے پاس ایک شخص ایک ہزار درہم لایا اور کہا۔  
”قبول فرمائیجئے۔“

آپ نے فرمایا۔ میں محتاجوں سے کچھ نہیں لیا کرتا۔  
اُس نے کہا۔ میں محتاج نہیں، دولت مند ہوں۔  
آپ نے فرمایا۔ کیا تو اپنی ولایت میں زیادتی کا خواہش مند نہیں۔  
اُس نے کہا۔ ضرور ہوں۔“

پھر آپ نے فرمایا۔ درہم اٹھالے۔ کیوں کہ محتاجوں کا سردار تو یہی ہے۔“



۲۱۔ ایک بار لوگوں نے حضرت ابراہیم ادھمؑ سے پوچھا کہ ”آپ اپنی زندگی کیسے بسر کرتے ہیں؟“

آپ نے فرمایا۔ میرے پاس چار سواریاں ہیں۔ جب مجھ پر کوئی سختی آتی ہے تو شکر کی سواری پر بیٹھ جاتا ہوں۔ جب کوئی طاعت ظہور میں آتی ہے تو اخلاص کی سواری اختیار کر لیتا ہوں۔ اگر گناہ سرزد ہوتا ہے تو توبہ کی سواری کام میں لاتا ہوں۔



جب کوئی بلا نازل ہوتی ہے تو صبر کی سواری کام آتی ہے۔“

○

۲۲ - ایک دفعہ لوگوں نے حضرت ادھمؒ سے پوچھا۔ ”کیا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری

دعاؤں کو قبول نہیں کرتا۔“

آپ نے فرمایا۔

”خدا تعالیٰ کو جانتے ہو لیکن اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو پہچانتے ہو مگر ان کی پیروی نہیں کرتے۔ قرآن کریم پڑھتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کھاتے ہو مگر شکر ادا نہیں کرتے۔ جانتے ہو کہ دوزخ گناہ گاروں کے لیے ہے مگر اس سے ذرا نہیں ڈرتے۔ شیطان کو دشمن سمجھتے ہو مگر اس سے نہیں بھاگتے۔ موت کو برحق سمجھتے ہو مگر کوئی سامان نہیں کرتے۔ خویش و آواز کو اپنے ہاتھوں دفن کرتے ہو لیکن عبرت نہیں پکڑتے۔ جو شخص اس طرح کا ہو، اس کی دعا کیوں قبول ہو سکتی ہے۔“

○

۲۳ - ایک دفعہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ نے حضرت اولیں قرنیؓ سے ملاقات کی۔ باتوں کے دوران حضرت عمرؓ نے آپ سے استدعا فرمائی کہ آپ کچھ دیر اسی جگہ قیام فرمائیں۔ میں آپ کے لیے کچھ لے کر آتا ہوں۔“

اس پر حضرت اولیں قرنیؓ نے اپنی جیب سے دو درہم نکال کر دکھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ اونٹ چراتے کا معاوضہ ہے۔ اگر آپ یہ ضمانت دیں کہ یہ درہم خرچ ہونے سے پہلے میری موت نہیں آئے گی تو پھر آپ کا جو جی چاہے عنایت فرمائیں ورنہ یہ دو درہم میرے لیے بہت کافی ہیں۔“

اس کے بعد آپ نے مزید فرمایا۔ ”یہاں تک پہنچنے میں آپ حضرات کو جوازیت ہوئی اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں اور اب آپ دونوں واپس ہو جائیں۔ کیوں کہ روزِ حشر قریب ہے اور میں زادِ آخرت کی فکر میں ہوں۔“

اس پر حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ واپس چلے آئے۔

○



۲۴- شیخ بوعلی سینا حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا شہرہ سن کر خرقان پہنچے مگر آپ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ آپ کی بیوی سے پوچھا۔  
 ”شیخ کہاں ہیں؟“

آپ کی بیوی سخت بد مزاج تھی۔ سن کر بولی۔  
 ”اس محمد و زندقہ کا کیا پوچھتے ہو؟“

ان الفاظ سے بوعلی سینا کا اعتقاد کچھ سُست پڑ گیا۔ جب بیوی ہی اُن کی منکر ہے تو اوروں کا کیا ذکر؟ غرض باہر چلے گئے۔

پھر بوعلی سیناؒ جنگل میں پہنچے۔ تو آپ نے دیکھا کہ حضرت خرقانیؒ ایک شیر پر سوار اور کچھ بوجھ رکھے ہوئے تشریف لارہے ہیں۔ بوعلی سینا نے پوچھا۔ ”یہ کیا حالت ہے؟“

آپ نے فرمایا۔ ”اگر ہم عورت کا بار نہ اٹھائیں تو شیر ہمارا بوجھ کب اٹھا سکتے ہیں۔“  
 یہ سن کر بوعلی سینا کا اعتقاد پھر سے بحال ہو گیا۔

حضرت خرقانیؒ فرماتے ہیں۔ ”روو زیادہ اور تنہو کم، خاموش زیادہ رہو، بات کم کرو۔“



۲۵- ایک دفعہ روم کا ایک آتش پرست حضرت ابوالعباسؒ نہا وندی کا امتحان لینے کی غرض سے آیا مگر اپنا لباس بدل کر مسلمان درویش کی صورت میں آیا۔ جو نہی اُن کی نگاہ اس پر پڑی، فرمایا۔

”اے بیگانے! بیگانوں کے کوچے میں تیرا کیا کام؟“

وہاں سے وہ نکل کر سامنے آیا۔ آپ نے اس سے کچھ نہ کہا۔ پھر وہ چار ماہ تک ٹھہرا رہا۔ درویشوں کے ساتھ وضو کرتا۔ نماز پڑھتا۔ آخر ایک دن چلنے کا ارادہ کیا تو شیخ نے فرمایا۔

”جب نان و نمک کا حق ہو گیا تو یہ جو انروی سے بعید ہے کہ بیگانہ وار رہو اور بیگانہ وار چلے جاؤ۔“

یہ سن کر وہ صدق دل سے مسلمان ہو گیا اور اس قدر ریاضت کی کہ آپ کے بعد



وہی آپ کا خلیفہ ہوا۔

۲۶ - حضرت احمد مسروق خراسانی نے لوگوں سے فرمایا۔

جس چیز سے عارف ڈرتا ہے وہ قریب تق ہے۔

تقویٰ یہ ہے کہ نہ آنکھوں سے دنیا کی طرف دیکھو اور نہ دل میں اُس کے متعلق فکر کرو۔

زہد یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی جاندار کو اپنا بادشاہ تصور نہ کرے۔

۲۷ - ایک بار لوگوں کے پوچھنے پر حضرت ابو وراق نے فرمایا۔

آدمی تین طرح کے ہوتے ہیں :

۱ - امرا ۲ - علما ۳ - فقرا

جب امرا تباہ ہوتے ہیں تو خلقت کی معاش تباہ ہو جاتی ہے۔

جب عالم تباہ ہوتے ہیں تو خلقت کا اخلاق تباہ ہو جاتا ہے۔

جب فقرا تباہ ہوتے ہیں تو خلقت کا دل تباہ ہو جاتا ہے۔

زہد تین حروف سے مرکب ہے :

ز سے ترک زینت

ہ سے ترک ہوس

د سے ترک دنیا

۲۸ - حضرت ابو محمد مرعش نے ایک مرتبہ فرمایا :

”میں نے تیس سال تک محض توکل پر حج کیے لیکن جب غور سے دیکھا تو وہ سب

کے سب ہوئے نفس سے تھے۔ ان میں سے ایک بھی حج درست نہیں تھا۔“

اس پر ایک شخص نے آپ سے پوچھا۔ ”آپ کو کیسے معلوم ہوا؟“

فرمایا۔ ”میری والدہ نے فرمایا، پانی کا گھڑالے آؤ۔ ان کا یہ حکم مجھ پر ناگوار گزرا جس

سے معلوم ہو گیا کہ میرے تمام کے تمام حج خواہشاتِ نفسانی کے ماتحت تھے۔“



۲۹۔ حضرت قطب الاولیاء ابی اسحق ابراہیم بن شہریار گاندوینی نے لوگوں کے پوچھنے پر بتایا۔

”بخیل، کاہل اور ملول قسم کے انسان کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔ خدا کا دوست کبھی دنیا کا دوست اور دنیا کا دوست کبھی خدا کا دوست نہیں ہو سکتا۔“



۳۰۔ حضرت ابو یعقوب بن اسحق نرجویان نے لوگوں سے فرمایا۔

”دنیا ایک دریا ہے جس کا کنارہ آخرت اور کشتی تقویٰ ہے اور انسان اس دریا میں مسافر ہیں۔ جس نعمت کا شکر ادا کرو گے اس کو زوال نہیں ہوگا۔ جس نعمت کا کفران کرو گے اسے پائیداری نہیں ہوگی۔“



۳۱۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم ادھمؒ نے نمازِ عشاء بیت المقدس میں پڑھی۔ جب سب نمازی چلے گئے اور رات زیادہ ہو گئی تو دو فرشتے آسمان سے اتر کر محراب کے پاس آکھڑے ہوئے۔

ایک نے کہا۔ ”یہاں کوئی آدمی معلوم ہوتا ہے۔“

دوسرا فرشتہ بولا۔ ”ہاں، ابراہیم ادھمؒ ہے۔“

پہلا بولا۔ ”وہی ابراہیم ادھمؒ جو بڑی اذیتوں اور مصیبتوں کے بعد درجہ ولایت کو پہنچا تھا لیکن ذرا سی لغزش سے اُس درجے پر سے گر پڑا۔ افسوس اس کے حال پر، افسوس۔“

دوسرے نے پوچھا۔ ”وہ کون سی لغزش تھی۔“

پہلا فرشتہ بولا۔ ”ایک مرتبہ ادھمؒ نے بصرہ میں چھوہارے خریدے تھے پھر ایک چھوہارے زمین سے اٹھا کر اپنا سمجھ کے کھا لیا، پس کھاتے ہی فوراً اپنے درجے سے گر گیا۔“

یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم ادھمؒ سخت تر پے، سخت مشکلات کے بعد بصرہ پہنچے اور چھوہارے والے کے پاس سے چھوہارے خرید کر اسی کو دے دیے اور اپنے حال سے اسے آگاہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس سے فالتو چھوہارے کھا لینے کی معافی بھی مانگ



اس کے بعد روتے چلاتے بیت المقدس میں واپس آئے اور بعد نماز عشاء کے بیٹھے رہے۔ جب سب آدمی چلے گئے اور رات بھی کافی گذر گئی تو پہلے والے دونوں فرشتے پھر آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

”کسی آدمی کی پو آ رہی ہے؟“

دوسرا فرشتہ بولا۔ ”ہاں، ابراہیمؑ وہم ہے۔“

پہلا کہنے لگا۔ ”وہی ابراہیمؑ جو درجہ ولایت سے گر گیا تھا پھر گریہ زاری کرنے کے بعد فضل الہی سے اسی درجہ کو پہنچ گیا۔“



۳۲۔ ایک مرتبہ اچہ میں ایک جوگی شیخ فصیح الدین گارونیؒ کی خدمت میں آیا۔ وہ شیخ

سے بولا۔ ”اگر تم سچے ہو تو کوئی کرامت دکھاؤ۔“

انہوں نے فرمایا کہ دعویٰ لے کر تم آئے ہو، تم کرامت دکھاؤ۔“

اس پر وہ جوگی زمین پر سے ہوا میں سیدھا اڑا اور پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھا۔

اور کہا کہ تم بھی کچھ دکھاؤ۔

شیخ کی آسمان کی طرف منہ کر کے درگاہِ باری تعالیٰ میں التجا کی کہ اے پروردگار! تو نے

بیگانوں کو یہ طاقت عطا کی ہے مجھے بھی کچھ عنایت کر۔“

بعد ازاں شیخ اپنی جگہ سے قبلہ رخ اڑے۔ پھر مشرق کی سمت۔ پھر شمال کو۔ پھر جنوب

کی طرف اور پھر اپنی جگہ پر آ گئے۔

جوگی یہ دیکھ کر قائل ہو گیا اور کہا کہ میں تو صرف سیدھا اڑا اور اڑ سکتا ہوں اور آپ ہر

ہر سمت اڑ سکتے ہیں۔ واقعی آپ سچے ہیں اور ہم باطل۔



۳۳۔ ایک دن حضرت جن بصریؒ نے لوگوں کے ساتھ قبرستان پہنچ کر فرمایا کہ اس میں ایسے

ایسے افراد دفن ہیں جن کا سر آٹھ جہنتوں کے مساوی نعمتیں پانے پر بھی نہ جھک

سکا اور ان کے قلوب میں ان نعمتوں کا کبھی تصور تک بھی نہ آیا لیکن مٹی میں اتنی



آرزوئیں لے کر چلے گئے کہ اگر ان میں سے ایک کو بھی تمام آسمانوں کے مقابلہ میں رکھا جائے  
تو وہ خوفزدہ ہو کر پاش پاش ہو جائیں۔“



۳۴ - مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کہ لوگوں کی  
تباہی کس چیز میں پوشیدہ ہے۔  
آپ نے فرمایا۔ ”مردہ دلی میں۔“  
میں نے پوچھا کہ مردہ دلی کا مفہوم کیا ہے۔  
آپ نے فرمایا۔ کہ ”دنیا کی جانب راغب ہو جانا۔“



۳۵ - کہتے ہیں کہ سات برس تک حضرت حبیبؒ عجمی کے نفس نے گوشت کی خواہش کی مگر آپ  
نے نہ کھایا اور جب نفس نے بہت تنگ کیا۔ تو مجبور ہو کر آدھا درہم سلے کر بازار کو چلے  
گئے۔ اس میں سے آدھے کی روٹی لی اور آدھے کا کباب لے کر چل پڑے۔  
ناگاہ راستے میں کسی غریب کا ایک لڑکا ملا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ تو کس کا لڑکا ہے۔  
اس نے بتایا کہ اُس کا باپ مر چکا ہے اور اُس کا یہ نام تھا۔  
اتفاقاً اُس لڑکے کا باپ حضرت حبیبؒ عجمی کے جاننے والوں میں تھا۔ آپ نے وہی  
روٹی اور کباب اُسے دے دیا پھر فسوس کرتے ہوئے اپنے گھر واپس چلے آئے۔



۳۶ - ایک دفعہ حضرت مالک دینار کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ منجدرہا میں پہنچ کر جب ملاح  
سنے کرایہ طلب کیا۔ تو فرمایا۔

”میرے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں ہے۔“

یہ سن کر ملاح نے بدکلامی کرتے ہوئے آپ کو اتنا زد و کوب کیا کہ آپ کو غش آ گیا۔  
اور جب غشی دور ہوئی تو ملاح نے دوبارہ کرایہ طلب کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم نے  
کرایہ ادا نہ کیا تو دریا میں پھینک دوں گا۔“

اس وقت اچانک کچھ مچھلیاں منہ میں ایک ایک دینار دبائے ہوئے پانی سے اُپر  
کشتی کے پاس آئیں اور آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے ایک دینار لے کر کرایہ ادا کر دیا۔



ملاح یہ حال دیکھ کر قدموں میں گر پڑا۔  
اس واقعہ کی وجہ سے لفظ دینار آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔



۳۷۔ ایک دفعہ حضرت مالک دینار کا کسی ملحد سے مناظرہ ہوا۔ بحث کے دوران دونوں اپنے آپ کو حق پر کہتے رہے۔

آخر لوگوں نے فیصلہ کیا کہ دونوں کے ہاتھ آگ میں ڈلوئے جائیں اور جس کا ہاتھ آگ سے محفوظ رہے اسی کو حق پر تصور کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔  
دونوں نے ہاتھ آگ میں ڈال دیئے مگر کسی کے ہاتھ کو بھی ضرر نہ پہنچا۔ اس پر لوگوں نے فیصلہ کر دیا کہ دونوں ہی حق پر ہیں۔

آپ اس پر بڑے کبیرہ خاطر ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ستر سال میں نے عبادت میں گزار دیئے مگر تو نے مجھے ایک ملحد کے برابر کر دیا۔  
نہا آئی کہ اے مالک! تیرے ہاتھوں کی برکت ہی سے ایک ملحد کا ہاتھ بھی آگ سے بچ گیا اور اگر وہ تنہا آگ میں ہاتھ ڈال دیتا تو یقیناً جہل جاتا۔



۳۸۔ ایک اللہ والے سے کسی نے پوچھا کہ کیسی گزرتی ہے؟

آپ نے جواب میں کہا۔ ”آسمان میری ہی مرضی پر حرکت کرتا ہے۔ ستارے میرے ہی کہنے کے مطابق چلتے ہیں۔ زمین میرے ہی حکم سے دانے اگاتی ہے۔ بادل میرے ہی اشاروں پر برستے ہیں۔“

سائل نے تعجب سے کہا۔ ”یہ کیوں کر؟“

آپ نے فرمایا۔ ”میری کوئی خواہش نہیں بلکہ جو کچھ وقوع میں (خدا کی طرف سے) آتا ہے۔ وہی میری خواہش ہے۔ اس لیے جو کچھ ہوتا ہے۔ میری ہی خواہش کے موافق ہوتا ہے۔“



۳۹۔ ایک دفعہ حضرت رابعہ بصری کے ہاں کسی دنوں سے کھانا نہیں پکا۔ کئی دن کے بعد جب کچھ بلا۔ تو خادمہ کھانا پکانے لگی۔ پیاز کی حاجت ہوتی۔ تو اس نے آپ



سے اجازت چاہی۔ کہ اگر حکم ہو تو کسی پڑوسی سے مانگ لاؤں۔  
 آپ نے فرمایا کہ زمانہ گذرا عہد کیسے کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں گی بلکہ خدا سے بھی  
 نہیں مگر سوائے اس کی رضا کے۔

آپ گفتگو ہی فرما رہی تھیں کہ اس درمیان میں ایک پرندہ چند پیاز کی گٹھیاں  
 اپنے چنگل میں لے آیا اور وہاں پر ڈال دیں۔

حضرت مخدوم نے ارشاد کیا کہ میں شیطان کے دام و تر وید سے غافل نہیں ہوں۔  
 اس پر پیاز کی گٹھیوں کو وہیں چھوڑ دیا اور صرف روٹی توٹی تناول فرمائی۔



۳۰۔ ایک مرتبہ حضرت مالک دینار شدید بیمار رہنے کے بعد جب صحت مند ہوئے تو کسی  
 ضرورت کے تحت بہت ہی دشواری سے بازار تشریف لے گئے لیکن اتفاق سے  
 اسی وقت بادشاہ کی سواری آ رہی تھی اور لوگوں کو ہٹانے کے لیے ایک شور بلند ہوا۔  
 آپ اس وقت اس قدر کمزور تھے کہ ہٹنے میں تاخیر ہو گئی اور پہرہ دار نے آپ  
 کو ایسا کوڑا مارا کہ حالت کرب میں آپ کے منہ سے یہ کلمہ نکل گیا کہ خدا کرے تیرے  
 ہاتھ قطع کر وادیے جائیں۔

چنانچہ دوسرے ہی دن کسی جرم کی پاداش میں اس کے ہاتھ کاٹ کر چوراہے پر ڈلوا  
 دیئے گئے لیکن آپ کو اس کی یہ حالت دیکھ کر سخت دکھ ہوا۔



۳۱۔ ایک مرتبہ حضرت حسن بصری نے جو سیدہ رابعہ کے ہم عصر تھے، فرمایا کہ کسی سے نکاح  
 کر ڈالو۔

آپ نے کہا۔ نکاح ایسے شخص کے لیے ضروری ہے جو کہ اپنی ہستی اور وجود رکھتا ہو  
 اس لیے میں ذی روح نہیں ہوں بلکہ خدا کی مخلوق ہوں۔ اس سے میرے متعلق گفتگو  
 کرنی چاہیے۔



۳۲۔ ایک نوجوان بد معاش حضرت مالک دینار کا ہم سایہ تھا۔ لوگ اس سے پریشان رہتے  
 تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے اس کے مظالم کی شکایت کی۔ اس پر



آپ نے اُس کے پاس جا کر نصیحت فرمائی۔  
 مگر اُس نے گستاخی سے پیش آتے ہوئے کہا۔ "میں حکومت کا آدمی ہوں اور کسی کو  
 میرے کاموں میں دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔"  
 آپ نے جب اُسے یہ فرمایا کہ میں بادشاہ سے تیری شکایت کروں گا۔  
 اُس نے جواب دیا۔ کہ وہ بہت ہی کریم ہے اور میرے خلاف کسی کی بات  
 نہیں سُنے گا۔

آپ نے فرمایا۔ کہ اگر وہ نہیں سُنے گا تو میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا۔  
 اُس نے کہا۔ "وہ بادشاہ سے بھی بہت زیادہ کریم ہے۔"  
 یہ سن کر آپ واپس آگئے لیکن کچھ دنوں کے بعد جب اُس کے مظالم حد سے  
 زیادہ بڑھ گئے تو لوگوں نے پھر آپ سے شکایت کی اور آپ پھر نصیحت کرنے  
 جا پہنچے لیکن غیب سے ندا آئی کہ میرے دوست کو مت پریشان کرو۔  
 آپ کو یہ ندا سن کر بہت حیرت ہوئی اور اُس نوجوان سے کہا۔ کہ میں اس غیبی آواز  
 کے متعلق تجھ سے پوچھنے آیا ہوں جو میں نے راستے میں سُنی ہے۔  
 اُس نے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو میں اپنی تمام دولت راہِ خدا میں خیرات کرتا  
 ہوں۔ اُس کے بعد وہ پورا اثاثہ خیرات کر کے کسی نامعلوم سمت کی طرف چلا گیا  
 جس کے بعد سوائے حضرت مالک دینار کے کسی نے اُس کو نہیں دیکھا۔



۴۳۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں۔

کہ کسی سفر میں ایک شخص میرے پاس آیا اور اُس نے مجھ سے درخواست کی کہ مجھے  
 اپنی صحبت میں شامل کر لیا جائے مگر اُس شرط کے ساتھ کہ کسی حال میں بھی صبر اور  
 دوستی کا دامن چھوٹنے نہ پائے۔

ایک دفعہ وہ شخص مجھے ایک جگہ بٹھا کر کہیں چلا گیا اور یہ وعدہ کر گیا کہ جب تک میں  
 نہ آؤں، اُس جگہ سے نہ جانا۔ سال بھر اسی حال میں گذر گیا اور وہ شخص نہ آیا۔ میں حسبِ  
 وعدہ وہیں بیٹھا رہا۔ پورا ایک سال گذرنے پر وہ آیا اور مجھ کو اسی جگہ بیٹھے پایا۔ پھر اُس  
 نے ویسا ہی ایک وعدہ کیا اور چلا گیا۔



الغرض یہ واقعہ تین دفعہ پیش آیا۔ آخری دفعہ جب وہ آیاتو اس کے پاس روٹی اور دوہ  
تھا۔ اس نے کہا۔

”میں حاضر ہوں اور مجھ کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں۔ پھر اس  
نے کہا۔ ” اٹھو اور بغداد جا کر قیام کرو اور سفر و سیاحت کو تیرا دور کرو۔“  
حاضرین نے پوچھا۔ ” اس تین سال کی مدت میں کھانا کہاں سے کھاتے تھے۔“  
آپ نے فرمایا۔ ” جو کچھ غیب سے مل جاتا اور زمین پر پڑا پاتا۔ اسی پر بسر اوقات کرتا۔



۲۴- ایک دفعہ خادم نے حضرت رابعہ بصریؒ سے عرض کی کہ موسم بہار آ گیا ہے۔ باہر تشریف لا کر  
قدرت کی صنعت کا مشاہدہ کیجئے۔“

آپ نے فرمایا۔ ” تو حجرہ کے اندر چلی آ۔ تاکہ صنایع کا مشاہدہ کرے۔ مجھے صنایع کی حضور سے  
اتنی مہلت کہاں کہ اس کی صنعت کا مشاہدہ کرتی پھروں۔“



۲۵- حضرت حسن بصریؒ، حضرت شفیق بلخیؒ اور حضرت مالک فینارؒ حضرت رابعہ بصری کے پاس  
آئے اور محبت و صداقت پر گفتگو کرنے لگے۔ حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ وہ اپنے دعویٰ میں  
سچا نہیں جو تکلیف پر صبر نہ کرے۔

حضرت شفیقؒ نے فرمایا کہ وہ عشق کے راستہ کے قابل نہیں جو تکلیف پر شکر ادا نہ کرے۔  
حضرت مالکؒ نے فرمایا کہ جو شخص دوست کی دی ہوئی تکلیف پر لذت نہ پاوے۔ اس  
کا دعویٰ محبت صحیح نہیں۔

حضرت رابعہؒ نے تینوں کی باتیں سننے کے بعد فرمایا کہ جو شخص محبوب کے مشاہدے میں درد  
کو بھول نہ جاوے اسے محبت کا دعویٰ کرنا روا نہیں۔



۲۶- ایک مرتبہ کسی یہودی کے مکان کے قریب حضرت مالک فینارؒ نے مکان کرایہ پر لے  
لیا اور آپ کے اس مکان کا حجرہ یہودی کے دروازہ سے متصل تھا۔ چنانچہ یہودی نے  
دشمنی میں ایک ایسا پرنا لہ نبویا جس کے ذریعے پوری غلاطت آپ کے مکان میں ڈالتا رہتا  
اور آپ کی نماز کی جگہ نجس ہو جایا کرتی۔ یہودی بہت عرصہ تک یہ عمل کرتا رہا لیکن آپ



نے کبھی اس سے شکایت نہیں کی۔

ایک دن اس یہودی نے خود ہی آپ سے عرض کیا کہ میرے پرنا لے کی وجہ سے آپ کو تو کوئی تکلیف نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ پرنا لے سے جو غلاظت گرتی ہے اس کو جھاڑو سے روزانہ دھو ڈالتا ہوں اس لیے مجھ کو کوئی تکلیف نہیں۔

یہودی نے عرض کیا کہ آپ کو اتنی اذیت برداشت کرنے کے بعد بھی کبھی غصہ نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کا حکم ہے کہ جو لوگ غصے پر قابو پالیتے ہیں، نہ صرف ان کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں بلکہ انہیں ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔

یہ سن کر یہودی نے عرض کیا کہ یقیناً آپ کا مذہب بہت عمدہ ہے کیوں کہ اس میں دشمنوں کی اذیتوں پر صبر کرنے کو اچھا کیا گیا ہے۔ اس لیے آج سے میں سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہوں۔



۴۷- حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ عہدِ رضاعت میں رمضان کے دنوں میں ماں کا دودھ پینا ترک کر دیتے تھے۔ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ شرفاء کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جو ماہِ رمضان میں دودھ نہیں پیتا۔

ایک مرتبہ حضرت سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ ولی اللہ ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں دس برس کا تھا کہ گھر سے مکتب کو جایا تھا۔ راستے میں دیکھتا کہ میرے ارد گرد فرشتے چلے جا رہے ہیں۔

جب میں مکتب پہنچتا تو وہ بچوں سے کہتے ”ولی اللہ کے لیے جگہ دو۔“

اس دوران میں ایک دن مجھے ایک شخص نظر آیا۔ جس کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے ایک فرشتے سے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے۔ جس کی اتنی تعظیم کرتے ہو۔

فرشتوں نے جواب دیا۔ ”اولیاء اللہ میں سے ایک ولی ہے جو عظیم الشان رتبے کا مالک ہوگا۔ طریقت میں یہ ایک ایسی ہستی ہے جس کو بے روک ٹوک نعمتیں عطا کی جاتی ہیں۔

جس کو بغیر کسی حجاب کے روحانی مراتب دئے جلتے ہیں۔ اور جس کو بلا حیل و حجت تقرب حاصل ہے۔“



چالیس سال کے بعد مجھے معلوم ہو کہ وہ سائل اپنے زمانے کے ابدال میں سے تھا۔

○

۲۸۔ ایک دفعہ حضرت محمد واسع قتیبہ بن مسلم کے ہاں ادنیٰ لباس میں تشریف لے گئے اور جب انہوں نے پوچھا کہ آپ نے ادنیٰ کپڑا کیوں پہنا ہے تو پہلی مرتبہ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر دوسری مرتبہ سوال کرنے پر فرمایا کہ میں زہد کا مفہوم بتانا چاہتا ہوں لیکن اس لیے خاموش ہوں کہ کہیں اس میں اپنی تعریف اور حالت فقر کے بیان کرنے سے کہیں اللہ تعالیٰ سے شکوے کا پہلو نہ نکل آئے۔

○

۲۹۔ حضرت حبیب عجمی ابتدائی دور میں بہت امیر تھے اور اہل بصرہ کو سود پر قرض دیا کرتے تھے اور جب کبھی مقروض پر تقاضا کرنے جلتے تو اس وقت تک واپس نہ ہوتے جب تک قرض وصول نہ ہو جاتا اور اگر کسی مجبوری سے قرض وصول نہ ہوتا تو اپنے وقت کے ضائع ہونے کا مقروض سے جرمانہ وصول کرتے اور اس رقم سے زندگی بسر کرتے۔ ایک دن آپ کسی کے ہاں وصول کے لیے پہنچے تو اسے گھر پر نہ پایا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ نہ تو میرا شوہر گھر پر موجود ہے اور نہ میرے پاس تمہارے دینے کے لیے کوئی چیز ہے البتہ میں نے آج ایک بھیڑ ذبح کی تھی جس کا تمام گوشت تو ختم ہو چکا ہے البتہ سری باقی رہ گئی ہے۔ اگر تم چاہو تو میں تم کو وہ دے سکتی ہوں۔ چنانچہ آپ سری لے کر گھر پہنچے اور بیوی سے کہا کہ یہ سری سعود میں لی ہے۔ اس کو پکاؤ۔ بیوی نے کہا کہ گھر میں نہ لکڑی ہے اور نہ آٹا بھلا میں کھانا کس طرح تیار کروں۔

آپ نے کہا کہ میں ان دونوں چیزوں کا بھی انتظام مقروض لوگوں سے سود لے کر کرتا ہوں پھر سود ہی سے یہ دونوں چیزیں خرید لائے لیکن جب کھانا تیار ہو گیا تو ایک سائل نے آکر کھانے کا سوال کیا۔

آپ نے کہا کہ تیرے دینے کے لیے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے کیوں کہ اگر تجھے کچھ دے بھی دیں تو اس سے تو دولت مند نہ ہو جائے گا لیکن ہم مفلس ہو جائیں گے۔ سائل جب مایوس ہو کر واپس چلا گیا تو بیوی نے سائل نکالنا چاہا لیکن ہانڈی سالن



کے بجائے خون سے لبریز تھی۔

اس نے شوہر کو آواز دے کر کہا کہ دیکھو تمہاری کنجوسی اور بد بختی سے یہ کیا ہو گیا ہے؟ آپ کو یہ دیکھ کر عبرت حاصل ہوئی اور پوی کو شاہد بنا کر کہا۔ آج میں ہر ربے کام سے تائب ہوتا ہوں اور یہ کہہ کر مقروض لوگوں سے اصل رقم لینے اور سود ختم کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔



۵۰۔ حضرت حبیب عجمی تائب ہونے کے بعد جب گھر سے نکلے تو راستے میں لڑکے کھیل رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر بچوں نے آوازے کئے شروع کر دیئے کہ ایک طرف ہو جاؤ، حبیب سود خور آ رہا ہے۔ کہیں اس کے قدموں کی خاک ہم پر نہ پڑ جائے اور ہم اس جیسے بد بخت بن جائیں۔

یہ سن کر آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور حضرت بصری کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے آپ کو ایسی نصیحت فرمائی کہ بے چین ہو کر دوبارہ توبہ فرمائی اور جب واپسی پر ایک مقروض شخص آپ کو دیکھ کر بھاگنے لگا تو آپ نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ تم مجھ سے مت بھاگو۔ اب تو مجھ کو تم سے بھاگنا چاہیے تاکہ ایک عاصی کا سایہ تم پر نہ پڑ جائے۔

پھر جب آپ آگے بڑھے تو انہیں لڑکوں نے کہنا شروع کیا کہ راستہ دے دو۔ اب حبیب تائب ہو کر آ رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے پیروں کی گرد اس پر پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ ہمارا نام گنہ گاروں میں درج کر لے۔

آپ نے بچوں کا یہ قول سن کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ تیری قدرت بھی عجیب ہے کہ آج ہی میں نے توبہ کی اور آج ہی تو نے لوگوں کی زبان سے میری نیک نامی کا اعلان کر دیا۔



۵۱۔ حضرت حبیب عجمی نے تائب ہونے کے بعد سناوی کراوی کہ جو شخص میرا مقروض ہے وہ اپنی تحریر اور مال واپس لے جائے۔

اس کے علاوہ آپ نے اپنی تمام دولت راہ مولا میں لٹا دی اور جب کچھ باقی نہ رہا



تو آخر میں ایک سائل کے سوال پر اپنا کرتہ تک اتار کر دے دیا اور دوسرے سائل کے سوال پر آپ نے اپنی بیوی کی چادر بھی دے دی۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی نیم برہنہ رہ گئے۔

پھر ساحل فرات پر ایک عبادت خانہ تعمیر کر کے عبادت میں مشغول ہو گئے اور معمول بنالیا تھا کہ دن میں تحصیل علم کے لیے حسن بصریؒ کی خدمت میں پہنچ جاتے اور رات بھر مشغول عبادت رہتے۔

چونکہ قرآن کریم کا تلفظ اپنے صحیح مخرج کے ساتھ ادا نہیں کر سکتے تھے اس لیے آپ کو عجمی کا خطاب دے دیا گیا۔



۵۲ - حضرت فضیل بن عیاضؒ ایک مرتبہ اپنے بچے کو گود میں لیے ہوئے پیار کر رہے تھے کہ بچے نے سوال کیا کہ کیا آپ مجھے اپنا محبوب تصور کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "بے شک"

پھر بچے نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی محبوب سمجھتے ہیں۔ پھر ایک قلب میں دو چیزوں کی محبوبیت کیسے جمع ہو سکتی ہے۔ یہ سنتے ہی بچے کو آغوش سے اتار کر مصروف عبادت ہو گئے۔



۵۳ - ایک کنیز بیس سال سے حضرت حبیب عممیؒ کے ہاں رہ رہی تھی لیکن آپ نے اس کے چہرے کی جانب کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ایک دن اسی کنیز سے آپ نے فرمایا: "ذرا میری کنیز کو آواز دے دو"

اس نے عرض کیا: "حضور! میں ہی تو آپ کی کنیز ہوں۔" آپ نے فرمایا: "تیس برس میں میرا خیال سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور طرف نہیں گیا۔ یہی وجہ ہے کہ میں تم کو شناخت نہیں کر سکا۔"



۵۴ - ایک رات ہاروں الرشید نے فضل برمکی کو حکم دیا کہ مجھے کسی درویش سے ملو اور چنانچہ وہ اسے سفیان ثوری کی خدمت میں لے گیا۔ اور دستک دینے کے بعد جب حضرت



سفیان نے پوچھا "کون ہے"۔

فضل نے جواب دیا۔ امیر المومنین ہارون الرشید تشریف لائے ہیں۔  
حضرت سفیان نے فرمایا۔ کاش مجھے پہلے سے علم ہوتا تو میں خود استقبال کے لیے  
حاضر ہوتا۔

یہ جواب سن کر ہارون الرشید نے فضل سے کہا۔ "میں جیسے درویش کا متلاشی تھا ان  
میں وہ اوصاف نہیں ہیں اور تم مجھے یہاں لے کر کیوں آئے؟"  
فضل نے عرض کیا۔ "آپ جس قسم کے بزرگ و تائبانہ میں ہیں وہ اوصاف حضرت  
فضیل بن عیاضؓ میں ہیں۔"

یہ کہہ کر فضل ہارون الرشید کو فضیل بن عیاضؓ کے ہاں لے گیا۔ اُس وقت آپ یہ  
تلاوت فرما رہے تھے۔

(ترجمہ) "کیا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے بُرے کام کیے۔ ہم ان کو نیک کام کرنے  
والوں کے برابر کر دیں گے۔"

یہ سن کر ہارون نے کہا کہ اس سے بڑی نصیحت اور کیا ہو سکتی ہے اور پھر جب  
دروازے پر دستک دینے کے جواب میں حضرت فضیلؓ نے پوچھا۔ "کون ہے؟"  
تو فضل برمکی نے کہا۔ "امیر المومنین تشریف لائے ہیں۔"

آپ نے اندر ہی سے فرمایا کہ ان کا میرے پاس کیا کام؟ اور مجھے ان سے کیا واسطہ؟  
میری مشغولیت میں آپ لوگ خارج نہ ہوں۔"  
فضل نے کہا۔ "اوپر کی اطاعت فرض ہے۔"  
آپ نے فرمایا کہ "مجھے اذیت نہ دو۔"

پھر فضل نے کہا کہ آپ اندر داخلے کی اجازت نہیں دیتے تو ہم بلا اجازت داخل ہو  
جائیں گے۔"

آپ نے فرمایا۔ "میں تو اجازت نہیں دیتا۔ ویسے بلا اجازت داخلے میں تم مختار ہو۔"  
اور جب دونوں اندر داخل ہوئے تو آپ نے شمع بجھا دی تاکہ ہارون کو شکل نظر نہ آئے  
لیکن اتفاق سے تاریکی میں ہارون کا ہاتھ آپ کے دست مبارک پر پڑ گیا تو آپ نے فرمایا  
"کتنا نرم ہاتھ ہے۔ کاش بجز سے نبات حاصل کر سکے۔" یہ فرما کر نماز میں مشغول ہو گئے



اور فراغتِ نماز کے بعد جب ہارون نے عرض کیا۔ ”آپ کچھ ارشاد فرمائیں۔“  
 آپ نے فرمایا۔ ”تمہارے والد حضور نبی اکرمؐ کے چچا تھے اور جب انہوں نے حضورؐ سے  
 استدعا کی کہ مجھے کسی ملک کا حکمران بنا دیجئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں تمہارے نفس  
 کا حکمران بناتا ہوں۔ کیوں کہ دنیاوی حکومت تو روزِ محشر وحیہ ندامت بن جائے گی۔“  
 یہ سن کر ہارون نے عرض کی۔ ”کچھ اور ارشاد فرمائیں۔“

آپ نے فرمایا۔ ”جب عمر بن عبدالعزیزؒ کو سلطنت حاصل ہوئی تو انہوں نے کچھذی عقل  
 لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میرے اُوپر ایک ایسا بار گراں ڈال دیا گیا ہے کہ جس سے چھٹکارے  
 کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ اُن میں سے ایک نے مشورہ دیا۔ آپ ہر سن رسیدہ کو باپ  
 کی جگہ تصور کریں اور ہر جوان کو بمنزلہ بھائی کے اور بیٹے کے تصور کریں اور عورتوں کو ماں  
 بیٹی اور بہن سمجھیں اور انہیں رشتوں کے مطابق اُن سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔“

ہارون الرشید نے پھر عرض کیا۔ ”کچھ اور نصیحت فرمائیں۔“  
 آپ نے فرمایا۔ ”پوری مملکت اسلامیہ کے باشندوں کو اپنی اولاد تصور کرو۔ بزرگوں  
 پر مہربانی کرو۔ چھوٹوں سے بھائیوں اور اولادوں کی طرح پیش آؤ۔ پھر فرمایا کہ مجھے  
 خوف ہے کہ کہیں تمہاری حسین و جمیل صورت ناریہ جہنم کا ایندھن نہ بن جائے کیوں کہ محشر  
 میں بہت سی حسین صورتوں کا ناریہ جہنم میں جا کر حلیہ ہی تبدیل ہو جائے گا اور بہت  
 سے امیر امیر ہو جائیں گے۔ اللہ سے خائف رہتے ہوئے محشر میں جواب دہی کے لیے  
 ہمیشہ چوکس رہو۔ کیوں کہ وہاں تم سے ایک ایک مسلمان کی باز پرس ہوگی اور اگر تمہاری قلمرو  
 میں ایک غریب عورت بھی بھوک کی سوگئی تو محشر میں تمہارا گریبان کپڑے لے گی۔“

ہارون پر یہ نصیحت گفت گو سنتے ہی غشی طاری ہو گئی اور فضل بر مکی نے حضرت فضیل  
 سے کہا۔ ”جناب بس کیجئے، آپ نے تو امیر المؤمنین کو نیم مردہ ہی کر دیا۔“  
 حضرت فضیل نے فرمایا۔ ”اے ہامان! خاموش ہو جا۔ میں نے نہیں بلکہ تم نے اور  
 تمہاری جماعت نے ہارون کو زندہ درگور کر دیا ہے۔“

یہ سن کر ہارون پر مزید رقت طاری ہو گئی۔ پھر ہارون نے پوچھا کہ آپ کسی کے مقروض  
 تو نہیں ہیں۔“

فرمایا۔ ”بے شک اللہ تعالیٰ کا قرض دار ہوں اور اس کی ادائیگی صرف اطاعت کے ماتحت ہو سکتی



ہے لیکن اس کی ادائیگی بھی میرے بس سے باہر ہے کیوں کہ روزِ عشر میرے پاس کسی سوال کا جواب نہ ہوگا۔

پھر ہارون نے عرض کیا کہ میرا مقصد دنیاوی قرض سے تھا۔

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وعطا کر وہ نعمتیں ہی آتی ہیں کہ مجھے قرض لینے کی ضرورت نہیں۔ اس کے باوجود ہارون نے بطور نذرانہ ایک ہزار دینارہ کی تھیلی پیش کرتے ہوئے عرض کیا۔ یہ رقم مجھے اپنی والدہ کے ورثہ میں ملی ہوئی ہے۔ اس لیے قطعاً حلال ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا صدحیف مبری تمام پند و نصائح بے سود ہو کر رہ گئیں۔ کیونکہ تم نے ذرا سا بھی اثر قبول نہیں کیا۔ میں تو تمہیں دعوتِ نجات دے رہا ہوں اور تم مجھے قعرِ ہلاکت میں جھونک دینا چاہتے ہو۔ کیوں کہ جو مال مستحقین کو ملنا چاہیے وہ تم غیر مستحقین میں تقسیم کرنے کے خواہاں ہو۔ اس کے بعد ہارون نے رخصت ہوتے وقت فضل سے کہا۔

”یہ واقعی صاحبِ فضل بزرگوں میں سے ہیں۔“



۵۵۔ کسی قاری نے بہت خوش الحانی کے ساتھ حضرت فضیل بن عیاضؓ کے سامنے کوئی آیت تلاوت کی۔

آپ نے فرمایا۔ میرے بچے کے نزدیک جا کر تلاوت کرو لیکن سورہ القارعہ ہرگز مت پڑھنا کیوں کہ خشیتِ الہی کی وجہ سے وہ ذکرِ قیامت سننے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

مگر قاری نے آپ کے بچے کے سامنے جا کر یہی سورہ قرأت کی اور آپ کے صاحبزادے ایک چیخ مار کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔



۵۶۔ حضرت فضیل بن عیاضؓ کے انتقال کے وقت دو صاحبزادیاں تھیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا کہ میرے بعد ان دونوں کو کوہِ قبیس پر لے جا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا۔ فضیل نے زندگی بھر انہیں پرورش کیا اور اب جب کہ وہ قبر میں جا چکا ہے۔ تو یہ دونوں تیرے سپرد ہیں۔



چنانچہ بیوی نے وصیت پر عمل کیا اور ابھی دُعا ہی میں مشغول تھی کہ سلطان بن ارمسہ آنکلا اور اس نے دونوں صاحبزادیوں کو اپنی کفالت میں لے کر ان کی والد سے اجازت کے بعد اپنے دو لڑکوں سے ان دونوں کی شادیاں کر دیں۔



۵۷ - حضرت مالک دینار کسی مریض کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لےے اور وہ چیلہ کے قریب المرگ تھا۔ اس لیے آپ نے اس کو کلمہ پڑھنے کی تلقین فرمائی کہ یہ کلمہ پڑھنے کے بجائے بار بار دس اور گیارہ کہتا رہا۔

پھر جب آپ نے زیادہ اصرار کیا تو اس نے کہا، میرے سامنے ایک آگ کا پاڑہ ہے۔ اور جب میں کلمہ پڑھنے کا قصد کرتا ہوں تو وہ آگ میری طرف چپٹتی ہے۔ آپ نے جب لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ سوخو بھی تھا اور کم تولنے والا بھی۔



۵۸ - کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مالک دینار اور حضرت محمد واسع کو بہشت کی جانب لے جایا جا رہا ہے۔

اس بزرگ کے دل میں خیال آیا کہ دیکھو مالک دینار جنت میں پہلے پہنچتے ہیں، یا محمد واسع۔ چنانچہ یہ دیکھ کر کہ مالک دینار بہشت میں پہلے داخل ہوئے ہیں، وہ بزرگ بولے کہ محمد واسع تو مالک دینار سے زیادہ عامل و کامل تھے۔

ملائکہ نے جواب دیا کہ یہ تم صحیح کہتے ہو لیکن محمد واسع کے پاس پہننے کے لیے دو لباس تھے اور مالک کے پاس صرف ایک۔ لہذا صبر و ضبط کی نسبت مالک کی طرف زیادہ تھی۔ اس لیے پہلے انہیں جنت بھیجا گیا۔



۵۹ - ایک دن حضرت محمد واسع نے اپنے صاحبزادہ کو بہت مسرور دیکھ کر فرمایا کہ تم کس شے پر نازاں ہو کہ اس قدر خوش ہو۔ کیوں کہ تمہاری ماں تو وہ عورت ہے جس کو میں نے دو سو درہم میں خریدا ہے اور تمہارا باپ خدا کی مخلوق میں سب سے باتر ہے۔ پھر بھلا تم کس چیز پر ناز کر رہے ہو۔ اس پر صاحبزادہ گم صم ہو کر رہ گیا۔



۶۰ - ایک دفعہ حضرت رابعہ بصریؒ بوجہ تکلیف نماز ادا کرتے ہوئے سو گئیں۔ اسی دوران ایک چور آپ کی چادر اٹھا کر فرار ہونے لگا لیکن اُسے باہر نکلنے کا راستہ ہی نظر نہ آیا لیکن چادر اپنی جگہ رکھتے ہی راستہ نظر آ گیا۔ چور نے بوجہ حرص پھر چادر اٹھا کر فرار ہونا چاہا۔ اور پھر راستہ نظر آنا بند ہو گیا۔

غرضیکہ اس طرح اس نے کئی مرتبہ کیا اور ہر مرتبہ راستہ مسدود نظر آیا۔ حتیٰ کہ اُس نے ندائے غیبی سنی۔

”تو خود کو آفت میں کیوں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے کہ چادر والی تے برسوں سے خود کو ہمارے حوالے کر دیا ہے اور اس وقت سے شیطان تک اُس کے پاس نہیں پھٹک سکا پھر کسی دوسرے کی کیا مجال کہ جو چادر چوری کر سکے۔ کیوں کہ اگرچہ ایک دوست محو خواب ہے لیکن دوسرا دوست تو بیدار ہے۔“  
اس پر چورتائب ہو گیا۔



۶۱ - ایک دن حضرت رابعہ بصریؒ ایک پہاڑی پر تشریف لے گئیں اور تمام صحرائی جانور آپ کے گرد جمع ہو گئے لیکن اسی وقت جب خواجہ حسن بصریؒ وہاں پہنچے تو وہ تمام جانور فرار ہو گئے۔

حسن بصریؒ نے حیرت زدہ ہو کر آپ سے سوال کیا کہ یہ تمام جانور مجھے دیکھتے ہی فرار کیوں ہو گئے۔

اس پر حضرت رابعہ بصریؒ نے آپ سے پوچھا کہ آج آپ نے کیا کھایا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ ”گوشت روٹی۔“

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ جب تم ان کا گوشت کھاؤ گے تو پھر یہ تم سے کیوں کر مانوس ہو سکتے ہیں۔



۶۲ - ایک روز جب حضرت رابعہ بصریؒ ساحل فرات پر موجود تھیں تو اچانک حسن بصریؒ بھی وہاں پہنچ گئے اور پانی پر مصلے بچھا کر فرمایا۔ ”آئیے ہم دونوں نماز ادا کریں۔“  
میں نے جواب دیا۔ ”اگر یہ مخلوق کے دکھاوے کے لیے ہے تو بہت اچھا



ہے۔ کیوں کہ دوسرے لوگ ایسا کرنے سے قاصر ہیں۔  
یہ کہہ کر رابعہ بصری نے اپنا مصطلق ہوا کے دوش پر بچھا کر فرمایا۔ "آئیے دونوں یہاں نماز ادا  
کریں تاکہ مخلوق کی نگاہوں سے اوچھل رہیں۔"  
پھر بطورِ دل جوئی رابعہ بصری نے فرمایا کہ جو فعل آپ نے سرانجام دیا۔ وہ تو پانی کی معمولی  
سی مچھلیاں بھی کر سکتی ہیں اور جوئیں نے کیا وہ ایک حقیر سی مکھی بھی کر سکتی ہے۔ لیکن  
حقیقت کا ان دونوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

○

۶۳۔۔ قادسیہ میں ایک مرتبہ آواز سنائی دی کہ اے لوگو! فلاں جنگل میں ایک اولیاء اللہ کی مصیبت  
میں گرفتار ہیں۔ جلد جا کر ان کی خبر لو کہ زیادہ دُکھ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔  
یہ سن کر سب شہر والے اس مقام پر پہنچے۔ دیکھا تو حضرت ابوالحسن لوریؒ ایک گڑھے  
میں پڑے ہیں اور بُرا حال ہے۔ لوگوں نے انہیں ادب اور حفاظت کے ساتھ گڑھے  
میں سے نکالا۔ سوار کر کے شہر میں لائے۔ ابوالقاسم نے اپنے مکان میں ٹھہرایا۔  
چند روز کے بعد جب دوبارہ سفر کا ارادہ کیا تو ابوالقاسم نے پوچھا۔ "حضرت اس قدر  
مصیبت اختیار کرنے میں کیا حکمت ہے۔"

آپ نے فرمایا۔ "مدت سے اس جنگل میں سیر کرتا پھرتا تھا۔ جب اس شہر کے نزدیک آیا  
تو میرا نفس بے حد خوش ہوا۔ میں نے اپنے جی میں کہا۔ اس شہر میں ہمارے بہت سے  
دوست آشنا ہیں۔ خوب دعوتیں کھائیں گے اور چپین سے رہیں گے۔ سب دُکھ سفر کے  
بھول جائیں گے۔ مجھ کو اپنے نفس کی خوشی سے بہت دُکھ ہوا۔ دل میں خیال کیا کہ صرف  
دعوت کھانے کے خیال سے اس قدر اچھلتا کودتا ہے۔ کھا پاوے گا تو نہ جانے کون کون  
سی آفت اور قیامت برپا کرے گا۔ قسم خدائے پاک کی تجھ کو صورت اس شہر کی نہ دکھاؤں گا  
اگر چہ تو تڑپ کر مر جائے۔"

○

۶۴۔ ایک دن کوئی عورت حضرت حاتمِ اممؒ کے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے آئی۔ اتفاق سے اس عورت  
کی ریم خارج ہو گئی جس کی وجہ وہ بہت شرمندہ ہوئی لیکن حضرت حاتمؒ نے فرمایا۔  
"زور سے بات کہو۔ میں بہرہ ہوں۔"



پھر اس نے بند آواز سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دے دیا۔  
درحقیقت آپ برے نہیں تھے بلکہ اُس عورت کی فخر مندی رفع کرنے کے لیے جان بوجھ  
کہ برے بن گئے تھے اور جب تک وہ عورت زندہ رہی آپ مسلسل برے بنے رہے اسی  
مناسبت سے آپ کو صم کہا جاتا ہے۔



۶۵۔ حضرت محمد رازی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت حاتم مغمم کو کبھی غضب ناک ہوتے نہیں  
دیکھا۔ البتہ ایک بار آپ بازار جا رہے تھے تو آپ کے کسی شاگرد سے دکاندار اپنا قرض  
طلب کر رہا تھا۔ اس وقت آپ نے غضب ناک ہو کر اپنی چادر زمین پر پھینک دی اور  
پورے بازار میں سونا ہی سونا پھیل گیا۔

پھر آپ نے غصہ میں دکاندار سے فرمایا کہ اپنے قرض کے مطابق سونا اٹھالے لیکن اگر ایک  
حبتہ بھی زیادہ اٹھایا تو تیرے ہاتھ شل ہو جائیں گے لیکن اس نے آپ کی بات پر عمل  
نہ کیا اور لالچ میں کچھ زیادہ سونا اٹھالیا۔ چنانچہ اسی وقت اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے۔



۶۶۔ منصور بن عمار فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ تفریحاً گلی گوچہ میں پھر رہا تھا۔ اچانک ایک مکان  
سے رونے چلانے کی آواز سنائی دی۔ کوئی شخص جناب الہی میں گر گرتا ہے ہوئے کہہ  
رہا تھا۔

”اے مولا! اے میرے آقا! میں ہر چند گناہوں سے اپنی جان بچاتا ہوں مگر نفسانی خواہشات  
ہر وقت مجھ کو گھیر کر دنیا کی لذتوں میں پھنساتی ہیں اور دوزخ کے عذاب اور قیامت کی آفت  
کو دل سے بھلاتی ہیں۔ اس حال میں تیرے فضل و کرم کے سوا کون میرا حمایتی اور مددگار ہے۔“  
یہ سن کر میں نے باہر سے آئیہ کر یہ ۲۸ پارہ کی تلاوت کی۔

(ترجمہ) ”اے ایمان والو! بچاؤ تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو غلاب دوزخ سے۔“  
اس نے یہ سنتے ہی چیخ ماری اور گریہ وزاری شروع کر دی۔ میں آگے بڑھ گیا۔ پھر جب  
صبح کو اس طرف سے نکلا تو دیکھا لوگ جمع ہیں اور ایک جنازہ رکھ رہے اور کفن و دفن  
کا سامان ہو رہا ہے۔

میں نے پوچھا۔ ”یہ جنازہ کس کا ہے؟“



لوگوں نے بتایا۔ رات عجیب معاملہ گذرا کہ یہ جوان رات بھر خوفِ الہی سے روتا چلاتا رہا۔ اور صبح کو مر گیا۔



۶۷۔ ایک دفعہ حضرت حاتمِ اصم نے تین شرائط پر ایک شخص کی دعوت قبول کی۔  
اول یہ کہ جس جگہ چاہوں بیٹھوں۔

دوم جو چاہوں کھاؤں گا۔

سوم میرے کئے پر کچھ عمل کرنا ہوگا۔

اس شخص نے شرائط قبول کر لیں۔

چنانچہ آپ اس کے ہاں پہنچ کر جو تولوں میں بیٹھ گئے اور اپنے ہی پاس سے دو روٹیاں نکال کر کھالیں۔ پھر میزبان سے فرمایا۔ "ایک تو اگرم کر کے لے آؤ اور جب تو آگیا تو آپ نے جلتے توے پر کھڑے ہو کر فرمایا "میں نے دو روٹیاں کھانی ہیں۔"

اتنا کہنے کے بعد توے پر سے اترے۔ پھر اہل مجلس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت میں ہر شے کا محاسبہ ہوگا۔ تو اس جلتے توے پر کھڑے ہو جاؤ۔"

لوگوں نے عرض کیا۔ "یا حضرت! یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔"

پھر آپ نے فرمایا۔ "جب تم اس عمل سے اس وقت کا حساب نہیں دے سکتے تو آگ سے بنی ہوئی محشر کی زمین پر کھڑے ہو کر تمام عمر کا حساب کیسے دے سکو گے۔"

پھر آپ نے اس آیت کی تشریح فرمائی۔ " (ترجمہ) قیامت کے دن تم سے تمام نعمتوں کی باز پرس ہوگی۔"

آپ کی تشریح کا انداز بیان کچھ ایسا تھا کہ تمام حاضرین مجلس بے چین ہو کر گریہ و زاری کرنے لگے۔

۶۸۔ کسی مرید نے حضرت ابوالعباس نہاوندی سے پوچھا۔ "زکوٰۃ کس کو دوں؟"  
آپ نے فرمایا "جس کو تم مستحق سمجھتے ہو۔"

یہ سن کر جب وہ مرید رخصت ہوا تو راستہ میں ایک بہت ہی شکستہ حال فقیر نظر پڑا چنانچہ اس نے بطور زکوٰۃ کے ایک اشرفی اس کو دے دی لیکن دوسرے دن دیکھا۔



کہ وہی نابینا فقیر ایک شخص سے کہہ تھا کہ کل ایک شخص نے مجھ کو ایک اشرفی دی تھی جس کی میں نے فلاں مغز کے ساتھ بیٹھ کر شراب پی۔ اس واقعہ کا ذکر جب مرید نے آپ کے سامنے کرنے کا قصد کیا تو اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی آپ نے فرمایا کہ جاؤ میرا یہ ایک دم بھی اس شخص کو دے دو جو تم کو سب سے پہلے مل جائے۔

چنانچہ جب وہ مرید باہر نکلا تو اسے ایک سید نظر آیا۔ اس نے وہ درہم اس کو پیش کر دیا اور خود بھی اس کے پیچھے چل پڑا لیکن وہ سید آبادی میں جانے کی بجائے جنگل میں جا پہنچا اور اپنے دامن میں سے ایک مڑہ تیتڑ نکال کر مچینک دیا اور جب مرید نے سید صاحب سے یہ واقعہ پوچھا۔ تو انہوں نے بتایا کہ آج سات یوم سے میرے یوی بچے فلقے سے ہیں اور میں سوال کرنے کی ذلت سے بچنے کے لیے جب رزق کی تلاش میں نکلا تو جنگل میں یہ مڑہ تیتڑ مل گیا اور میں نے اہل و عیال کے کھانے کے لیے اسے اٹھا لیا لیکن تمہارے ایک درہم دے دینے کے بعد میں اس کو مچینکے یہاں چلا آیا۔ یہ واقعہ جب مرید نے شیخ سے بیان کرتے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا۔

”مجھ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ حرام کی کمائی کا مال شراب خانے کی نظر ہو جاتا ہے اور جائز کمائی ایک سید کو مردار کھانے سے بچا لیتی ہے۔“



۶۹۔ ایک مرتبہ ایک شخص سربراہ شرارتاً حضرت شیخ ابوالحسن بوجھی کو گھونسا مار کر بھاگا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ آپ اللہ کا پیارے بندے ہیں تو اس نے ہدایت کے ساتھ مغزرت چاہی لیکن آپ نے فرمایا۔

”اس فعل کا فاعل میں تمہیں نہیں تصور کرتا کیوں کہ جس کو فاعل حقیقی سمجھتا ہوں اس سے غلطی کا امکان نہیں۔ اس لیے نہ مجھے تم سے کوئی شکایت ہے، نہ فاعل حقیقی سے شکوہ۔ کیوں کہ میں اسی قابل تھا۔“



۷۰۔ ایک بزرگ ہمیشہ حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذی کو برا بھلا کہتے رہتے تھے۔ چنانچہ جب آپ حج سے واپس ہوئے تو آپ کی جھونپڑی میں کتیا نے بچے دے رکھے تھے اور آپ بتر مرتبہ محض اس خیال سے اس کے سر پر آکر کھڑے ہوئے کہ شاید وہ کتیا دھتکارے بغیر چلی



ہائے تاکہ میری ذات سے اُسے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔  
 چنانچہ اُسی شب بُرا بھلا کہنے والے بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ حضور نبی اکرمؐ فرما  
 رہے ہیں کہ جو کتے کو بھی اذیت نہ پہنچانا چاہتا ہو تو اس کو بُرا بھلا کہتا ہے اور اگر  
 تجھے سعادت ابدی حاصل کرتی ہے۔ تو اس کی خدمت کر۔  
 چنانچہ وہ بزرگ بیدار ہو کر خدمت میں حاضر ہوئے اور تائب ہو کر تاحیات آپ کی  
 خدمت میں ہی پڑے رہے۔



۷۱ - حضرت داؤد طائیؑ کا مکان بہت وسیع تھا لیکن جب اس کا ایک حصہ منہدم ہو  
 گیا تو آپ دوسرے حصے میں منتقل ہو گئے اور جب وہ حصہ بھی گر گیا تو دروازے میں  
 منتقل ہو گئے لیکن اس کی چھت بھی بہت بوسیدہ تھی اور جب لوگوں نے دروازے  
 کی چھت ٹھیک کروانے کو کہا تو آپ نے فرمایا۔  
 "میں اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکا ہوں کہ دنیا میں تعمیر کا کام نہیں کرواؤں گا۔"  
 آپ کے انتقال کے بعد دروازے کی وہ چھت بھی گر گئی۔



۷۲ - حضرت حارث محاسبیؑ کسی مشتبہ کھانے کی جانب ہاتھ بڑھاتے تو انگلیاں شل ہو  
 جاتیں جس کی وجہ سے آپ کو اکل حلال اور اکل حرام کا پتہ چل جاتا تھا۔  
 چنانچہ ایک مرتبہ آپ بھوک کی حالت میں حضرت جنید بغدادیؑ کے یہاں پہنچ گئے اور  
 وہاں اتفاق سے کسی شادی میں سے کھانا آیا ہوا تھا۔ لہذا جب وہ کھانا حارث محاسبیؑ  
 کے سامنے پیش کیا گیا تو ہاتھ بڑھاتے ہی انگلیاں شل ہو گئیں لیکن بطور تواضع آپ نے  
 ایک لقمہ منہ میں رکھ ہی لیا اور جب وہ حلق سے نیچے نہ اُترا تو باہر جا کر اُگل دیا اور وہیں  
 سے رخصت ہو گئے۔



۷۳ - حضرت احمد حنبلہؑ سے روایت ہے کہ جب میں حضرت سماک (جہ کہ بیہوش تھے) کا  
 قارورہ لے کر طبیب کے یہاں پہنچا تو اتفاق سے وہ آتش پر تھا اور جب میں وہاں سے  
 واپس ہوا تو راستے میں ایک بزرگ نے سوال کیا کہ کہاں سے آرہے ہو وہیں نے پورا



واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا۔

”انتہائی حیرت ہے کہ خدا کا محبوب خدا کے دشمن سے مدد حاصل کرے۔ لہذا تم ان سے یہ کہہ دو کہ درود کے مقام پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھ لیں۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم وبالحق انزلنا وبالحق نزل

چنانچہ واپسی میں جب میں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے دعا پڑھ کر دم کیا اور فوراً ہی صحت حاصل ہو گئی۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ وہ حضرت حفصہ علیہ السلام تھے۔

○

۷۴۔ حضرت شفیع بنیحی فرماتے ہیں۔ میں ۲۹ سالہ میں حج کا ارادہ لے کر گھر سے نکلا۔ قادیہ میں اتر کر لوگوں کی زینت اور ان کی کثرت دیکھ رہا تھا کہ ایک خوب صورت جوان پر نظر پڑی۔ وہ نفیس لباس پہنے ہوئے تھا۔ اوپر اونی چادر اور پاؤں میں سوتلی پہنے لوگوں سے الگ بیٹھا تھا۔

میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ جوان صوفی ہے، لوگوں پر بار ہوگا اس لیے الگ تھلگ بیٹھا ہے۔ میں اس کے پاس جا کر اسے دھمکاؤں۔ یہ سوچ کر میں اس کے قریب گیا۔ اس نے مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر کہا۔

”اے شفیع! گمان کرنے سے بچو، بعض گمان گناہ ہیں۔“

اتنا کہا اور مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں نے اپنے آپ سے جی میں کہا۔ یہ بُرا ہوا، میرے دل میں جو کچھ تھا اس نے کہہ دیا اور میرا نام بھی لیا۔ یہ تو کوئی مرد صالح معلوم ہوتا ہے، میں اسے ضرور بلوں گا اور اپنی بدگمانی معاف کرواؤں گا۔

میں اس کے پیچھے چل پڑا مگر ادھر ادھر دیکھنے کے باوجود اسے کہیں نہ پایا۔ آخر ہم قادیہ سے چل پڑے۔ جب ہم واقعہ میں اترے تو اس کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ اس کے اعضاء کانپ رہے تھے اور آنسو جاری تھے۔

میں نے اپنے آپ سے کہا۔ یہ تو وہی میرا دوست ہے۔ میں اس سے مل کر اپنا قصور بدگمانی معاف کرواؤں گا۔ میں نے کچھ دیر صبر کیا اور جب وہ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھا تو میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔

جب اس نے مجھے آتے دیکھا تو بولا۔ ”اے شفیع! یہ آیت پڑھ۔ (ترجمہ) جو کوئی توبہ



کہے اور ایمان لائے اور اچھے عمل کرے اور راہ پائے، میں اس کے گناہ بخش دیتا ہوں۔“  
پھر وہ مجھے چھوڑ کر چلتا ہوا۔

میں نے کہا۔ یہ جوان ضرور ابدال ہے۔ میرے دل کی بات دو مرتبہ بیان کر دی۔ اس کے بعد جب ہم منیٰ میں اترے تو میں نے اس جوان کو ایک کنوئیں پر ہاتھ میں کوزہ لیے کھڑے پایا اس کے ہاتھ سے کوزہ کنوئیں میں گر پڑا۔ میں اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس جوان نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا۔

”خداوند! اے میرے مالک! میرے سردار! تو خوب جانتا ہے۔ میرے پاس سوائے اس کے اور کچھ نہیں، مجھ سے یہ گم نہ کرنا۔“

حضرت شفیقؒ فرماتے ہیں، ”خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنوئیں کا پانی اوپر تک ابل آیا۔ اس جوان نے اپنا کوزہ لے کر پانی سے بھرا اور وضو کر کے نماز کے لیے کھڑا ہوا۔ بعد ازاں نماز ایک ریت کے ٹیلے کی طرف گیا اور ریت اٹھا اٹھا کر کوزے میں بھرتا تھا اور اسے پانی سمجھ کر بیٹھا تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور سلام کیا۔ اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا۔ ”اپنا جھوٹا مجھے بھی عنایت کیجئے۔“

وہ بولا۔ ”اے شفیق! خدا کی نعمتیں ظاہری و باطنی ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اپنے پروردگار کے ساتھ نیک گمان رکھو۔“

پھر مجھ کو کوزہ دیا۔ میں نے اس میں سے پیا۔ اس میں شکر اور شکر گھلے ہوئے تھے۔ خدا کی قسم اس سے لذت اور خوشبودار چیز میں نے پہلے کبھی نہیں پی تھی۔ میری بھوک پیاس جاتی رہی اور کئی دن تک وہاں ٹھہرا رہا۔ کھانے پینے کی کوئی خواہش میرے دل میں پیدا نہ ہوئی۔ اس کے بعد جب ہم مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آدھی رات کے وقت میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ نہایت عاجزی سے نماز پڑھ رہا تھا۔ اس کے رونے کی آواز سنی جاتی تھی۔ اسی حالت میں تمام رات گذر گئی۔ پھر وہ اپنے مہلتے پر بیٹھا تسبیح پڑھتا رہا۔ اس کے بعد کھڑے ہو کر نماز فجر ادا کی اور سلام پھیر کر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور حرم سے باہر نکلا۔ میں اس کے ساتھ ہوا۔ آگے بڑھے تو مجھے اس کے خادم اور غلام نظر آئے۔ اثناء میں جس وضع سے تھا یہاں اس کے خلاف پایا۔ لوگ اس کے گرد جمع ہوئے اور اسے سلام کرتے تھے۔ میں نے ایک شخص سے جو اس کے قریب تھا، دریافت کیا۔ یہ جوان کون ہے؟



لوگوں نے کہا۔ ”یہ حضرت امام جعفر صادقؑ ہیں۔“  
مجھے سخت تعجب ہوا کہ بے شک یہ عجیب و غریب کرامات ایسے ہی سید کی ہیں۔



۷۵۔ ایک دفعہ حضرت جنید بغدادیؒ کی ملاقات مسجد کے دروازہ پر ایک ضعیف شخص کی صورت

میں ابلیس سے ہو گئی۔ آپ نے اس سے سوال کیا۔

”آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کی کیا وجہ تھی؟“

ابلیس نے جواب دیا۔ ”غیر اللہ کو سجدہ کرنا کہاں جائز ہے؟“

اس جواب سے آپ سخت حیران ہوئے۔

اُسی وقت آپ کو غیب سے آواز سنائی دی۔

”اس سے کہہ دو کہ تو کاذب ہے۔ کیوں کہ بندے کو مالک کے حکم سے انحراف کی اجازت

نہیں۔“ ابلیس اُسی وقت آپ کے غیبی الہام کو بھانپ گیا اور روفو چکرتہ ہو گیا۔



۷۶۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ جب بلخ کے سلطان تھے تو رات کے وقت کسی کے چھت

پر چلنے کی آہٹ انہیں محسوس ہوئی۔

آواز دے کر پوچھا۔ ”چھت پر کون ہے؟“

جواب ملا۔ ”میں آپ کا ایک واقف کار ہوں اور اپنے گم شدہ اونٹ کی تلاش میں

چھت پر آیا ہوں۔“

آپ نے فرمایا۔ ”چھت پر اونٹ کیسے آسکتا ہے؟“

اس بات پر آپ کو جواب ملا۔ ”آپ کو تاج و تخت میں خدا کیسے مل سکتا ہے؟“

یہ سن کر آپ دم بخود ہو کر رہ گئے۔

دوسرے دن جب کہ دربار لگا ہوا تھا ایک بہت ہی ذی حشم شخص دربار میں حاضر ہوا۔

اس کی آمد نے درباریوں پر کچھ ایسا رعب ڈالا کہ کسی کو یہ پوچھنے کی سکت نہ رہی کہ وہ

کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟

وہ شخص تیزی کے ساتھ تخت شاہی کے نزدیک پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس سے حضرت

ابراہیم ادھمؒ نے سوال کیا۔ ”تم کون ہو اور کس کی تلاش میں آئے ہو؟“



اس نے جواب دیا۔ میں تو یہاں قیام کرنے کی نیت سے آیا تھا مگر یہ تو سرائے ہے۔  
اس لیے اب یہاں قیام کر کے کیا کروں گا؟

آپ نے فرمایا۔ "بھائی! یہ سرائے نہیں بلکہ شاہی محل ہے۔"

اس پر اُس نے سوال کیا۔ "آپ سے قبل یہاں کون آباد تھا؟"

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ "میرے اباؤ اجداد آباد تھے۔"

پھر اس نے اسی طرح حضرت ابراہیمؑ اہم سے کمی پشتمل تک پوچھا۔

پھر آخر میں یہ پوچھا۔ "آپ کے بعد یہاں کون رہے گا؟"

آپ نے فرمایا۔ "میری اولاد۔"

اس نے کہا۔ "ذرا غور کیجئے کہ جس جگہ اتنے لوگ آئے اور چلے گئے اور کسی ایک کو بھی ثبات

حاصل نہ ہو سکا۔ وہ جگہ اگر سرائے نہیں تو اور کیا ہے؟" اتنا کہہ کر وہ اچانک غائب ہو گیا۔

ان واقعات نے حضرت ابراہیم بن ادھمؑ کی کایا ہی پلٹ دی۔ آپ نے تاج و تخت کو

خیر باد کہہ دیا اور صحرا بھرا گریہ و زاری کرتے ہوئے نیشاپور جا پہنچے اور ایک تاریک

و بھیانک غار میں داخل ہو کر تقریباً نو برس تک محو عبادت رہے۔

آپ ہر جمعہ کو لکڑیاں جمع کر کے فروخت کر دیتے اور جو کچھ ملتا آدھا راہِ مولیٰ میں دے

دیتے اور باقی ماندہ رقم سے روٹی خرید کر نمازِ جمعہ ادا کرتے اور پھر ہفتہ بھر کے لیے غار

سے باہر نہ نکلتے۔



۷۷۔ ایک دفعہ حضرت امام احمد بن حنبلؑ نے اپنا طباق بنیے کے یہاں گروی رکھوا دیا۔ اور

جب آپ اُس طباق کو چھڑوانے پہنچے تو بنیے نے دو طباق آپ کے سامنے رکھتے

ہوئے کہا۔

"ان میں سے جو طباق آپ کا ہو۔ وہ لے جائیے۔ کیوں کہ میرے ذہن میں نہیں رہا۔

کہ آپ کا طباق ان میں سے کون سا ہے؟"

یہ سن کر آپ خاموشی سے بغیر طباق لیے واپس آگئے اور یہ صرف تقویٰ کی وجہ تھی کہ

بنیے کو طباق کے بارے میں یاد کیوں نہیں رہا کہ ان میں سے کون سا میرا تھا۔





۷۸۔ حضرت فضیل بن عیاضؓ نے دو مرتبہ حضرت داؤد طائیؓ سے شرفِ نیاز حاصل کیا اور فخریہ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ پہلی ملاقات میں میں نے آپ کو شکستہ چھت کے نیچے بیٹھے ہوئے دیکھ کر عرض کیا کہ اس جگہ سے ہٹ جائیے کہیں ایسا نہ ہو چھت گر جائے۔ لیکن حضرت داؤد طائیؓ نے فرمایا کہ میں نے آج تک چھت کی طرف نظر ہی نہیں ڈالی۔ اور دوسری ملاقات میں یہ نصیحت فرمائی کہ لوگوں سے تعلق منقطع کر لو۔

○

۷۹۔ حضرت محمد بن اسلم طوسیؓ نے محض اس جرم میں دو سال تک قید و مشقت کی مصیبتیں جھیلیں کہ آپ نے قرآن پاک کو مخلوق ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ جس وقت آپ کو رہا کیا گیا۔ اس وقت عبداللہ بن ظاہر حاکم نیشاپور وہیں مقیم تھا اور تمام لوگ سلامی کی غرض سے حاضر ہو رہے تھے اور جب اہل دربار سے حاکم نے پوچھا۔ "اب کوئی نامی گرامی شخصیت تو ایسی باقی نہیں رہی جو سلامی کے لیے نہ آئی ہو۔"

اس پر لوگوں نے جواب دیا۔ "دو ہستیاں احمد حربؓ اور محمد بن اسلمؓ حاضر دربار نہیں ہوئے۔ کیوں کہ یہ دونوں بڑے عالم و عابد ہیں اور بادشاہ کے سلام کے لیے کبھی حاضر نہیں ہوتے۔"

چنانچہ اس پر حاکم نے کہا۔ "ہم خود ان کو سلام کرنے جائیں گے۔" جب حاکم احمد بن حربؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے استغراق کی کیفیت سے سراٹھا کر فرمایا۔ "اے عبداللہ! تم بہت ہی حسین ہو لیکن اس حسن و جوانی کو خدا کی نافرمانی پر قربان نہ کرنا۔"

اس کے بعد جب حاکم محمد بن اسلمؓ کی چوکھٹ پر پہنچا تو یوم جمعہ کی وجہ سے انہوں نے اسے اندرانے کی اجازت نہ دی لیکن عبداللہ بن ظاہر بھی نماز جمعہ کے وقت تک گھوڑے پر سوار آپ کا انتظار کرتا رہا اور جب آپ مکان سے برآمد ہوئے تو گھوڑے سے اتر کر اس نے قدم بوسی کرتے ہوئے عرض کیا۔

"اے اللہ! میں چوں کہ بہت بُرا انسان ہوں، اس لیے تیرا محبوب مجھ سے دشمنی رکھتا ہے۔ لیکن وہ چونکہ تیرا محبوب ہے اس لیے میں بھی اس کو محبوب رکھتا ہوں اور اس کے طفیل میں میری مغفرت فرماوے۔"

○



۸۰۔ حضرت ابو وراقؓ حضرت خضرؓ کے شوقِ دیدار میں روزانہ جنگل میں پہنچ جاتے تھے اور آمد و رفت کے دوران تلاوت کرتے رہتے۔ چنانچہ جب آپ ایک مرتبہ جنگل میں پہنچے تو ایک اور صاحب بھی آپ کے ہمراہ ہوئے۔ دونوں راستہ بھر گفتگو کرتے رہے لیکن واپسی کے بعد ان صاحب نے فرمایا کہ میں خضرؓ ہوں۔ جن سے ملاقات کے لیے تم بے چین تھے لیکن آج تم نے میری معیّت کی وجہ سے تلاوت بھی ملتوی کر دی اور جب صحبتِ خضرؓ تمہیں خدا سے فراموش کر سکتی ہے تو دوسروں کی معیّت ذکرِ الہی سے کیوں رو نہ کر دے گی۔ لہذا سب سے بہتر شے گوشہ نشینی ہے۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئے۔



۸۱۔ کم عمری ہی میں حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذیؒ نے دو طلباء کو اپنے ہمراہ غیر ملک میں حصولِ تعلیم کے لیے آمادہ کر لیا لیکن آپ کو والدہ کے بڑھاپے کی وجہ سے اپنا ارادہ منوخ کرنا پڑا لیکن جن طلباء کو آپ نے آمادہ کیا تھا وہ بغرضِ تعلیم روانہ ہو گئے۔ آپ اس واقعہ سے اس حد تک غمگین ہوئے کہ قبرستان میں جا کر گریہ و زاری کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جب میرے دونوں ساتھی حصولِ علم کے بعد واپس آئیں گے تو مجھے ان کے سہنے ندامت ہوا کرے گی۔

ایک دن حضرت خضرؓ نے آکر فرمایا کہ روزانہ اس جگہ آکر مجھ سے تعلیم حاصل کر لیا کرو پھر انشاء اللہ کبھی کسی کے پیچھے نہ رہو گے۔

اس کے بعد آپ نے مسلسل تین سال تک تعلیم حاصل کر کے بہت بلند مقام حاصل کیا اور جس وقت آپ کو یہ معلوم ہوا کہ میرے اُستاد حضرت خضرؓ ہیں تو آپ کو مکمل یقین ہو گیا کہ ایسا صاحبِ مرتبت اُستاد مجھے صرف والدہ کی خدمت کرنے کی وجہ سے ملا ہے۔



۸۲۔ کسی کسان کا گدھا گم ہو گیا تو اس نے اپنے دور کے بزرگ حضرت شیخ ابوالحسن بوشہریؒ پر چوری کا الزام لگاتے ہوئے کہا۔

”خیریت اسی میں ہے کہ میرا گدھا واپس کر دو۔“

اور جب آپ کے مسلسل انکار پر بھی وہ شخص نہ مانا، تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور



دعا کی۔ ”یا اللہ! مجھے اس مصیبت سے نجات عطا کر۔“  
 چنانچہ اس دعا کے ساتھ ہی اس شخص کا گدھا حل گیا۔ اس کے بعد اس نے معذرت طلب کرتے عرض کیا۔

”یہ تو میں خوب اچھی طرح سے جانتا تھا کہ آپ نے میرا گدھا نہیں چرایا ہے لیکن جس انداز سے آپ کی دعا قبول ہوئی میری ہرگز نہ ہوتی۔ اسی بنا پر میں نے آپ کو موردِ اِذْنَامِ ٹھہرایا تھا۔“

○

۸۳۔ کسی سرمایہ دار نے حضرت ابو علی شفیق بلخیؒ سے عرض کیا۔  
 ”لوگ آپ کو محنت مزدوری کرنے کی وجہ سے کمتر سمجھتے ہیں لہذا اپنے اخراجات کے لیے کچھ رقم مجھ سے لے لیا کیجئے۔“  
 آپ نے فرمایا۔ ”اگر پانچ چیزوں کا خوف نہ ہوتا تو شاید میں آپ کی درخواست پر غور کرتا۔ اول یہ کہ مجھے دینے سے تیری دولت میں کمی ہوگی۔ دوم میرے پاس سے رقم کے چوری ہو جانے کا بھی خطرہ ہے۔ سوم یہ کہ ممکن ہے، تجھے میرے اوپر رقم خرچ کرنے کا غم پیدا ہو جائے۔ چہارم یہ کہ ممکن ہے، میرے اندر کوئی عیب پیدا ہو جانے کی وجہ سے تُو اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ کرنے لگے۔ پنجم یہ کہ تیری موت کے بعد میں پھر بھکاری رہ جاؤں گا۔“

○

۸۴۔ حضرت رابعہ بصریؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کیسی ہے؟  
 حضرت رابعہؒ نے فرمایا۔ ”بے حد مشکل، لیکن محبتِ الہی نے مجھے دوستیِ خلق سے بے نیاز کر دیا ہے۔“

○

۸۵۔ حاکم روم کچھ رقم سالانہ ہارون الرشید کے پاس بھیجا کرتا تھا لیکن ایک مرتبہ چند راہبوں کو خلیفہ کے پاس بھیج کر یہ شرط لگا دی کہ اگر آپ کے دینی علماء مناظرے میں ان راہبوں سے جیت گئے تو میں رقم کی ادائیگی جاری رکھوں گا۔ اگر نہ جیتے تو رقم ادا کرنی بند کر



دوں گا۔“

چنانچہ خلیفہ نے تمام علماء کو مجتمع کر کے حضرت امام شافعیؒ کو مناظرہ پر آمادہ کیا۔ اس پر آپ نے پانی کے اوپر مصیٰ بجھا کر راہبوں سے کہا۔ یہاں آکر مناظرہ کرو۔“ یہ صورتِ حال دیکھ کر سب ایمان لے آئے اور جب اس بات کی اطلاع حاکمِ روم کو پہنچی تو اُس نے کہا کہ یہ بہت اچھا ہوا۔ اس لیے کہ اگر وہ شخص یہاں آجاتا تو پورا روم مسلمان ہو جاتا۔

۸۶۔ حضرت احمد حواریؒ حضرت ابوسلیمان دارائیؒ کے بارے فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے خلوت میں نماز ادا کی۔ جس سے مجھے بہت سکون محسوس ہوا اور جب میں نے اپنا واقعہ اپنے پیرومرشد حضرت سلیمان دارائیؒ سے عرض کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ”تم اتنے بوڑھے ہو گئے لیکن تمہیں خلوت و جلوت کی کیفیات کا اندازہ نہ ہو سکا۔ حالانکہ خلوت ہو یا جلوت خداوند تعالیٰ سے روک دینے والی کوئی شے نہیں ہے۔“



۸۷۔ ایک مرتبہ رات کا پہلا پہر گزر جانے کے بعد حضرت سری سقطیؒ حضرت فتح موصلیؒ سے ملاقات کے لیے چلے۔ رات میں سپاہیوں نے آپ کو چور سمجھتے ہوئے گرفتار کر لیا اور صبح کو جب تمام قیدیوں کے قتل کا حکم دیا گیا۔ تو آپ کی باری آنے پر جلاوٹے اپنا ہاتھ روک لیا۔

جب جلاوٹے سے اس کی وجہ پوچھی تو اُس نے بتایا۔

”ایک بوڑھے خدا رسیدہ بزرگ میرے سامنے کھڑے مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ اسے قتل نہ کرو اور وہ بزرگ حضرت فتح موصلیؒ ہیں۔“

اس پر حضرت سری سقطیؒ کو رہا کر دیا گیا اور آپ فتح موصلیؒ کے ہمراہ چلے گئے۔



۸۸۔ کسی نے حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں پانچ سو دینار پیش کیے۔ آپ نے اس شخص سے پوچھا۔ ”تمہارے پاس اور بھی رقم ہے۔“

اس نے جب اثبات میں جواب دیا تو مزید پوچھا۔ ”تمہیں اور مال کی بھی حاجت ہے۔“



اس نے کہا۔ ”جی ہاں“۔

اس پر آپ نے فرمایا۔ ”اپنے پانچ سو دینار واپس لے جاؤ۔ کیوں کہ تمہیں مجھ سے زیادہ ان کی ضرورت ہے۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود مجھے ان کی حاجت نہیں اور تیرے پاس مزید رقم موجود ہے۔ لیکن پھر بھی تو ان کا محتاج ہے۔“



۸۹۔ حضرت ابو وراقؓ کے ایک صاحبزادے قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے (ترجمہ) یعنی ”ایک دن بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔“ تو وہ خوفِ الہی سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ فوراً ان کا دم نکل گیا اور وہ مر گئے۔

حضرت ابو وراقؓ ان کے مزار پر روتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔ ”کس قدر افسوسناک ہے یہ بات کہ اس بچے نے ایک ہی آیت کے خوف سے جان دے دی لیکن میرے اوپر برسوں کی تلاوت کے بعد یہ آیت اثر انداز نہ ہو سکی۔“



۹۰۔ طویل سفر کے بعد دو روز ویش حضرت عبداللہ خفیفؓ کے ہاں حاضر ہوئے ان کو معلوم ہوا کہ حضرت شاہی دربار میں ہیں۔

یہ جان کر ان دونوں نے سوچا کہ یہ کس قسم کے بزرگ ہیں جو دربارِ شاہی میں حاضری دیتے ہیں۔ یہ سوچ کر دونوں بازار کی جانب نکل گئے اور اپنے خرقہ کی جیب سلوانے کے لیے درزی کی دکان پر پہنچے۔ اسی دوران درزی کی قلمچی گم ہو گئی اور اس نے ان دونوں کو چوری کے شبہ میں سپاہیوں کے حوالے کر دیا اور جب پولیس دونوں کو لے کر شاہی دربار پہنچی تو حضرت عبداللہ خفیفؓ نے بادشاہ سے سفارش کرتے ہوئے فرمایا۔ ”یہ دونوں چور نہیں ہیں لہذا ان کو چھوڑ دیا جائے چنانچہ آپ کی سفارش پر دونوں کو رہا کر دیا گیا۔“

اس کے بعد آپ نے ان دونوں سے فرمایا۔ ”میں دربارِ شاہی میں محض اسی غرض سے موجود رہتا ہوں۔“

ان پر دونوں نے معافی مانگی اور آپ کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔





۹۱ - حضرت سری سقطیؑ کے ایک مُرد فرماتے ہیں کہ حضرت سری سقطیؑ کے ہاں ایک عورت اُن کی شاگرد رہتی تھی اور اُس عورت کا ایک لڑکا کسی معلم کے پاس پڑھتا تھا۔ ایک روز معلم نے اُس عورت کے لڑکے کو پن چکی پر بیچ دیا۔ وہ لڑکا پانی میں ڈوب گیا۔

معلم نے لڑکے کے ڈوب کر مرنے کی اطلاع حضرت سری سقطیؑ کو دی۔ اس پر حضرت سری سقطیؑ اپنے ساتھیوں سمیت اُس عورت کے پاس آئے۔ اسے صبر کے بارے میں بہت کچھ سنایا۔ اس کے بعد خدا کی رضا کے بارے میں فرمایا۔ اس عورت نے سب کچھ سننے کے بعد عرض کیا: "حضرت! آپ کا ان باتوں سے کیا تعلق ہے۔"

آپ نے فرمایا: "تمہارا بیٹا پانی میں ڈوب گیا ہے۔"

بولی: "میرا بیٹا؟"

سری سقطیؑ بولے: "ہاں تیرا بیٹا۔"

اس پر وہ بڑے وثوق سے بولی: "ہرگز نہیں۔ حق تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔" حضرت سری سقطیؑ بولے: "اس میں کوئی شک نہیں ہے، تمہارا بیٹا واقعی ڈوب گیا ہے۔"

وہ بولی: "اگر فی الواقعہ یہ بات درست ہے تو آپ مجھے اس موقع پر لے چلیں۔" اس پر سری سقطیؑ اور اُن کے ساتھی اس عورت کو لے کر نہر پر گئے اور اُسے بتایا کہ تمہارا بیٹا اس جگہ ڈوبا ہے۔

اس پر اُس عورت نے اپنے بیٹے کا نام لے کر اُسے پکارا: "بیٹا محمد! اُسے فوراً ہی اپنے بیٹے کی جانب سے جواب بلا۔" اماں! میں یہاں پانی میں ہوں۔ یہ آواز سن کر وہ عورت پانی میں اُتری اور اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر پانی سے باہر لے آئی پھر اُسے لے کر اپنے گھر چلی گئی۔

اس عجیب و غریب واقعہ پر حضرت سری سقطیؑ نے حضرت جنیدؑ کی طرف توجہ فرمائی اور عرض کیا کہ یہ کیا قصہ ہے؟

حضرت جنیدؑ نے فرمایا: "یہ عورت احکامِ الہیہ کے لیے اپنے آپ کو راستہ و پیرا تہ



رکھتی ہے۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس کے ساتھ یہ ہے کہ اس کے متعلق جب کوئی واقعہ ہوتا ہے۔ اسے پہلے اطلاع کی جاتی ہے اور اس غرق کے واقعہ سے اسے آگاہی نہیں دی گئی۔ اس لیے اس عورت نے اس واقعہ سے انکار کیا اور تہایت و ثوق سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔

○

۹۲۔ حضرت معروف کرخیؒ کے ماموں کو توwal شہر تھے۔ انہوں نے آپ کو جنگل میں اس حالت سے دیکھا کہ ایک کتا آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور ایک لقمہ خود کھاتے ہیں اور اس کو کھلاتے ہیں۔

یہ حالت دیکھ کر ماموں نے آپ سے کہا۔ ”تم کو حیا نہیں آتی کہ کتے کو کھانا کھلا رہے ہو؟“

آپ نے فرمایا۔ ”حیا ہی کی وجہ سے میں اسے کھلا رہا ہوں۔“ اور یہ کہہ کر جب آپ نے آسمان کی جانب دیکھا تو ایک پرندہ اپنی آنکھ اور چہرے کو پروں سے ڈھانپے ہوئے آپ کے دست مبارک پر اُپٹھا اور ماموں سے فرمایا۔

”خدا سے حیا کرنے والی ہر شے حیا کرتی ہے۔“

○

۹۳۔ ایک مرتبہ حضرت ابو تراب نجشیؒ کو جنگل میں انڈا اور روٹی کھانے کی خواہش ہوئی۔ لیکن اسی دم آپ راستہ بھول کر ایک ایسی جگہ چلے جہاں کچھ اہل قافلہ شور و غل مچا رہے تھے۔ وہ انہیں تنہا دیکھ کر آگے بڑھے اور لپٹ کر بولے۔ ”یہ وہی ہے جس نے ہمارا سامان چرایا ہے۔“

اتنا کہہ کر انہوں نے حضرت ابو تراب نجشیؒ کو پینا شروع کر دیا لیکن ایک بوڑھے نے انہیں شناخت کر لیا۔ وہ لوگوں سے بولا۔ ”یہ چوری نہیں کر سکتے، یہ تو بہت بڑے بزرگ ہیں۔“

یہ سن کر سب ان سے معافی کے خواست گار ہوئے لیکن انہوں نے لوگوں سے فرمایا۔ ”اے مجھے آپ لوگوں کی مار سے جو تکلیف پہنچی ہے اس کا شکوہ نہیں کیوں کہ آج میرے لو خوب ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔“



پھر اس بزرگ نے آپ کو اپنے گھر لے جا کر آپ کے سامنے انڈا اور روٹی رکھی لیکن آپ کو کھانے میں کچھ جھجک محسوس ہوئی۔ اسی وقت آپ کو ندرے غیبی آئی۔  
”تجھے خواہش کی سزا مل گئی، اب کھانا کھالے لیکن تیرے نفس کی خواہش سزا پائے بغیر کبھی پوری نہیں ہوگی۔“

○

۹۴۔ حضرت یحییٰ بن معاذ کے ایک بھائی بحیثیت مجاور کے مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔ انہوں نے مکہ سے آپ کو تحریر کیا۔

”مجھے تین چیزوں کی تمنا تھی۔ اول یہ کہ کسی متبرک مقام پر سکونت کا موقع مل جائے، دوم یہ کہ میری خدمت کے لیے ایک خادم بھی ہو۔ لہذا یہ دونوں خواہشیں پوری ہو گئیں۔ اب تیسری خواہش صرف یہ ہے کہ مرنے سے قبل ایک مرتبہ آپ سے ملاقات ہو جائے۔ خدا سے دعا کیجئے کہ یہ تمنا بھی پوری ہو جائے۔“

آپ نے اپنے بھائی کو یہ جواب روانہ کیا۔ ”انسان کو تو بذاتِ خود متبرک ہونا چاہیے تاکہ اس کی برکت سے جائے قیام بھی متبرک ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ آپ کو تو خادم بننا چاہیے تھا کہ مخدوم۔ سوم یہ کہ اگر آپ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوتے تو میں آپ کو ہرگز یاد نہ آتا۔“

لہذا یادِ الہی میں بہن بھائی بیوی بچے سب کو فراموش کر دینا چاہیے کیوں کہ وصالِ خداوندی کے بعد بندہ خود بخود سب کو بھول جاتا ہے اور اگر آپ خدا ہی کو نہ پاسکے تو پھر مجھ سے ملاقات بھی بے سود ہے۔ سبحان اللہ

○

۹۵۔ ایک دفعہ شاہ کسمان نے حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام بھیجا تو آپ نے تین دنوں کی مہلت طلب کی۔

ان تین دنوں میں آپ مسجد کے چاروں طرف محض اس نیت سے چکر کاٹتے رہے کہ کہ کوئی درویشِ کامل مل جائے تو وہ بیٹی کا نکاح اس سے کر دیں۔

چنانچہ تیسرے دن ایک بزرگ خلوصِ قلب کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرتے ہوئے مل گئے۔ آپ نے اس سے دریافت کیا۔ ”کیا تم نکاح کے خواہش مند ہو۔“



انہوں نے جواب دیا - "میں تو بہت ہی بد حال ہوں، مجھ سے کون اپنی لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے۔"

آپ نے فرمایا - "میں اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دیتا ہوں۔"

چنانچہ باہمی رضامندی سے نکاح ہو گیا اور جب آپ کی صاحبزادی شوہر کے پاس پہنچیں تو دیکھا کہ ایک کوزے میں پانی اور ایک ٹکڑا سٹوٹھی ہوئی روٹی کا رکھا ہے اور جب شوہر سے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو انہوں نے کہا - "آدھا پانی اور آدھی روٹی کل کھائی تھی اور آدھی آج کے لیے بچا رکھی تھی۔"

یہ سن کر جب بیوی نے اپنے والدین کے ہاں جانے کی خواہش کی تو شوہر نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سے جانتا تھا کہ شاہی خاندان کی لڑکی فقیر کے ساتھ گزارا نہیں کر سکتی۔ لیکن بیوی نے جواب دیا -

"یہ بات نہیں ہے، بلکہ میں تو اپنے والد سے یہ شکایت کرنے جا رہی ہوں کہ انہوں نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں تیرا نکاح کسی متقی سے کر رہا ہوں مگر اب مجھے معلوم ہو کہ میرا نکاح تو ایسے شخص سے کر دیا گیا ہے جو خدا پر قانع نہیں ہے اور دوسرے دن کے لیے کھانا بچا کر رکھتا ہے۔ یہ بات تو کل کے قطعی منافی ہے۔ لہذا اس گھر میں یا تو میں رہوں گی یا یہ روٹی رہے گی۔"



۹۶ - ایک مرتبہ بلخ میں قحط سالی ہو گئی، اسی دوران حضرت ابوعلی شفیق بلخی نے ایک غلام کو بازار

میں بہت خوش خوش جاتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اُسے روک کر پوچھا -

"لوگ تو قحط سے برباد ہوئے پھر رہے ہیں مگر تو کس بات پر خوش چلا جا رہا ہے۔"

اس پر غلام نے جواب دیا - "میرے آقا کے یہاں بہت غلہ موجود ہے اور وہ مجھے کبھی بھوکا نہیں رکھے گا۔"

آپ نے غلام سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی - "اے اللہ! جب ایک غلام کو اپنے

آقا پر اس قدر اعتماد ہے تو تیری ذات پر کیوں نہ اعتماد کروں جب کہ تو مالک المک ہے۔"

اتنا کہنے کے بعد حضرت ابوعلی شفیق بلخی نے سختی کے ساتھ دنیا سے کنارہ کشی کر لی۔ حتیٰ

کہ آپ کا توکل معراج کمال تک جا پہنچا اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے - "میرا استاد تو



ایک غلام ہے۔“

○

۹۷۔ ایک دن حضرت ابو بکر واسطیؓ کسی کام سے باغیچہ میں پہنچے تو ایک چھوٹے سے پرندے نے اُن کے سر پر اڑنا شروع کر دیا۔ آپ نے اُسے پکڑ کر اپنے ہاتھ میں لے کر دیا یا۔ اُسی وقت ایک چھوٹا سا پرندہ اُور آیا اور آپ کے سر پر بیٹھ کر جینے لگا۔ حضرت کو خیال آیا، کہ اُن کے ہاتھ میں جو پرندہ ہے، وہ یا تو اس آنے والے پرندے کا بچہ ہے یا اس کی مادہ ہے۔ چنانچہ رحم کرتے ہوئے انہوں نے اس پرندے کو چھوڑ دیا۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر واسطیؓ بیمار پڑ گئے اور ایک سال تک مسلسل بیمار پڑے رہے پھر ایک رات انہوں نے خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے عرض کیا۔

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بیماری اور کمزوری کی وجہ سے ایک سال سے بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہوں۔ لہذا آپ میرے لیے دعا فرمائیں۔“

حضورؐ نے فرمایا، یہ حالت اس پرندے کی شکایت کی وجہ سے ہوئی ہے جو اس نے اللہ کے حضور کی ہے، اس لیے مجھ سے کسی قسم کی معذرت بے نتیجہ ہے۔“

پھر ایک دن اسی بیماری کے دوران جب آپ تکیے کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے تو ایک اڑدہا بلی کے بچے کو منہ میں دبائے ہوئے نمودار ہوا۔ آپ نے اڑدہ کو ڈنڈا مارا جس پر بچہ اس کے منہ سے نکل گیا۔ اُسی وقت ایک بلی آکر اس بچے کو اپنے ساتھ لے گئی۔

بلی کے جاتے ہی حضرت ابو بکر واسطیؓ تندرست ہو گئے اور پھر کھڑے ہو کر نماز بھی ادا کی۔ اُسی شب آپ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے عرض کیا۔ ”حضورؐ! آج میں بالکل تندرست ہو گیا ہوں۔“

اس پر حضورؐ نے فرمایا۔

”ایک بلی نے اللہ تعالیٰ کے حضور تیرا شکر یہ ادا کیا ہے۔“

۹۸۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تتریؓ نے لوگوں سے فرمایا۔

”پیٹ بھر کر کھانے سے خواہشات نفسانی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہیں اور نفس اپنی



مُرادیں طلب کرنے لگتا ہے۔ حلال رزق سے محرومی خلوت نشینی کے لیے فائدہ مند نہیں ہو سکتی اور حلال رزق اُسی کو ملتا ہے جن کو خدا چاہے۔  
 جو شخص بھوک، ذلت اور قناعت کو اپنا لیتا ہے اسی کو لذتِ عبادت بھی حاصل ہوتی ہے اور فاقہ کش کو ابلیس بھی فریب نہیں دے سکتا اور رزقِ حلال سے مکمل اعضا عبادت کی جانب رہتے ہیں اور حرام رزق سے رغبت اور معیت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔“



۹۹ - حضرت عبداللہ خفیف فرماتے ہیں۔

”عہدِ شباب میں ایک شخص نے مجھے دعوت دی اور جب میں اس کے ہاں کھانے کے لیے بیٹھا تو معلوم ہوا کہ جو گوشت اس نے میرے لیے پکوا یا تھا، وہ گل سڑ گیا ہے لیکن چونکہ وہ شخص اپنے ہاتھوں سے نوالہ بنا کر مجھے کھلا رہا تھا اس لیے میں نے اس کی دل شکنی کی وجہ سے اُسے کچھ نہ کہا اور جب اس کی نظر میرے چہرے پر پڑی تو وہ تاڑ گیا کہ گوشت درست طریقے سے نہیں پکایا گیا ہے۔ اس پر وہ شرمندہ ہوا۔“

اس کے بعد میں اس شخص کے گھر سے حج کا قصد کر کے قافلہ کے ہمراہ جب قادسیہ پہنچا۔ تو اہل قافلہ راتہ بھول گئے اور کئی دنوں تک کھانے کے لیے کوئی شے نہ ملی۔ آخر کار اضطراری حالت میں چالیس دینار کا ایک کتا خریدا گیا اور گوشت بھون کر جب سب کھانے بیٹھے تو مجھے اُس شخص کا شرمندہ ہونا یاد آ گیا۔

میرے اس احساسِ ندامت کے ساتھ ہی کھویا ہوا راستہ مل گیا۔ پھر حج سے واپسی پر میں نے اس شخص کو تلاش کیا اور اس سے اپنی ناگواری کی معافی مانگتے ہوئے کہا۔

”اس دن تیرے یہاں سڑا ہوا گوشت میرے دل پر بوجھ بن گیا تھا لیکن دورانِ سفر کتے کا گوشت بھی مجھے برا معلوم نہ ہوا۔“



۱۰۰ - بغداد کی جامع مسجد میں ایک ایسے بزرگ قیام پذیر تھے جو ہمیشہ ایک ہی لباس پہنے

رہتے تھے۔ حضرت ابو محمد جریدی نے جب اُن سے اس کی وجہ پوچھی تو اُنہوں نے

کہا۔ ”میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ ایک جماعت نہایت قیمتی اور شاندار لباس



میں ملبوسِ حنبت میں دسترخوان پر بیٹھی ہوئی ہے۔ لیکن جب میں بھی اُن کے درمیان جا بیٹھا تو ایک فرشتہ نے مجھے وہاں سے اٹھاتے ہوئے کہا کہ تو اس جگہ بیٹھنے کے قابل نہیں کیوں کہ یہ سب وہ بندے ہیں جنہوں نے تاحیات ایک ہی لباس استعمال کیا ہے۔ چنانچہ اُس دن سے میں نے بھی ایک لباس کے سوا کبھی دوسرا لباس نہیں پہنا۔“



۱۰۱۔ حضرت بایزید بطنامیؒ کا ایک پڑوسی یہودی تھا۔ وہ کہیں باہر چلا گیا تو بیوی غربت کی وجہ سے اپنے گھر میں چراغ بھی روشن نہ کر سکی۔ اندھیرے کی وجہ سے اُس کا بچہ تمام رات روتا رہتا تھا۔

آپ کو پتہ چلا۔ تو آپ ہر رات اُس کے ہاں چراغ رکھ آتے۔ جب یہودی واپس آیا تو اُس کی بیوی نے اُسے تمام واقعہ سنایا جسے سُن کر یہودی بولا۔  
”کس قدر افسوس ناک ہے یہ بات کہ اتنا عظیم بزرگ ہمارا پڑوسی ہو اور ہم گمراہی میں زندگی بسر کریں۔“

چنانچہ میاں بیوی دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سچے دل سے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔



۱۰۲۔ عبد الواحد بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور تین رات یہ سوال کیا۔ کہ اے اللہ! مجھے اُس شخص کو دکھا دیجئے جو جنت میں میرا رفیق ہوگا۔  
میرے اس سوال پر ارشاد ہوا کہ اے عبد الواحد! جنت میں تیرا رفیق میمونہ سودا سے میں نے عرض کیا وہ کہاں ہے؟  
ارشاد ہوا کہ وہ کوفہ میں فلاں قبیلہ میں ہے۔

میں کوفہ میں اُس پتہ پر گیا اور لوگوں سے پوچھا کہ اس نام کی عورت کہاں ہے؟  
لوگوں نے جواب دیا۔ ”وہ تو ایک دیوانی ہے، بکریاں چرا یا کرتی ہے۔“  
میں نے کہا۔ ”میں اُس کو دیکھنا چاہتا ہوں۔“

ایک شخص نے جواب دیا۔ ”فلاں جنگل میں چلے جاؤ وہ مل جائے گی۔“



میں اس مقام پر گیا، دیکھا تو وہ کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی ہے اور اُس کے سامنے ایک عصاب پڑا ہے۔ وہ ایک اُون کا کپڑا پہنے ہوئے ہے اور اُس کپڑے پر یہ لکھا ہوا ہے۔

”یہ نہ تو بیچی جاسکتی ہے اور نہ خریدی“

اس کے علاوہ ایک عجیب واقعہ یہ بھی دیکھا کہ بکریاں اور بھیڑیے ایک جگہ چر رہے ہیں۔ نہ تو بھیڑیے بکریوں کو کھاتے ہیں اور نہ بکریاں بھیڑیوں سے ڈرتی ہیں۔ جب اُس نے مجھے دیکھا۔ تو نماز کو مختصر کیا اور سلام پھیر کر کہا۔

”اے ابنِ زید! اس وقت جاؤ، یہ وقت وعدے کا نہیں ہے۔ کل آنا“

میں نے پوچھا۔ ”تجھے کس نے بتایا ہے کہ میں ابنِ زید ہوں؟“

وہ بولی۔ ”یہ خبر نہیں، مگر حدیث میں ہے کہ روحیں شکر کی شکر ایک جگہ ہیں جن رُوحوں میں وہاں تعارف ہو گیا وہ یہاں بھی آپس میں ایک دوسری سے الفت کرتی ہیں اور جو وہاں ایک دوسرے سے ناواقف اور انجان رہیں ان کا یہاں بھی اختلاف رہتا ہے۔“

پھر میں نے اُسے کچھ اور نصیحت کرنے کو کہا۔

وہ کہنے لگی۔ ”جس بندے کو دنیا کی کوئی چیز حق تعالیٰ نے دی اور پھر وہ اُسی کی طلب میں رہا۔ اللہ تعالیٰ اُس سے اپنی خلوت کی محبت سلب فرمالیتا ہے اور قُرب کو بعد سے بدل دیتا ہے اور اُس کی بجائے وحشت اُس کے دل میں بٹھا دیتا ہے۔“ پھر میمونہ نے چند عبرت ناک اشعار پڑھے۔

پھر میں نے پوچھا۔ ”بھیڑیے بکریوں کے ساتھ کس طرح رہے ہیں؟“

اُس نے جواب دیا۔ ”جاؤ، یہ باتیں مت کرو۔ میں نے اپنے مولا سے صلح کر لی ہے اس لیے اس نے بھیڑیے اور بکریوں میں بھی محبت پیدا کر دی ہے۔“



۱۰۳۔ ایک مرتبہ کوئی جماعت کسی خطرناک راستہ پر سفر کرتا چاہتی تھی۔ چلنے سے پہلے لوگوں نے حضرت ابوالحسن خرقانیؒ سے عرض کیا کہ ہمیں کوئی ایسی دعا بتا دیجئے جس کی بدولت ہم راستے کے مصائب سے محفوظ رہ سکیں۔“

آپ نے فرمایا۔ ”جب تمہیں کوئی مصیبت آئے تو مجھ کو یاد کر لینا۔“



لوگ سفر پر روانہ ہو گئے۔ دورانِ سفر وہ آپ کی بات بھول گئے۔ راستے میں ان لوگوں کو ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ ایک شخص جس کے پاس مال و اسباب بہت زیادہ تھا جب ڈاکو اس کی جانب متوجہ ہوئے تو اس نے سچے دل سے آپ کو یاد کیا جس کے نتیجے میں وہ شخص اپنے مال و اسباب سمیت تمام لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ ڈاکوؤں کو اس شخص کے غائب ہو جانے پر بڑا تعجب ہوا۔ مگر جن لوگوں نے حضرت ابوالحسنؑ کو یاد نہیں کیا تھا وہ سب ڈاکوؤں کے ہاتھوں لٹ گئے۔

پھر ڈاکوؤں کی واپسی کے بعد وہ شخص اپنے ساتھیوں کی نظروں کے سامنے آ گیا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا: "تو کہاں غائب ہو گیا تھا؟" اس نے جواب دیا: "میں نے سچے دل سے حضرت ابوالحسنؑ کو یاد کیا تھا اور خدا نے اپنی قدرت سے مجھے سب کی نگاہوں سے پوشیدہ فرما دیا۔"

اس واقعہ کے بعد جب وہ جماعت خرقان واپس لوٹی تو لوگوں نے حضرت ابوالحسنؑ خرقانیؑ سے عرض کیا: "ہم صدقِ دل کے ساتھ خدا کو یاد کرتے رہے لیکن اس کے باوجود ہمارا مال لوٹ لیا گیا لیکن جس شخص نے آپ کو یاد کیا وہ بچ گیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟" آپ نے فرمایا: "تم صرف زبانی طور پر خدا کو یاد کرنے والے ہو مگر ابوالحسنؑ خلو ص قلب سے خدا کو یاد کرتا ہے۔ لہذا تمہیں چاہیے کہ تم ابوالحسنؑ کو یاد کرو لیا کرو کیوں کہ ابوالحسنؑ تمہارے لیے خدا کو یاد کرتا ہے اور خدا کو صرف زبانی یاد کرنا بے سود ہوتا ہے۔"



۱۰۴۔ حضرت مالک بن نیر روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز بصرہ کے جنگل میں گیا۔ وہاں دیکھا کہ ایک مقام پر سعدونؑ مجنوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا: "آپ کا کیا حال ہے؟"

سعدون نے فرمایا: "اے مالک! اس شخص کا کیا حال دریافت کرتے ہو جس کا صبح و شام بڑے بھاری سفر کا ارادہ ہو اور کچھ سامان اور توشہ اس کے پاس نہ ہو اور تمام بندوں کے حاکم اور عاقل کے ہاں اس کی پیشی ہو۔" یہ کہہ کر بہت روئے۔ میں نے پوچھا: "کیوں روتے ہو؟"

اس پر فرمایا: "قسم ہے اللہ کی کہ میں دنیا کی حُب میں یا موت اور مصائب کے ڈر سے



نہیں رہتا بلکہ اس وجہ سے کہ میری عمر کا ایک دن ایسا گزر گیا کہ اس میں مجھ سے اچھا عمل نہیں ہوا اور نیز مجھے زادِ راہ کی قلت اور راہ دور دراز ہونا اور سخت گھائی کا پیش آنا رلا رہا ہے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میرا ٹھکانا جنت ہے یا دوزخ۔

مالک دینار فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے یہ کلامِ حکمت آمیز سن کر کہا۔ ”لوگ تو آپ کو محبتوں کہتے ہیں مگر آپ تو بڑے عاقل ہیں۔“

سعدون نے فرمایا۔ ”آپ بھی لوگوں کے دھوکے میں آگئے۔ لوگوں نے مجھے محبتوں سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ مجھ میں کوئی بھی جنون کی بات نہیں۔ البتہ میرے مولا کی محبت میرے دل اور میرے گوشت پوست رگ ریشہ و ہڈیوں اور خون میں سج گئی ہے۔ اس محبت کی وجہ سے میں متحیر و فریفتہ ہوں۔“

میں نے عرض کیا۔ اے سعدون! آپ لوگوں کے پاس کیوں نہیں بیٹھتے اور ان سے کیوں نہیں ملتے جلتے۔“

یہ سن کر سعدون نے دوش پر پڑھے۔

(ترجمہ) عزیز لوگوں سے بالکل الگ رہا کر اور حق تعالیٰ کو اپنا مصاحب اور ساتھی بناؤ۔ لوگوں کو جس طرح چاہے آزما کر دیکھ لے۔ وہ ہر حالت میں تجھے بچھو ہی نظر آئینگے۔“



۱۰۵۔ حضرت ابراہیم ادھم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت جبرائیلؑ کو خواب میں دیکھا کہ وہ کوئی کتاب بغل میں دبائے ہوئے ہیں اور میرے پوچھنے پر کہ اس کتاب میں کیا ہے حضرت جبرائیل نے فرمایا۔ ”اس میں اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے نام درج کرتا رہتا ہوں۔“ میں نے پوچھا۔ ”کیا اس میں میرا نام بھی درج ہے۔“

حضرت جبرائیل نے فرمایا۔ ”تمہارا شمار خدا کے دوستوں میں نہیں ہوتا۔“

میں نے عرض کیا۔ ”میں اس کے دوستوں کا دوست ضرور ہوں۔“

میرے اس جواب پر کچھ دیر تک حضرت جبرائیلؑ ساکت رہے پھر فرمایا۔

”مجھے اللہ کی جانب سے یہ حکم ملا ہے کہ اس کتاب میں سب سے پہلے تمہارا نام درج

کروں۔ اس کے بعد دوسروں کا۔ کیوں کہ اس راستہ میں مایوسی کے بعد ہی امید ہوتی ہے۔“





۱۰۶۔ حضرت بشر حانیؑ کی توبہ کا واقعہ عیوں ہے کہ ایک دفعہ حالتِ دیوانگی میں کہیں چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک کاغذ پڑا ہوا ملا۔ اس کاغذ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم ط ۵ لکھا ہوا تھا، آپ نے اس کاغذ کو معطر سے معطر کر کے کسی بلند مقام پر رکھ دیا۔ اسی شب خواب میں کسی درویش نے دیکھا کہ انہیں منجانب اللہ یہ حکم ملا ہے کہ بشر حانی کو یہ خوشخبری بنا دو کہ ہمارے نام کو معطر کر کے جو تم نے تعظیماً ایک بلند مقام پر رکھا ہے۔ اس کی وجہ سے ہم تمہیں بھی پاکیزہ مراتب عطا کریں گے۔

جب وہ بزرگ خواب سے بیدار ہوئے تو انہیں خیال آیا کہ بشر حانی تو فسق و فجور میں مبتلا ہیں اس لیے شاید میرا خواب درست نہیں ہے لیکن جب دوسری اور تیسری مرتبہ بھی آپ کو یہی خواب آیا تو آپ بشر حانی کے گھر پہنچے۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ آپ شراب خانے میں ہیں اور جب وہ درویش شراب خانے میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ بشر حانی نشہ میں چورا اور بدست پڑے ہوئے ہیں۔

اس پر آپ نے ایک شخص سے کہا کہ وہ جا کر بشر حانی سے کہے کہ میں اس کے لیے ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہوں۔ چنانچہ جب اس شخص نے بشر حانی کو بزرگ کا پیغام دیا تو سن کر کانپ اٹھے اور بولے۔

”خدا جلنے وہ بزرگ میرے لیے عتابِ الہی کا پیغام لائے ہیں یا کسی اور سزا کا۔“  
اس پر آپ تائب ہو کر اسی وقت شراب خانہ سے باہر نکل گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت بشر حانی کو وہ مراتب عطا فرمائے کہ آپ کا ذکر بھی دلوں کے لیے سکون کا سبب بن گیا۔ آپ ننگے پاؤں پھرا کرتے تھے۔

کسی نے آپ سے پوچھا: ”آپ ننگے پاؤں کیوں پھرتے ہیں؟“

آپ نے فرمایا۔ ”اللہ تعالیٰ نے ۲۹ ویں پارہ سورہ نوح میں فرمایا ہے۔“

(آیت ترجمہ) ”زمین کو ہم نے بچھونا بنایا تمہارے آرام کے واسطے۔“

پس اللہ تعالیٰ کے بچھونے پر کیوں کر سوتا رکھوں۔“

اس دور میں جانوروں نے کوچہ و بازار میں گندگی کرنا چھوڑ دیا کہ مہاوا پاؤں بشر حانی کا بھر جائے۔ حافی ننگے پاؤں والے کو کہتے ہیں، ورنہ ان کا نام صرف بشر تھا۔

ایک مرتبہ کسی نے گلی میں گوبر پڑا دیکھا۔ اس پر اس نے کہا۔ ”بشر حانی نے رحلت



فرمائی ہے ” دریافت کیا تو حقیقت میں اسی وقت انتقال فرمایا تھا۔

○

۱۰۷۔ حضرت ابراہیمؑ اور ہمؑ ایک متوکل سے پوچھا۔ ”تمہارے پاس کھانا کہاں سے آتا ہے؟“  
اُس نے جواب دیا۔ ”یہ سوال تو آپ اللہ تعالیٰ سے کریں۔ میرے پاس تو ایسی بہبودہ  
بات کا جواب نہیں ہے۔“

○

۱۰۸۔ ایک مرتبہ حجام حضرت ابراہیمؑ اور ہمؑ کا خط بنا رہا تھا۔ کسی نے عرض کیا۔ حجام کو کچھ  
معاوضہ دے دیجئے گا۔

اُس پر آپ نے ایک تھیلی اٹھا کر اس کو دے دی لیکن اسی وقت اتفاق سے ایک  
سائل بھی آگیا اور حجام نے وہی تھیلی اُسے دے دی۔

یہ دیکھ کر آپ نے حجام سے فرمایا۔ ”اِس میں تو سونا اور اثرفیاں بھری ہوئی تھیں۔  
وہ بولا۔ ”اِس کا علم تو مجھ کو بھی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ انسان اپنے دل سے غنی ہوتا  
ہے نہ کہ دولت سے لیکن میں جس کی راہ میں لٹاتا ہوں شاید اِس سے آپ ناواقف ہیں۔“  
حضرت ابراہیمؑ اور ہمؑ فرماتے ہیں کہ اِس کا یہ جملہ سن کر مجھے بے حد ندامت ہوئی اور  
میں نے نفس سے کہا۔ تو نے جیسا کیا ویسی تمہیں سزا ملی

○

۱۰۹۔ حضرت ابراہیمؑ اور ہمؑ کسی پہاڑی پر بیٹھے ایک بزرگ سے مصروف گفتگو تھے۔

بزرگ نے سوال کیا۔ ”اہل حق کے مکمل ہونے کی کیا علامت ہے؟“

آپ نے فرمایا۔ ”اگر وہ پہاڑ کو چلنے کا حکم دیں تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دے۔“

آپ کے اتنا کہتے ہی پہاڑ حرکت میں آگیا۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ ”میں نے تجھے چلنے کو نہیں  
کہا تھا۔“ اِس پر پہاڑ رُک گیا۔

○

۱۱۰۔ ایک دفعہ حضرت ابراہیمؑ اور ہمؑ دریائے دجلہ کے کنارے اپنی گڈری سی رہے تھے۔ کسی

نے نزدیک آکر کہا۔ ”حکومت چھوڑ کر تم نے کیا حاصل کیا؟“

یہ سن کر آپ نے اپنی سوئی دریا میں پھینک دی۔ چند لمحوں بعد بے شمار مچھلیاں اپنے



اپنے منہ میں سونے کی ایک ایک سوئی دبائے ہوئے نمودار ہوئیں۔ آپ نے فرمایا۔  
 ”مجھے تو اپنی سوئی درکار ہے۔“ چنانچہ ایک مچھلی آپ کی سوئی بھی لے کر آگئی۔ آپ  
 نے اپنی سوئی لے کر اس شخص سے فرمایا۔  
 ”بھائی! حکومت کو خیر باد کہنے کے بعد یہی ایک معمولی سی شے حاصل ہوئی ہے۔“



۱۱۱۔ کسی نے حضرت بشر حافیؓ کو موسم سرما میں برہنہ اور کپکپاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔ آپ  
 اتنی اذیتیں کیوں برداشت کرتے ہیں؟  
 آپ نے فرمایا۔ ”اس وجہ سے کہ اس سردی میں فقراء صاحب حاجت ہوں گے۔ ان  
 کا کیا حال ہوگا اور میرے پاس اتنا دینے کو نہیں ہے کہ ان کی احتیاج ختم کر سکوں۔  
 اس لیے جسمانی طور پر ان کا شریک حال رہتا ہوں۔“



۱۱۲۔ ایک شخص مکہ میں نیند سے بیدار ہوا۔ تو دیکھا کہ جس تھیلی میں زر رکھا ہوا تھا وہ کسی نے  
 اڑالی ہے۔ ایک بزرگ عابد جو قریب ہی دیکھا تو انہی پر چوری کی تہمت لگا دی۔ وہ  
 عابد اُسے اپنے گھر لے گیا اور پوچھا کہ کتنی رقم تھی۔  
 اس نے کہا۔ ”اتنی۔“

عابد نے اتنی ہی رقم اُسے حوالے کر دی۔ جونہی وہ شخص عابد کے گھر سے باہر نکلا تو اُسے  
 بتایا گیا کہ فلاں دوست نے بونہی مذاق کے طعنہ پر وہ تھیلی وہاں سے اٹھالی تھی۔  
 وہ شخص عابد کی رقم واپس کرنے آیا تو اس نے واپس لینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ ”یہ رقم  
 تمہیں دیتے وقت میں نے ”فی سبیل اللہ“ کہہ دیا تھا۔ لہذا یہ رقم واپس لینے کا سوال  
 ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

آخر جب اُس نے بہت ہی اصرار کیا، تو کہا۔ ”میں تو یہ رقم کسی صورت میں بھی واپس  
 نہیں لوں گا۔ ہاں یوں کرو کہ اسے غریبوں میں بانٹ دو۔“  
 چنانچہ اُس شخص نے وہ رقم غریبوں کے درمیان بانٹ دی۔ بزرگانِ سلف اللہ کے نام  
 پر دی ہوئی کوئی بھی شے واپس نہیں لیا کرتے تھے۔





۱۱۳۔ ایک مرتبہ کوئی قافلہ اُس راہ سے گذر رہا تھا۔ جس راہ پر حضرت فضیل بن عیاض اور اُن کے ساتھی قافلے لوٹا کرتے تھے۔ قافلہ والوں کو جلد ہی پتہ چل گیا کہ وہ ڈاکوؤں کے گھیرے میں آگئے ہیں۔

قافلے والوں کے ایک مالدار کے پاس بہت رقم تھی۔ چنانچہ اس نے ڈاکوؤں کے خوف سے یہ سوچ کر کہ اگر رقم ہی بچ جائے تو بہت اچھا ہے اور صحرا میں رقم دفن کرنے کیلئے جگہ کی تلاش میں نکلا تو وہاں ایک بزرگ کو مصیلتے بچھائے تسبیح پڑھتے دیکھ کر مطمئن سا ہو گیا اور وہ رقم بطور امانت کے اُنکے پاس رکھ کر جب قافلہ میں پہنچا، تو پورا قافلہ ڈاکوؤں کی نظر ہو چکا تھا۔

چنانچہ وہ شخص جب اپنی رقم کی واپسی کے لیے اُن بزرگ کے پاس گیا تو دیکھا۔ وہ شخص ڈاکوؤں کے ساتھ مل کر مالِ عنیمت تقسیم کر رہے ہیں۔ اس بچارے نے اظہارِ تاسف کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے ہی ہاتھوں اپنی رقم ایک ڈاکو کے حوالے کر دی۔ لیکن فضیل نے اُسے اپنے قریب بلا کر پوچھا کہ یہاں کیوں آئے ہو۔ اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ اپنی رقم کی واپسی کے لیے ”

آپ نے فرمایا ”جس جگہ رکھ کر گئے تھے، وہیں سے اٹھالو“

جب وہ شخص اپنی رقم مصیلتے پر سے اٹھا کر واپس ہو گیا تو آپ کے ساتھیوں نے پوچھا۔ ”یہ رقم باہمی تقسیم کرنے کی بجائے آپ نے واپس کیوں کر دی؟“

آپ نے فرمایا۔ ”اُس نے مجھ پر اعتماد کیا اور میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہوں۔“

یہ واقعہ حضرت فضیل بن عیاض کے اُس دور کا ہے جب آپ پوری طرح سے تائب نہیں ہوئے تھے۔ البتہ قافلے لوٹنے کے دور میں بھی آپ نماز و روزہ کے سختی سے پابند تھے)



۱۱۴۔ ایک دن لوگوں نے حضرت ابراہیم ادھم سے سوال کیا۔ ”حالتِ فقر میں آپ کو بھی مسرت بھی حاصل ہوئی؟“

آپ نے فرمایا بہت مرتبہ، ایک مرتبہ میں گندے کپڑوں اور بڑھے ہوئے بالوں کی حالت میں کشتی پر سوار ہو گیا اور اہل کشتی میرا مذاق اڑانے لگے۔ حتیٰ کہ ایک مسخرہ بار بار



میرے بال نوجوا اور گھونے مارتا رہا۔

چنانچہ اُس وقت مجھے اپنے نفس کی رسوائی پر بے حد مسرت ہوئی اور پھر اسی دوران دریا میں طوفان آگیا اور ملاح نے کہا کہ اس دیوانے کو دریا میں پھینک دو اور جب لوگوں نے میرا کان پکڑ کر پھینکنا چاہا تو طوفان مٹھ گیا اور مجھے اپنی ذلت پر بے حد خوشی ہوئی۔



۱۱۵- حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ملک شام میں گیا تو وہاں ایک خوب صورت باغ میں ہوا۔ اس باغ میں میں نے ایک نوجوان کو سیدب کے درخت کے نیچے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا۔ اُس نے کچھ جواب نہ دیا دوسری مرتبہ پھر میں نے سلام کیا تو اس نے اپنی نماز کو ختم کر کے زمین پر اُنگلی سے یہ شعر لکھے۔

(ترجمہ) ”زبان بولنے سے اس لیے روکی گئی ہے کہ وہ طرح طرح کی مصیبتوں اور آفتوں کی غار ہے اور آفات کو کھینچنے والی ہے۔ اس لیے تمہیں چاہیے کہ جب بولو، اللہ ہی کا ذکر کرو اور اُسے کسی وقت بھی نہ بھولو اور ہر حالت میں اس کی حمد کرتے رہو۔“

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ میں یہ دیکھ کر بہت دیر تک روتا رہا اور پھر میں نے بھی جواب میں زمین پر اُنگلی سے یہ شعر لکھ دیئے۔

(ترجمہ) ”ہر لکھنے والا ایک دن قبر میں خاک ہو جائے گا اور اس کے اعمال ہمیشہ باقی رہیں گے۔ اس لیے تمہیں لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے ایسی شے کے سوا کہ جس کے دیکھنے سے قیامت میں خوشی و مسرت ہو، کچھ نہ لکھو۔“

اُس جوان نے یہ اشعار پڑھ کر ایک چیخ ماری اور جاں بحق تسلیم کی۔ میں نے چاہا کہ اُسے غسل دے کر دفن کروں کہ یکا یک مجھے کوئی پکار کر کہنے لگا۔

”ذوالنون! اسے چھوڑ دے، حق تعالیٰ نے اس سے وعدہ فرمایا ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین فرشتے کریں گے۔“

ذوالنون لکھتے ہیں، میں یہ سن کر الگ ہو گیا اور درخت کے نیچے نماز پڑھنے لگا۔ چند رکعتیں پڑھ کر جو میں نے لاش کی جانب دیکھا تو وہاں نشان تک نہ پایا اور نہ اُس کی کچھ خبر ہوئی۔





۱۱۶۔ ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ تجارت کی غرض سے روم گئے اور جب وہاں کے وزیر کے پاس بغرض ملاقات پہنچے تو وہ کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اُس نے پوچھا۔ "کیا آپ بھی میرے ساتھ چلیں گے۔"

حضرت کے اثبات پر دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگل میں جا پہنچے۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ انتہائی قیمتی کپڑے کا ایک خیمہ ہے اور اُس کے چاروں طرف مسلح فوجی طواف کر کے واپس جا رہے ہیں۔ پھر علماء اور باحشمت افراد وہاں پہنچے اور خیمہ کے قریب کچھ کہہ کر رخصت ہو گئے۔ پھر حکماء اور میرمنشی وغیرہ پہنچے اور کچھ کہہ کر چل ویسے پھر نہایت خوب و کنیزیں زرد جواہر کے تھال تھر پڑکھے ہوئے آئیں اور وہ بھی اسی طرح کچھ کہہ کر چلی گئیں۔ پھر بادشاہ اور وزیر بھی کچھ کہہ کر واپس ہو گئے۔ آپ نے حیرت زدہ ہو کر جب وزیر سے واقعہ معلوم کیا تو اس نے بتایا۔

"بادشاہ کا ایک خوب و جوان بیٹا مر گیا تھا اور وہی اس خیمہ میں دفن ہے۔ چنانچہ آج کی طرح ہر سال یہاں تمام لوگ آتے ہیں۔ سب سے پہلے فوج آکر کہتی ہے کہ اگر جنگ کے ذریعے تیری موت ٹل سکتی تو ہم جنگ کر کے تجھے موت کے ہاتھوں سے واپس لے لیتے مگر اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا ممکن نہیں۔"

اس کے بعد حکماء آکر کہتے ہیں کہ اگر عقل و حکمت سے موت کو روکا جاسکتا تو ہم یقیناً روک لیتے۔ پھر علماء و مشائخ آکر کہتے ہیں کہ اگر دعاؤں سے موت کو دفع کیا جاسکتا تو ہم دفع کر دے۔ پھر حسین کنیزیں آکر کہتی ہیں کہ اگر حُسن و جمال سے موت کو ٹالا جاسکتا تو ہم ٹال دیتیں۔ پھر بادشاہ وزیر کے ساتھ آکر کہتا ہے کہ اے میرے بیٹے! ہم نے حکماء اور اطباء کے ذریعے بہت کوشش کی لیکن تقدیر الہی کو کون مٹا سکتا ہے اور اب آئندہ سال تک تجھ پر بہارا سلام ہو۔ یہ کہہ کر وہ واپس ہو جاتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے یہ واقعہ سن کر قسم کھائی کہ زندگی بھر کبھی نہیں ہنسوں گا اور دنیا سے بیزار ہو کر فکر آخرت میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔



۱۱۷۔ حضرت حاتمِ اعممؒ نے لوگوں سے فرمایا۔

"اگر اہل دنیا یہ پوچھیں کہ تم اعممؒ سے کیا حاصل کیا ہے تو یہ کہیں نہ کہنا کہ ہم نے



اس سے علم و حکمت حاصل کیے بلکہ یہ کہنا کہ ہم نے صرف دو باتیں سیکھی ہیں۔  
 اول یہ کہ جو شے اپنے قبضہ میں ہو اس پر خوش رہو۔ دوم اس چیز کی توقع کبھی نہ رکھو  
 جو اپنے قبضہ میں نہ ہو۔

کسی تو نگر نے آپ کو کچھ رقم دینے کی پیش کش کی تو آپ نے اُسے منع کرتے ہوئے فرمایا۔  
 ”میں اس ڈر سے تم سے یہ رقم نہیں لیتا کہ تیری موت کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ سے یہ کہنے  
 کا موقع نہ ملے کہ زمین کا رزاق تو مر گیا اس لیے اب تو میری ضروریات پوری کر۔“



۱۱۸۔ حضرت احمد حواریؒ کا اپنے پیر و مرشد حضرت سلیمان دارانیؒ سے یہ معاہدہ تھا کہ ہم دونوں  
 کسی بات میں بھی ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کریں گے۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان دارانیؒ عالم و جد میں تھے کہ آپ نے احمد حواریؒ سے فرمایا۔  
 ”کیا تنور گرم ہے؟“ پھر اسی وجدانی کیفیت میں آپ نے حضرت احمد حواریؒ سے  
 فرمایا۔ ”تم جا کر تنور میں بیٹھ جاؤ۔“

یہ معاہدہ کے مطابق فوراً جلتے تنور میں جا بیٹھے اور پھر کچھ دیر کے بعد جب حضرت  
 سلیمانؒ کو یاد آیا کہ میں نے تو حالت وجد میں احمد حواریؒ کو تنور میں بیٹھنے کو کہہ دیا تھا۔  
 اس بات کا خیال کرتے ہی آپ نے دیکھا تو احمد حواریؒ کو تنور میں بیٹھے پایا اور جب حضرت  
 سلیمانؒ دارانی کے کہنے پر باہر نکلے تو آگ نے آپ کے اوپر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔



۱۱۹۔ جب حضرت احمد حواریؒ اپنی بیوی کے ہمراہ حضرت بایزیدؒ سے ملاقات کے لیے پہنچے تو  
 آپ کی بیوی نے اُن سے نہایت بیباکانہ طور پر گفتگو کی اور ان کا طریقہ گفتگو  
 آپ کو سخت ناگوار گزرا اور آپ نے تنبیہ کی کہ غیر مردوں سے بیباکانہ گفتگو زیب  
 نہیں دیتی۔

لیکن بیوی نے جواب دیا۔ ”خوابش نفس کی تکمیل میں جس طرح آپ میرے رازداں ہیں  
 اسی طرح حضرت بایزیدؒ خوابش طریقت میں میرے ہمراز ہیں اور انہی کی وجہ سے  
 مجھے دیدارِ الٰہی نصیب ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ تو میری صحبت کے متمنی  
 رہتے ہیں اور وہ اس سے بے نیاز ہیں۔“



ایک دن حضرت بایزیدؒ نے ان کے ہاتھ پر ہندی لگی دیکھ کر پوچھا۔ "فاطمہ یہ ہندی کیوں لگائی ہے۔"

انہوں نے عرض کیا۔ "اب تک آپ نے میرے ہاتھ اور ہندی پر نظر نہیں ڈالی تھی اس لیے میں آپ کے نزدیک بیٹھ جاتی تھی لیکن آج سے آپ کی صحبت میرے لیے ناجائز ہے۔" اس کے بعد حضرت احمدؒ بیوی سمیت نیشاپور میں مقیم ہو گئے۔

۱۲۰۔ حضرت ابو علی شفیق بلخیؒ ایک خاص واقعہ سے متاثر ہو کر تائب ہوئے تھے۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ جب آپ بغرض تجارت ترک کی پہنچے تو وہاں کا ایک مشہور بت کدہ دیکھنے پہنچ گئے اور وہاں ایک پجاری سے فرمایا۔

"تجھے ایک قادر اور زندہ خدا کو نظر انداز کر کے ایک بے جان بت کی پوجا کرتے ہوئے ندامت نہیں ہوتی۔"

اُس نے جواب دیا۔ "آپ جو حصول رزق کے لیے دنیا بھر میں تجارت کرتے پھرتے ہیں۔ اس سے ندامت نہیں ہوتی اور کیا آپ کا خالق گھر بیٹھے رزق پہنچانے پر قادر نہیں ہے۔"

بت پرست کی بات دل پر اثر کر گئی۔ آپ اسی وقت وطن واپس چل پڑے۔ راستے میں کسی نے آپ سے آپ کا پیشہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ "میں تجارت کرتا ہوں۔"

اس نے آپ کی اس بات پر آپ کو طعنہ دیتے ہوئے کہا۔ "آپ کے مقدر کا جو کچھ ہے وہ تو گھر بیٹھے بھی میسر آ سکتا ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ شاید آپ خدا پر شاکر نہیں ہیں۔" اس واقعہ سے آپ اور زیادہ متاثر ہوئے اور جب گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ شہر کے ایک سردار کا کتا گم ہو گیا ہے اور شبہ میں آپ کے ہمسایہ کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے سردار کو یقین دلا کر کہ تمہارا کتا تین یوم کے اندر اندر مل جائے گا اپنے ہمسایہ کو رہا کر دیا اور جس نے کتا چوری کیا تھا وہ تیسرے دن آپ کے پاس کتالے کو پہنچ گیا۔ اس پر آپ نے سردار کے ہاں کتا بھجوانے کے بعد دنیا سے کنارہ کشی کر لی۔



۱۲۱ - حضرت داؤد طائیؑ کے تائب ہونے کا واقعہ یوں ہے کہ کسی گویے نے آپ کے سامنے مندرجہ ذیل شعر پڑھا -

(ترجمہ) کون سا چہرہ خاک میں نہیں ملا اور کون سی آنکھ زمین پر نہیں بہی  
یہ سن کر عالم بے خودی میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں پہنچ گئے اور اپنا پورا  
واقعہ بیان کر کے کہا - "میری طبیعت دنیا سے اچھا ہو چکی ہے اور ایک نامعلوم  
سی شے قلب کو مضطرب کیے ہوئے ہے۔"

یہ سن کر امام صاحبؒ نے فرمایا - "گوشہ نشینی اختیار کر لو۔"  
چنانچہ اسی وقت سے آپ گوشہ نشین ہو گئے پھر کچھ عرصہ کے بعد امام صاحبؒ نے فرمایا -  
"اب یہ بہتر ہے کہ لوگوں سے رابطہ قائم کر کے ان کی باتوں پر صبر و ضبط سے کام لو۔"  
چنانچہ ایک برس تک تعمیل حکم میں بزرگوں کی صحبت میں رہ کر ان کے اقوال سے بہرہ ور  
ہوئے لیکن خود ہمیشہ خاموش رہتے تھے۔



۱۲۲ - حضرت ابوسلیمان دارانیؒ نے لوگوں سے فرمایا: احتلام بھی ایک تہر ہے جو شکم  
سیری کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ اور اس کے علاوہ شکم سیری چھ اور خرابیوں کو جنم دیتی  
ہے۔ اقل عبادت میں دل نہ لگتا۔ دوم حکمت کی باتیں یاد نہ رہنا۔ سوم شفقت کرنے  
سے محروم ہو جانا۔ چہارم عبادت کا بار خاطر بن جانا۔ پنجم خواہشات نفسانی میں ارضا  
ہو جانا۔ ششم پاخانہ سے اتنی مہلت نہ ملنا جو مسجد میں جا کر عبادت کر سکے۔



۱۲۳ - انتقال کے وقت لوگوں نے حضرت سلیمان دارانیؒ سے عرض کیا - "آپ اس خدا  
کے پاس جا رہے ہیں جو غفور الرحیم ہے۔ لہذا ہمیں کوئی بشارت دے دیجئے۔"  
آپ نے فرمایا - "میں تو اس خدا کے پاس جا رہا ہوں جو گناہِ صغیرہ پر محاسبہ کرتا  
ہے اور گناہِ کبیرہ پر سزا دیتا ہے۔" اتنا کہنے کے بعد آپ نے انتقال فرمایا۔



۱۲۴ - حضرت مالک دینارؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے ایک دن حضرت حسن بصریؒ سے راجیہ  
کہ لوگوں کی تباہی کس چیز میں پوشیدہ ہے، تو آپ نے فرمایا - کہ مردہ ولی میں سے



میں نے پوچھا۔ ”مردہ دلی کا کیا مطلب ہے؟“  
حضرت نے فرمایا۔ ”دنیا کی جانب راغب ہو جانا مردہ دلی ہے۔“



۱۲۵۔ ایک مرتبہ حضرت حبیب عجمیؒ کسی کونے میں بیٹھے ہوئے فرما رہے تھے کہ جس کا قلب تجھ سے مسرور نہ ہو، اس کو کوئی مسرت حاصل نہیں ہوئی اور جس کو تجھ سے افس نہ ہو، اس کو کسی سے افس نہ ہو۔“

لوگوں نے پوچھا۔ ”جب آپ گوشہ نشین ہو کر دنیا کی تمام باتوں سے الگ ہو چکے ہیں تو یہ بتائیے کہ رضا کس شے میں ہے؟“  
آپ نے فرمایا، ”رضا تو صرف اسی قلب کو ہے جس میں کوئی کدورت نہ ہو۔“



۱۲۶۔ ایک دن حضرت محمد سماکؒ اور حضرت ذوالنونؒ حضرت رابعہ بصریؒ کے یہاں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں حضرت عقبہؒ بھی نیا لباس زیب تن کیے اور اکڑتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ حضرت سماکؒ نے پوچھا۔ ”یہ آج کیسی چال چل رہے ہو؟“

حضرت عقبہ بن غلامؒ نے فرمایا۔ ”میرا نام غلام جبار ہے اسی لیے اکڑ کر چل رہا ہوں۔“  
یہ کہتے ہی غش کھا کر زمین پر گر گئے اور جب لوگوں نے پاس جا کر دیکھا تو آپ کو مردہ پایا اس کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کا نصف چہرہ سیاہ پڑ گیا ہے اور آپ سے جب اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا۔

”ایک مرتبہ دور طالب علمی میں بڑے وارھی مونچھوں والے ایک خوب صورت لڑکے کو غور سے دیکھا تھا۔ چنانچہ جب مرنے کے بعد مجھے جنت کی جانب لے جایا جا رہا تھا تو جہنم پر سے گذرتے ہوئے ایک سانپ نے میرے رخسار پر کھٹتے ہوئے کہا۔ کہ بس ایک نظر دیکھنے کی یہ سزا ہے اور اگر تو کبھی اس لڑکے کو زیادہ توجہ سے دیکھتا تو میں بھی تجھے بہت زیادہ اذیت پہنچاتا۔“

۱۲۷۔ نمیفہ ہارون الرشید نے ایک مرتبہ قسم کھائی کہ وہ پیدل حج کو جائے گا اور جب حج کے دن قریب آئے تو افاق سے بیت اللہ تک نہایت قیمتی بیش قیمت منملی فرش بچھائے



گئے۔ اس پر خلیفہ پا پیادہ چلا۔ جب وہ چلتے چلتے تھک گیا تو ایک مقام پر ایک میل کے سہارے بیٹھ گیا۔ اسی حالت میں تھا کہ سعدون مجنوں کا اس طرف گند ہوا اور خلیفہ سے ملا۔

سعدون نے چند اشعار پڑھے جن کا مضمون یہ تھا۔ "مان لے اور فرص کر لے کہ دنیا تیرے موافق ہے۔ لیکن کیا حاصل کیا موت نہ آئے گی۔ پس تو دنیا کو کیا کر لے گا تجھے تو ایک میل ہی کافی ہے۔ اے طالب دنیا خبردار ہو۔ دنیا کو اپنے دشمن کے لیے چھوڑ دے۔ جس طرح زمانہ نے تجھے ہنسایا، اسی طرح یہ زمانہ ایک دن تجھے رلائے گا۔"

ہارون الرشید نے جب یہ اشعار سنے۔ ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا اور اتنی دیر بے ہوش رہا کہ تین نمازیں فوت ہو گئیں۔ جب ہوش آیا تو حضرت سعدون کو تلاش کروایا۔ مگر ان کا کہیں پتہ نہ ملا۔



۱۲۸۔ کسی شخص نے حضرت ذوالنون مصریؒ کو اطلاع دی کہ فلاں مقام پر ایک نوجوان عابد ہے اس اطلاع پر جب آپ اس سے نیاز حاصل کرنے پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک درخت پر اٹھا لٹکا ہوا۔ اپنے نفس سے مسلسل یہ کہہ رہا ہے کہ جب تک عبادتِ الہی میں میری مہنوائی نہیں کر لے گا۔ میں تجھے یوں ہی اذیت دیتا رہوں گا جتنی کہ تیری موت واقع ہو جائے۔

یہ واقعہ دیکھ کر آپ کو اس پر ایسا ترس آیا کہ رونے لگے اور جب عابد نوجوان نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ جو ایک بے حیا معصیت کار پر ترس کھا کر رو رہا ہے۔ یہ سن کر آپ نے اس کے سامنے جا کر سلام کیا اور حال احوال پوچھا۔

اس پر اس نے حضرت ذوالنون مصریؒ کو بتایا۔ "چوں کہ یہ بدن عبادتِ الہی پر آمادہ نہیں ہے۔ اس لیے یہ سزا دے رہا ہوں۔"

آپ نے کہا۔ "مجھے تو یہ گمان ہوا کہ شاید تم نے کسی کو قتل کر دیا ہے یا کوئی گناہِ عظیم سرزد ہو گیا ہے۔"

اس نے جواب دیا۔ "تمام گناہ مخلوق سے میل جول کی وجہ سے جنم لیتے ہیں۔ اس



یہ میں مخلوق سے رسم و راہ کو بڑا گناہ تصور کرتا ہوں۔“  
 آپ نے فرمایا۔ ”تم تو واقعی بہت بڑے زاہد ہو۔“  
 اس نے جواب میں کہا۔ ”اگر تم کسی بڑے زاہد کو دیکھنا چاہتے ہو تو سامنے کے  
 پہاڑ پر جا کر دیکھو۔“

چنانچہ اس کے کہنے پر جب آپ پہاڑ پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک نوجوان جس کا ایک پیر  
 گنا ہوا باہر پڑا تھا اور حیم بھی کپڑوں کی خوراک بنا ہوا تھا۔ آپ نے اس سے اس  
 صورتِ حال کے بارے میں پوچھا تو وہ نوجوان بولا۔

”ایک دن میں اسی جگہ مصروفِ عبادت تھا کہ ایک خوب صورت عورت سامنے سے  
 گزری جس کو دیکھ کر میں فریبِ شیطانی میں مبتلا ہوا، اس کے نزدیک پہنچ گیا۔  
 اس وقت مجھے یہ ندامتانی دی کہ اے بے غیرت! تیس سال خدا کی عبادت و اطاعت  
 میں گزار کر آج شیطان کی عبادت کرنے چلا ہے۔ لہذا میں نے اسی وقت اپنا ایک پیر  
 قطع کر دیا کہ گناہ کے لیے پہلا قدم اسی پیر سے بڑھایا تھا۔ اب آپ ہی بتائیے کہ آپ مجھ  
 جیسے گناہ گار کے پاس کیوں آئے ہیں اور اگر واقعی آپ کو کسی بڑے زاہد کی جستجو ہے، تو  
 اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے جائیے۔“

لیکن جب پہاڑ کی بلندی کی وجہ سے آپ کا اوپر پہنچنا ناممکن ہو گیا تو اس نوجوان نے خود  
 ہی اس بزرگ کا قصہ شروع کر دیا۔ اس نے بتایا۔

”پہاڑ کی چوٹی پر جو بزرگ ہیں، ان سے ایک دن کسی نے یہ کہہ دیا کہ روزی محنت سے  
 حاصل ہوتی ہے۔ بس اس دن سے سے انہوں نے یہ عہد کر لیا کہ جس روزی میں مخلوق  
 کا ہاتھ ہوگا وہ میں استعمال نہیں کروں گا اور جب بغیر کچھ کھائے چند دن گزر گئے،  
 تو اللہ تعالیٰ نے شہر کی مکھیوں کو حکم دے دیا کہ ان کے گرد جمع ہو کر انہیں شہر مٹیا  
 کرتی رہیں۔ چنانچہ ہمیشہ وہ شہر ہی استعمال کرتے ہیں۔“

یہ سن کر حضرت ذوالنون نے درسِ عبرت حاصل کیا اور اسی وقت سے ریاضت و عبادت  
 میں مصروف ہو گئے۔



۱۲۹ - ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامی کسی بزرگ سے نیاز حاصل کرنے پہنچے۔ جس



جس وقت آپ اُن کے نزدیک جا بیٹھے تو دیکھا کہ انہوں نے قبلہ کی جانب تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر آپ ملاقات کیے بغیر واپس آگئے اور لوگوں سے فرمایا "اگر وہ بزرگ مدارجِ طریقت کو جانتا تو شریعت کے منافی کام نہ کرتا۔"

آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ مسجد جلتے وقت راستے میں بھی نہ تھوکتے۔ سفرِ حج میں چند قدموں کے بعد آپ نماز ادا کرتے ہوئے فرماتے کہ بیت اللہ دنیاوی بادشاہوں کا دربار نہیں جہاں انسان ایک دم پہنچ جائے۔

اسی احترام کی بدولت آپ بارہ سال کے بعد مکہ معظمہ پہنچے۔



۱۳۰۔ ایک دفعہ کوئی درویش حضرت شاہ رکن عالمؒ کی، جو کہ حضرت زکریا ملتانیؒ کے پوتے تھے شہرت سُن کر خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے چہرے پر نور دیکھ کر اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اس کا راز آپ کی غذا میں پوشیدہ ہے۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ میں آپ سے وہی غذا طلب کروں گا جو آپ خود کھاتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی خانقاہ میں درویشوں کے لیے جو غذا مہیا کی جاتی تھی۔ وہ کسی امیر کے دسترخوان پر بھی نہ ہوتی تھی۔ درویش نے یہ غذا کھانے سے انکار کر دیا اور اصرار کیا کہ میں وہی غذا کھاؤں گا جو شاہ صاحبؒ کھاتے ہیں۔ لوگوں نے اس کو بہت سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا۔

آخر شاہ رکن عالمؒ کو اطلاع دی گئی اور انہوں نے اپنے دسترخوان سے اُس کے لیے کھانا بھجوایا۔ درویش یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس میں جو کی روٹیاں اور بے نمک مہزی کے سوا کچھ نہ تھا وہ یہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا اور تنہائی میں جا کر حضرت سے معافی مانگی۔



۱۳۱۔ بیت سے کرور لعل حسین میں دربار حضرت لعل حسینؒ کا ہے۔

حضرت لعل حسینؒ کا واقعہ ہے کہ دریائے سندھ میں طغیانی آئی ہوئی تھی۔ اس علاقہ کا دریا میں غرق ہونے کا خطرہ تھا۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب دریائے سندھ سخت جوش میں ہے۔ کیا کیا جائے، توجہ فرمائیں۔ اس پر



آپ دریائے سندھ کے کنارے تشریف لے گئے اور ایک لکڑی کا ٹکڑا زمین میں گاڑ دیا پھر دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

”یہ دریا کی حد ہے۔ آئندہ اس جگہ سے آگے دریائے سندھ نہیں بڑھے گا۔“  
آپ کی زبان کا یہ اثر ہوا کہ کروڑوں سالوں کا شہر بالکل دریائے سندھ کے کنارے پر ہے لیکن آج تک اس جگہ سے دریائے سندھ نے تجاوز نہیں کیا۔



۱۳۲۔ ایک مرتبہ سخت قحط پڑ گیا جس پر لوگوں نے حضرت لعل حسینؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بارش کے لیے دعا کرنے کے لیے عرض کیا۔

آپ نے دعا فرمائی، خوب بارش ہوئی۔ پھر لوگوں نے شکایت کی کہ اب گندم کا بیج نہیں ہے۔ کیا بوئیں فصل کیسے ہوگی۔“

آپ نے فرمایا۔ ”بھوسہ زمین میں ڈال دو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے گندم کے بیج کا کام دے گا۔“

اس پر لوگوں نے واقعی گندم کا بھوسہ زمین میں ڈال دیا۔ گندم خوب ہوئی اور قحط سالی کا خاتمہ ہو گیا۔



۱۳۳۔ ایک دفعہ حضرت احمدؒ کسی بزرگ کی خاتقاہ میں بوسیدہ لباس پہنے ہوئے پہنچے۔ تو وہاں کے لوگوں نے آپ کو حقارت سے دیکھا لیکن آپ خاموش رہے۔

پھر ایک مرتبہ کنوئیں میں ڈول گر گیا۔ تو آپ نے انہیں بزرگ کے یہاں جا کر کہا کہ دعا فرما دیجئے کہ ڈول کنوئیں سے باہر آجائے۔“

یہ سن کر وہ بزرگ حیرت زدہ رہ گئے لیکن آپ نے فرمایا۔ اگر اجازت ہو تو میں خود دعا کروں۔“

چنانچہ اجازت کے بعد جب آپ نے دعا فرمائی تو ڈول خود بخود کنوئیں سے باہر آ گیا۔ یہ دیکھ کر ان تمام لوگوں نے آپ کی تعظیم کی تو آپ نے فرمایا۔  
”اپنے مریدوں کو ہدایت فرمادیں کہ مسافر کو تحقیر کی نظر سے نہ دیکھا کریں۔“





۱۳۴۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کا حافظہ بہت اچھا تھا۔ ایک مرتبہ جو بات سن لیتے وہ دل میں اتر جاتی۔ ابتدائی عمر میں ہی آپ نے تمام علوم حاصل کر لیے۔ آپ بڑے بڑے مسائل منٹوں میں حل کر دیتے تھے۔

ایک دن اچانک حضرت بوعلی قلندرؒ کی طبیعت میں انقلاب آ گیا۔ حاضرین معمول کے مطابق مجلس میں حاضر تھے مگر آپ نے کسی سے کوئی بات نہ کی۔ لوگ حیران تھے کہ آپ تو بہت بامروت ہیں۔ اب یکا یک کیوں بے رنجی سے پیش آرہے ہیں۔ جب آپ سے اس خاموشی اور بے مروتی کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔

”یہ ہجوم کیسا ہے؛ لوگ کیوں کھڑے ہیں؛ جلتے کیوں نہیں، ہر طرف آگ ہی آگ ہے۔“ پھر آپ نے تمام کتابیں اپنے سر پر رکھیں اور انہیں دریا میں بہا کر کہا۔ ”میں نے اپنی عقل کا سرمایہ غرق کر دیا علم کی محفل بکھر گئی۔“

یہ کہہ کر آپ دریا کے پانی میں اتر گئے۔ آپ نے دریا میں کھڑے ہو کر طویل چٹہ کشی کی۔ یہاں تک مچھلیاں آپ کے پاؤں کا گوشت بھی کھا لیں۔



۱۳۵۔ ہند کا بادشاہ غیاث الدین تغلق حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے پُر خاش رکھتا تھا۔ اس عقل کے اندھے بادشاہ نے بنگال کی جنگ پر روانہ ہوتے ہوئے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو حکم بھجوایا۔

”نظام الدین! میرے بنگال سے لوٹنے سے پہلے تیری بہتری اسی میں ہے کہ تو دہلی چھوڑ دے۔ ورنہ مجھے ایسی سزا دوں گا کہ ہندوستان کے لوگ قیامت تک یاد رکھیں گے۔“ حضرت نے بادشاہ کا حکم نامہ پڑھ کر اس کی پشت پر لکھا۔ ”ہنوز دلی دُور است (ابھی دلی دُور ہے)“

بنگال کی بغاوت کچلنے کے بعد غیاث الدین تغلق واپس لوٹا تو دہلی میں فتح کا جشن منانے کے لیے جو ناخاں نے جینا کے کنارے ایک محل تعمیر کروایا۔

جوں جوں بادشاہ دہلی کے قریب آ رہا تھا حضرت کے مریدوں کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ مگر آپ مسکرا کر بار بار یہی کہتے رہے ”ہنوز دلی دُور است“

غیاث الدین تغلق جشن میں شرکت کے لیے محل میں داخل ہوا ہی تھا کہ اچانک پورا محل



دھڑام سے گر پڑا۔ بادشاہ اور اس کے ساتھی طبعے میں دب کر مر گئے۔



۱۳۶۔ ایک دفعرات کے وقت حضرت احمد حضرت دیہ کے ہاں چور آگیا۔ چور کو گھر میں کوئی شے نہ ملی۔ جب وہ خالی ہاتھ جانے لگا تو آپ نے فرمایا۔

”میرے ساتھ رات بھر عبادت کرو اور اس عبادت کا جو کچھ صلہ مجھ کو ملے گا وہ میں تمہیں عطا کر دوں گا۔“

چنانچہ وہ چور رات بھر آپ کے ہمراہ عبادت کرتا رہا اور صبح کو جب کسی دولت مند نے بطور نذرانہ سو دینار بھیجے تو آپ نے وہ سارے دینار چور کو دیتے ہوئے فرمایا۔

”یہ تو صرف ایک شب کی عبادت کا معاوضہ ہے۔“  
یہ سن کر چور نے کہا۔ ”لغت ہے میری زندگی پر۔ میں نے آج تک اُس خدا کو فراموش کیے رکھا جس کی ایک رات عبادت کرنے کا صلہ یہ ملتا ہے۔“  
پھر اس چور نے ہمیشہ کے لیے توبہ کی اور آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گیا۔



۱۳۷۔ ابو الحسن سراج کہتے ہیں کہ میں بیت اللہ کا حج کرنے کے لیے اپنے گھر سے چلا۔ راستہ میں ایک خوب صورت عورت جس کے حسن و جمال نے ایک عالم کو روشن کیا ہوا تھا نظر پڑی۔ خدا کی قسم آج تک کہیں ایسی حسین و جمیل عورت نظر نہیں آئی۔ شاید یہ حسن و جمال بے فکری کی وجہ سے ہے۔“

میری یہ بات اُس عورت نے سُن لی اور بولی۔ ”اے مرد! تو نے یہ کیا کہا۔ خدا کی قسم میں غموں سے جکڑی ہوئی ہوں۔ دل فکروں سے زخمی ہے۔ اس غم میں میرا کوئی شریک نہیں۔“

میں نے پوچھا۔ ”وہ غم کیا ہے؟“

اس نے بتایا ”میرے شوہر نے ایک بکری قربانی کی فزح کی۔ اس وقت میرے دو چھوٹے لڑکے آپس میں کھیل رہے تھے۔ ایک چھوٹا بچہ شیر خوار میری گود میں تھا۔ میں کھانا پکانے اُٹھی۔ بڑے لڑکے نے چھوٹے سے کہا۔ ”آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ ہمارے باپ نے بکری کے ساتھ کیا سلوک کیا۔“ چھوٹے نے کہا۔ ”ضرور بتاؤ۔“



اس پر ہٹے لڑکے نے چھوٹے لڑکے کو پچھاڑ کر ذبح کر ڈالا اور خود پہاڑ پر بھاگ گیا۔ وہاں اس کو بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا۔ اس کا باپ اس کی تلاش میں گیا، وہ شدتِ پیاس سے مر گیا۔ چھوٹے بچے کو چوڑھے کے پاس چھوڑ کر وہیں دروازے تک گئی کہ دیکھوں وہ کہاں گیا ہے، ہانڈی چولھے پر تھی، چھوٹے بچے نے گرم ہانڈی اپنے اوپر انڈیل لی اور وہ بی جل کر مر گیا۔ یہ خبر میری بڑی لڑکی کو جو اپنے شوہر کے پاس تھی پہنچی، وہ سنتے ہی پچھاڑ کھا کر زمین پر گری اور مر گئی۔ زمانے نے مجھے تنہا کر کے چھوڑ دیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ ”تو ان بڑی مصیبتوں پر کیسے صبر کرتی ہے؟“ اس نے جواب دیا۔ ”کوئی ایسا نہیں جو صبر اور گھبراہٹ میں فرق محسوس کرے اور اس کو ان دونوں کے درمیان راہ نہ مل جائے۔ صبر کا انجام نیک ہے اور گھبرانے والے کو کچھ عوض نہیں ملتا۔“ یہ کہہ کر وہ عورت چلی گئی۔



۱۳۸۔ حضرت حضرت فرماتے ہیں۔ ”ایک ابدال نے مجھ سے پوچھا۔ ”آپ نے کسی ایسے خدا کے ولی کو دیکھا جو آپ سے درجہ میں بڑا ہو۔“ اس نے جواب دیا۔ ہاں، میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں گیا وہاں شیخ عبدالرزاق کو دیکھا۔ ان کے گرد ایک گروہ بیٹھا حدیثِ پاک سن رہا تھا اور مسجد شریف کے ایک کونے میں ایک جوان زانوؤں میں سر ویسے بیٹھا تھا۔ میں اس سے کہا۔ ”اے جوان! کیا تم نہیں جانتے کہ لوگ شیخ عبدالرزاق سے حدیثِ پاک سن رہے ہیں تم ان کے ساتھ کیوں نہیں سنتے۔“ اس جوان نے میرے کہنے کی کچھ پرواہ نہیں کی اور نہ سر اٹھایا اور کہا۔ ”وہاں وہ لوگ ہیں جو عبدالرزاق سے حدیث سنتے ہیں اور یہاں وہ لوگ ہیں جو رزاق سے سنتے ہیں، نہ کہ اس کے بندے سے۔“

میں نے کہا۔ ”اگر تمہارا کہنا سچ ہے تو بتاؤ میں کون ہوں۔“ اس جوان نے سر اٹھا کر کہا۔ ”اگر فراست و سمجھ مومن کی سچ ہے۔ تو آپ حضرت ہیں۔“ اس پر میں نے اپنے جی میں کہا کہ اللہ کے دوست بھی ہیں جن کو بوجہ ان کے



عالی مرتبہ ہونے کے میں نہیں پہچانتا۔



۱۳۹۔ ایک مرتبہ حاجی امداد اللہ کے ہاں بہت سے مہمان آگئے۔ کھانا کم تھا۔ حضرت نے اپنا روال بھیج دیا کہ اس سے کھانے کو ڈھانک دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس سے کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب نے کھانا کھا لیا اور کھانا بچ بھی گیا۔

حضرت حافظ ضامنؒ کو آپ کی اس کرامت کا علم ہوا تو عرض کیا کہ حضرت آپ کا روال سلامت چاہیے، اب قحط کیوں پڑے گا؟

حضرت شرمندہ ہو گئے اور فرمایا۔ "واقعی غلطی ہو گئی تو بہ کتنا ہوں پھر ایسا نہ ہوگا۔"



۱۴۰۔ ایک مدت تک مولانا رومؒ کو شمس تبریزؒ کی جدائی نے بے قرار و بے تاب رکھا۔ ایک دن اسی جوش و خروش کی حالت میں گھر سے نکلے۔ راستے میں شیخ صلاح الدین زرکوب کی دکان تھی وہ چاندی کے ورق کوٹ رہے تھے۔

مولانا پر ہتھوڑے کی آواز نے سماع کا اثر پیدا کیا۔ وہیں کھڑے ہو گئے اور وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ شیخ صلاح الدین مولانا کی حالت دیکھ کر اسی طرح ورق کوٹتے رہے یہاں تک کہ بہت سی چاندی ضائع ہو گئی لیکن انہوں نے ہاتھ نہ روکا۔

آخر شیخ زرکوب باہر نکل آئے۔ مولانا نے ان کو آغوش میں لے لیا اور اس جوش و مستی میں دوپہر سے عصر تک یہ شعر گاتے رہے۔

یکے گنجے پدید آمد ازین کان زرکوبی

زہے صوب زہے معنی زہے خوبی زہے خوبی

(ترجمہ)

شیخ صلاح الدین نے وہیں کھڑے کھڑے دکان لٹا دی اور دامن جھاڑ کر مولانا کے ساتھ ہو گئے



۱۴۱۔ ایک دفعہ جاڑوں کے موسم میں حضرت مولانا رومؒ حمام الدین چلپی کے پاس گئے۔



چونکہ رات کافی بیت چکی تھی اور دروازے بھی بند تھے۔ اس لیے آپ نے اس خیال سے کہ لوگوں کو زحمت نہ ہو، وہیں ٹھہر گئے۔ برف گر کر سر پر چھتی رہی مگر آپ نے دروازہ نہ کھٹکھٹایا۔ صبح کو دروازہ کھلا تو آپ کو برف میں دیکھا۔ حسام الدین کو خبر کی گئی۔ وہ دوڑے ہوئے آئے اور پاؤں پر گر پڑے اور رونے لگے۔

مولانا نے انہیں گلے سے لگایا اور تسلی دی۔ حضرت مولانا رومؒ ایسے اخلاق اور وضع کے بزرگ تھے۔



۱۲۲۔ ایک دفعہ حضرت مولانا رومؒ بازار میں جا رہے تھے۔ لڑکوں نے دیکھا تو ہاتھ چومتے کے لیے بڑھے۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ لڑکے ہر طرف سے آتے اور ہاتھ چومتے جلتے مولانا بھی ان کی دلداری کے لیے ان کے ہاتھ چومتے۔

ایک لڑکا کسی کام میں مشغول تھا۔ اُس نے کہا: مولانا! ذرا ٹھہریے میں کام سے فارغ ہوں۔

مولانا اس وقت تک وہیں کھڑے رہے۔ جب تک لڑکا اپنے کام سے فارغ نہ ہو گیا جب وہ فارغ ہوا تو اس نے آگے بڑھ کر دست بوسی کی عزت حاصل کی۔



۱۲۳۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کوفہ کی جامع مسجد میں تین دن رہا۔ ان تین دنوں میں نہ میں نے کچھ کھایا اور نہ ہی کچھ پیا۔ بھوک اور پیاس نے مجھے شکستہ حال کر دیا۔ اسی حالت میں بیٹھا تھا کہ ایک دیوانہ مسجد کے دروازے سے نمودار ہوا۔ اُس نے اپنے ایک ہاتھ میں بڑا پتھر پکڑ رکھا تھا۔ اور گلے میں طوق پڑا تھا۔

لڑکے اُس کے گرد تھے۔ وہ دیوانہ مسجد میں چکر کاٹنے لگا۔ جب وہ میرے سامنے آیا تو مجھے گھورنے لگا۔ میں اپنے جی میں گھبرایا اور دل میں کہا۔

”خدا وندا! آپ نے مجھے بھوکا بھی رکھا اور پھر ایسے شخص کو مجھ پر مسلط کر دیا جو مجھے قتل بھی کر سکتا ہے۔“

میں اسی سوچ میں تھا کہ دیوانے نے میری جانب دیکھتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

(ترجمہ) تجھ میں صبر کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ اے کاش مجھے خبر ہوتی کہ تیرے صبر کا



کوئی اختتام بھی ہے۔“

یہ سن کر میرے ہوش ٹھکانے لگے اور میرا گھبراہٹا جاتا رہا۔ میں نے اُس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

”اے مخدوم! اگر امید نہ ہوتی، تو میں صبر نہ کرتا۔“

اُس نے کہا۔ ”تیری امید کی جائے قرار کہاں ہے؟“

میں نے جواب میں کہا۔ ”میری امید کی جائے قرار وہی ہے جہاں عارفین کے انکار قرار پاتے ہیں۔“

وہ بولا۔ ”اے فضیل! تم نے خوب کہا۔ بے شک عارفین کے قلوب کی آبادی

انکار ہیں اور عزن و غم اُن کے اوطاق۔ میں نے اُس عزن کو پہچان کیا ہے۔ اس

لیے اس سے اُنس حاصل کیا ہے۔ عارفین ہی کے عقول صحیح اور اُن کے دل انوارِ

الہی میں ڈوبے ہوئے اور اُن کی ارواح ملکوتِ اعلیٰ میں معلق ہیں۔“

حضرت فضیل فرماتے ہیں کہ اُن کے متانہ کلام نے مجھے ایسا بے خود بنا دیا کہ اس دن

میں متواتر بے آب و دانہ پڑا رہا۔

”اُسے بڑی خوش حالی نصیب ہو جو مخلوق سے وحشت پکڑے اور حق سے اُنس

حاصل کرے۔“



۱۲۴۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان حیرتیؓ اپنے مریدوں کے ہمراہ بازار میں تشریف لے جا

رہے تھے کہ کسی نے اپنے مکان کی چھت سے راکھ پھینکی جو پوری کی پوری آپ

پر پڑی۔ یہ دیکھ کر مریدوں نے بہت پیچ و تاب کھائے۔

مگر آپ نے فرمایا۔ ”یہ بہت قابلِ شکر امر ہے کہ جو سر آگ کا سزاوار تھا اس

پر صرف راکھ ہی پڑی۔“



۱۲۵۔ محمد بن صباح فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم بصرہ میں تھے کہ وہاں بارش نہ ہوئی۔

اس پر بصرہ والے دُعاؤں باراں کے لیے شہر سے نکل کر جنگل میں آئے۔ جنگل میں

پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ سعدون مجنوںؓ سر راہ بیٹھے ہیں۔ جب اُنہوں نے لوگوں کا



ہجوم دیکھا تو اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور پوچھا کہ تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟  
 میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ "بارش کی دعا کے لیے۔"  
 اس پر انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا کدورتِ ارضی اور نفرت سے پاک دلوں کے  
 ساتھ آئے ہو یا خالی دلوں کے ساتھ۔"  
 میں نے جواب دیا۔ "ہم کدورتِ ارضی اور نفرت و حقارت سے پاک دلوں کے  
 ساتھ حاضر ہوئے ہیں۔"

آپ نے فرمایا۔ "اگر یہ بات ہے تو بیٹھو اور دعا کرو۔"  
 اس پر ہم سب بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنے لگے۔ دعا کرتے کرتے  
 دن چڑھ آیا۔ دھوپ چمکنے لگی، کہیں ابر کا نام و نشان تک نظر نہ آیا۔ بلکہ آسمان پہلے  
 سے بھی زیادہ صاف دکھائی دینے لگا۔ سورج کی تیزی بڑھ گئی۔ سعدون نے یہ  
 حالت دیکھ کر ہماری طرف دیکھا۔ پھر فرمایا۔

"ارے بے ہودہ لوگو! اگر تمہارے دل کدورتِ ارضی اور نفرت و حقارت سے  
 پاک ہوتے تو کیا اب تک بارش نہ ہو جاتی؟"  
 اس کے بعد آپ خود اٹھے، وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز پڑھنے کے  
 بعد آسمان کی جانب کچھ دیکھ کر فرمایا، جسے میں مطلق نہ سمجھا۔  
 خدا کی قسم سعدون نے ابھی اپنا کلام ختم بھی نہ کیا تھا کہ بادل گر جا، بجلی چمکی اور  
 خوب زور سے بارش ہو گئی۔ پھر ہم نے سعدون سے دریافت کیا کہ آپ نے  
 آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے کیا کہا تھا؟  
 آپ نے فرمایا۔ "ہم نے جو کچھ بھی کہا اور کیا محض اپنے رب پر توکل کرتے ہوئے  
 کہا اور کیا۔"



۱۴۷۔ ایک دفعہ حضرت ذوالنون مصری نے حضرت بایزید بسطامی کی خدمت میں جائے  
 نماز ارسال کی۔ آپ نے وہ جائے نماز یہ کہہ کر واپس کر دی کہ مجھے اس کی ضرورت  
 نہیں البتہ ایک مسند کی ضرورت ہے۔ اس بات سے آپ کا یہ مقصد تھا۔ کہ  
 مجھے نماز معاف ہو چکی ہے۔ اس پر حضرت ذوالنون مصری نے آپ کو نفیس قسم



پر جا بیٹھا اور پیالیاں غالب ہو گئیں۔  
یہ دیکھ کر آپ نے بھی اسی دن سے توکل پر کمر باندھ لی اور یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ  
پر توکل کرنے والے کو کبھی تکلیف نہیں ہوتی۔



۱۵۲۔ حضرت ابو الحسن نرقانیؒ کے ایک اور بھی بھائی تھی۔ اگر آپ رات کو عبادت میں مشغول  
ہوتے تو دوسرے بھائی پوری رات اپنی ماں کی خدمت گزار کر کے رہتے۔ ایک دن  
جناب دوسرے بھائی کا نمبر ماں کی خدمت کرنے کا تھا تو اس نے آپ سے کہا۔  
”اگر آپ آج میرے بجائے والدہ کی خدمت میں رہ جائیں تو میں رات بھر عبادت  
کریوں۔“

چنانچہ آپ نے ان کو اجازت دے دی اور خود والدہ مبارک کی خدمت میں رہے  
لیکن اسی شب عبادت کے دوران آپ کے بھائی نے یہ ندا سنی۔ ہم نے ہمارے  
بھائی کی مغفرت کرنے کے ساتھ تمہیں بھی ان کے طفیل میں بخش دیا۔  
یہ سن کر انہیں سخت حیرت ہوئی اور خدا سے عرض کیا۔ یا اللہ! میں تو تیری عبادت  
کر رہا ہوں اور وہ ماں کی خدمت گزار میں ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ میری مغفرت  
کی بجائے اس کی مغفرت کر کے مجھے اس کا طفیلی بنایا گیا۔

ندا آئی۔ ”ہمیں تیری عبادت کی حاجت نہیں بلکہ محتاج ماں کی خدمت کرنے والے  
کی اطاعت ہمارے لیے خوشی کا سبب ہے۔“



۱۵۳۔ حضرت شیخ ابو بکر کتانیؒ فرماتے ہیں۔ ”میں نے خواب میں ایک خوب صورت شخص  
سے پوچھا ”تو کون ہے؟“

اس نے جواب دیا۔ ”میرا نام تقویٰ ہے اور میں غم گین دلوں میں رہتا ہوں۔“  
پھر میں نے خواب میں ایک بد شکل عورت سے سوال کیا کہ تو کون ہے؟  
اس نے جواب دیا۔ ”میں مصیبت ہوں اور عیش و عشرت کرنے والے دلوں میں  
رہتی ہوں۔“

اس کے بعد میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے دل میں عہد کر لیا کہ آج کے بعد مسرور



زندگی کی بجائے ہمیشہ غم گین زندگی بسر کروں گا۔“

○

۱۵۴- حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی فرماتے ہیں۔ میں نے ابلیس لعین کو خواب میں نہنگا

دیکھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”کیا تجھے اس حال میں انسانوں سے شرم نہیں آتی۔“

وہ بولا۔ ”کیا یہ لوگ تمہارے نزدیک انسان ہیں؟“

میں نے جواب میں کہا۔ ”ہاں، تو اس بات کو جانتا ہے۔“

ابلیس نے کہا۔ ”اگر یہ لوگ انسان ہوتے تو جیسے لڑکے گولی کے ساتھ کھیلتے ہیں

میں ان کے ساتھ نہ کھیلتا۔ درحقیقت یہ انسان نہیں ہیں۔ انسان تو اود ہیں۔“

میں نے پوچھا۔ ”وہ کون ہیں؟“

وہ بولا۔ ”مسجد شونیتریہ میں چند انسان ہیں جن کی عبادت و پرہیزگاری سے میرا

بدن دُبلتا ہو گیا اور ان کی آتشِ حسد سے میرا جگر کباب ہے۔ جب میں ان کا قصد

کرتا ہوں۔ خداوند تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتے ہیں میں جلتے کے قریب ہو جاتا

ہوں وہ میرے نزدیک انسان ہیں۔“

حضرت جنید فرماتے ہیں جب میں خواب سے بیدار ہوا اس مسجد میں گیا جس کا

ذکر ابلیس نے کیا تھا۔ وہاں مجھے تین مرد نظر آئے جو اپنے سر گدڑیوں میں ڈالے

بیٹھے تھے۔ جب ان کو میری آہٹ معلوم ہوئی کہ کوئی غیر شخص ہے تو ایک نے

گدڑی سے سر نکالا اور کہا۔

”اے ابوالقاسم! ابلیس لعین کی بات سے دھوکہ نہ کھانا۔“

اتنا کہنے کے بعد پھر اپنا سر گدڑی میں لے لیا۔

○

۱۵۵- شیخ ابو حمزہ خراسانی فرماتے ہیں۔ ایک سال میں حج کو گیا۔ میں جا رہا تھا کہ

ایک کنوئیں میں جاگرا۔ میرے دل نے کہا کنوئیں سے پھلنے کے لیے کسی سے مدد

لینی چاہیے۔ پھر میں نے کہا۔ ہرگز کسی سے مدد نہیں لوں گا۔ اس پر میں نے

کسی کو مدد کے لیے نہ پکارا۔ اس کے بعد دو شخص کنوئیں پر سے گذرے۔ ایک نے



کہا۔ آؤ اس کنوئیں کا منہ بند کر دیں۔ تاکہ کوئی شخص اس میں گر نہ جائے پھر وہ نرسل اور مٹی لائے اور کنوئیں کا منہ پاٹ دیا اور اس کا نشان تک مٹا دیا۔ میں نے چڑانے کا ارادہ کیا پھر ہی میں کہا۔ خدا کی قسم! ہرگز نہ چلاؤں گا۔ بلکہ جو ان دونوں سے قریب (خدا) ہے، اسی کو لپکاروں گا۔ یہ سوچ کر خاموش ہو رہا۔ ایک ساعت گزری تھی کہ کوئی آیا اور کنوئیں کا منہ کھول کر اس نے اپنا پاؤں کنوئیں میں لٹکایا اور کچھ گنگنانے کی آواز آئی جس کا مطلب یہ تھا کہ مجھ سے لپٹ جاؤ۔

میں مطلب سمجھ گیا اور اس کے پاؤں سے ٹک گیا۔ اس نے مجھے کنوئیں سے نکال لیا۔ میں نے دیکھا کہ جس نے مجھے کنوئیں سے نکالا ہے وہ ایک درندہ ہے پھر مجھے غیب سے آواز آئی۔

”کیا یہ اچھا نہیں ہوا کہ ہم نے تجھے تلف ہونے سے تلف کرنے والی چیز کے ذریعے نجات دی۔“



۱۵۶۔ ایک دفعہ کسی درویش نے حضرت مشاد دینوریؒ سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے لیے حلوہ تیار کر دوں۔

یہ سن کر آپ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ ارادت اور حلوہ کا کیا تعلق؟ یہ سنتے ہی وہ درویش اٹھ کر رخصت ہو گیا اور چلتے چلتے اس جملہ کو دہراتا رہا کہ ارادت و حلوہ کا کیا تعلق۔ اور یہی کہتے کہتے ایک جنگل میں پہنچ کر انتقال کر لیا۔ اور جب اس واقعہ کا علم آپ کو ہوا تو آپ نے بہت توبہ کی۔



۱۵۷۔ حضرت ابواسحق ابراہیم بن احمد خواصؒ کو چلتے ہوئے ایک جگہ ترش انار کے درخت دکھائی دیئے لیکن آپ نے طبیعت چاہنے کے باوجود ترشی کے خوف سے ایک دانہ بھی زبان پر نہیں رکھا۔

پھر آگے چل کر آپ کو ایک لُنجا اور ٹنڈا شخص دکھائی دیا۔ اس کے جسم میں کپڑے پڑے ہوئے تھے۔ آپ نے اس کی جانب رحم بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔



”اگر تم چاہو تو میں تمہاری صحت یابی کے لیے اللہ سے دعا کروں۔“  
 لیکن اس نے آپ کو دعا کرنے سے منع کر دیا اور جب آپ نے پوچھا کہ تم دعا  
 کرنے کے لیے منع کیوں کرتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا۔  
 ”میں نے اللہ کی پسند کو اپنے لیے پسند کر لیا ہے۔ اس لیے اس کے آگے میرے  
 بارے میں دعا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“  
 پھر انہوں نے اس سے کہا۔ ”اگر تم اجازت دو تو میں تمہارے جسم پر سے مکھیوں  
 وغیرہ اڑا دوں۔“

جس کے جواب میں اس نے کہا۔ ”پہلے اپنے قلب میں سے شیریں انار کی خواہش تو  
 نکال دو۔ اس کے بعد میری صحت یابی کی جانب توجہ دینا۔“  
 اور جب حضرت نے پوچھا۔ ”تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میرے دل میں شیریں انار کی  
 کی خواہش ہے۔“

اس نے جواب دیا۔ ”خدا شناس پر خداوند تعالیٰ ہر شے واضح کر دیتا ہے۔“  
 پھر جب حضرت ابو اسحاقؓ نے یہ پوچھا۔ ”کیا تمہیں اپنے جسم کے کپڑے مکوڑوں  
 سے اذیت نہیں ہوتی۔“ تو اس نے جواب دیا۔  
 ”یہ سب اللہ ہی کے حکم سے میرے جسم کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ اس لیے مجھے کوئی  
 تکلیف نہیں ہوتی۔“



۱۵۸۔ حضرت حاتمؓ نے ایک مرتبہ وعظ کے دوران فرمایا۔ اے اللہ! اس مجلس  
 میں جو سب سے زیادہ گنہگار ہو اس کی مغفرت فرما دے۔“  
 اتفاق سے وہاں ایک کفن چور بھی موجود تھا اور جب رات کو اس نے کفن چرانے  
 کی غرض سے ایک قبر کو کھودا تو اسے ندا آئی۔ ”آج ہی تو حاتم کے صدقہ میں  
 تیری مغفرت ہوئی تھی اور آج ہی تو پھر گنہگار کے لیے آ پہنچا۔“  
 یہ ندا سن کر اس نے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لی۔

۱۵۹۔ حضرت شیخ ابو علی دقاقؒ کا ابتدائی دور مرو میں گذرا تھا۔ ایک دن آپ نے شیطان کو



رنجیدہ اور سر پر خاک ڈالتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔ "تو نے اپنی یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے۔ اور کس مصیبت اور پریشانی نے تجھے یہ حالت بنانے پر مجبور کیا ہے؟" اُس نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے جس خلعت کو سات لاکھ سال سے طلب کرتا رہا وہ خلعت اس نے ایک آٹا فروش کو پہنا دی۔ اس کا اشارہ آپ کی جانب تھا۔



۱۶۰۔ ایک مرتبہ شام کے سفر میں حضرت ابواسحق ابراہیم شیبانیؒ کی طبیعت مسور کی دال کھانے کو چاہی۔ آپ اس خواہش کے بارے میں بتاتے ہیں کہ جو نہی میں نے اس بات کی خواہش کی اسی وقت میرے سامنے مسور کی دال سے لبریز ایک پیالہ آگیا جس کو میں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔

اس کے بعد شام کو جب میں بازار میں سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ایک جگہ چند مٹکے رکھے ہوئے ہیں اور جب میں نے ان پر غور سے نظر ڈالی تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ ان میں شراب بھری ہوئی ہے۔ یہ سن کر مجھے خیال ہوا کہ جب یہ بات میرے علم میں آچکی ہے کہ یہ شراب سے لبریز ہیں تو ان سب کو توڑ دینا میرا فرض ہے۔ اور اس خیال کے ساتھ ہی میں نے تمام مٹکے توڑ ڈالے اور جس کی وجہ سے شراب سڑک پر بہنے لگی اور جس شخص نے مجھے بتایا تھا کہ یہ شراب کے مٹکے ہیں وہ مجھے حاکم وقت تصور کرتے ہوئے چپ ہو گیا لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ میں حاکم وقت نہیں ہوں تو وہ مجھے پکڑ کر اینٹروں کے پاس لے گیا۔

اُس نے پورا واقعہ سننے کے بعد حکم دیا کہ ان کو سو چھڑیاں مار کر قید میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ مجھے سو چھڑیاں مار کر قید میں ڈال دیا گیا۔

میں عرصہ تک قید میں پڑا رہا پھر ایک دن جب حضرت شیخ عبداللہؒ کا اس طرف سے گزر ہوا تو ان کی سفارش سے مجھے قید سے رہا کر دیا گیا اور جب رہائی کے بعد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ "تمہیں کس جرم کی سزا میں قید ہوئی تھی؟"

میں نے عرض کیا۔ "ایک دن میں نے شکم سیر ہو کر مسور کی دال کھائی تھی جس کی سزا



میں سوچھڑیاں بھی ماری گئیں اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔  
یہ سن کر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: تمہارے جرم کے مقابلہ میں یہ سزا تو بہت  
ہی کم ہے۔“



۱۶۱۔ ایک مرتبہ حضرت ابوعلی دقاقؒ کا تاجر مُردہ بیمار ہو گیا تو آپ اس کی عیادت کو گئے اور  
اس سے سوال کیا: تمہاری بیماری کا سبب کیا ہے؟  
اُس نے عرض کیا کہ ایک رات نماز تہجد کے لیے بیدار ہوا۔ تو جیسے ہی وضو کر کے  
نماز کے لیے کھڑا ہوا تو کمر میں شدید قہم کا درد اٹھا اور فوراً ہی تیز بخار ہو گیا۔  
یہ سن کر آپ نے غضب ناک ہو کر فرمایا: ”تجھے نماز تہجد سے کیا غرض تھی۔ تیرے  
لیے تو یہی بہت ہے کہ تو خواہشاتِ دنیا کو ترک کر دے۔ اور یہ تیرے لیے نماز تہجد سے  
بھی زیادہ بہتر ہے کیوں کہ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو یقیناً کمر کے درد میں گرفتار رہے  
گا اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی کے سر میں درد ہو اور وہ پاؤں پر دو لگائے یا  
کسی کا ہاتھ ناپاک ہو جائے اور وہ آستین کو دھونے بیٹھ جائے تو قطعاً بے سود ہو گا کیونکہ  
اس طرح کے فعل سے نہ تو سر کا درد رفع ہو سکتا ہے اور نہ ہاتھ کی نجاست ختم ہو سکتی  
ہے۔“



۱۶۲۔ شیخ ابو جعفر حداد جو کہ شیخ جنید بغدادی کے اُستادِ محترم تھے۔ فرماتے ہیں ”میں مکہ معظمہ میں  
مقیم تھا۔ میرے بال بہت بڑھ گئے تھے۔ بال کٹوانے کے لیے میرے پاس پیسے نہیں  
تھے۔ میں ایک ایسے حجام کے پاس گیا جو میرے نزدیک ایک نیک انسان تھا۔ میں نے  
اُس سے کہا۔

”خدا کے واسطے میری حجامت بنا دے۔“

اس نے کہا۔ ”ہاں، بہت خوشی سے حاضر ہوں۔“

حجام ایک دنیا دار کی حجامت بنا رہا تھا، اس کو چھوڑ کر مجھ کو بٹھایا اور میرے  
بال کاٹ دیئے۔ فارغ ہونے کے بعد اُس نے مجھے ایک بند پر چہ دیا۔ اس پر چہ میں  
چند درہم تھے۔ وہ مجھ سے بولا۔ ”اس سے آپ اپنی دوسری ضروریات پوری کریں۔“



میں نے وہ درہم اس سے لے لیے اور دل میں تبت کی کہ آج جو بھی مجھے سب سے پہلے مل کر جو دے گا وہ میں حجام کو دے دوں گا۔  
اس کے بعد میں مسجد میں گیا۔ وہاں ایک میرا بھائی اہل طریقت ملا۔ اس نے مجھ سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”تمہارا ایک بھائی بصرے سے یہ تھیلی جس میں تین سو دینار ہیں تمہارے لیے لایا۔  
میں نے وہ تھیلی اس سے لے لی اور حجام کے پاس گیا اور اس سے بولا۔  
”لو یہ تین سو دینار ہیں۔ انہیں اپنے کاموں میں اللہ کے واسطے خرچ کرو۔“  
اس نے جواب دیا۔ ”اے شیخ! تم کو شرم نہیں آتی۔ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ اللہ واسطے میری حجامت بنا دو۔ اب میں اللہ واسطے کیے ہوئے کام کی اجرت تم سے لے لوں۔ تم یہ لے جاؤ، خدا تم سے درگزر فرمائے۔“



۱۶۳۔ ایک دن حضرت ابو علی دقاقؒ دیدہ زیب لباس میں ملبوس تھے۔ اسی دن شیخ ابوالحسنؒ نوریؒ کہنہ و بوسیدہ پستین پہنے ہوئے آپ کے سامنے آگئے۔  
آپ نے مسکرا کر سوال کیا۔ ”اے ابوالحسن! تم نے یہ پستین کس قیمت میں خریدی ہے؟“ انہوں نے آپ کو ایک ضرب لگا کر کہا۔  
”میں نے پوری دنیا کے معاوضے میں اس کو خریدا ہے اور یہ مجھے اس قدر عزیز ہے کہ اگر اس کے بدلے میں تمام جنتیں بھی عطا کر دی جائیں جب بھی اپنی پستین نہیں دوں گا۔“

یہ جواب سن کر آپ نے روتے ہوئے فرمایا۔

”آج سے کبھی کسی درویش سے مذاق نہیں کروں گا۔“



۱۶۴۔ شیخ بدرالدین غزنویؒ سن رسیدہ تھے اور بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ ”شیخ بوڑھے ہو چکے ہیں رقص کس طرح فرماتے ہوں گے؟“  
آپ نے سنا تو جواب دیا۔ ”شیخ رقص نہیں کرتا۔ یہ عشق رقص کرتا ہے۔ جہاں عشق ہے وہاں رقص ہے۔“





۱۶۵۔ کسی شخص نے حضرت شیخ ابوعلی دقاقؑ کو اپنے ہاں مرو میں مدعو کیا۔ اس شخص نے گھر جاتے ہوئے آپ کو راستہ میں ایک بڑھیا مل گئی جو یہ کہہ رہی تھی کہ اے اللہ! تو نے مجھے کثیر الاولاد ہونے کے باوجود فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ آخر اس میں تیری مصلحت کیا ہے؟

آپ اس بڑھیا کے یہ جملے سننے کے بعد خاموشی سے چلے گئے اور جب مرو میں اپنے میزبان کے ہاں پہنچے تو اس سے فرمایا۔ ”ایک طباق میں بہت سا کھانا بھر کر لے آؤ۔“

یہ سن کر وہ شخص بہت خوش ہوا اور اس نے اپنے آپ میں یہ سوچا کہ شاید آپ اپنے گھر کھانا لے جا کر کھانا چاہتے ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ حضرت کا کوئی گھر نہیں ہے جب وہ میزبان طباق بھر کر لے آیا تو آپ اس کو سر پر رکھے ہوئے بڑھیا کے مکان کی طرف چل دیئے اور تمام کھانا اس کے مکان پر دے آئے۔ یہ عجز و انکساری خاص بندوں میں ہوتی ہے۔ عام لوگ اس سے محروم ہوتے ہیں۔

۱۶۶۔ حضرت ابواسحاق ابراہیم شیبانیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس سال حضرت عبداللہ مغربیؑ کی خدمت میں بسر کیے لیکن اس عرصہ میں کبھی کوئی ایسی شے نہیں کھائی، جو عام لوگوں کی غذا ہوا کرتی ہے اور نہ کبھی خانہ کعبہ کی چھت کے سوا کسی دوسری چھت کے نیچے آرام کیا۔ لیکن اس تمام عرصہ میں نہ تو کبھی میرے بال و ناخن بڑھے اور نہ کبھی میرا لباس کثیف ہوا۔ حتیٰ کہ زندگی میں آج تک میں نے اپنی خواہش سے کوئی شے نہیں کھائی۔

۱۶۷۔ ایک دن حضرت ابوعلی دقاقؑ منبر پر اپنے وعظ میں انسانی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا ذکر فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا

”انسان ظلم کرنے والا، جہالت میں مبتلا رہنے والا اور خود بینی و حسد کرنے والا ہوتا ہے۔ یہ تمام صفات معیوب ہیں اس لیے ہر کسی کو ان سے احتراز ضروری ہے۔“

انسان کی بُرائی سن کر ایک درویش نے کھڑے ہو کر کہا۔ ”گو انسان بُرائیوں کا مجسمہ



ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو دوستی کے قابل بھی قرار دیا ہے اور یہ سب سے بہتر صفت ہے۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا - "واقعی تو صحیح کہتا اور تیرا قول اس آیت قرآنی کے مطابق ہے۔ (ترجمہ) اللہ ان کو محبوب سمجھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب تصور کرتے ہیں۔"



۱۶۸ - حضرت احمد عربی نے اپنے صاحبزادے کو توکل کی اس طرح تعلیم دی کہ ایک دیوار میں سوراخ کر کے بیٹے سے کہہ دیا کہ جس شے کی خواہش ہو اکرے اس سوراخ سے طلب کر لیا کرو اور بیوی سے یہ کہہ دیا کہ تم سوراخ کی دوسری جانب سے وہ چیز رکھ دیا کرو۔

چنانچہ ایک مدت تک ایسا ہی ہوتا رہا لیکن اتفاق سے ایک دن بیوی کہیں چلی گئیں اور صاحبزادے نے سوراخ کے پاس جا کر کھانا طلب کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھانا مہیا فرما دیا۔ اور جب آپ مصروفِ طعام تھے تو والدہ آگئیں اور پوچھا کہ تمہیں کھانا کہاں سے ملا؟

انہوں نے کہا "جہاں سے روزانہ ملتا تھا۔"

اس وقت حضرت احمد عربی نے بیوی سے فرمایا کہ آئندہ تم کوئی چیز سوراخ میں نہ رکھنا کیوں کہ اب مقصد حاصل ہو چکا ہے اور اب اللہ تعالیٰ بلا واسطہ پہنچاتا رہے گا۔



۱۶۹ - ایک دن حضرت احمد عربی کے ہاں چند سید بغرض ملاقات پہنچے۔ آپ ان کے ساتھ بے حد احترام و تعظیم کے ساتھ پیش آئے۔ اسی وقت آپ کا ایک شریز پچہ گستاخانہ طور پر رباب بجاتا ہوا باہر نکلا۔ اس کی یہ حرکت سادات کو بہت بُری لگی۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔

"اس بچے کی گستاخی نظر انداز فرمائیں کیوں کہ اس بچے کا نطفہ اس رات قائم ہوا تھا جب میرے ہمسایہ کے یہاں بادشاہ کے پاس سے کھانا آیا تھا اور اس ہمسائے نے وہ کھانا مجھے بھی کھلایا تھا اسی وجہ سے یہ بچہ گستاخ پیدا ہوا۔"





۱۷۰ حضرت شیخ ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں۔ "میں ایک مرتبہ جنگل میں گیا۔ ایک نصرانی نظر آیا جو کمر میں زنار باندھے ہوئے تھا۔ اس نے میرے ساتھ رہنا چاہا۔ میں نے اس کی بات مان لی۔ پھر ہم سات دنوں تک برابر ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔ آٹھویں دن نصرانی نے مجھ سے کہا۔

"اے دینِ حقیقی کے عابد کچھ کرامات دکھاؤ، ہم بھوکے ہیں۔"

اس پر میں نے خدا سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "اے باری تعالیٰ! اس کافر کے روبرو میری عزت رکھیو۔"

پھر میں نے دیکھا کہ ایک طباق جس میں روٹی گوشت، تازہ کھجور اور پانی رکھا ہے۔ ہم دونوں کے سامنے آیا۔ ہم دونوں نے کھایا پیا۔ اس کے بعد سات دنوں تک چلتے رہے پھر میں نے نصرانی سے کہا۔ "اے عابدِ نصرانی! کچھ تم بھی کرامات دکھاؤ اب تمہاری باری ہے۔"

اس نے عصا پر تکیہ لگا کر دعا کی۔ دعا کے فوراً ہی بعد دو طباق ہمارے سامنے آئے ان دونوں میں میرے طباق سے دو گنا کھانا تھا۔ مجھ کو یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ اور اس سے میری حالت بھی بدل گئی۔

اس کے پیہم اصرار پر میں نے کھانا نہیں کھایا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کھائیے میں آپ کو دو بشارتیں دیتا ہوں۔

ایک ان میں کلمہ شہادت ہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ :-

کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے زنار اتار کر پھینک۔

دوسری بشارت یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے روبرو دعا کی کہ اے خداوند! اگر اس بندے کے واسطے تیرے پاس کچھ حصّہ ہے تو ہم پر اپنے فضل و کرم کا دروازہ کھول دے۔"

شیخ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم دونوں نے کھانا پیا اور چیل دیئے اور حج سے فارغ ہو کر ایک سال مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ وہ عابد وہاں مر گیا اور بطحا میں دفن ہوا۔





۱۷۱۔ کہتے ہیں، ایک جوان کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور درود شریف کا شغل رکھتا تھا۔  
کسی نے اُس سے پوچھا۔ ”تم کو اس ورد کا کچھ اثر معلوم ہوا۔“

جواب دیا۔ ”ہاں۔ میں اور میرے والد حج کو چلے۔ راہ میں میرے والد بیمار ہو کر مر گئے۔ ان کا منہ کالا اور آنکھیں کربھی ہو گئیں۔ پیٹ پھول گیا۔ میں رویا اور کہا۔  
”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ میرے باپ مسافرت میں مر گئے اور ایسے  
مرے۔“

جب رات ہوئی مجھ پر نیند غالب آئی۔ خواب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
کو دیکھا۔ آپ سفید کپڑے پہنے ہیں۔ عمدہ عطر کی خوشبو آ رہی ہے۔ حضور میرے باپ  
کے پاس آئے اور میرے باپ کے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ دودھ سے زیادہ سفید اور روشن  
چہرہ ہو گیا۔ پھر پیٹ پر ہاتھ پھیرا، جیسا تھا ویسا ہو گیا۔

پھر حضرت نے جانا چاہا۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور حضرت کی چادر مبارک پکڑ کر عرض  
کیا۔ ”اے میرے سردار! قسم اُس ذات کی جس نے آپ کو اس حالت مسافرت  
میں میرے باپ کے پاس بھیجا۔ آپ کون ہیں۔“

آپ نے فرمایا۔ ”تو مجھے نہیں پہچانتا میں محمد رسول خدا صلعم ہوں۔ یہ تیرا  
باپ بڑا نافرمان، گنہ گار تھا مگر مجھ پر درود بہت بھیجا کرتا تھا۔ جب اس پر یہ  
مصیبت نازل ہوئی مجھ سے فریاد کی۔ میں اس کی فریاد کو سنیچا اور میں ہر ایک کا  
فریاد رس ہوں جو دنیا میں بکثرت مجھ پر درود بھیجتا ہو۔“



۱۷۲۔ حضرت احمد عرب کی والدہ محترمہ نے ایک دن پالتو مرغ پکا کر آپ سے کھانے  
کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا کہ اس مرغ نے ایک مرتبہ ہمسایہ کی چھت پر جا کر چند  
دانے کھالیے تھے۔ اس لیے میں اس کا گوشت نہیں کھا سکتا، چنانچہ آپ نے  
وہ گوشت نہ کھایا۔

ایک مرتبہ حجام آپ کا خط بنا رہا تھا اور آپ ذکر الہی میں مصروف تھے۔ حجام نے  
عرض کیا کہ کچھ دیر کے لیے ذکر الہی سے ٹھہر جائیے۔“

آپ نے فرمایا۔ ”تم اپنا کام کرو، میں اپنا کام کر رہا ہوں، اور اس حالت میں



کئی جگہ سے آپ کالب کٹ گیا لیکن آپ نے ذکرِ الہی نہ چھوڑا۔

۱۷۳۔ شیخ ابو بکر کتانی فرماتے ہیں۔ موسم حج میں مکہ معظمہ کے مقام پر مسئلہ محبتِ صوفیائے کرام کے درمیان پیش ہوا۔ مشائخ نے اس مسئلہ میں گفتگو کی۔ حضرت جنیدؒ ان سب میں کم سن تھے۔ سب نے ان سے کہا "کچھ تم بھی بیان کرو۔ جو تمہارے نزدیک حق ہو ظاہر کرو۔" حضرت جنیدؒ نے اپنا سر جھکایا اور آنسو ان کے جاری ہو گئے پھر کہا۔ "محب وہ بندہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہا۔ خدا کے ذکر سے بلا ہو، اس کے حق ادا کرتا ہو خدا کی طرف دل سے دیکھتا ہو۔ اس کے دل کو انوارِ ہدایت نے جلا دیا ہو، اس کے لیے صاف شرابِ خدا کی محبت کا پیازہ ہوا۔ خداوند عالم الغیب کے پردوں سے اس کے واسطے ظاہر ہو گیا ہو۔ اگر کلام کرے تو اللہ کے ساتھ۔ یعنی خدا اس کی زبان ہے۔ اگر بولے تو اللہ ہی سے۔ اگر حرکت کرے تو خدا ہی کے حکم سے۔ اگر تسکین پائے تو خدا ہی کے ساتھ۔ وہ اللہ کے ساتھ ہے اور اللہ کے واسطے اور اللہ کے ہمراہ۔" تمام مشائخ رونے لگے اور کہا۔ "اس سے زیادہ اور کوئی کیا بیان کرے گا۔ اے تاج العارفین! خدا تجھ کو اور زیادہ عقل و دانائی عطا فرمائے۔"



۱۷۴۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت سمعون کو طواف میں دیکھا اور وہ لچک کر خوش خوش چلتے تھے۔

میں نے کہا۔ "اے شیخ! تم کو خداوند عالم کے روبرو کھڑے ہونے کی قسم ہے مجھ کو خبر دو کس بات سے تم واصلِ الی اللہ ہوئے۔" یہ سنا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو کہا۔ "اے بھائی میں نے اپنے نفس پر پانچ خصلتیں لازم کر لیں ہیں۔ پہلی خصلت یہ ہے کہ جو کچھ مجھ میں (اپنے خواہشِ نفسانی سے) زندہ تھا اسے مار ڈالا اور جو چیز مجھ میں مردہ تھی اور وہ میرا دل ہے۔ زندہ کیا۔ دوسرے جو میری نظروں سے غائب تھا۔ اس کو روبرو جانا۔ یعنی آخر کا حصہ اس کو باقی رہنے والا سمجھا اور جو میرے روبرو حاضر



تھا۔ اس کو غائب تصور کیا۔ یعنی دنیوی عیش کو فانی جان کر اس سے ملتفت نہ ہوا۔ تیسرے جو چیز میرے نزدیک فانی تھی (یعنی تقویٰ خوفِ خدا) اس کو باقی رکھا جو میرے نزدیک باقی تھے (یعنی خواہشِ نفس) اس کو فنا کر دیا۔ چوتھے جس چیز سے لوگ وحشت کرتے ہیں۔ میں نے اس سے انس و محبت کی اور جس چیز سے لوگ الفت کرتے ہیں میں اس سے بھاگا۔  
یہ کہہ کر حضرت سمنوں چلے گئے۔

۱۷۵۔ ایک دن حضرت ابو تقاسم نصر آبادی نے ایک یہودی سے سوال کیا کہ میں نے خر بوزہ خریدنا ہے اس لیے نصف دانگ رقم دے دو۔  
لیکن یہودی نے آپ کو جھڑک دیا۔ اس کے باوجود آپ نے تین چار مرتبہ یہودی کے پاس جا کر اپنا سوال دہرایا۔ جب آخری بار آپ نے سوال کیا تو اس نے کہا۔  
”تم عجیب قسم کے انسان ہو۔ اتنی مرتبہ منع کر دینے کے باوجود بھی اپنے سوال سے باز نہیں آئے۔“

آپ نے فرمایا ”اگر فقیر لوگ اتنی سی بات پر خوفزدہ ہو جائیں تو ان کو غسلی مدارج کیسے حاصل ہو سکتے ہیں“  
یہودی آپ کا یہ قول سن کر اسی وقت دل سے مسلمان ہو گیا۔

۱۷۶۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ میری تیس برس کی ہدایت کا نتیجہ صرف اتنا نکلا کہ ایک شہزادہ صحیح معنوں میں ہدایت یافتہ ہو سکا اور وہ اس طرح کہ ایک دفعہ وہ میری مسجد کے سامنے سے گذر رہا تھا تو میں اس وقت یہ جملہ کہہ رہا تھا کہ کمزور کا طاقت ور سے جنگ کرنا نہایت احمقانہ فعل ہے۔“

یہ سن کر شہزادے نے مجھ سے پوچھا۔ ”میں آپ کے جملے کا مفہوم نہیں سمجھا۔“  
میں نے اس سے کہا۔ ”اس سے زیادہ احمق کون ہو سکتا ہے جو خدا سے جنگ کرے۔“ یہ سن کر وہ چلا گیا۔ پھر اس نے دوسرے دن آکر مجھ سے پوچھا۔ وصالِ خداوندی کے لیے کون سی راہ اختیار کی جائے۔“



میں نے کہا۔ ”دوراہیں ہیں۔ ایک چھوٹی اور دوسری طویل۔ چھوٹی تو یہ ہے کہ خواہشات دنیا اور معصیت کو چھوڑ دے اور طویل راہ یہ ہے کہ خدا کے سوا سب سے کنارہ کش ہو جائے۔“

اس نے عرض کیا۔ ”میں یہی طویل راہ اختیار کر رہا ہوں۔“ اس کے بعد وہی شہزادہ اپنی عبادت اور ریاضت سے ابدالوں کے مقام پر پہنچ گیا۔



۱۷۷۔ کسی نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے عرش کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ”عرش تو میں خود ہوں۔ پھر کرسی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ کرسی بھی میں خود ہوں۔ پھر قلم کے متعلق بھی یہی فرمایا۔“

اس کے بعد سوال کرنے والے نے کہا۔ ”اللہ تعالیٰ کے تو اور بھی بہت سے مقرب بندے ہیں مثلاً حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔“

اس پر بھی آپ نے یہی فرمایا کہ وہ بھی میں ہی ہوں۔ پھر سائل نے فرشتوں کے بارے میں پوچھا تو جب بھی یہی فرمایا کہ وہ بھی میں ہی ہوں۔ یہ جواب سن کر جب وہ خاموش ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ حق میں فنایت کے بعد تمام چیزوں کو اپنی ہی ہستی میں ضم پاتا ہوں۔ اس لیے کہ حق میں سب چیزیں موجود ہیں۔“



۱۷۸۔ بغداد کے فرقہ متعزلہ نے ہنگامہ کھڑا کر کے یہ چاہا کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کسی طرح یہ تسلیم کر لیں کہ قرآن مخلوق ہے اور اس سلسلہ میں دربار خلافت سے ایسے لوگوں کو بہت کڑی سزائیں بھی دی گئیں جو قرآن کو مخلوق تسلیم نہیں کرتے تھے چنانچہ آپ کو بھی سزا دی گئی اور جس وقت آپ کو ایک ہزار کڑے لگائے جا رہے تھے تو اتفاق سے آپ کا مکر بند کھل گیا لیکن غائب سے دو ہاتھ نمودار ہوئے اور آپ کا مکر بند باندھ کر غائب ہو گئے مگر اتنی شدید سزاؤں کے باوجود آپ نے قرآن کو مخلوق تسلیم نہیں کیا اور جب آپ چھوڑ دیئے گئے تو لوگوں نے پوچھا



”جن فتنہ پردازوں نے آپ کو اتنی اذیتیں پہنچائی ہیں اُن کے لیے آپ کی کیا رائے ہے۔“ آپ نے فرمایا۔ ”وہ مجھے اپنے خیال کے مطابق گمراہ تصور کرتے ہیں اس لیے تمام تکلیفیں صرف خدا کے لیے دی گئی ہیں۔ اس لیے میں قیامت کے روز ان سے کوئی مواخذہ نہیں کروں گا۔“

○

۱۷۹۔ حضرت بشر حافیؒ کا قول ہے کہ ”امام احمد بن حنبلؒ مجھ سے بدرجہا افضل ہیں کیوں کہ میں تو صرف اپنے ہی واسطے رزقِ حلال کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ اپنے اہل و عیال کے لیے بھی حلال رزق حاصل کرتے ہیں۔“

○

۱۸۰۔ حضرت امام شافعیؒ جب تیرہ سال کی عمر کو پہنچے تو آپ نے بیت اللہ شریف میں لوگوں سے فرمایا۔

”جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے پوچھو۔“

اور جب آپ پندرہ سال کے ہوئے تو آپ نے فتویٰ دینا شروع کر دیا۔

حضرت احمد بن حنبلؒ آپ کا بہت احترام اور خدمت کیا کرتے تھے اور جب کسی نے یہ اعتراض کیا کہ آپ جیسے اہل علم کے لیے ایک کم عمر شخص کی مدارات کرنا مناسب نہیں۔ آپ نے جواب دیا۔ ”میرے پاس جس قدر علم ہے اس کے معافی و مطالب سے وہ مجھ سے زیادہ باخبر ہے اور اسی کی خدمت سے مجھے احادیث کے حقائق معلوم ہوتے ہیں اور اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو ہم علم کے دروازے ہی پر کھڑے رہ جاتے اور فقہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند رہ جاتا۔ اس دور میں وہ اسلام کا سب سے بڑا محسن ہے۔“

وہ فقہ معافی اور علوم لغت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا اور حضور اکرمؐ کے اس قول کے مطابق کہ ہر صدی کی ابتدا میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا کہ اہل علم اس سے علم دین حاصل کریں گے اور اس صدی کی ابتدا امام شافعیؒ سے ہوئی ہے۔“

○

۱۸۱۔ ابوالجوال مغربیؒ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک صالح شخص بیت المقدس میں



بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک جوان ہمارے پاس آنکلا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے گرد شہر کے بچے جمع ہیں اور ڈھیلے پتھر اور کنکریاں مار رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دیوانہ ہے۔

جوان مسجد میں گیا اور پکار کر کہا۔ "اے اللہ! مجھے اس دنیا سے راحت دے۔" اس پر میں نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "یہ بات تو تونے دانائی کی کہی، یہ حکمت کی بات تونے کہاں سے سیکھی۔"

اس جوان نے مجھے جواب دیا۔ "جو شخص خاص اللہ کے واسطے خدمت و عبادت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے حکمت کی نادر باتیں سکھا دیتا ہے اور عصمت کے اسباب سے اس کی تائید فرماتا ہے اور مجھے جنون نہیں بلکہ اضطراب و خوف ہے۔"

اتنا کہنے کہنے کے بعد اس نے چند اشعار درود اور شوق کے پڑھے۔ میں نے کہا۔ "یہ اشعار تو تم نے خوب پڑھے۔ جس نے تمہیں مجنوں کہا، اس نے سخت غلطی کی۔" یہ سن کر میری طرف دیکھ کر روپا۔ پھر بولا۔ "کچھ جانتے ہو کہ انخوان طریقت کس طرح مرتبہ وصل کو پہنچے۔"

اور جب میں نے اس بات کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔ "انہوں نے اپنے اخلاق کو تمام نجاستوں سے پاک کر کے تھوڑے سے رزق پر قناعت کی اور محبت الہی سے تمام آفاق میں متحیر پھرے اور راستبازی کی آزار اور خوف الہی کی ردا سے آراستہ ہوئے اور اس دنیا کے فانیہ کو دارِ باقی کے عوض فروخت کر دیا اور میلان اور عزم اختیار کیا۔ پھر ان کی یہ حالت ہوئی کہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بیا بانوں میں رہے اور مخلوق سے غائب ہو گئے۔ ان کی شان یہ ہے کہ اگر وہ حاضر بھی ہوں تو ان کو کوئی نہ پہچانے اور اگر غائب ہوں تو کوئی ان کو نہ ڈھونڈے اور جو مر جائیں تو کوئی ان کے جنازہ پر نہ آوے۔"

وہ یہ کہہ کر چلا گیا اور میں اس کی باتوں سے دنیا کو بھول گیا۔



۱۸۲۔ حضرت عبداللہ بن مبارک ابتدائی دور میں ایک کینز کی محبت میں گرفتار ہو گئے اور محبت کا عرصہ بہت طویل کپڑ گیا۔ چنانچہ سردیوں کی ایک رات میں آپ صبح تک



اس کے مکان کے سامنے انتظار میں کھڑے رہے اور جب سحر نمودار ہوئی تو رات کے بے کار جانے والے حد لال ہوا اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر میں یہ رات عبادت میں گزارتا تو اس بیداری سے وہ لاکھ درجہ بہتر تھا۔ پس اسی تصور سے آپ نے تائب ہو کر عبادت و ریاضت کو صدق دلی کے ساتھ اپنا مشغلہ بنا لیا۔



۱۸۳۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کے پاس ایک ایسا ملازم تھا جس سے آپ نے یہ معاملہ طے کیا کہ اگر تم محنت مزدوری کر کے اتنی رقم مجھے دے دو تو میں تم کو آزاد کروں گا۔ ایک دن کسی نے آپ سے یہ کہہ دیا کہ آپ کا غلام تازہ قبروں سے کفن چرا کر اور بازار میں فروخت کر کے آپ کی رقم ادا کرتا ہے۔

پسنگر آپ کو بے حد لال ہوا۔ پھر ایک رات چھپکے سے غلام کے پیچھے قبرستان میں جا پہنچے۔ قبرستان میں پہنچ کر غلام نے ایک قبر کھودی اور نماز میں مشغول ہو گیا اور جب آپ نے قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور اپنے گلے میں طوق پہنے ہوئے گریہ و زاری کر رہا ہے۔ آپ یہ دیکھ کر اپنے آپ میں رو پڑے۔ آپ نے پوری رات باہر اور غلام نے قبر میں عبادت کرنے میں گزار دی۔ پھر صبح کو غلام نے قبر کو بند کیا اور فجر کی نماز مسجد میں جا کر ادا کی اور یہ دعا کرتا رہا۔

”اے اللہ! اب رات گزر چکی ہے اور میرا آقا اب رقم طلب کرے گا لہذا اپنے کرم سے تو ہی کچھ انتظام فرمادے۔“

اس دعا کے بعد ایک نور نمودار ہوا اور اس نے درہم کی شکل اختیار کر لی۔ حضرت عبداللہ بن مبارک یہ واقعہ دیکھ کر غلام کے قدموں میں گر پڑے اور فرمایا۔

”کاش تو آقا اور میں غلام ہوتا۔“

یہ جملہ سن کر غلام نے پھر دعا کی۔ ”اے اللہ! اب میرا زفاش ہو گیا ہے اس لیے اب مجھے دنیا سے اٹھالے۔“

اتنا کہنے کے ساتھ ہی غلام نے آپ کی آغوش میں دم توڑ دیا۔



۱۸۵۔ حضرت سفیان ثوری نے حضرت حاتم سے فرمایا۔ ”میں تمہیں ان چار چیزوں سے



آگاہ کرتا ہوں۔ جن کو عوام نے اپنی غفلت کی بنا پر فراموش کر دیا۔ اول یہ کہ لوگوں پر اتہام لگا کر ان کو بُرا بھلا کہنا۔ احکامِ خداوندی سے غافل بنا دیتا ہے۔ دوم کسی مومن کے عروج پر حسد کرنا۔ ناشکری کا پیش خیمہ ہے۔ سوم ناجائز دولت جمع کرنے سے انسان آخرت کو بھول جاتا ہے۔ چہارم خداوند تعالیٰ کی وعید پر خوفزدہ نہ ہونے اور ان وعدوں پر اظہارِ مایوسی کرنے سے کفر عاید ہو جاتا ہے اور یہ سب چیزیں انتہائی بُری ہیں۔

○

۱۸۵۔ ایک مرتبہ عمرو لیث ایسا بیمار ہوا کہ تمام حکیموں نے جواب دے دیا۔ اس پر اس نے حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس بلا کر دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ ”دعا اسی کے حق میں اثر انداز ہوتی ہے۔ جو تائب ہو چکا ہو۔ لہذا پہلے تم توبہ کر کے قیدیوں کو رہا کرو۔“

اس پر عمرو لیث نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے دعا کی۔ اے اللہ! جس طرح تو نے اپنی نافرمانی کی ذلت اس کو عطا کی۔ اسی طرح میری عبادت کی عظمت بھی اس کو دکھا دے۔“

آپ کی اس دعا پر عمرو لیث تندرست ہو گیا۔ پھر اس نے بہت سی دولت آپ کو پیش کرنا چاہی لیکن آپ نے دولت لینے سے انکار کر دیا۔ واپسی پر ایک مرید نے آپ سے عرض کیا۔ ”اگر آپ نذرانہ قبول کر لیتے تو میں قرض سے سبکدوش ہو جاتا۔“

آپ نے فرمایا۔ ”اگر تجھے زرد بیکھنا ہے تو سامنے دیکھ۔“ اس پر جب مرید نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اسے چاروں طرف سونا ہی سونا دکھائی دیا۔ آپ نے فرمایا۔

”خدا نے جس کو یہ مرتبہ عطا کیا ہو۔ اس کو دولت کی تمنا کیسے ہو سکتی ہے۔“

○

۱۸۶۔ حضرت جنید بغدادیؒ کو اپنے ایک مرید سے اس کے موذوب ہونے کی وجہ سے بہت افسوس تھا مگر دوسرے مریدوں کو اس انسیت پر رشک پیدا ہو گیا۔ چنانچہ



آپ نے ہر مرید کو ایک مرغ اور ایک چاقو دے کر یہ حکم دیا کہ ان کو ایسی جگہ جا کر ذبح کرو کہ کوئی نہ دیکھ سکے۔

کچھ دیر کے بعد تمام مریدین تو ذبح شدہ مرغ لے کر حاضر ہو گئے لیکن وہ مرید جس سے آپ کو انس تھا زندہ مرغ لیے ہوئے آیا اور عرض کیا۔ ”مجھے کوئی جگہ ایسی نہیں ملی جہاں خدا موجود نہیں تھا“

یہ کیفیت دیکھ کر تمام مریدین اپنے رشک سے تائب ہو گئے۔

○

۱۸۷۔ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید حج کے لیے مکہ معظمہ گئے اور وہاں چند روز قیام کرنے کے بعد کوچ کا حکم دیا۔ چنانچہ سب لوگوں نے کوچ کیا۔ حضرت بہلول مجنوں بھی لوگوں کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ لڑکوں نے حضرت بہلول کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ وہ دوسروں سے بھی کہتے کہ اس دیوانے کو خوب تنگ کرو۔ اسی اثنا میں خلیفہ ہارون الرشید کی سواری نزدیک آگئی جس پر تمام بچے بھاگ گئے۔ جب ہارون الرشید کی سواری حضرت بہلول کے نزدیک پہنچی تو انہوں نے خلیفہ کو باواز بلند پکارتے ہوئے کہا۔ ”اے امیر المومنین! اے امیر المومنین!“

ہارون الرشید نے پر وہ اٹھا کر جواب دیا۔ ”بلیک اے مجنوں! کیا کہتے ہو؟“ بہلول نے فرمایا۔ ”اے امیر المومنین! ہم سے ایمین بن مائل نے قدامہ بن عبداللہ غامری سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام منیٰ میں ایک ایسے اونٹ پر سوار دیکھا کہ اس پر نہایت گھٹیا قسم کا کجاوہ تھا اور کوئی بھی حضور کی سواری کے ارد گرد لوگوں کو نہیں ہٹاتا تھا۔ نہ کوئی کسی سے مار دھاڑ کرتا تھا۔ پس اے امیر المومنین! اس سفر میں تیرا تواضع اور سستی اختیار کرنا اس تکبر اور بڑائی سے بہتر ہے۔“

ہارون الرشید یہ سن کر رونے لگا اور اس قدر رو دیا کہ آنسو زمین پر گرنے لگے پھر بہلول سے کہا۔ ”اے بہلول! ہمیں کچھ اور نصیحت کی باتیں سنا۔“

حضرت بہلول نے یہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

”یہ مان لے کہ تیرا ساری زمین کا مالک ہوا اور یہ بھی مان لے کہ تمام عالم تیرا مطیع“



ہو گیا لیکن اگر یہ سب کچھ ہو گیا تو پھر کیا نفع۔ کل تیرا ٹھکانہ قبر کے اندر ہو گا اور وہ تیرے اوپر مٹی ڈالتا ہو گا۔“

ہارون الرشید یہ سن کر بہت رویا اور کہا۔ ”بہلول تم نے خوب بات کہی۔ کچھ اور کہو۔“ بہلول نے کہا۔ ”اے امیر المومنین! جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال اور جمال عطا فرمایا ہو اور اس نے اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا اپنے جمال کو حرام سے بچایا وہ حق تعالیٰ کے دفتر میں اللہ کے مقبول بندوں کی فہرست میں شامل ہو گا۔“ ہارون الرشید نے کہا۔ ”بہلول! تم نے خوب کہا اور انعام کے بھی مستحق ہوئے۔“ بہلول نے کہا۔ ”اپنا انعام اُسے دے جو لے، ہمیں تمہارے انعام کی کوئی حاجت نہیں۔“ پھر ہارون نے کہا۔ ”بہلول! اگر تمہارے ذمے کوئی قرض ہو تو کہو میں ادا کروں۔“ بہلول نے فرمایا۔ ”میں دین کے بدلے دنیا نہیں چاہتا۔ اہل حق کو ان کا حق دے اور اپنے نفس کا قرض ادا کرو۔“

پھر ہارون الرشید نے کہا۔ ”اگر رائے ہو تو کچھ وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔“ بہلول نے یہ سن کر آسمان کی جانب دیکھا پھر فرمایا۔ ”امیر المومنین! میں اور تو دونوں اللہ کے بندے ہیں پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے یاد رکھے اور مجھے مہجول جائے۔“ ہارون الرشید نے یہ سن کر پرہہ چھوڑ دیا اور سواری آگے بڑھ گئی۔



۱۸۸۔ حضرت فضیل بن عیاضؓ کے تائب ہونے کا واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ کوئی قافلہ آپ کے قریب میں آکر ٹھہرا۔ اس قافلہ میں کوئی شخص یہ آیت تلاوت کر رہا تھا۔ (ترجمہ) کیا اہل ایمان کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے خوفزدہ ہو جائیں۔“

اس آیت کا فضیل کے قلب پر ایسا اثر ہوا کہ جیسے کسی نے تیر مار دیا ہو۔ آپ نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ غارتگری کا کھیل کب تک جاری رہے گا اور اب وہ وقت آچکا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں چل پڑیں۔“

یہ کہہ کر کافی دیر تک زار و قطار روتے رہے۔ اس کے بعد آپ عبادت میں مشغول ہو گئے۔ پھر ایک صحرا میں جانکلے جہاں ایک قافلہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ اہل قافلہ



میں سے کوئی کہہ رہا تھا کہ اس راستے میں فضیل ٹا کے مارتا ہے۔ لہذا ہمیں راستہ تبدیل کر دینا چاہیے۔

یہ سن کر آپ نے قافلہ والوں سے فرمایا۔ "اب قطعاً بے خوف ہو جاؤ۔ اس لیے کہ میں نے راہزنی سے توبہ کر لی ہے۔"

پھر آپ نے ان تمام لوگوں سے جن کو آپ سے اذیتیں پہنچی تھیں۔ معافی طلب کر لی لیکن ایک یہودی نے آپ کو معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے معاف کرنے کے لیے یہ شرط پیش کی کہ اگر تم سامنے والی پہاڑی کو یہاں سے ہٹا دو تو میں معاف کر دوں گا۔

چنانچہ آپ نے اس پہاڑی کی مٹی ہٹاتی شروع کر دی اور اتفاق سے ایک دن ایسی آندھی آئی کہ وہ پوری پہاڑی اپنی جگہ سے ختم ہو گئی۔ یہودی نے جب یہ دیکھا۔ تو اس نے اپنے دل سے اپنی دشمنی ختم کر دی اور عرض کیا۔

"میں نے اپنے دل میں عہد کیا تھا کہ جب تک تم میرا لوٹا ہوا مال واپس نہیں کرو گے میں تمہیں معاف نہیں کروں گا لہذا اس وقت میرے تکیے کے نیچے اثرفیوں کی ایک تھیلی رکھی ہوئی ہے وہ آپ اٹھا کر مجھے دے دیں تاکہ میری قسم کا کفارہ ادا ہو جائے۔" چنانچہ آپ نے وہ تھیلی اٹھا کر اُسے دے دی۔ اس کے بعد اس یہودی نے یہ شرط پیش کی کہ پہلے مجھے مسلمان کر لو۔ پھر معاف کر دوں گا۔ اس پر آپ نے اُسے کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔

اسلام لانے کے بعد اُس نے آپ کو بتایا۔ "میرے مسلمان ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ اگر صدق دلی سے تائب ہونے والا خاک کو ہاتھ لگا دیتا ہے تو وہ سونا بن جاتی ہے لیکن مجھے اس پر یقین نہیں تھا۔ اور آج جبکہ میری تھیلی میں مٹی بھری ہوئی تھی اور آپ نے اُسے اٹھا کر مجھے دی تو اس میں سے واقعی سونا نکل آیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ نہ صرف آپ کی توبہ سچی ہے بلکہ آپ کا دین بھی سچا ہے۔"



۱۸۹- ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصریؒ نے سات شب و روز روزے رکھے اور رات کے



وقت قطعاً آرام بھی نہ کیا لیکن جب اٹھویں روز مجھ کو ک کی شدت پر نفس نے یہ فریاد کی کہ مجھے کب تک اذیت دوگی۔ اسی وقت ایک شخص کھانے کی کوئی شے پیالے میں لیے ہوئے حاضر ہوا۔ آپ نے اس شخص سے پیالہ لے کر رکھ دیا پھر شمع روشن کرنے اٹھیں اور اسی وقت ایک بلی کہیں سے آئی اور اس نے وہ پیالہ اُلٹ دیا اور جب پانی سے روزہ کھولنے اٹھیں تو شمع بجھ گئی اور پانی کا آنسو بھی ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا۔

اس وقت آپ نے ایک دلدوز آہ بھر کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ "میرے ساتھ یہ کیسا معاملہ کیا جا رہا ہے۔"

ندا آئی۔ "اگر دنیاوی نعمتوں کی طلب گار ہو تو ہم عطا کیے دیتے ہیں لیکن اس کے عوض اپنا درد تمہارے دل سے نکال لیں گے۔ اس لیے کہ ہمارے غم اور دنیاوی غم کا ایک دل میں جمع ہونا ممکن نہیں اور نہ کبھی جداگانہ مرادیں ایک دل میں جمع ہو سکتی ہیں۔" یہ نہ اُسننے ہی آپ نے دامنِ اُمید چھوڑ کر اپنا دل حبِ دنیا سے اس طرح خالی کر لیا کہ جس طرح موت کے وقت مرنے والا اُمیدِ زندگی ترک کر کے قلب کو دنیاوی تصورات سے خالی کر دیتا ہے۔ اس کے بعد آپ بھی دنیا سے اس طرح کنارہ کش ہو گئیں کہ ہر صبح یہ دعا کرتے ہیں۔

"اے اللہ! مجھے اس طرح اپنی طرف متوجہ فرما لے کہ اہل جہاں مجھے ترے سوا کسی کام میں مشغول نہ دیکھ سکیں۔"



۱۹۰۔ تیس برس تک حضرت فضیل بن عیاضؓ کو کبھی کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا لیکن جب آپ کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو آپ مسکرا رہے تھے اور جب لوگوں نے آپ سے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ "چونکہ اللہ تعالیٰ اس کے مرنے سے خوش ہوا۔ لہذا میں بھی اس کی رضا میں خوش ہو کر مسکرا دیا۔"



۱۹۱۔ ایک قافلہ حج کی نیت سے روانہ ہونے لگا تو اہل قافلہ نے حضرت بشر حافیؓ کو بھی ہمراہ چلنے کے لیے عرض کیا۔ لیکن آپ نے ساتھ چلنے کے لیے تین شرطیں پیش کر دیں۔



اَوَّل یہ کہ کوئی شخص اپنے ہمراہ توشہ نہ لے۔ دوئم یہ کہ کسی سے کبھی کچھ طلب نہ کرے۔ سوئم یہ کہ اگر کوئی کچھ پیش بھی کرے تو قبول نہ کرے۔  
یہ سن کر اہل قافلہ نے عرض کیا کہ پہلی دو شرطیں تو ہمیں منظور ہیں لیکن تیسری شرط قابل قبول نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔  
" توکل حجاج کا توشہ سفر ہے اور اگر تم یہ قصد کر لیتے کہ کسی سے کچھ نہ لیں گے۔ تو خدا پر توکل بھی ہو جاتا اور درجہ ولایت بھی حاصل ہو جاتا۔ "



۱۹۲۔ حضرت احمد حرب کا ایک ہمسایہ آتش پرست تھا۔ ایک دفعہ دوران سفر اس آتش پرست کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ آپ دل جوئی کے لیے اس کے یہاں تشریف لے گئے۔ وہ بڑے احترام کے ساتھ پیش آیا چونکہ وہ زمانہ قحط سالی کا تھا اس لیے آتش پرست نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید آپ کھانا کھانے کی غرض سے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ اس نے کھانے کا انتظام کرنا چاہا۔ اس پر آپ نے اسے فرمایا۔ ہم کھانے کی غرض سے نہیں بلکہ دلجوئی کے لیے آئے ہیں۔  
اس پر آتش پرست نے جواب میں عرض کیا۔ "میرا مال لٹ گیا لیکن تین چیزیں لائق شکر ہیں۔ اول یہ کہ دوسروں نے میرا مال لوٹا لیکن میں نے کبھی کسی کا مال نہیں لوٹا دوئم یہ کہ اب بھی میرے پاس نصف دولت باقی ہے۔ سوئم یہ کہ میرا مذہب محفوظ رہ گیا۔"

یہ سن کر آپ نے پوچھا۔ تم آگ کیوں پوجتے ہو؟

اس نے کہا۔ "محض اس لیے کہ روزِ محشر جہنم کی آگ سے بھی محفوظ رہوں اور خدا کا قرب بھی حاصل ہو جائے۔"

آپ نے فرمایا۔ آگ کی حقیقت تو اتنی سی ہے کہ اگر ایک بچہ اس پر پانی ڈال دے۔ تو بجھ جائے گی۔ اس کے علاوہ تم سترہ سال سے آگ کو پوج رہے ہو لیکن آج تک اس آگ نے تمہارے ساتھ کیا حسن سلوک کیا کہ جس کی بنا پر تم قیامت کے روز اس سے بہتری کی توقع رکھتے ہو۔"

آپ کے اس قول سے متاثر ہو کر اس نے عرض کیا۔ "اگر آپ میرے چار سوالوں کا جواب



دے دیں تو میں آپ کے دین پر ایمان لاسکتا ہوں۔

اول خدا نے مخلوق کو کیوں تخلیق کیا؟ دوم تخلیق کے بعد رزق کیوں دیا؟ سوم رزق  
پینے کے بعد موت سے کیوں دوچار کیا؟ چہارم مارنے کے بعد زندہ کرنے کی ضرورت  
کیوں محسوس ہوئی؟

آپ نے جواب دیا۔ تخلیق مخلوق کا مقصد یہ ہے کہ خالق کی شناخت ہو سکے۔ رزق  
عطا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی رزاقی کا اندازہ کیا جاسکے اور موت کا مقصد اس کی  
جباری وقہاری کا اندازہ کرنا ہے اور موت کے بعد زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اس  
کے قادر ہونے کو تسلیم کیا جاسکے۔

اتنا کہنے کے بعد آپ بہت دیر تک آگ میں ہاتھ ڈالے بیٹھے رہے لیکن آگ نے  
آپ کا ہاتھ متاثر نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر وہ آتش پرست فوراً مسلمان ہو گیا۔



۱۹۳۱۔ حضرت حاتمِ اہمؑ نے ایک دن بغداد میں خلیفہ سے ملاقات کے وقت فرمایا۔ السلام  
علیکم یا زاہد!

خلیفہ نے کہا۔ "میں تو زاہد نہیں ہوں بلکہ آپ زاہد ہیں۔"

آپ نے فرمایا۔ "خدا کا یہ فرمان ہے قل متاع الدنیا قلیل یعنی اے نبی!  
فرما دیجئے کہ دنیا کی متاع بہت تھوڑی ہے اور چونکہ تو قلیل شے پر قانع ہو گیا اس  
لیے زاہد ہے اور میں دنیا و آخرت پر بھی قانع نہ ہو سکا اس لیے میں کیسے زاہد ہو  
سکتا ہوں؟"



۱۹۲۷۔ ایک دن کچھ لوگوں نے حضرت صالح بن عبدالکریمؑ سے سوال کیا کہ خوف اور امید  
میں کون سی شے بہتر ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بہتر تو یہ ہے کہ دونوں ہی ہوں لیکن امید سے خوف کا پلڑا بھاری  
ہے۔ اور جب اسی قول کو حضرت سلیمان دارائیؑ کے سامنے نقل کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔  
"میرے نزدیک تو تمام عبادات کا دار و مدار ہی خوف پر ہے۔ کیوں کہ امید عبادت  
سے بے نیاز کر دیتی ہے اور دین و دنیا کی بنیاد ہی خوف پر قائم ہے، اور جب خوف



پر امید کا غلبہ ہو جاتا ہے تو قلب کی شامت آجاتی ہے اور خوف کی زیادتی سے عبادت میں بھی زیادتی رونما ہو جاتی ہے۔ "لقیمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ خدا سے اتنا ڈرو کہ رحمت سے مایوس نہ ہو اور نہ اتنی امید رکھو کہ عذاب سے بے خوف ہو جاؤ۔"



۱۹۵۔ حضرت محمد بن اسلم طوسی قرض لے کر فقرا کو دے دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی یہودی نے اپنا قرض طلب کیا لیکن آپ کے پاس دینے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ لیکن آپ نے اسی وقت اپنا قلم تراشا اور اسی تراش کا ایک ٹکڑا زمین پر سے اٹھا کر یہودی کو دیتے ہوئے فرمایا۔ "یہ لے جاؤ۔"

جب یہودی نے وہ ٹکڑا ہاتھ میں لے کر غور سے دیکھا تو وہ سونا تھا۔ چنانچہ یہودی کو خیال ہوا کہ جس مذہب میں ایسے ایسے خدا رسیدہ ہوں وہ مذہب کبھی باطل نہیں ہو سکتا اس بات کا خیال کرتے ہی وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔



۱۹۶۔ حضرت حاتم امم نے امام احمد بن حنبل سے سوال کیا کہ آپ رزق کی جستجو کرتے ہیں یا نہیں؟

امام صاحب نے جواب دیا کہ یقیناً متلاشی رہتا ہوں۔  
 آپ نے پوچھا۔ "قبل از وقت یا بعد از وقت یا بروقت تلاش کرتے ہو؟"  
 یہ سن کر امام صاحب سکتہ میں آگئے۔ اس لیے کہ اگر یہ کہیں کہ قبل از وقت تلاش کرتا ہوں تو فرمایاں گے کہ تم تضحیح اوقات کرتے ہو اور اگر بعد از وقت کہہ دوں تو کہیں گے کہ گذشتہ شے کی تلاش بے معنی ہے اور یہ کہوں کہ بروقت تلاش کرتا ہوں تو فرمایاں گے موجودہ شے کی جستجو سے کیا فائدہ۔

لیکن اس واقعہ کے بارے میں ایک بزرگ نے یہ فرمایا۔ "تلاش رزق نہ فرض ہے نہ سنت اس لیے اس کی جستجو ہی بے سووہ ہے کیوں کہ رزق تو ہم کو خود تلاش کرتا پھرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ "رزق تو خود تمہارے پاس پہنچتا ہے تمہیں جستجو کی کیا ضرورت ہے؟"





۱۹۷۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کو سفر حج کے دوران کہیں سے بھی کھانا نہ ملا۔ اس پر ابلیس نے سامنے آکر کہا۔ "سلطنت چھوڑ کر سوائے فاتحہ کشتی کے اور کیا ملا؟" اس وقت آپ نے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے عرس کیا کہ دشمن کو دوست کے پیچھے کیوں لگا دیا؟

اس پر جواب ملا۔ تمہاری جیب میں جو چیز ہے اُسے پھینک دو تا کہ تمہیں اس کا راز معلوم ہو جائے۔"

چنانچہ جب آپ نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو تھوڑی سی چاندی برآمد ہوئی۔ جو نہی آپ نے اُسے پھینکا ابلیس اُسی وقت رفو چکر ہو گیا۔



۱۹۸۔ انتقال کے وقت بشر حافیؒ شدید مضطرب ہوئے۔ اس پر لوگوں نے پوچھا۔ "کیا ترک دنیا کا غم ہے؟"

آپ نے فرمایا۔ "نہیں، بلکہ بارگاہِ خداوندی میں جانے کا خوف ہے۔" ایک شخص نے آپ کی موت کے وقت اپنی مفلسی کا رونا رویا۔ اس پر آپ نے اسے اپنا پیرا بن اتار کر دے دیا اور خود دوسرے کا مستعار لے کر بہن لیا۔ آپ کا فرمان ہے "تین کام بہت مشکل ہیں۔ اول مفلسی میں سخاوت، دوم خوف میں صداقت، سوم خلوت میں تقویٰ۔"



۱۹۹۔ ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصریؒ کشتی پر سفر کر رہے تھے کہ کسی بیوپاری کا موتی کھو گیا۔ سب نے آپ پر شک کرتے ہوئے آپ کو مارنا پٹینا شروع کر دیا۔ آپ نے آسمان کی جانب نظر اٹھا کر کہا۔ "اے اللہ! تو علیم ہے کہ میں نے کبھی چوری نہیں کی۔"

آپ نے یہ کہا تو اسی وقت دریا میں سے صد ہا مچھلیاں منہ میں ایک ایک موتی دباؤ نمودار ہو گئیں۔ اس پر آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے موتی نکال کر اُس بیوپاری کو دے دیا۔ اس کرامت کے مشاہدے کے بعد تمام مسافروں نے آپ سے معافی طلب کی۔ اسی واقعہ پر آپ کا خطاب ذوالنون پڑ گیا۔





۲۰۰۔ کسی نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے سوال کیا کہ آپ کے پاس کثرت سے عورتیں کیوں رہتی ہیں۔ اس میں کیا راز ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ”یہ ملائکہ ہیں جن کو میں علمی مسائل سمجھانا ہوں۔ ایک شب فلکِ اول کے ملائکہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے ہمراہ عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میری زبان میں وہ طاقت نہیں کہ جس سے میں ذکرِ الہی کر سکوں۔“

اسی طرح ساتوں افلاک کے ملائکہ میرے پاس جمع ہو گئے اور سب نے وہی خواہش ظاہر کی جو فلکِ اول کے فرشتوں نے کی تھی اور میں نے سب کو پہلا ہی جواب دیا اور جب انہوں نے پوچھا۔ ”ذکرِ الہی کی طاقت آپ میں کب پیدا ہوگی“ میں نے جواب میں کہا۔ ”قیامت میں جب سزا و جزا ہو جائیں گے اور میں طوافِ عرش کرتا ہوں اللہ اللہ کہہ رہا ہوں گا۔“



۲۰۱۔ جب ہارون الرشید امام ابو یوسفؒ کے ہمراہ حضرت داؤد طائیؒ کے پاس بغرض ملاقات حاضر ہوا تو حضرت نے ملاقات سے انکار کرتے ہوئے فرمایا۔ ”میں دنیا دار ظالموں سے نہیں ملتا۔“

لیکن ہارون الرشید کی والدہ نے بے حد اصرار کیا تو آپ نے اجازت دے دی۔ ملاقات کے بعد جب ہارون الرشید رخصت ہونے لگا تو اس نے آپ کی خدمت میں شرفیوں کی تھیلی پیش کرنا چاہی مگر آپ نے واپس کرتے ہوئے فرمایا۔ ”میں نے اپنا مکان جائز دولت کے عوض فروخت کیا ہے اس لیے میرے پاس اخراجات کے لیے رقم موجود ہے اور میں یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ جب یہ رقم ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ مجھے دنیا سے اٹھالے۔“



۲۰۲۔ حضرت حارث محاسبیؒ کو ورثہ میں تیس ہزار درہم ملتے تھے لیکن آپ نے انہیں بیت المال میں داخل کرواتے ہوئے فرمایا۔ ”حضور اکرمؐ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ قدریہ مسلک کے لوگ میری امت کے مجوسی ہیں اور مسلمانوں کو ان کا



ترکہ نہیں لینا چاہیے اور چونکہ میرے والد قدریہ مسلک کے حامی تھے۔ اس لیے کمشیت  
مسلمان میں ان کا ترکہ نہیں لے سکتا۔“



۲۰۳۔ حضرت بشر حافیؒ نے چالیس برس تک خواہش کرنے کے باوجود بکری کی  
بہری نہیں کھائی تھی اور ہمیشہ باقلہ کی ترکاری کھانے کو جی چاہتا رہا لیکن اس کے  
باوجود اس ترکاری کو بھی کبھی نہیں کھایا۔ اس کے علاوہ آپ نے کبھی حکومت کی  
جاری کردہ نھر سے پانی نہیں پیا۔

پھر ایک مرتبہ جب لوگوں نے یہ سوال کیا کہ آپ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے  
تو آپ نے فرمایا۔ ”خدا کے علاوہ میں نے کبھی کسی اور پر اظہار خیال نہیں کیا اور میں  
دعوت و نصیحت سے یہ بہتر تصور کرتا ہوں کہ لوگوں کے سامنے خدا کا ذکر کرتا رہوں۔“



۲۰۴۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بغرض حج روانہ ہوا لیکن راستے  
میں اتنی تاخیر ہو گئی کہ صرف چار یوم حج میں باقی رہ گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب کی  
بار میں حج سے محروم ہو جاؤں گا۔ لہذا ایسی کون سی شکل اختیار کی جائے کہ جس سے  
حج پر پہنچا جائے۔

میں اسی قراق و غم میں ڈوبا ہوا تھا کہ ایک بڑھیا نے مجھ سے آکر کہا۔ ”میرے ساتھ  
چل میں تجھے عرفات تک پہنچائے دیتی ہوں۔“

چنانچہ میں اس بڑھیا کے ہمراہ چل پڑا اور جب راہ میں کوئی دریا آ پڑتا تو وہ کہتی کہ آنکھیں  
بند کر لو اور جب میں اس پر عمل کرتا کہ میں صرف کمر تک پانی میں چل رہا ہوں اور  
جب دریا عبور کر لیتا تو وہ کہتی کہ آنکھیں کھولو۔

غرضیکہ اسی طرح اس نے مجھے عرفات تک پہنچا دیا اور فراغت حج کے بعد بڑھیا نے  
مجھ سے کہا ”چلو میں اپنے بیٹے سے تمہاری ملاقات کروں۔“

اور جب میں نے اس کے ہمراہ چل کر دیکھا کہ ایک بہت ہی کمزور سا نوجوان نورانی  
صورت کا بیٹھا ہوا ہے اور ماں کو دیکھتے ہی قدموں میں گر کر کہنے لگا۔

”مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم دونوں کو اللہ تعالیٰ نے میری جہیز و تکفین کے لیے بھیجا ہے۔“



کیوں کہ میری موت کا وقت بہت ہی قریب ہے۔“  
یہ کہتے ہی وہ فوت ہو گیا۔ پھر میں نے غسل دے کر اُسے قبر میں اتارا۔ اس کے بعد  
بڑھیا مجھ سے بولی۔

اب تم رخصت ہو جاؤ کیوں کہ میں اپنی زندگی بیٹھے کی قبر پر گزارنا چاہتی ہوں اور  
آئندہ سال جب تم آؤ گے تو میں تمہیں نہ مل سکوں گی لیکن میرے لیے ہمیشہ دعا لے  
خیر کرتے رہنا۔



۲۰۵۔ ایک مجذوب قسم کا شخص پراگندہ حال اور چہرہ غبار آلود حضرت ابراہیم بن ادھم کے سامنے آ  
گیا تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس کا منہ دھویا اور فرمایا۔

”جو منہ ذکرِ الہی کا منظر ہو اس کو پراگندہ نہیں ہونا چاہیے۔“

کچھ دیر کے بعد جب اس مجذوب کو ہوش آیا تو لوگوں نے پورا واقعہ اُس سے بیان  
کیا جس کو سن کر اس نے توبہ کی۔ پھر حضرت ابراہیم بن ادھم نے خواب میں دیکھا  
کہ کوئی اسے کہہ رہا ہے۔

”تم نے محض خدا کے واسطے ایک مجذوب کا منہ دھویا اللہ تعالیٰ نے تمہارا قلب  
دھو ڈالا۔“



۲۰۶۔ حضرت بایزید بسطامی نے حالتِ وجد میں یہ کہہ دیا کہ سُبْحَانِی مَا اعْظَمَ الشَّانِی

یعنی میں پاک ہوں اور میری شان بہت بڑی ہے اور جب اختتامِ وجد کے بعد  
ارادت مندوں نے یہ سوال کیا کہ یہ جملہ آپ نے کیوں کہا؛ تو آپ نے فرمایا۔

”مجھے تو علم نہیں کہ میں نے کوئی ایسا جملہ کہا ہو لیکن اگر آئندہ اس قسم کا کوئی جملہ میری  
زبان سے نکل جائے تو مجھے قتل کر ڈالنا۔“

اس کے بعد دوبارہ حالتِ وجد میں پھر آپ نے یہی جملہ کہا جس پر آپ کے مریدین  
آپ کو قتل کر دینے پر آمادہ ہو گئے لیکن پورے مکان میں انہیں ہر سمت بایزید

ہی بایزید نظر آئے اور جب انہوں نے چھریاں چلائی شروع کیں تو یوں محسوس  
ہوتا تھا کہ جیسے پانی پر چھریاں چل رہی ہوں اور آپ کے اُدپر اس کا قطعاً کوئی



اثر نہ ہوا۔ پھر جب کچھ وقفہ کے بعد وہ حالت رفتہ رفتہ ختم ہوتی چلی گئی، تو دیکھا کہ آپ محراب میں کھڑے ہیں اور جب مریدین نے واقعہ بیان کیا تو فرمایا۔  
 ”اصل بایزید تو میں ہوں اور جن کو تم نے دیکھا وہ بایزید نہیں تھے۔“



۲۰۷۔ کسی عورت نے امام احمد بن حنبل سے یہ مسئلہ دریافت کیا۔ ”میں اپنی چھت پر سوت کات رہی تھی کہ اسی دوران شاہی روشنی کا گذر ہوا اور پھر میں نے اسی روشنی میں تھوڑا سا سوت کات لیا۔ اب آپ فرمائیے کہ وہ سوت جائز ہے یا ناجائز۔“  
 یہ سن کر امام صاحب نے اس عورت سے پوچھا۔ ”تم کون ہو؟“ اور اس قسم کا مسئلہ کیوں دریافت کرتی ہو؟

اس عورت نے جواب دیا۔ ”میں بشر حافی کی ہمشیرہ ہوں۔“  
 امام صاحب نے فرمایا۔ ”تمہارے لیے وہ سوت جائز نہیں۔ کیوں کہ تم اہل تقویٰ کے خاندان سے ہو۔ اور تمہیں اپنے بھائی کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔ جو شنبہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو ہاتھ بھی ان کی پیروی نہیں کرتا تھا۔“



۲۰۸۔ حضرت امام شافعیؒ کی والدہ محترمہ بہت بزرگ تھیں۔ اور اکثر لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس بطور امانت رکھوا دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ دو آدمیوں نے کپڑوں سے بھرا ہوا صندوق آپ کے پاس بطور امانت رکھوا دیا۔ اس کے بعد ایک شخص آ کر وہ صندوق لے گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد دوسرے شخص نے آ کر صندوق کا مطالبہ کیا اس پر آپ نے فرمایا۔ ”میں تمہارے ساتھی کو وہ صندوق دے چکی ہوں۔“  
 وہ بولا۔ ”جب ہم دونوں نے صندوق آپ کے پاس رکھوایا تھا تو پھر آپ نے میری موجودگی کے بغیر اس کو صندوق کیسے دے دیا؟“  
 اس بات سے امام شافعیؒ کی والدہ محترمہ بہت شرمندہ ہوئیں لیکن اسی وقت امام شافعیؒ بھی گھر میں آگئے اور والدہ محترمہ سے کیفیت دریافت کرنے کے بعد اس شخص سے بولے۔

”تمہارا صندوق موجود ہے لیکن تم تنہا کیسے آگئے۔ اپنے ساتھی کو ہمراہ کیوں نہیں



لائے۔ جاؤ پہلے اپنے ساتھی کو جا کر لاؤ پھر صندوق ملے گا۔  
یہ جواب سن کر وہ شخص حیران ہوتا ہوا واپس چلا گیا۔

○

۲۰۹۔ حضرت یحییٰ بن معاذ نے لوگوں سے فرمایا۔ تین قسم کے لوگوں سے ہمیشہ پرہیز کرو۔

اول غافل علماء سے، دوم کابل قاریوں سے، سوم جاہل صوفیوں سے۔

اولیئے کرام کو تین باتوں سے پہچانیئے۔ اول وہ خالق پر بھروسہ رکھتے ہوں دوم مخلوق سے بے نیاز ہوں۔ سوم خدا کو یاد کرتے ہوں۔

دانش مندوں کی تین علامتیں ہیں۔ اول یہ کہ امراء کو حسد کے بجائے بنظر نصیحت دیکھے دوم شہوت کے بجائے عورت پر نگاہِ شفقت ڈالے۔ سوم درویش کو غرور و تکبر کے بجائے تواضع کی نظر سے دیکھے۔

چھپ کر گناہ کرنے والے کو خدا ظاہر میں ذلت عطا کرتا ہے۔

جو غم خدا سے دور کر دے، اس سے وہ گناہ بہتر ہے جو خدا کا محتاج بنا دے۔

○

۲۱۰۔ ایک دفعہ سفر کے دوران حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کے

ساتھ ایک سرے میں ٹھہرے۔ آپ نے آنکھیں بند کر کے کچھ خاموشی اختیار کی اور

پھر فرمایا۔ لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس سرے پر کوئی مصیبت نازل ہونے والی ہے۔

حاضرین نے دریافت کیا۔ حضرت! اس سے بچنے کی تدبیر بھی ارشاد فرمائیے۔

آپ نے فرمایا۔ دعائے مانورہ پڑھتے رہو، جو یہ دعا پڑھتا رہے گا، اس مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہی سرے میں آگ لگ گئی اور سرے کا بہت سا حصہ جل گیا۔

لیکن جن لوگوں نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا ان کا سامان جلنے اور تباہ ہونے سے بچ گیا۔

○

۲۱۱۔ کسی شخص نے حضرت احمد حضورؒ سے اپنے افلاس کا رونا رویا۔ تو آپ نے فرمایا۔

”جتنے بھی پیشے ہو سکتے ہیں۔ ان کا نام علیحدہ علیحدہ پرچیوں پر لکھ کر ایک بوتے



میں ڈال کر میرے پاس لے آؤ۔

اس نے آپ کے حکم پر عمل کیا۔ حضرت احمد حضورؓ نے جب لوٹے میں ہاتھ ڈال کر ایک پرچی نکالی تو اس پر چوری کا پیشہ درج تھا۔ آپ نے اُسے حکم دیا کہ تمہیں یہی پیشہ اختیار کرنا چاہیے۔ پہلے تو وہ یہ سن کر سخت پریشان ہوا لیکن شیخ کے حکم کی وجہ سے چوروں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ چوروں نے اس سے وعدہ لے لیا کہ جس طرح وہ حکم دینگے، اُس پر اُسے عمل کرنا ہوگا۔ چنانچہ ایک دن اس گروہ نے کسی قافلہ کو لوٹ کر ایک دولت مند کو قیدی بنا لیا اور جب اس نئے چور کو اس دولت مند کے قتل کرنے کو کہا۔ تو اس چور کو یہ خیال آیا کہ اس طرح تو یہ لوگ صد ہا انسانوں کو قتل کر چکے ہوں گے۔ لہذا بہتر صورت یہ ہے، کہ ان کے سردار ہی کو قتل کر دیا جائے۔ اس خیال کے ساتھ ہی اس نے سردار کو قتل کر ڈالا۔

یہ دیکھ کر تمام چور ڈر کے مارے فرار ہو گئے اور جس دولت مند کو قیدی کیا تھا اس کو رہا کر دیا۔ جس کے صلہ میں اُس دولت مند نے اس کو اتنی دولت دے دی کہ یہ خود امیر کبیر بن گیا اور پھر تمام عمر عبادت اور خوفِ خدا میں گزار دی۔



۲۱۲۔ کسی نے حضرت ابوترابؓ سے عرض کیا کہ اگر آپ کو کسی شے کی حاجت ہو، تو حکم کیجئے۔

آپ نے جواب دیا۔ مجھے تو خدا سے بھی حاجت نہیں ہے اس لیے کہ میں تو اس کی رضا پر خوش ہوں۔ وہ جس حال میں چلے رکھے۔ درویش کو جو مل جائے وہی اس کا کھانا ہے اور جس سے جسم ڈھانپا جائے وہی لباس ہے اور جس جگہ رہ رہا ہو وہی اس کا مکان ہے۔



۲۱۳۔ جب حضرت شاہ شجاعؒ کرمانی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس کے سینہ پر سفید حروف میں اللہ جل شانہ لکھا ہوا تھا لیکن جب وہ لڑکا جوان ہوا تو لہو و لعب میں مشغول ہو کر بربط پر گانا گایا کرتا تھا۔ چنانچہ جب رات کے وقت ایک محلہ سے گاتا ہوا لڑکا



تو ایک نئی دُہن جو اپنے شوہر کے ساتھ مخمخواب تھی، بے چین ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر جھانکنے لگی۔

اسی اتنا میں اس کے شوہر کی آنکھ کھل گئی، بیوی کو پاس نہ پا کر اٹھا اور بیوی کے پاس پہنچ کر اس لڑکے سے مخاطب ہو کر بولا۔ "شاید ابھی تیری توبہ کا وقت نہیں آیا۔ یہ سن کر لڑکے نے پُراثر انداز میں جواب دیا۔ "یقیناً وقت آچکا ہے۔"

یہ کہہ کر بربط توڑ دیا اور اسی دن سے ذکرِ الہی میں مشغول ہو گیا اور درجہ کمال کو پہنچا۔ حضرت شاہ شجاع فرمایا کرتے تھے کہ جو مقام مجھے چالیس سال میں حاصل نہ ہوا وہ میرے بیٹے کو چالیس دنوں میں مل گیا۔



۲۱۴۔ ایک مرتبہ دورانِ وعظ مصاحب کا نائب احمد بن یزید ریڑی شان و شوکت کے ساتھ حضرت سری سقطیؒ کی مجلسِ وعظ میں آ پہنچا۔ اس وقت آپ یہ فرما رہے تھے۔ "مخلوقات میں کوئی مخلوق بھی انسان سے کمزور نہیں لیکن اس کے باوجود بھی انسان بڑے بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا رہتا ہے۔"

اس تقریر کا احمد بن یزید پر ایسا اثر ہوا کہ گھر جا کر کچھ کھائے پیے بغیر رات بھر عبادت میں مشغول رہا اور صبح ہونے پر فقیرانہ لباس پہنا اور حضرت سری سقطیؒ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کیا۔ "آپ کے بیان سے جو کل میرے اُوپر اثر ہوا ہے وہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اب میرے دل میں حُبِّ دنیا سے نجات حاصل کر کے گوشہ نشینی کا رجحان پیدا ہو گیا ہے۔ لہذا آپ راہِ طریقت کی تعلیم سے آگاہ فرمائیں۔"

آپ نے فرمایا۔ "عام تعلیم تو یہ ہے کہ پنجگانہ نماز ادا کرتے ہوئے احکامِ شرعیہ کی پابندی کرو اور سلوک کی خاص تعلیم یہ ہے کہ دنیا کو خیر باد کہہ کر اس طرح مصروفِ عبادت ہو جاؤ کہ خدا کے سوا کسی سے کچھ طلب نہ کرو اور اگر کوئی دینا بھی چاہے جب بھی مت لو۔" اس پر احمد بن یزید نحیف و نزار نامعلوم سمت کی طرف روانہ ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد احمد بن یزید کی والدہ روتی پڑھتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولی۔

"میرا تو ایک ہی بچہ تھا اور وہ بھی آپ کی محبت میں دیوانہ ہو کر نہ جانے کہاں چلا گیا ہے۔" آپ نے اُسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ "فکر نہ کرو جب وہ آجائے گا میں نہیں



آگاہ کر دوں گا۔

کچھ دنوں کے بعد احمد بن یزید انتہائی خستہ حالت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ "آپ نے مجھے خوابِ غفلت سے بیدار کر کے جو کرم مجھ پر کیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر دے۔"

اسی وقت احمد بن یزید کی والدہ اور بیوی بچے بھی حاضر ہو گئے اور ان کی زبوں حالی دیکھ کر لپٹ کر رونے لگے اور ان کے ساتھ ساتھ اہل مجلس پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ پھر والدہ اور بیوی نے گھر چلنے پر اصرار کیا مگر آپ نے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔ اس پر بیوی نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔ "اگر گھر نہیں چلنا تو اپنے بچے کو اپنے ہمراہ رکھو۔"

بیوی نے تو یہ چاہا تھا کہ شاید اولاد کی محبت ہی آپ کا دل پھیر دے مگر آپ نے بچے کا لباس اتار کر کمر بیل اڑھا دیا اور جب ہاتھ میں کسکول دے کر بچے کو لے کر چلنے لگے، تو ماں سے بچے کا یہ حال دیکھا نہ گیا۔ اور اس کو ساتھ لے جانے سے منع کر دیا۔ پھر برسوں کے بعد کسی نے حضرت سری سقطیؒ سے آکر عرض کیا۔ "مجھ کو احمد بن یزید نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ میری موت قریب ہے اگر آپ قدم رنجہ فرمائیں تو بہتر ہوگا۔" اس پیغام پر جب آپ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ قبرستان کی مٹی پر پڑے ہیں۔ چنانچہ آپ نے احمد بن یزید کا سر اپنی آغوش میں رکھا۔ اس پر انہوں نے آنکھ کھول کر کہا۔ "آپ بالکل خاتمہ کے وقت پہنچے ہیں۔"

یہ کہہ کر حضرت سری سقطیؒ کی آغوش میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔



۲۱۵۔ اوائل میں حضرت سری سقطیؒ گرے پڑے پھل فروخت کیا کرتے تھے۔ اس لیے اوگ

آپ کو سقط فروش کہنے لگے، اسی سے سقطی کہلائے۔

اسی عہد میں بغداد کے بازار میں آگ لگی مگر اس آگ سے آپ کی دکان محفوظ رہ گئی۔

آپ نے بطور شکرانے کے دکان کا تمام مال صدقہ کر دیا۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے؟

آپ نے فرمایا۔ "ایک مرتبہ حبیب راعی نے یہ بیان پر تشریف لائے۔ ایک تسمین بچہ



اُن کے ہمراہ تھا۔ اُنہوں نے مجھے فرمایا۔ "اس یتیم بچے کو کپڑے دلا دو۔"  
اور جب میں نے تعمیل کر دی تو آپ نے دعا کی۔ "اللہ تعالیٰ تمہیں وہ مراتب عطا  
کرے کہ تم دنیا اور دنیا کی خواہشات کو اپنا دشمن تصور کرنے لگو۔"  
چنانچہ اس دن سے خدا نے مجھے عظیم مراتب سے نوازا۔



۲۱۶۔ بغداد میں سات آتش پرست نہایت عابد اور متراض رہتے تھے اور ان کا دستور  
تھا کہ ہر چھ ماہ کے بعد ایک لقمہ کھایا کرتے تھے۔ حلق تِ خدا اُن کی گرویدہ تھی۔  
ایک مرتبہ یہ ساتوں آدمی حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی ملاقات کے لیے حاضر  
ہوئے۔ جب اُن لوگوں کی نظر آپ پر پڑی تو آپ کے پر جلال چہرے کی تانہ لاکر ان  
سب کا رنگ زرد پڑ گیا۔ طاقت نے جواب دے دیا اور وہ سب بے اختیار آپ  
کے قدموں میں گر پڑے۔

آپ نے اُن سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔ "تم لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ خدا کے  
سوا دوسرے کی عبادت کرتے ہو۔ جب تک تم لوگ خدا کی پرستش نہیں کرو گے۔  
روزخ کی آگ سے بچ نہیں سکتے۔"

اس پر اُن میں سے ایک آدمی نے عرض کیا۔ "اے خواجہ! ہم تو تیرے خدا کی عبادت  
نہیں کرتے مگر تم تو کرتے ہو۔ اگر آپ کو ہماری آگ نہ جلائے تو ہم آپ کے خدا  
پر ایمان لانے کے لیے تیار ہیں۔"

"اللہ اکبر! تم یہ کہتے ہو، میں تو درکنار آگ میری جوتیوں کو بھی نہیں جلا سکتی۔"  
یہ کہہ کر آپ نے اپنی مبارک جوتیوں کو آگ میں ڈال دیا اور فرمایا۔ "اے آگ معین الدین  
کی جوتیوں کو محفوظ رکھ۔"

کہتے ہیں کہ آگ اسی وقت سرد پڑ گئی اور غیب سے آواز آئی۔ آگ کی کیا مجال کہ میرے  
دوست کی جوتیوں کو جلا سکے۔"

آتش پرست یہ کرامات دیکھ کر صدقِ دل سے مسلمان ہو گئے۔



۲۱۷۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے زمانہ میں ایک بے گناہ شخص کو اس دور کے حاکم



نے سولی پر چڑھا دیا۔ مقتول کی ماں حضرت خواجہ معین الدین غریب نواز کی خدمت میں روتی اور فریاد کرتی ہوئی حاضر ہوئی۔ حضرت اس وقت وضو فرما رہے تھے۔ عورت کے فریاد کرنے پر آپ نے معاملہ کی تصدیق کروائی۔ جب عورت کی بات سچی ثابت ہوئی تو آپ اسی وقت اپنا عصا ہاتھ میں لے کر روانہ ہوئے۔ ہزار ہا فقیر خدام اور معززین شہر آپ کے ہمراہ ہو گئے۔

ہر شخص اپنی جگہ حیران و پریشان تھا کہ ایسا کون سا واقعہ ہو گیا ہے کہ جس نے حضرت کو اتنا بے قرار کر دیا ہے۔

جب آپ مقتول کی لاش کے پاس پہنچے تو اسے خاموشی کے ساتھ گھورتے رہے۔ پھر عصائے مبارک کے اشارہ سے فرمایا "اے مقتول! اگر تو واقعی بے گناہ مارا گیا ہے تو خدا کے حکم سے زندہ ہو جا۔"

کہتے ہیں کہ ان کلمات کے فرماتے ہی وہ زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور پھر ادب کے ساتھ جناب کے قدموں میں گر پڑا۔ اس کے بعد اجازت لے کر اپنی ماں کے ہمراہ چلا گیا۔



۲۱۸۔ ایک مرتبہ حضرت فتح موصلیؒ نے لوہار کی جلتی ہوئی بھٹی میں ہاتھ ڈال کر لوہے کا ایک گرم ٹکڑا ہاتھ میں لے لیا۔ پھر آپ نے فرمایا "اس کا نام صدق ہے۔" آپ نے خواب میں حضرت علیؓ کو نصیحت کرنے کے لیے عرض کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "بہ نیت ثواب اُمراد کے لیے فقراء کی تواضع احسن ہے لیکن اس سے زیادہ احسن یہ ہے کہ فقراء اُمراد سے نفرت کریں۔"



۲۱۹۔ حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ نے اپنے بھانجے حضرت علاؤ الدین صابر کلیریؒ کو لنگر خانے کا نگران مقرر کرتے ہوئے فرمایا۔ "فقیروں کی غذا کا اہتمام اس طرح کرو۔ کہ کوئی بھوکا نہ رہے۔"

اس پر انہوں نے بجا طور پر حکم کی بجا آوری کی۔ کئی ماہ کے بعد حضرت ساہوگر کی والدہ آپ سے ملنے آئیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ آپ سوکھ کر کانٹا ہو گئے ہیں وہ انہیں اپنے بھائی حضرت فرید الدینؒ کے پاس لے گئیں اور شکایت کی کہ میں نے



علاؤالدین کو آپ کے پاس اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ اس کی صحت تباہ ہو جائے۔  
 بہن کی اس شکایت پر حضرت بابا فرید نے آپ کو تنہائی میں بلا کر پوچھا۔ "تم لنگر خانے  
 کا نگران ہوتے ہوئے بھی اتنے کمزور ہو، کیا کھانا نہیں کھاتے؟"  
 آپ نے فرمایا۔ آپ نے کھانا تقسیم کرنے کے لیے فرمایا تھا مجھے کھانے کا حکم نہیں دیا  
 تھا۔ اس پر بابا حجی نے آپ کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔  
 "بے شک تو صابر ہے۔"



۲۲۰۔ ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین تغلق نے مولانا ظہیر الدین لنگ سے پوچھا۔ آپ نے  
 شیخ رکن الدین کی کوئی کرامت دیکھی ہے؟

مولانا نے فرمایا۔ ایک بار جمعہ کے روز بہت سے لوگ ان کی قدمبوسی کے لیے جمع تھے  
 میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید شیخ کے پاس کوئی تسخیر کا عمل ہے۔ میں بھی عالم ہوں لیکن  
 میری طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ میں نے سوچا کہ اگلے دن صبح کو شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر  
 یہ پوچھنا چاہیے کہ وضو کرتے وقت کئی کونے اور ناک میں پانی ڈالنے میں کیا حکمت ہے؟  
 رات کو جب سویا تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ شیخ مجھ کو حلو ا کھلا رہے ہیں جس کی شیرینی دن  
 تک میرے حلق میں رہی۔ میں نے خیال کیا کہ اگر یہی کرامت ہے تو شیطان بھی عوام کو  
 اسی طرح گمراہ کرتا ہے، صبح سویرے جا کر یہ مسئلہ ضرور پوچھنا چاہیے۔  
 صبح کو جب میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے دیکھ کر فرمایا۔ "میں تمہارا ہی منتظر  
 تھا۔" پھر چند لمحوں کے سکوت کے بعد فرمایا۔

"جنابت دو قسم کی ہوتی ہے۔ جنابتِ دل اور جنابتِ تن۔ جنابتِ تن وہ ہے جو  
 بیوی کے ساتھ صحبت کرنے سے حاصل ہو اور دل کی جنابت نالائقوں کی صحبت سے  
 ہوتی ہے۔ جنابتِ تن تو پانی سے پاک ہو جاتی ہے لیکن دل کی جنابت آنسوؤں سے  
 دھوئی جاتی ہے۔"

پانی میں تین صفتیں ہونی چاہئیں کہ اس کو پاکیزہ اور جنابت کو دور کرنے والا کہا جاسکے  
 اور وہ تین صفتیں لون (رنگ) طعم (مزہ) اور ریح (بو) ہیں۔ اسی لیے شریعت  
 نے وضو میں کئی کئی کونے اور ناک میں پانی ڈالنے کو مقدم رکھا ہے۔ تاکہ کئی سے مزہ



معلوم ہو جائے اور تاک میں پانی ڈالنے سے اس کی بُو کا پتہ چل جائے۔  
 شیخ کی ان باتوں سے میرے بدن سے پسینہ جاری ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔  
 ”جس طرح نبی کی صورت میں شیطان ظاہر نہیں ہو سکتا اسی طرح شیخ حقیقی کی صورت  
 میں بھی شیطان نمودار نہیں ہو سکتا کیونکہ شیخ حقیقی کو نبی کی کامل متابعت حاصل  
 ہوتی ہے۔ تم علومِ قال سے تو مالا مال ہو مگر علومِ حال سے قطعی بیگانہ اور خالی ہو۔“  
 شیخ رکن الدین کی ان باتوں نے مجھ پر خاطر خواہ اثر ڈالا۔



۲۲۱۔ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بے کپڑے جسم پر سے اتار کر جلا ڈالے۔ اس پر  
 لوگوں نے عرض کیا کہ شریعت میں بلا وجہ مال کا ضیاع حرام ہے۔  
 آپ نے فرمایا: ”قرآن نے کہا ہے کہ جس شے پر تمہارا قلب مائل ہو گا ہم اس کو بھی  
 تمہارے ساتھ آگ میں جلا دیں گے۔ چونکہ میرا قلب اس وقت نئے کپڑوں پر مائل  
 ہو گیا تھا۔ اس لیے میں نے ان کو دنیا میں ہی جلا ڈالا۔“



۲۲۲۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ خواب میں میں بہشت کے تین بزرگوں  
 سے ملاقات کر کے یہ سوال کر رہا ہوں کہ دنیا میں سب سے ڈراؤنی شے آپ کو کیا  
 پیش آئی۔“

انہوں نے جواب دیا: ”کہ خاتمہ کا ڈر سب سے زیادہ تھا۔“  
 پھر ایک روز خواب میں میں نے ابلیس سے پوچھا: ”تیرے نزدیک سب سے زیادہ  
 پریشان کن کون سی شے ہے۔“

اس نے جواب دیا: ”بندے کا خدا کے ہمراہ راز و نیاز۔“  
 ایک مرتبہ میں نے ابلیس کو پکڑ کر پوچھا کہ جب تک تو خدا کی واحدانیت کے بارے میں  
 نہیں بتائے گا۔ تجھ کو نہیں چھوڑوں گا۔  
 چنانچہ اس نے اس قدر تشریح کے ساتھ معارفِ واحدانیت بیان کیے کہ اس انداز  
 میں کوئی عارف بھی بیان نہیں کر سکتا۔“





۲۲۳ - حضرت معروف کرمیؒ لوگوں کے ہمراہ جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک گروہ قصہ و سرود اورے نوشی کرتے ہوئے مل گیا اور جب آپ کے ہمراہیوں نے ان کے حق میں بددعا کرنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا -

”اے اللہ! جس طرح آج تو نے ان کو بہتر عیش دے رکھا ہے۔ اُنہ اس سے بھی بہتر عیش ان کو عطا کرتا رہ۔“

اس دعا کے ساتھ ہی وہ گروہ شراب و رباب پھینک کر آپ کے سامنے حاضر ہو گیا اور بیعت حاصل کر کے بُرے افعال سے ہمیشہ کے لیے توبہ کی۔ اس کے بعد آپ نے لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا -

”جو شیرینی سے مر سکتا ہے اس کو زہر دینے سے کیا حاصل۔“



۲۲۴ - حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ عید کے دن میں نے حضرت معروف کرمیؒ کو کھجوریں سُختے ہوئے دیکھ کر وجہ پوچھی تو فرمایا -

”یہ سامنے والا تیمیم بچہ اس لیے اُداس ہے کہ تمام بچے نئے لباس میں ملبوس ہیں اور اس کے پاس کپڑے تک نہیں۔ میں کھجوریں چُن کر فروخت کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے لیے نئے کپڑے خرید سکوں۔“

اس پر میں نے آپ سے عرض کیا۔ یہ کام تو میں بھی انجام دے سکتا ہوں۔ آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں۔“

اتنا کہنے کے بعد میں اس تیمیم بچے کو اپنے ہمراہ لے آیا اور اس کو نیا لباس پہنایا۔ اس نیکی کے صلہ میں جو نور مجھ کو عطا کیا گیا اس سے میری کائنات ہی بدل گئی۔



۲۲۵ - حضرت ابواسحاق ابراہیم بن خواصؒ اپنے بارے میں ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں -

”ایک مرتبہ میں جنگل میں ایک ایسے درخت کے قریب پہنچا جہاں پانی موجود تھا۔ لیکن وہاں ایک شیر غراتا ہوا جب میری طرف بڑھا تو میں راضی بہ رضا ہو کر خاموش کھڑا ہو گیا اور اپنے دل میں یہ تصور کر لیا کہ اگر میری موت اسی شیر کے ہاتھوں مقدر ہو چکی ہے تو یہ بچ کر نہیں جاسکتا اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ مجھے ہرگز ہلاک



نہیں کر سکتا اور جب وہ شیر میرے نزدیک آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ لنگڑا ہے اور پاؤں زخمی ہونے کی وجہ سے تکلیف میں ہے۔ میں نے ایک لکڑی سے اس کا زخم کھرچ کر خون اور پیپ قطعاً صاف کیا اور اپنی گدڑی میں سے کپڑا پھاڑ زخم پر پٹی باندھی جس کے بعد وہ اٹھ کر ایک طرف چلا گیا اور کچھ وقفہ کے بعد اپنے دو بچوں کو ہمراہ لے کر میرے پاس آیا۔

اس کے بچے شکر یہ کے طور پر میرے چاروں طرف گھومنے لگے۔ اس حرکت سے ان کا یہ مطلب ظاہر ہوتا تھا کہ ہم تیرے احسان کے بدلہ میں اپنی جان تک تجھ پر قربان کر سکتے ہیں۔ اس وقت روٹی کی چند ٹکئیاں ان کے منہ میں تھیں جن کو انہوں نے میرے سامنے رکھ دیا۔ میں ان کے اس جذبہ سے بے حد متاثر ہوا۔



۲۲۶۔ حضرت ابو نصر سراجؒ موسم سرما کی ایک رات اپنے عقیدت مندوں سے معرفت کے بارے میں کچھ بیان فرما رہے تھے۔ آپ کے سامنے آگ جل رہی تھی۔ دوران بیان آپ کو ایسا جوش آیا کہ اٹھ کر آگ کے اوپر سجدہ شکر میں گر پڑے لیکن سر اٹھانے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کا ایک بال بھی آگ سے متاثر نہ ہوا۔ پھر آپ نے مریدوں سے فرمایا۔ "بارگاہِ الہی میں اظہارِ عجز کرنے والے ہمیشہ سر خروریں گے اور آگ کبھی ان کو جلا نہیں سکے گی۔"



۲۲۷۔ ایک دن حضرت جنیدؒ نے حضرت ابو بکر شبلیؒ کو عالم وجد میں مضطرب دیکھ کر کہا۔ "اگر تم اپنے امورِ خدا کے سپرد کر دو تو تمہیں سکون مل سکتا ہے۔" آپ نے جواب دیا "مجھے تو اس وقت سکون مل سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ میرے امور میرے اوپر چھوڑ دے۔"

یہ سن کر حضرت جنیدؒ نے فرمایا۔ "شبلیؒ کی تلوار سے خون ٹپکتا ہے۔"



۲۲۸۔ ایک بار لوگوں نے حضرت ابو بکر شبلیؒ سے عرض کیا۔ "ہم آپ کو غیر اطمینانی حالت میں دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ یا تو آپ خدا کے ساتھ نہیں ہیں یا خدا آپ کے ساتھ نہیں۔"



اس پر آپ نے لوگوں کو جواب دیا - "اگر میں خدا کے ساتھ ہوتا تو میں میں ہوتا لیکن میں تو اس کی ذات میں گم ہو کر رہ گیا ہوں - یاد رکھو، میں ہمیشہ اس خیال سے خوش ہوتا ہوں کہ مجھے خدا کا مشاہدہ و انس حاصل ہے لیکن اب محسوس ہوا کہ اُنس تو صرف اپنے ہی ہم جنس سے ہو سکتا ہے۔"



۲۲۹ - محمد بن مالک فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مکہ معظمہ سے بطحا کو جا رہا تھا کہ ناگاہ سر کے اوپر سے آواز آئی - اوپر دیکھا تو حضرت احمد بن حنبل بن یحییٰ کو سونے کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہوا پر جاتے ہوئے دیکھا - سلام علیک ہوئی -

"میں نے پوچھا - کہاں جاتے ہو؟"

جواب دیا - "ایک ولی کی ملاقات کو جاتا ہوں۔"

میں نے عرض کیا - اللہ تعالیٰ نے تمہیں بڑا رتبہ دیا ہے - اُس ولی کو اپنے پاس کیوں نہیں بلالیا -

فرمایا - بزرگوں کی خدمت میں جانا بلانے سے بہتر ہے۔"

اتنا کہہ کر وہ چلے گئے - واقعی بزرگوں کا ادب ہر کسی کو واجب ہے۔"



۲۳۰ - ایک بزرگ کی کسی شخص نے دعوت کی - جب وہ انہیں گھر لے گیا - تو چند لمحے بٹھانے کے بعد بولا - "تھوڑی دیر کے بعد شریف لائیے ابھی کھانا تیار نہیں ہوا۔" اس پر وہ بزرگ اپنے گھر لوٹ آئے -

کچھ دیر بعد وہی شخص دوبارہ اُن کے ہاں پہنچا اور بولا - "حضور! چلے چلیے کھانا تیار ہے۔"

وہ اٹھ کر پھر ساتھ چل پڑے مگر اس شخص نے دوبارہ انہیں یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ کھانا ابھی تیار نہیں ہے - اسی طرح اُس شخص نے سات مرتبہ اُن سے یہی سکوک کیا - آخری مرتبہ وہ اُن کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا -

"میں نے یہ گستاخی محض اس وجہ سے کی کہ آپ کو آزماؤں کہ آپ کس صبر و تحمل کے بزرگ ہیں لیکن میں نے جیسا نہ تھا اُس سے بھی زیادہ پایا۔"



اس پر انہوں نے فرمایا - یہ کوئی بڑی بات نہیں، بہرکتے ہیں یہ خصالت موجود ہے جب اس کو کھانا دکھاؤ گے، فوراً چلا آئے گا اور جب جھڑک دو گے چلا جائے گا۔ تم اس سے ہزار بار بھی ایسا کرو گے تو وہ کبھی تنگ نہ ہوگا۔ یہ سن کر وہ شخص اپنے آپ میں بے حد شرمندہ ہوا۔



۲۳۱- ایک دن ہارون الرشید اور ابو یوسف حضرت داؤد طائی کی ملاقات کے لیے گئے آپ نے اُن دونوں کے لیے دروازہ نہ کھولا جس پر ابو یوسف نے انہیں پکارتے ہوئے کہا - جو علم تم نے پڑھا ہے کیا اس میں یہ بھی مسئلہ ہے کہ جو کوئی ملاقات کو آئے تو اس سے ملاقات نہ کرو۔ آپ نے فرمایا - میں نے جو علم پڑھا ہے، اس میں تم جیسے بندوں کی ملاقات سے منع فرمایا گیا ہے۔

اس پر ابو یوسف نے آپ کی والدہ محترمہ کی وساطت اور سفارش سے آپ سے ملاقات کی۔ ہارون الرشید نے عرض کیا - کچھ حاجت ہو تو فرمائیے۔ آپ نے فرمایا - ہاں، تم ایک گھٹری آٹا اپنے سر پر رکھ کر لاؤ۔ بادشاہ بولا - ٹھیک ہے رات کو لے آؤں گا۔ آپ نے فرمایا - نہیں، یہ آٹا دن کو لانا ہوگا۔ بادشاہ نے کہا - پھر جنگل کی جانب سے لاؤں گا۔ آپ نے فرمایا - نہیں، دن کو لاؤ اور بیچ بازار میں سے گذر کر لاؤ۔ اس پر بادشاہ چپ ہو گیا۔

پھر آپ نے فرمایا - مجھ کو آٹے کی حاجت نہیں ہے صرف تم کو آزمانا تھا۔ کس بل بوتے پر بادشاہت کر رہے ہو، اور سارے جہاں جہاں کا بوجھ اپنی گردن پر لیے ہوئے ہو۔ تمہیں تو دنیا سے شرم آتی ہے۔

اس پر بادشاہ زار و قطار رویا پھر بہت سے زرو جواہر ان کے پاس رکھ کر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی آپ نے وہ سب زرو جواہر اٹھا کر مکان سے باہر پھینک دیا۔





۲۳۲ - حضرت عثمان ہارونیؓ اپنے وطن ہارون میں مقیم تھے کہ ایک اجنبی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مرید بننے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ ایک عرصہ تک آپ اس کی تعلیم و تربیت فرماتے رہے۔ بعد میں یہ اجنبی حضرت خواجہ معین الدین چشتی سلطان الہند خواجہ غریب نوازؒ کے نام سے مشہور ہوا۔

آپ خواجہ معین الدینؒ کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دعا کی۔ "اے پروردگار! میرے اس درویش کو قبول فرما۔" آپ کی دعا قبول ہوئی۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں سے خواجہ غریب نوازؒ کو ہندوستان جانے کا حکم ہوا۔



۲۳۳ - ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ اپنے باغ کی کھدائی کر رہے تھے تو وہاں سے چاندی برآمد ہوئی۔ آپ نے اس جگہ کو بند کر کے دوسری جگہ سے کھدائی شروع کی۔ تو وہاں سے سونا برآمد ہوا۔ پھر تیسری جگہ سے مروارید اور چوتھی جگہ سے جواہرات برآمد ہوئے لیکن آپ نے کسی کو بھی ہاتھ نہ لگایا اور اللہ سے مخاطب ہو کر عرض کیا۔ "ابوالحسن ان چیزوں پر فریفتہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو کیا اگر دین و دنیا دونوں بھی مہیا ہو جائیں جب بھی وہ مجھ سے انحراف نہیں کر سکتا۔"

ہل چلاتے وقت جب نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ بیلوں کو چھوڑ کر نماز پڑھتی شروع کر دیتے۔ جب نماز پڑھ کر رکعت کی جانب دیکھتے تو زمین کو تیار پاتے تھے۔



۲۳۴ - عمر بن عبد الرحمن اوزاعیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید کی رات کو میرا ایک پڑوسی میرے پاس آکر کہنے لگا۔ "صبح کو عید ہے اور میرے بچے بہت زیادہ ہیں۔ میرے پاس ان کو عیدی دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ اگر حضرت کچھ مدد فرمائیں تو بڑی شفقت اور مہربانی ہوگی۔"

یہ سن کر مجھے اس پر رحم آیا۔ بچپس درہم جو میں نے اپنے بچوں کو عیدی دینے کے رکھے ہوئے تھے فوراً اس خیال سے اُسے دے دیئے کہ خدا مجھ کو اوردے دے گا۔ ناگاہ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص آیا اور اس نے مجھے اپنے پاس بلاتے ہوئے کمال



ادب سے کہا۔

”میں آپ کے باپ کا غلام ہوں لیکن شیطان کے بہکانے پر آپ کے گھر سے بھاگ نکلا تھا لیکن میں جہاں کہیں بھی گیا ضمیر کی ملامت نے مجھے چین نہ لینے دیا۔ اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ علاوہ ازیں میرے پاس بچپن دینار سُرخ ہیں۔ چونکہ آپ میرے مالک ہیں اس لیے آپ ان دیناروں کو جیسا چاہیں خرچ کریں۔ آپ کو ان پر پورا اختیار ہے۔“

میں وہ دینار لے کر گھر میں داخل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا۔ پھر گھر والوں کو یہ قصہ سناتے ہوئے کہا۔

”اللہ تعالیٰ نے بچپن و رہم کے بدلے بچپن دینار سُرخ عطا فرمائے۔“ اس کے بعد میں نے اس غلام کو بخوشی آزاد کر دیا۔



۲۳۵۔ جب ہلاکو خاں کے سپہ سالار بیجو خاں نے قونیہ پر حملہ کیا اور اپنی فوجیں شہر کے چاروں طرف پھیلا دیں تو اہل شہر تنگ آ کر مولانا روم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ایک ٹیلے پر جو بیجو خاں کے خمیہ گاہ کے سامنے تھا جا کر مصلے بچھا دیا اور نماز پڑھنی شروع کر دی۔

بیجو خاں کے سپاہیوں نے جب آپ کو دیکھا تو تیر چلا کر آپ کو ہلاک کرنا چاہا۔ مگر کمائیں کھینچ نہ سکیں۔ آخر گھوڑے بڑھائے تاکہ تلوار سے قتل کر دیں لیکن گھوڑے بھی اپنی جگہ سے ہل نہ سکے۔ تمام شہر میں غل غپاڑہ پڑ گیا۔

لوگوں نے بیجو خاں سے جا کر یہ واقعہ بیان کیا۔ اس پر اس نے خمیہ سے نکل کر خود مولانا روم پر کئی تیر چلائے مگر ایک بھی مولانا روم کو جا کر نہ لگا۔ جھلا کر گھوڑے سے اتر پڑا اور مولانا کی طرف چلا لیکن پاؤں نہ اٹھ سکے۔ آخر محاصرہ چھوڑ کر چلا گیا۔



۲۳۶۔ اتفاق سے مولانا روم کے گھر میں کبھی تنگی بھی آجاتی تھی۔ اس پر آپ کے صاحبزادے آپ سے عرض کیا کرتے کہ اگر کچھ آئے تو اس میں سے کچھ بچا کر بھی رکھ لینا چاہیے چنانچہ آپ کبھی کبھار ایسا بھی کر لیا کرتے تھے لیکن جس دن گھر میں کھانے کا کچھ سامان



نہ ہوتا تو آپ بہت خوش ہوتے اور فرماتے۔ "آج ہمارے گھر میں درویشی کی بو آتی ہے۔"



۲۲۷۔ حضرت معین الدین چشتیؒ اپنے ہمراہیوں کے ہمراہ اجمیر پہنچے اور شہر کے باہر ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔

اس جگہ ایک چراگاہ تھی جہاں مہاراجہ اجمیر کے اونٹ چرائے جاتے تھے۔ اتفاقاً ایک ساربان اذھر آنکلا اور فقیر کی اس جماعت کو دیکھ کر ناراض ہوتے ہوئے بولا۔ "یہاں مہاراجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں اس لیے تم لوگ یہاں سے اٹھ کر کہیں اور چلے جاؤ۔" حضرت خواجہ کو ساربان کی بات ناگوار گزری۔ آپ یہ فرماتے ہوئے اس جگہ سے اٹھ گئے۔ "کہو تمہارے اونٹ ہی یہاں بیٹھے رہیں۔ ہم اٹھ جاتے ہیں۔"

چراگاہ کے اونٹ جہاں کہیں بیٹھے ہوئے تھے دوبارہ نہیں اٹھ سکے۔ ساربان نے بہت کوشش کی مگر معلوم ہوتا تھا کہ وہ زمین سے چپک گئے ہیں۔ اس کے بعد ساربان نے راجہ کے ہاں پہنچ کر یہ واقعہ راجہ کو سنا یا۔ اس پر راجہ نے ساربان سے کہا کہ اس کا علاج یہ ہے کہ تم فوراً جا کر اس فقیر کے پاؤں پر گہرے پڑو اور نہایت عاجزی سے رحم کی درخواست کرو۔

چنانچہ حسب احکم ساربان حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قدموں میں سر رکھ کر گڑ گڑانے لگا۔

جب اس کی عاجزی و ذاری حد سے بڑھ گئی تو جناب خواجہ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔ "جاؤ تمہارے اونٹ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔" یہ حکم پا کر ساربان جب چراگاہ میں پہنچا تو دیکھتا کیا ہے کہ تمام اونٹ بھلے چنگے کھڑے ہیں۔



۲۲۸۔ جس زمانے میں جواہر سنگھ جاٹ نے دہلی کو لوٹا اور وہاں قتل و غارت کا بازار گرم کیا اس وقت بستی چراغ دہلی میں ایب مالدار برہمن رہتا تھا۔ وہ اس لوٹ مار سے خوفزدہ ہو کر حضرت۔۔۔ شاہ چراغ دہلی کے مزار پر پہنچا اور بولا۔ "سہ کار! دہلی تباہ و



برباد ہو رہی ہے اور تباہی و بربادی کے شعلے بستی چراغِ دہلی کو بھی اپنی لپیٹ میں لینے والے ہیں۔ ہم آپ کی رعایا ہیں، خدا کے لیے ہماری مدد کیجئے۔“

یہ کہہ کر برہمن اپنے مکان پر آیا اور دن بھر حضرت سے لو لکائے بیٹھا رہا۔ رات کو وہ سویا تو خواب میں دیکھا کہ حضرت چراغِ دہلی کو اس سے فرما رہے ہیں۔ تم اطمینان سے دروازہ بند کیے بیٹھے رہو۔ وہ تمہاری طرف آئیں گے تو اندھے ہو جائیں گے۔“

جیسے ہی برہمن کی آنکھ کھلی، اس نے فوراً اپنے گھر والوں کو یہ خوشخبری سنائی۔ جو لوگ چراغِ دہلی کے زیادہ عقیدت مند نہیں تھے وہ برہمن کی بات سن کر مسکرائے۔

نوں خوار جاٹ دہلی کو تباہ و برباد کرتے رہے۔ لوگوں کی چیخ و پکار چراغِ دہلی کے رہنے والوں تک پہنچتی رہی۔ جاٹ جب بھی علاقہ چراغِ دہلی کی طرف بڑھتے انہیں کچھ دکھائی

نہ دیتا۔ مجبور ہو کر جاٹوں نے تمام واقعہ اپنے سردار جواہر سنگھ کو سنایا۔ پہلے تو اس کو یقین نہ آیا مگر ساتھیوں کے یقین دلانے پر وہ ان کے ساتھ چراغِ دہلی کی جانب بڑھا اس نے لوگوں سے پوچھا۔ ”کیا اس علاقے میں کوئی خاص بات ہے۔“

ایک بوڑھے نے جواب دیا۔ ”اس علاقے میں حضرت نصیر الدین محمود چراغِ دہلی کا مزارِ اقدس ہے۔“

اس کے بعد جواہر سنگھ نے کسی سے کچھ نہ پوچھا۔ چند قدم آگے بڑھا اور چراغِ دہلی کے مزار کی جانب منہ کر کے کہا۔ ”حضرت! میں اپنے ساتھیوں کی گستاخی پر شرمندہ ہوں اور مزارِ مبارک پر حاضر ہونا چاہتا ہوں۔“

جواہر سنگھ کی زبان سے جیسے ہی یہ الفاظ ادا ہوئے چراغِ دہلی کی پوری بستی اس طرح اس کے سامنے آگئی جیسے اس کی آنکھوں پر پڑا ہوا پروہ ہٹا دیا گیا ہو۔ تمام جاٹوں نے عقیدت سے اپنے سر جھکا دیئے۔ اس کے بعد غسل کر کے مزارِ مبارک پر پھولوں کی چادر چڑھا کر واپس لوٹ گئے۔



۲۳۹۔ ایک روز ایک ملنگ حضرت نصیر الدین چراغِ دہلی سے ملنے آیا۔ خادموں نے اُسے پیسے دینے کی بہت کوشش کی مگر وہ نہ مانا۔ آخر مجبور ہو کر انہوں نے اس کو آپ کے پاس بھیج دیا۔ ملنگ اندر پہنچا اور حضرت سے کوئی چیز مانگنے لگا۔ حضرت نے ملنگ



کو اشارے سے سمجھایا کہ کچھ دیر صبر کرو، عبادت سے فارغ ہو کر اپنے ہاتھ سے میں وہ چیز تم کو دوں گا۔ لیکن منگ نہ مانا اور چھری نکال کر آپ کے جسم مبارک پر کئی وار کیے پھر حجرے سے نکل کر بھاگ گیا۔

اس کے ہاتھ میں خون آلود چھری دیکھ کر خادموں نے دوڑ کر اس کو پکڑ لیا اور نیچے ہوئے آپ کے پاس لائے۔ حضرت نے مریدوں سے فرمایا: "اسے چھوڑ دو"۔ پھر منگ کو پچاس اشرفیاں اور ایک گھوڑا دے کر فرمایا۔

"فورا دہلی کی حدود سے نکل جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے زخمی ہونے کی خبر عام ہو جائے اور میرا کوئی عقیدت مند تجھے ہلاک کر دے"۔



۲۴۰۔ حضرت شاہ رکن عالم کی والدہ آپ کی پیدائش سے قبل حضرت زکریا ملتانی کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضرت اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ تمام اہل خاندان حیران ہوئے کیونکہ یہ بات خلاف معمول تھی۔ حضرت زکریا نے سب کے حیران ہونے پر فرمایا۔

"میں نے اس لڑکی کی تعظیم نہیں کی بلکہ اس بچے کی عزت کی ہے جس کی یہ ماں بننے والی ہے۔ وہ ہمارے خاندان کا ایسا چشم و چراغ ہوگا جس کے نور سے تاریکی دور ہوگی"۔



۲۴۱۔ حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے عہد میں جہاں میں اتنا زبردست سیلاب آیا کہ وہاں کے غرق ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

جب سب تدبیر میں ناکام ہو گئیں تو لوگ شاہ کلیم اللہ کے پاس آئے اور آپ کو سیلاب کی تباہ کاریوں سے آگاہ کیا۔ آپ فوراً جہنکے کنارے پہنچے۔ آپ کے ہاتھ میں قرآن مجید تھا۔ آپ نے دعا فرمائی۔

"یا اللہ! تیری مقدس کتاب ہمارے پاس ہے۔ کیا تو اس کی موجودگی میں ہمیں غرق کر دے گا۔ آپ کے اتنا کہتے ہی دریا کا پانی اترنا شروع ہو گیا۔



۲۴۲۔ حضرت سلطان بانہو کے زمانہ میں شور کوٹ کے قریبی علاقے کا ایک رئیس کنگال ہو گیا۔ ایک بزرگ نے اسے سلطان بانہو کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا



کئی میل کا سفر طے کرنے کے بعد جب وہ شور کوٹ پہنچا تو یہ دیکھ کر اسے سخت رنج پہنچا کہ سلطان باہوئل چلا رہے ہیں۔

”بھلا ایسا شخص میری کیا مدد کر سکتا ہے؟ اتنا سوچ کر جب وہ واپس ہونے لگا، تو حضرت باہوئل نے اس کو آواز دی اور واپس جانے کی وجہ پوچھی۔

رہس نے بتایا کہ میں آپ سے مالی امداد حاصل کرنے آیا تھا لیکن جب آپ کا یہ حال ہے تو میری مدد کیا کر سکتے ہیں۔“

سلطان باہوئل نے رہس کی اس بات پر اسی وقت زمین سے ایک مٹی کا ڈھیلا اٹھایا اور اسے زمین پر دے مارا۔ اس شخص نے نگاہ ڈالی تو حیران رہ گیا، زمین پر پڑے ہوئے تمام پتھر اور ڈھیلے سونے کے ہو گئے تھے۔

سلطان باہوئل نے فرمایا۔ ”جا اپنی ضرورت کے مطابق سونا اٹھالے۔“



۲۲۳۔ ایک مرتبہ بادشاہ شاہ جہاں کا بیٹا دارا شکوہ بیمار ہو گیا اور طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے۔ اس وقت دارا شکوہ کی عمر بیس سال کی تھی۔ شاہ جہاں اس کو حضرت میاں میر کے پاس لے گیا اور کہا کہ طبیبوں نے اس کے علاج سے ہاتھ کھینچ لیا ہے، آپ تو تجربہ فرمائیں۔“

حضرت میاں میر نے ایک پیالہ پانی کا دم کر کے دیا کہ اس کو پلایا جائے۔ اس پانی کے استعمال سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی ہفتے شفا عطا کر دی۔



۲۲۴۔ شیخ جمال الدین کے ایک فرزند دانش مند تھے جو دیوانے ہو گئے تھے۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ وہ گاہے گاہے ہوش میں آتے اور عقل کی باتیں کرتے تھے۔

ایک دن ان کی زبان سے سنا العلم حجاب اللہ الا کبر ر علم اللہ کا بہت بڑا حجاب ہے (میں سمجھ گیا، یہ حقیقی مجذوب ہیں۔ میں نے اس کلام کی وضاحت چاہی تو کہنے لگے ”علم غیر حق ہے اور جو کچھ غیر حق ہے وہی حجاب حق ہے۔“





۲۲۵- شیخ عارف حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کے مرید ہیں۔ کہتے ہیں کہ اُسچ شریف  
 و ملتان کے ایک حکمران نے آپ کے توسط سے ایک سوٹنکے حضرت شیخ عارف  
 کے پاس بطور نذر بھیجے۔ آپ نے پچاس ٹنکے تو اپنے پاس رکھ لیے اور باقی پچاس  
 شیخ گنج شکر کی خدمت میں پیش کر دیے۔

حضرت شیخ نے تبسم کیا اور فرمایا۔ عارف! تم نے برادرانہ تقسیم کی ہے۔  
 اس پر حضرت عارف سخت شرمندہ ہوئے اور فوراً پچاس ٹنکے جو آپ نے چھپا  
 رکھے تھے، نکال کر حاضر کر دیے۔ پھر بہت عجز کیا اور مرید ہو کر سر منڈوا دیا۔  
 اس کے بعد اسخ الخدمت ہو گئے۔



۲۲۶- حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین ادلیا کی وفات کے بعد وہلی کے ایک بزرگ  
 حضرت شیخ یافعی نے فرمایا۔ وہلی کے تمام شیخ رخصت ہوئے۔ اب صرف شیخ  
 نصیر الدین باقی رہ گیا ہے جو وہلی کا چراغ ہے۔  
 اس کے بعد آپ اسی لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کے مزار کے اطراف کا  
 علاقہ بھی چراغ وہلی کہلاتا ہے۔



۲۲۷- جلال الدین مولانا روم کے بارے میں ایک واقعہ بہت مشہور ہے۔ ایک دن آپ  
 کے چاروں طرف کتابیں بکھری ہوئی تھیں اور آپ لوگوں کو نصیحت فرما رہے تھے  
 کہ اچانک آپ کی مجلس میں ایک پریشان حال شخص داخل ہوا اور کتابوں کی طرف اشارہ  
 کر کے پوچھا۔ یہ کیا ہے؟  
 مولانا روم نے کہا۔ یہ وہ چیز ہے جسے تم نہیں جانتے؟  
 اجنبی نے غور سے مولانا روم کی طرف دیکھا پھر کتابیں اٹھا کر حوض میں پھینک دیں مولانا  
 غصے سے کانپنے لگے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ تم نے کیا غضب کیا؟ ان کتابوں کی قیمت کا تمہیں اندازہ نہیں۔  
 انہیں خریدنے کے لیے کسی بادشاہ کا خزانہ بھی نا کافی ہے۔  
 اجنبی نے مسکراتے ہوئے پانی میں ہاتھ ڈال کر تمام کتابیں نکال لیں۔ تمام کتابیں خشک



تھیں اور ان پر پانی کی ایک بوند بھی نہ تھی۔  
 مولانا رومؒ نے حیرت سے پوچھا۔ ”یہ کیا ہے؟“  
 اجنبی یہ کہتے ہوئے چلا گیا۔ یہ وہ ہے جسے تم نہیں جانتے۔“  
 اجنبی کے روانہ ہوتے ہی مولانا رومؒ کا برا حال ہو گیا اور آپ اسی وقت اس اجنبی  
 کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ دُور دُور تک تلاش کرنے کے بعد آپ نے اسے  
 جالیا۔ وہ اجنبی حضرت شمس تبریزیؒ تھے۔



۲۲۸۔ تونیہ میں گرم پانی کا ایک چشمہ تھا۔ ایک دن کچھ جنامی وہاں آکر نہانے لگے۔  
 آپ کے خادموں نے انہیں ہٹانا چاہا مگر آپ نے خادموں کو منع کر دیا  
 اور پھر اسی جگہ سے پانی لے کر نہانے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے آپ کو کوئی  
 تکلیف نہ ہوئی۔



۲۲۹۔ ایک مرتبہ عید کے دن شیخ نجیب الدین متوکلؒ کے گھر میں درویش جمع ہوئے۔  
 اس دن آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ بالا خانے پر جا کر یادِ حق میں مشغول ہو گئے اور  
 اپنے دل میں کہتے تھے۔ ”یا اللہ عید کا دن ایسے ہی گزر جائے اور میرے بچے  
 کھانے کو ترس جائیں اور مسافر آئیں تو وہ بھی نامراد واپس جائیں۔“  
 اسی خیال میں تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پیر مرد چھت پر سے چلا آ رہا ہے  
 اس پیر مرد نے آگے بڑھ کر آپ کی خدمت میں کھانے سے بھرا ہوا خوان پیش  
 کیا اور کہا۔

”تمہارے توکل کی دھوم عرشِ علا میں مچی ہوئی ہے۔ اور تم ایسے خیال میں  
 مشغول ہو۔“

آپ نے فرمایا۔ ”حق تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے اپنے لیے یہ خیال نہیں کیا  
 بلکہ اپنے یاروں کے لیے ملتفت ہوا تھا۔“  
 غائباً وہ بزرگ خواجہ خضرؒ تھے۔





۲۵۰۔ حضرت خوث الاعظمؓ ابھی تین برس ہی کے تھے کہ ایک دن آپ کے والد محترم کو یوسف گیلانی نامی بزرگ نے اطلاع دی کہ ہرمز بن سفیان آپ لوگوں کو قتل کرنے کی فکر میں ہے۔

آپ کے والد محترم گھر آئے اور اس سے پہلے کہ حضرت یوسف گیلانیؓ کی خبر اپنی بیوی کو سنائیں، اس نے اپنے شوہر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ لڑکا بار بار کہتا ہے کہ بغداد چلو۔

اس پر آپ کے والد محترم نے کوئی بات نہ کی۔ بلکہ اسی وقت سب کو لے کر بغداد کی جانب روانہ ہو گئے۔



۲۵۱۔ ایک دفعہ سفر کے دوران حضرت عثمان ہارونیؓ ایک ایسے گاؤں میں داخل ہوئے جہاں کے لوگ آگ کی پوجا کرتے تھے۔ شام قریب تھی اس لیے آپ عصر کی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ نماز کے بعد آپ نے ایک مرید کو بھیجا کہ سامنے کے گاؤں سے آگ لے آئے۔ مرید پہنچا تو آتش کدے کے پیر نے اسے جھڑکا اور بتایا کہ یہ آگ پاک ہے اور وہ اسے کسی قیمت پر بھی نہیں دے سکتا۔ مرید ناکام واپس آ گیا۔

مغرب کی نماز کے بعد حضرت عثمانؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آتش کدے پر پہنچے۔ اور انہیں سمجھایا کہ آگ ایک حقیر مخلوق ہے اور اس کی عبادت کرنا زندگی کو ضائع کرنا ہے۔ مگر وہ لوگ نسلوں سے آگ کی پوجا کرتے آئے تھے۔ اس لیے انہوں نے حضرت عثمانؓ کی ایک نہ مانی۔

مجبوراً حضرت عثمانؓ نے آتش کدے کے پیر کے ساتھ سات سالہ بچے کو گود میں اٹھایا اور آگ میں گود پڑے آگ پوجنے والوں نے چیخ و پکار شروع کر دی مگر بچہ آپ کی گود میں سکون سے بیٹھا آتش پرستوں کی جانب دیکھ دیکھ کر مسکرا کر رہتا۔

آپ کچھ دیر آگ میں رہے پھر بڑے اطمینان سے باہر نکل آئے۔ آپ کو اور بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ یہ دیکھ کر تمام آتش پرست آپ کے قدموں پر گر پڑے اور اسلام قبول کر لیا۔

اس کے بعد آپ نے پیر کا نام عبدہ اور بچے کا نام ابراہیم رکھا۔ آتش کدے کی جگہ



ایک چھوٹی سی مسجد بنائی۔



۲۵۲۔ ایک مرتبہ حضرت غوث الاعظمؒ وعظ فرما رہے تھے کہ بارش شروع ہو گئی اور لوگ آہستہ آہستہ کھینکنے لگے۔ حضرت غوث پاکؒ نے آسمان کی طرف نظر کی اور فرمایا۔  
 ”یا الہی! میں لوگوں کو تیرے ذکر کے لیے جمع کرتا ہوں اور تو ان کو منتشر کر رہا ہے۔“  
 اسی وقت بارش رک گئی۔ لوگ بھی چلتے چلتے رک گئے اور واپس آکر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ اطمینان سے وعظ فرماتے رہے۔



۲۵۳۔ ہمشیرہ کے ضد کرنے پر حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ نے اپنی ایک صاحبزادی کی شادی اپنے بھانجے علاؤ الدین صابر کلیری کے ساتھ کر دی۔  
 جب حضرت صابر نے اپنی دلہن کو دیکھا تو ماں سے پوچھا۔ ”یہ کون ہے؟“  
 والدہ محترمہ نے بڑی محبت سے جواب دیا۔ ”بیٹا! یہ تیری بیوی اور شریک حیات ہے۔“  
 حضرت مخدوم نے فرمایا۔ ”میں تو ایک کا ہو چکا پھر درمیان میں یہ دوسرا کون آ گیا؟“  
 یہ کہہ کر آپ نے دلہن کی طرف دیکھا۔ فوراً ہی ایک شعلہ سا بھڑکا اور ایک رات کی دلہن جل کر خاک سیاہ ہو گئی۔



۲۵۴۔ سہارن پور جس کی تحصیل رڑکی ہے۔ اسی رڑکی کا کاؤں کا کلیر شریف ہے۔ اس علاقے کا حاکم بہت سنگدل اور ظالم تھا۔ حضرت علاؤ الدین صابرؒ ایک عرصہ تک کلیر کی سرائے میں مقیم رہے۔  
 کلیر کے باشندے آپ کے پاس آ کر حاکم وقت کی شکایت کرتے مگر آپ ہر مرتبہ یہ کہہ کر ٹال دیتے کہ صبر کرو۔ ابھی انتظار کی گھڑیاں ختم نہیں ہوئیں۔ کچھ عرصہ کے بعد جمعہ کے دن حضرت صابرؒ جمعہ کی نماز کے لیے جامع مسجد شریف لے جاتے لگے۔ جاتے ہوئے آپ نے سرائے کی بوڑھی مالکین سے فرمایا۔  
 ”اپنے بیٹے کو ہدایت کر دینا کہ آج وہ جمعہ کی نماز کو نہ جائے۔“ مگر وہ آپ کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہی۔



آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور اگلی صفت میں امام کے قریب بیٹھ گئے۔  
امام نے آپ سے کہا۔ یہ جگہ حاکم کے لیے ہے۔

آپ نے نہایت نرمی سے فرمایا۔ "خدا کے گھر میں سب برابر ہیں۔"  
مگر امام نے آپ کی ایک نہ مانی۔ آپ کو اس حد تک مجبور کیا کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھ  
کہ کھڑے ہو گئے پھر آپ نے مسجد کی چھت کی طرف نظر ڈالتے ہوئے فرمایا۔ "حجرت  
پوری ہو چکی۔ اب تو کسی کو کوئی شکایت نہ ہوگی۔"

لوگ آپ کی باتوں کو سمجھ نہ سکے اور آپ کا مذاق اڑانے لگے۔ حضرت خاموشی  
سے مسجد کے دروازے پر آکھڑے ہوئے۔ اتنے میں حاکم بھی آگیا۔ جیسے ہی وہ مسجد  
میں داخل ہوا۔ سب اس کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔

مخدوم پاک نے ایک آہ بھرتے ہوئے فرمایا۔ "افسوس، یہ لوگ خدا سے زیادہ  
آدمی کا احترام کرتے ہیں۔"

خطبہ کے بعد نماز شروع ہوئی اور جب امام کے ساتھ دوسرے نمازی سجدے  
میں گئے تو آپ نے مسجد کے میناروں کی جانب دیکھتے ہوئے فرمایا۔ "تمام عالم  
اپنی بندگی کا اظہار کر رہا ہے پھر تم کیوں سجدہ نہیں کرتے؟"

ابھی آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہی ہوئے تھے کہ مسجد گونگی اور حاکم کے  
ساتھ تمام نمازی بھی دب کر مر گئے۔

سرائے کی مالکن کا بیٹا بھی نماز پڑھنے آیا ہوا تھا۔ وہ واقعہ سنکر دوڑی ہوئی پہنچی  
اس نے آپ سے کہا کہ اس کا بیٹا آپ ہی کی وجہ سے مرا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ "میں نے پہلے ہی کچھ منع کر دیا تھا۔ پھر بھی اگر میری وجہ سے  
تیرا بیٹا ہلاک ہوا ہے تو انیسوں اور پتھروں کے ڈھیر میں سے اسے تلاش کر لے۔"  
بڑھیا بے قرار ہو کر ملبہ کی طرف دوڑی۔ جب اس نے ملبہ ہٹایا تو اس کا بیٹا زندہ تھا۔  
اس مسجد کے کھنڈر آج بھی کلیر شریف میں موجود ہیں۔



۲۵۵۔ حضرت سمون محبت سفر حج سے واپسی پر اہل نیدر کے اصرار پر وعظ فرمایا۔  
لیکن عوام آپ کے وعظ سے متاثر نہ ہوئی اور نہ ہی کسی نے کوئی اثر قبول کیا اس



پر آپ نے قندیلو را سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا - "اب میں تمہیں محبت کا مفہوم سمجھاتا ہوں۔" اور جب آپ نے مفہوم بیان کرنا شروع کیا تو قندیلوں پر ایسا وجد طاری ہوا کہ باہم ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں۔



۲۵۶۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ ایک مرتبہ روم کے گرد و نواح میں میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک شخص کو تسکنجہ میں کس کر مار پیٹ کر رہے ہیں اور ایک شخص دُور کھڑا کہہ رہا ہے کہ اس کو اچھی طرح مارو، ورنہ بڑا بت خفا ہو جائے گا اور جب میں نے پٹنے والے سے پوچھا کہ یہ لوگ تجھے کیوں مار رہے ہیں تو اس نے کہا - "ہمارا یہ مذہبی عقیدہ ہے کہ گناہوں سے پاک ہوئے بغیر بڑے بت کا نازبان سے نہیں نکال سکتے اور اس کے ڈر سے میں گمراہی بھی نہیں کر سکتا۔"

یہ سن کر آپ نے فرمایا - "خدا کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے مجھے وہ دین عطا کیا جس میں خدا کا نام لیتے ہی بندہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جب اس کی معرفت حاصل کرتا ہے تو سکوت اختیار کر لیتا ہے۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے کہ خدا کی شناخت کرنے والوں کی زبان گنگ ہو جاتی ہے۔"



۲۵۷۔ حضرت سفیان ثوری کے عہد میں ایک مرتبہ حالتِ نماز میں خلیفہ وقت نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر لیا۔ اس پر حضرت سفیان ثوری نے فرمایا - "ایسی نماز قطعی بے حقیقت ہے اور قیامت کے دن تیری نماز گیند کی طرح منہ پر مار دی جائے گی۔"

خلیفہ نے جھڑک کر کہا - "خاموش رہو۔"

آپ نے فرمایا - "حق گوئی میں خاموشی کیسی؟"

یہ سنتے ہی خلیفہ نے غضب ناک ہو کر حکم دیا - "اس کو پھانسی دے دو۔"

دوسرے دن ٹھیک پھانسی کے وقت آپ ایک بزرگ حضرت سفیان بن علیہ کے زانو پر سر رکھے پیر پھیلا کر آنکھیں بند کیے ہوئے تھے۔ لوگوں نے آپ سے کہا - "پھانسی کا وقت قریب ہے۔"

آپ نے فرمایا - "مجھے اس کا ذرہ برابر خوف نہیں لیکن حق گوئی سے کبھی باز نہ آؤں گا۔"



پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔

”اے اللہ! خلیفہ مجھے بے قصور سزا دینا چاہتا ہے اس لیے اس کو بدلہ ملنا چاہیے“  
اس دعا کے ساتھ ہی ایک دھماکہ کے ساتھ زمین شق ہوئی اور خلیفہ وزیر اسمیت  
اس میں دھنس گیا۔

○

۲۵۸۔ ابن تریح سے لوگوں نے سوال کیا۔ ”کیا جنید بغدادی کا کلام ان کے علم کے

مطابق ہوتا ہے“

انہوں نے جواب دیا۔ ”یہ تو میں نہیں جانتا۔ البتہ ان کی گفتگو ایسی ضرور  
ہوتی ہے جیسے خدا تعالیٰ ان کی زبان سے کلام کر رہا ہو اور میرے قول کی یہ دلیل  
ہے کہ جب جنید توحید کو بیان کرتے ہیں تو ایسا جنید مضمون ہوتا ہے کہ ہر شخص  
اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔“

○

۲۵۹۔ غسل کے دوران حضرت ابو الحسن نورانی کے کوئی کپڑے اٹھا کر چلتا بنا تو اس کے

دونوں ہاتھ بیکار ہو گئے اور جب وہ کپڑے واپس لے آیا تو آپ نے دعا کی۔ ”اے  
اللہ! اس نے میرے کپڑے واپس کر دیئے تو بھی اس کے ہاتھوں کی توانائی لوٹا دے۔“  
چنانچہ وہ اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔

ایک دفعہ کسی نے آپ سے سوال کیا۔ ”اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے؟“  
آپ نے فرمایا۔ ”جب میں غسل کرتا ہوں تو وہ میرے کپڑوں کی نگرانی کرتا ہے۔“  
لوگوں نے پوچھا۔ ”یہ کیسے؟“

آپ نے فرمایا۔ ”ایک دن میں حمام میں تھا تو کوئی میرے کپڑے اٹھا کر چل دیا۔  
اور جب میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے کپڑے طلب کیے تو وہ شخص واپس آکر معذرت  
کے ساتھ میرے کپڑے دے گیا۔“

○

۲۶۰۔ حضرت بایزید بسطامی نے ایک مرتبہ لال رنگ کا سید ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ ”یہ

تو بہت ہی لطیف ہے۔“



چنانچہ اسی وقت غیب سے ندا آئی۔ کہ ہمارا نام سیدب کے لیے استعمال کرتے ہوئے  
حیا نہیں آئی اور اس جرم میں اللہ تعالیٰ نے چالیس دن کے لیے اپنی یاد آپ  
کے دل سے نکال دی۔

لیکن اس کے بعد حضرت بایزیدؒ نے قسم کھالی کہ اب کبھی بسطام کا پھل نہیں کھاؤنگا۔



۲۶۱۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا معمول تھا کہ ایک سال حج کرتے، دوسرے سال شریک  
جہاد رہتے اور تیسرے سال تجارت کو کے جو کچھ بھی نفع حاصل کرتے وہ سب مستحقین  
میں تقسیم فرمادیتے اور فقراء کو کھجوریں کھلاتے تو گٹھلیاں شمار کرتے جاتے اور جو شخص  
جس قدر کھجوریں کھاتا، اسی حساب سے ہر شخص کو اتنے ہی درہم دے دیتے۔



۲۶۲۔ ایک پادری عبادت و مجاہدات کرتے کرتے بہت کمزور ہو گیا تھا اور جب حضرت  
عبداللہ بن مبارکؒ نے دریافت کیا کہ خدا کا راستہ کیسا ہے ؟  
اُس نے حجاب دیا۔ ”تم عارف ہونے کی وجہ سے یقیناً خدا اور اس کی راہوں سے  
ضرور واقف ہو گے۔ میں تو آج تک اللہ ہی کو نہیں پہچانا پھر مہلا اس کا راستہ  
کیسے بتا سکتا ہوں۔ میں تو پہچانے بغیر ہی اس کی عبادت کرتے کرتے اس قدر ضعیف  
ہو گیا ہوں لیکن تم نہ جانے کس قسم کے عارف ہو کہ خدا کا خوف بھی نہیں کرتے۔“  
یہ سن کر آپ کو ایسی عبرت ہوئی کہ ہر یوم آپ کے خوفِ خداوندی میں اضافہ ہی  
ہوتا گیا۔



۲۶۳۔ کئی شخص نے اشرافیوں کی دو تھیلیاں حضرت سفیان ثوریؒ کی خدمت میں ارسال  
کرتے ہوئے یہ پیغام بھیجا۔ کہ چونکہ آپ میرے والد کے دوست ہیں اور اب وہ  
فوت ہو چکے ہیں لیکن ان کی پاکیزہ کمائی میں سے یہ تھیلیاں ارسالِ خدمت ہیں۔ آپ  
ان کو اپنے اخراجات کے لیے قبول فرمائیں۔

لیکن آپ نے وہ تھیلیاں واپس بھیجتے ہوئے یہ پیغام بھیجا۔ ”تمہارے والد سے میرے  
تعلقات صرف دین کے لیے تھے، نہ کہ دنیا کے لیے۔“



اس واقعہ کی اطلاع جب حضرت سفیان ثوری کے صاحب زادے کو ہوئی تو انہوں نے عرض کیا۔ "میں نادار اور عیالدار ہوں۔ اگر یہ رقم آپ مجھے دے دیتے تو میرے بہت سے کام نکل سکتے تھے۔"

اس پر آپ نے فرمایا۔ "میں دینی تعلقات کو دنیاوی معاوضہ میں فروخت نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر وہ شخص خود تم کو دے دے تو تم خرچ کر سکتے ہو۔"



۲۶۴۔ حضرت ابو علی شفیق بلخی نے خلیفہ ہارون الرشید سے سوال کیا کہ اگر ریگستان میں تم پیالے سے تڑپ رہے ہو اور کوئی شخص نصف حکومت کے معاوضہ میں تمہیں ایک گلاس پانی دیتا چاہے تو کیا تم اس کو قبول کر لو گے؟

ہارون الرشید نے جواب دیا۔ "یقیناً قبول کر لوں گا۔"

پھر آپ نے پوچھا۔ "اگر اس پانی کے استعمال سے تمہارا پیشاب بند ہو جائے اور شدت تکلیف میں کوئی طیب علاج کے معاوضہ میں تھیہ نصف سلطنت طلب کرے تب تم کیا کرو گے؟"

ہارون الرشید نے جواب دیا۔ "نصف سلطنت اس کے حوالے کر دوں گا۔"

یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ "وہ سلطنت باعث افتخار نہیں ہو سکتی۔ جو صرف پانی کے ایک گھونٹ پر فروخت ہو سکے۔" اس جواب کے بعد ہارون الرشید بہت دیر تک روتا رہا۔



۲۶۵۔ ایک مرتبہ حضرت معروف کرخیؒ قرآن و مصحفی مسجد میں چھوڑ کر دریا پر پاکیزگی کی غرض سے تشریف لے گئے۔ دریں اثنا ایک بڑھیا آپ کا قرآن و مصحفی مسجد سے اٹھا کر چلتی بنی اور جب راستہ میں آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے گردن جھکائے ہوئے بڑھیا سے فرمایا۔ "کیا تمہارا کوئی بچہ قرآن پڑھتا ہے؟"

بڑھیا نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

"میرا قرآن تو واپس کر دو۔ البتہ مصحفی میں نے تمہیں ہبہ کر دیا۔"

وہ بڑھیا آپ کی اس بات سے ایسی متاثر ہوئی کہ اسی وقت دونوں چیزیں واپس



کر دیں۔

○

۲۶۶۔ حضرت ذوالنون مصریٰ فرماتے ہیں کہ یمن کے بزرگوں میں سے ایک شخص کے بارے میں میں نے یہ سنا کہ وہ خوف و خشوع۔ تواضع اور حکمت میں یکتائے فن ہے۔ جب میں حج کے لیے بیت اللہ گیا اور وہاں سے فارغ ہوا تو دل میں شوق پیدا ہوا کہ اس بزرگ یمنی کی زیارت کرنی چاہیے۔ جس کے بارے میں میں نے بہت کچھ سُن رکھا ہے۔

میرے ساتھ چند اصحاب میرے ہم خیال بھی تھے اور ان میں ایک جوان ایسا تھا کہ صلحاء کی علامت سے اس کا چہرہ روشن اور خوف الہی کا پورا منظر تھا۔ بغیر کسی بیماری کے اس کا چہرہ زرد اور بلا درد کے اس کی آنکھوں سے پانی جاری رہتا تھا۔ تنہائی پسند تھا۔ دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی اس پر کوئی مصیبت پڑی ہے۔ ہم اُسے ملامت کرتے ہوئے کہا کرتے کہ بھائی اپنے نفس پر اتنی سختی مناسبت نہیں۔ کچھ آرام بھی کر لینا چاہیے۔ لیکن وہ سنکر چپ ہو رہتا، کوئی جواب نہ دیتا۔

وہ جوان ہم میں یمن تک ساتھ ہا۔ یمن پہنچ کر ہم نے اس بزرگ کا گھر تلاش کیا۔ دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ وہ بزرگ باہر آیا۔ ہم نے دیکھا اُس کا چہرہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی قبر سے اُٹھ کر آیا ہے۔

سب سے پہلے ہم میں سے اس جوان نے سلام و کلام اور مصافحہ کیا۔ اُس نے ”مرحبا“ کہا۔ پھر ہم سب نے بھی سلام کیا۔ پھر سب بیٹھ گئے۔

اس جوان نے ہم سے پہلے اُس بزرگ سے بات چیت کرنی شروع کی اور کہنے لگا۔ ”حضرت! آپ اور آپ جیسے بزرگوں کو حق تعالیٰ نے دلوں کے امراض طبیب اور معالج بنایا ہے اور میرے دل میں ایک زخم ہے اور ایسی بیماری ہے کہ وہ دل میں لاسخ ہو چکی ہے اگر آپ اپنے پاس سے کچھ مرہم عنایت فرمائیں تو نہایت کرم و احسان ہوگا۔“ شیخ نے فرمایا ”جو کچھ تمہیں پوچھنا ہو پوچھو“

جوان نے پوچھا۔ ”حضرت خوفِ الہی کی علامت کیا ہے؟“

شیخ نے فرمایا۔ ”جب خوفِ الہی ہوا کرتا ہے تو دوسرے سب خوفوں سے بندہ محفوظ ہو جاتا ہے اور اللہ ہی کا خوف دل میں گڑ جاتا ہے۔“



وہ جوان یہ بات سُن کر تھرا اٹھا پھر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو اس نے پوچھا۔ "حضرت بندہ کو کب یہ یقین ہوتا ہے کہ میں خائف ہو گیا ہوں۔" شیخ نے فرمایا۔ "دنیا کی لذتوں کو اس طرح چھوڑ دے جیسے کوئی بیمار بیمار ہی بڑھ جانے کے خوف سے کھانے پینے کی چیزوں سے پرہیز کرتا ہے اور کڑوی دوا پر صبر کرتا ہے۔" اسی طرح یہ خائف بھی دنیا کی لذتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔

یہ سن کر اس جوان نے ایسی چیخ ماری کہ سم یہ سمجھے کہ اس کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی ہے پھر دیر کے بعد اسے ہوش آیا تو اس نے شیخ سے پوچھا۔ "حضرت یہ فرمائیے کہ خدا تعالیٰ کی محبت کی علامت کیا ہے؟"

شیخ نے فرمایا۔ "اے دوست محبت کا بہت بڑا درجہ ہے۔ جنہیں خداوند تعالیٰ سے محبت ہو جاتی ہے تو ان کے قلوب سے حجاب اٹھا دیا جاتا ہے اور وہ اپنے دلوں کے انوار سے محبوب حقیقی کی عظمت و جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں ان کی روح روحانیہ، ان کے قلوب مجلیبہ اور ان کی عقول سماویہ ہو جاتی ہیں اور وہ ملائکہ کی جماعت کے ساتھ رہتے ہیں اور ان امور کو آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کی عبادت میں اپنی پوری استطاعت صرف کر ڈالتے ہیں اور اس عبادت سے نہ انہیں حبت کی طمع ہوتی ہے اور نہ ہی جہنم کا خوف۔"

یہ سن کر اس جوان نے ایک چیخ ماری اور اللہ تعالیٰ کو پیارا ہو گیا۔ شیخ نے اُسے بوسہ دیا پھر وہ رو کر پولے۔

"دیکھو خائفین کا تضرع اور محبتیں کا یہ درجہ ہے۔"



۲۶۷۔ مالک بن دینار ایک روز بصرہ کی گلیوں میں پھر رہے تھے کہ ایک کنیز کو نہایت جاہ و جلال کے ساتھ جاتے دیکھا۔ آپ نے اُسے آواز دے کر پوچھا۔ "کیا تیرا مالک تجھے بیچتا ہے؟"

اس نے کہا۔ "شیخ! کیا کہتے ہو۔ ذرا پھر تو کہو۔"

مالک نے کہا۔ "تیرا مالک تجھے بیچتا ہے یا نہیں؟"

اس نے کہا۔ "بالفرض اگر فروخت بھی کرے تو کیا تجھ جیسا مفلس خرید لے گا۔"



آپ نے فرمایا - "ہاں، تو کیا چیز ہے، میں تجھ سے بھی اچھی خرید سکتا ہوں۔"  
 وہ سن کر ہنس پڑی اور خادموں کو حکم دیا کہ اس شخص کو ہمارے ساتھ تک لے آؤ۔  
 خادم لے آیا۔ وہ اپنے مالک کے پاس گئی اور سارا قصہ بیان کیا۔ وہ سن کر بے اختیار  
 ہنسا کہ ایسے درویش کو ہم بھی دکھیں۔ یہ کہہ کر مالک بن دینار کو اپنے پاس بلایا۔  
 آپ کو دیکھتے ہی اس کے قلب پر رعب چھا گیا۔ پوچھا "آپ کیا چاہتے ہیں؟"  
 آپ نے فرمایا - "یہ کنیز میرے ہاتھ بیچ دو۔"

اس نے کہا "آپ اس کی قیمت دے سکتے ہیں۔"  
 آپ نے فرمایا "اس کی قیمت ہے ہی کیا؟ میرے نزدیک تو اس کی قیمت کھجور کی دو ٹری  
 گٹھلیاں ہیں۔"

یہ سن کر سب ہنس پڑے اور پوچھنے لگے "یہ قیمت آپ نے کیوں کر تجویز فرمائی؟"  
 آپ نے کنیز کی جانب دیکھتے ہوئے فرمایا - "اس میں بہت سے عیب ہیں۔ عیب دار شے کی  
 قیمت ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔"

جب اس نے عیبوں کی تفصیل پوچھی تو آپ نے فرمایا -  
 "سنو! جب یہ عطر نہیں لگاتی تو اس میں بدبو آنے لگتی ہے۔ یہ منہ صاف نہ کرے  
 تو منہ گندہ ہو جاتا ہے۔ بو آنے لگتی ہے اور جو کنگھی چوٹی نہ کرے اور تیل نہ ڈالے تو جوڑیں  
 پڑ جاتی ہیں اور بال پر گندہ اور غبار آلود ہو جاتے ہیں اور زیادہ عمر کی ہو جانے پر بوڑھی ہو کر  
 کسی کام کی نہ رہے گی۔ حیض اسے آتا ہے۔ پیشاب پاخانہ یہ کرتی ہے۔ طرح طرح کی  
 نجاستوں سے یہ آلودہ ہے۔ ہر قسم کی کدورتیں اور رنج و غم اسے پیش آتے۔ ہتے ہیں۔  
 یہ تو ظاہری عیب ہیں، اب باطنی سنو۔ خود غرض اتنی ہے کہ تم سے جو محبت ہے۔ وہ  
 غرض کے ساتھ ہے۔ یہ دفا کرنے والی نہیں اور اس کی دوستی سچی دوستی نہیں۔ تمہارے  
 بعد تمہارے جانشین سے ایسی ہی مل جائے گی جیسا کہ اب تم سے ملی ہوئی ہے۔ اس  
 لیے اس کا اعتبار نہیں اور میرے پاس اس سے کم قیمت کی کنیز ہے کہ اس کے لیے میری  
 ایک کوڑی بھی صرف نہیں ہوئی اور وہ سب باتوں میں اس سے فائق ہے۔ کافور، زعفران  
 مشک۔ جوہر اور نور سے اس کی پیدائش ہے۔ اگر کسی کھاری پانی میں اس کا آب دہن  
 گرا دیا جائے۔ تو وہ شیریں اور خوش ذائقہ ہو جائے اور جو کسی مردے کو اپنا کلام سنا دے



تو وہ بھی بول اٹھے اور جو اس کی ایک کلائی سورج کے سامنے ظاہر ہو جائے تو سورج شرمندہ ہو جائے اور جو تاریکی میں ظاہر ہو تو اُجالا ہو جائے اور جو وہ پوشاک و زیور سے آراستہ ہو کر دنیا میں آجائے تو تمام جہاں معطر ہو جائے۔ مُشک اور زعفران کے باغوں اور یا قوت و مرجان کی شاخوں میں اُس نے پوشش پائی ہے اور طرح طرح کے آرام میں رہی ہے اور تسنیم کے پانی سے غذا دی گئی ہے۔ اپنے عہد کی پوری ہے۔ دوستی کو نباہنے والی ہے۔ اب تم بتاؤ کہ ان میں سے کون سی خریدنے کے لائق ہے۔

وہ شخص بولا۔ ”جس کی آپ نے مدح و ثنا کی ہے یہی مستحق خریدنے اور طلب کرنے کے ہے۔“ شیخ نے فرمایا۔ ”پھر اس کی قیمت تو ہر وقت ہر شخص کے پاس ہے۔ اس میں کچھ بھی صرف نہیں ہوتا۔“

اس شخص نے پوچھا۔ ”جناب فرمائیے تو اس کی قیمت کیا ہے؟“

شیخ نے فرمایا۔ ”اس کی قیمت یہ ہے کہ رات بھر میں ایک گھڑی کے لیے حملہ آور سے فارغ ہو جاؤ اور نہایت اخلاص کے ساتھ دو رکعت پڑھو۔ اور اس کی قیمت یہ ہے کہ کھانا جب تمہارے سامنے چُنا جائے تو اس وقت کسی بھوکے کو خالص اللہ کی رضا کے لیے دے دیا کرو۔ اور اس کی قیمت یہ ہے کہ راہ میں اگر کوئی نجاست یا اینٹ ڈھیلا پڑا ہو اُسے اٹھا کر راستہ سے پرے ہٹا دو۔ اور اس کی قیمت یہ ہے کہ اپنی عمر کو تنگ دستی اور فقر و فاقہ اور بقدر ضرورت سامان پر اکتفا کرنے میں گزار دو اور اس مکار دنیا اپنے فکر کو بالکل الگ کر دو اور حرص سے برکتار ہو کر قناعت کی دولت کو لو پھر اس کا یہ ثمرہ ہوگا کہ کل تم بالکل چین سے ہو جاؤ گے اور جنت میں جو آرام و راحت کا مخزن ہے عیش اُٹاؤ گے۔“

اس شخص نے ساری بات سُننے کے بعد کنیز سے کہا۔ ”سُنتی ہے شیخ کیا فرماتے ہیں۔ یہ سچ ہے یا جھوٹ۔“

کنیز بولی۔ ”سچ کہتے ہیں اور خیر خواہی کی بات ارشاد فرماتے ہیں۔“

وہ شخص بولا۔ ”اگر یہی بات ہے تو میں نے تجھے اللہ واسطے آزاد کیا اور فلاں فلاں جاؤ تجھے دی اور پھر غلاموں سے کہا۔ ”تم کو بھی آزاد کیا اور فلاں فلاں زمین تمہارے نام کر دی۔ اور یہ گھر اور تمام مال اللہ کی راہ میں دیا۔“



دردازہ پر ایک بہت موٹا کپڑا پڑا تھا، اُسے کھینچ لیا اور تمام پوشاک فائزرہ اتار کر اُسے پہن لیا۔

اس کنیر نے یہ حال دیکھ کر کہا۔ ”تمہارے بعد میرا کون ہے؟“  
اس نے بھی اپنا لباس اتار کر پھینک دیا اور ایک موٹا کپڑا پہن لیا اور وہ بھی اس کے ساتھ ہو گئی۔ مالک بن دینار نے یہ حال دیکھ کر ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

Q

۲۶۸۔ حضرت شیخ ابوالعباس نہاوندی ٹوپیاں بیا کرتے تھے اور اسی کام سے وہ اپنی گذر اوقات کرتے تھے اور جب تک وہ اپنی بنی ہوئی ایک ٹوپی فروخت نہیں کر لیتے تھے دوسری ٹوپی نہیں سینتے تھے۔

آپ ایک ٹوپی کی قیمت دو درہم سے کم نہیں لیا کرتے تھے۔ ٹوپی فروخت کرنے کے بعد ایک درہم تو اس شخص کو دے دیتے جو سب سے پہلے آپ کے پاس آیا اور ایک درہم کی روٹی خرید کر کسی درویش کے ہمراہ تنہائی میں بیٹھ کر کھا لیا کرتے تھے۔

O

۲۶۹۔ حضرت شیخ ابو عثمان سعید بن سلام نے اپنے ایک مرید سے پوچھا۔ ”اگر تم سے کوئی یہ سوال کرے کہ تمہارا معبود کس حالت پر قائم ہے تو تم کیا جواب دو گے؟“  
مرید نے عرض کیا۔ ”میں یہ جواب دوں گا کہ جس حالت پر ازل میں تھا اُس پر اب بھی ہے۔“

پھر آپ نے پوچھا۔ ”اگر تم سے کوئی یہ سوال کرے کہ تمہارا معبود ازل میں کس حالت پر قائم تھا تو تم کیا جواب دو گے؟“  
اس نے کہا۔ ”میرا یہ جواب ہو گا کہ وہ جس حالت میں اب ہے ازل میں بھی اسی حالت پر تھا۔“

آپ نے اس کے جواب پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ ”تمہارا جواب درست ہے۔“

O

۲۷۰۔ حضرت شیخ ابو علی محمد بن عبدالوہاب تقفیؒ کی ہمسائیگی میں ایک کبوتر باز رہتا تھا اور



جب وہ کبوتر اڑاتے وقت ان کو کنکر مارنے لگا تو کنکر آپکی پشیمانی پر آکر لگا۔ جس کی وجہ سے آپ لہولہان ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مریدین کو بہت غصہ آیا اور انہوں نے قصد کر لیا کہ حاکم کے سامنے کبوتر باز کو لے جا کر سزا دلوائیں گے لیکن آپ نے مریدوں کو منع کرتے ہوئے فرمایا۔

”اس کبوتر باز کو درخت کی ایک ٹہنی دے دو اور یہ سمجھا دو کہ آئندہ سے کنکر مارنے کے بجائے ٹہنی سے کبوتروں کو اڑایا کرے۔“



۲۶۱ - ایک مرتبہ بیابان میں حضرت سہل بن عبداللہ تشریف لائے تو ایک بہت ہی بد حال بڑھیا ملی۔ آپ اس کے حالِ زار پر بڑے متاثر ہوئے۔ آپ نے اس کی مدد کرنا چاہی تو اس بڑھیانے ہاتھ اٹھا مٹھی بند کر لی۔ اور جب مٹھی کھولی تو اس میں سونا تھا۔ پھر اس نے آپ سے کہا۔ ”تم جیب سے رقم نکالتے ہو لیکن مجھے غیب سے ملتی ہے“ یہ کہہ کر وہ اچانک غائب ہو گئی اور جب آپ نے بیت اللہ پہنچ کر طواف کرنا شروع کیا تو دورانِ طواف دیکھا کہ کعبہ نحو بڑھیا کا طواف کر رہا ہے اور جب آپ اس بڑھیانے کے نزدیک پہنچے تو وہ بولی۔

”جو اختیارِ طواف پر یہاں پہنچتا ہے اس کیلئے طوافِ کعبہ ضروری ہے لیکن جو اضطراری عالم میں آتے ہیں کعبہ نحو دُکُن کا طواف کرتا ہے۔“



۲۶۲ - نمازِ جمعہ سے قبل حضرت سہل بن عبداللہ تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ آپ کے نزدیک ایک سانپ گنڈلی مارے ہوئے بیٹھا ہے اور جب وہ بزرگ اجازت لے کر قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا۔

”جو حقیقت آسمان سے ناواقف ہوتا ہے وہی زمین کی چیزوں سے خوف کھاتا ہے۔“

اتنا کہنے کے بعد آپ نے دوبارہ اس بزرگ سے پوچھا۔

”نمازِ جمعہ کے لیے کیا خیال ہے؟“

انہوں نے کہا۔ ”سجدہ بیابان سے ۴۴ گھنٹے کی مسافت کے فاصلے پر ہے۔“

یہ سن کر آپ نے ان کا ہاتھ پیرا اور چشمِ زدن میں مسجد کے اندر داخل ہو گئے اور نماز



کے بعد لوگوں پر نظر ڈالتے ہوئے فرمایا۔ ”مخلص صاحب ایمان تو بہت قلیل ہیں  
البتہ کلمہ گو بہت زیادہ ہیں۔“



۲۶۳۔ ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ آشوبِ چشم میں مبتلا ہو گئے۔ اسپر ایک آتش پرست  
طیب نے آنکھوں پر پانی نہ لگنے کی ہدایت کی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ وضو کرنا تو  
میرے لیے ضروری ہے اور طیب کے جانے کے بعد وضو کر کے نمازِ عشرِ ادا کر کے  
سو گئے اور جب صبح کو بیدار ہوئے تو دردِ چشم ختم ہو چکا تھا اور پھر آب کو یہ  
نِدا سنائی دی۔

”چونکہ تم نے ہماری عبادت کی وجہ سے آنکھوں کی پرواہ نہیں کی۔ اس لیے ہم نے  
تمہاری تکلیف رفع کر دی۔“

جب طیب نے آپ کی آنکھوں کو تندرست دیکھ کر سوال کیا کہ ایک ہی شب  
میں آپ کی آنکھیں تندرست کیسے ہو گئیں؟  
آپ نے فرمایا۔ ”وضو کرنے سے“

یہ سن کر وہ آتش پرست بولا۔ ”درحقیقت میں ہی مریض تھا اور آپ طیب  
اتنا کہنے کے بعد وہ آتش پرست آپ کے ہاتھوں پر مسلمان ہو گیا۔“



۲۶۴۔ حضرت ابو محمد ترعشؒ بغداد کے کسی محلہ سے گذر رہے تھے کہ پیاس محسوس ہوئی اور  
جب آپ نے ایک مکان پر پہنچ کر پانی طلب کیا۔ تو ایک نہایت حسین لڑکی پانی  
لے کر آئی۔ آپ اسے دیکھ کر عاشق ہو گئے۔ پھر آپ نے اس لڑکی کے والد سے  
عجب اپنی قلبی کیفیت کا اظہار کیا تو اس نے بخوشی لڑکی کا نکاح آپ سے کر دیا۔  
اور آپ کی گڈری اُتار کر نہایت نفیس لباس پہنا دیا لیکن جس وقت آپ حجلہ عروسی  
میں پہنچے تو نماز میں مشغول ہو گئے اور پھر اچانک شور مچا دیا۔ یہ لباس اُتار کر میری  
گڈری واپس دے دو۔“

آخر کار بیوی کو طلاق دے کر واپس باہر نکل آئے اور جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی، تو  
فرمایا۔ ”مجھے غیب سے یہ نِدا آئی کہ تو نے  
طالی اس سے“



ہم نے نیک لوگوں کا لباس تجھ سے چھین لیا اور اگر پھر کسی ایسے جرم کا ارتکاب کیا۔ تو  
تمہارا لباس باطنی بھی ضبط کر لیا جائے گا۔

○

۲۷۵۔ ایک مرتبہ حضرت بایزید بطامی قبرستان سے تشریف لارہے تھے کہ آپ کو راستے میں ایک  
بطامی نوجوان بربط بجاتا ہوا ملا۔ آپ نے اُسے دیکھ کر لاجل پڑھی۔ اس پر اُس نوجوان  
نے بربط کو اتنی زور سے آپ کے سر پر دے مارا کہ آپ کا سر بھٹ گیا اور بربط ٹوٹ گیا  
آپ نے گھرواپس آکر اس نوجوان کو بربط کی قیمت اور کچھ حلوہ بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ اس رقم سے دوسرا  
بربط خرید لو اور حلوہ وغیرہ خوب کھاؤ۔ تاکہ شکستہ بربط کا غم دور ہو جائے۔  
جب آپ کا یہ پیغام اُس نوجوان کو ملا تو وہ آپ کے اخلاق سے بے حد متاثر ہوا۔  
اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت طلب کی اور ہمیشہ کے لیے وہ اور  
اس کا ایک ساتھی تائب ہو گئے۔

○

۲۷۶۔ جب لوگوں نے امام احمد بن حنبلؒ سے محبت کا مفہوم پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ جب  
تک بشر حافی حیات ہیں اُن سے دریافت کرو۔ پھر سوال کیا گیا کہ زہد کس کو کہتے  
ہیں؟ آپ نے فرمایا: "عوام کا زہد تو حرام اشیاء کو ترک کر دینا ہے اور خواص کا  
زہد حلال چیزوں میں زیادتی کی طمع نہ کرنا ہے اور عارفین کے زہد کو خدا کے سوا کوئی  
نہیں جانتا۔"

پھر سوال کیا گیا کہ جو جاہل قسم کے صوفیاء مسجد میں متوکل بن کر بیٹھ جاتے ہیں ان کے  
متعلق کیا رائے ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: "ایسے لوگوں کو غنیمت سمجھو کیونکہ علم  
کی وجہ سے انہوں نے توکل اختیار کیا ہے۔"

جب لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو محض روٹیاں حاصل کرنے کا ایک بہانہ ہے۔ تو  
آپ نے فرمایا۔

"دنیا میں کوئی جماعت بھی روٹیوں سے بے نیاز نہیں۔"

○

۲۷۷۔ حضرت احمد بن ابراہیم المطلب فرماتے ہیں "ایک مرتبہ حضرت بشر نے مجھ سے



فرمایا کہ حضرت معروفؓ کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میں نماز فجر کے بعد آپ کے پاس آؤں گا۔

لیکن آپ عشاء کے وقت بھی تشریف نہ لائے۔ میں شدت سے آپ کا منتظر تھا پھر میں نے دیکھا کہ آپ اپنا مصلیٰ اٹھا کر دریائے دجلہ پر پہنچے اور پانی کے اوپر چل کر صبح تک حضرت معروفؓ سے مصروف گفتگو رہے اور صبح کو پھر پانی پر چلتے ہوئے واپس آ گئے۔

اس پر میں نے اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر اور اُن کے قدم بکڑ کر اپنے لیے دعا کی درخواست کی۔

آپ نے دعا دے کر فرمایا۔ جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو میری حیات میں کسی سے بیان نہ کرنا۔



۲۷۸۔ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر عیاشؓ حضرت داؤد طائیؑ کے یہاں پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت روٹی کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لیے رو رہے ہیں اور جب حضرت عیاشؓ نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔

”دل تو چاہتا ہے کہ اسے کھا لوں لیکن یہ پتہ نہیں کہ یہ رزقِ حلال بھی ہے یا نہیں۔“



۲۷۹۔ ایک شخص نے حضرت داؤد طائیؑ کے یہاں پانی کا گھڑا دھوپ میں رکھا ہوا دیکھ کر عرض کی۔ اس کو سایہ میں کیوں نہیں رکھا؟

آپ نے فرمایا ”جس وقت میں نے یہاں رکھا تھا۔ اس وقت سایہ تھا لیکن اب دھوپ میں سے اٹھاتے ہوئے مجھے اس لیے ندامت ہوتی ہے کہ محض اپنی راحت کے لیے تضرعِ اوقات کرتے ہوئے ذکرِ الہی سے خاموش رہوں۔“



۲۸۰۔ حضرت یحییٰ بن معاذؓ حضرت شاہ شجاعؒ کے گھرے دوستوں میں سے تھے۔ چنانچہ جب دونوں ایک ہی شہر میں جمع ہوئے تو حضرت یحییٰؓ نے اپنی مجلسِ وعظ میں آپ کو بھی مدعو کیا لیکن آپ نہیں آ گئے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد جب آپ حضرت



یجی کے ہاں پہنچے، تو ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت یحییٰ و عیسیٰ میں مشغول تھے لیکن اچانک آپ کی زبان بند ہو گئی۔

کچھ وقفے بعد آپ نے فرمایا۔ "اس مجلس میں شاید مجھ سے بھی بہتر کوئی واعظ موجود ہے۔ جس کے تصرف نے میری زبان بند کر دی ہے۔"

یہ سن کر حضرت شاہ سماع کرمانیؒ سامنے آئے اور فرمایا۔

"میں اسی وجہ سے آپ کی مجلس و عظ میں شریک ہونا نہیں چاہتا تھا۔"



۲۸۱۔ ایک مرتبہ حضرت حبیب عجمیؒ کی بیوی نے آپ سے کہا کہ خود و نوش کے لیے کچھ نہ کچھ کام کرنا چاہیے۔ اس پر آپ مزدوری کرنے کے لیے گھر سے نکلے لیکن دن بھر عبادت میں مشغول رہ کر جب گھر پہنچے، تو بیوی نے سوال کیا۔ "کیا لائے ہو؟"

آپ نے جواب دیا کہ جس کی مزدوری کی ہے وہ بہت کم والا ہے اور اس کے کم ہی کی وجہ سے مجھ میں اجرت طلب کرنے کی جرأت نہ ہو سکی لیکن اس نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ دس یوم کے بعد جب تم کو ضرورت ہوگی تو پوری اجرت دے دوں گا۔

پھر جب دس دن کے بعد آپ کو خیال آیا کہ آج گھر پر جا کر کیا جواب دوں گا تو ایک طرف تو آپ اپنے تصور میں غرق چلے جا رہے تھے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ایک بوری آٹا، ایک ذبح شدہ بکری، گھی، شہد اور تین سو روپے ایک غیبی شخص کے ذریعہ آپ کے گھر پہنچا دیئے اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی دیا کہ حبیب سے کہہ دینا کہ اپنے کام کو ترقی دیں جس کے صلہ میں ہم اس سے بھی زیادہ مزدوری دیں گے۔"

چنانچہ جب آپ گھر کے دروازے پر پہنچے تو گھر میں سے کھانے کی خوشبو آ رہی تھی۔ اندر جا کر بیوی سے صورتِ حال دریافت کی تو اس نے پورا واقعہ اور پیغام آپ کو سنا دیا۔ یہ سن کر آپ کو خیال آیا کہ جب صرف دس یوم کی عدم توجہی کی ریاضت کا اللہ تعالیٰ نے یہ نعم البدل عطا فرمایا ہے۔ اگر زیادہ دل جمعی کے ساتھ عبادت کروں تو نہ جاتے کیا انعامات حاصل ہوں گے۔ چنانچہ اسی دن سے دنیا کو چھوڑ کر اس درجہ عبادت میں غرق ہو گئے کہ مستجاب الدعوات کے درجہ تک پہنچے اور آپ کی دعاؤں سے محلوں کو بہت مفاد حاصل ہوا۔





۲۸۲۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کے دور میں ایک شخص اولیائے کرامؒ کو خطبلی تصور کرتا تھا۔ اس پر حضرت ذوالنونؒ نے اس شخص کو ایک انگشتری دے کر فرمایا کہ اس کو بھٹیاریے کی دکان پر ایک دینار میں فروخت کر آؤ۔

اس پر جب وہ شخص بھٹیاریے کے پاس گیا تو بھٹیاریے نے اس سے کہا کہ تو اس کی قیمت زیادہ مانگ رہا ہے۔ کچھ کم کر۔

اس کے بعد جب وہ شخص وہی انگوٹھی لے کر ایک سنار کے پاس پہنچا تو اس نے ایک ہزار دینار قیمت لگائی اور جب اس شخص نے آپ سے پورا واقعہ بیان کیا۔ تو اس کو ذوالنون مصریؒ نے جواب دیا کہ جن طرح بھٹیاریہ انگشتری کی قیمت سے آشنا نہیں۔ اسی طرح تم بھی مراتب اولیاء سے نا آشنا ہو۔



۲۸۳۔ ایک دن حضرت ذوالنون مصریؒ نے لوگوں سے فرمایا کہ مصائب میں صبر کرنا۔ تعجب خیز نہیں۔ بلکہ مصائب میں خوش رہنا تعجب کی بات ہے۔ اس کے علاوہ انسان پر چھ چیزوں کی وجہ سے تباہی آتی ہے۔

- ۱۔ اعمالِ صالحہ سے کوتاہی کرنا۔
- ۲۔ ابلیس کا فرمانبردار ہونا۔
- ۳۔ موت کو قریب نہ سمجھنا۔
- ۴۔ رضائے الہی کو چھوڑ کر مخلوق کی رضامندی حاصل کرنا۔
- ۵۔ تقاضائے نفس پر سنت کو ترک کر دینا۔
- ۶۔ اکابرین کی غلطی کو سنبھالنا کہ ان کے فضائل پر نظر نہ کرنا اور اپنی غلطی کو ان کے سر تھوپنا۔

یاد رکھو۔ جس طرح ہر جرم کی ایک سزا ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح ذکرِ الہی سے غفلت کی سزا دیناوی محبت ہے۔



۲۸۴۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ دورانِ سفر ایک برف پوش صحرا میں سے گذرا تو دیکھا ایک آتش پرست ہر سمت دانا بکھیر رہا ہے اور جب آپ نے وجہ دریافت کی تو اس نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں چونکہ پرندوں کو کہیں سے بھی دانہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ثواب کی نیت سے دانا بکھیر رہا ہوں۔



میں نے اُس آتش پرست سے کہا - "اُس کے یہاں غیر کی روزی ناپسندیدہ ہے۔"  
 اس نے عرض کیا - "میرے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ میری نیت کو دیکھ رہا ہے۔"  
 اس کے بعد میں نے اُس آتش پرست کو ایام حج میں نہایت فوق و شوق کے ساتھ  
 طوافِ کعبہ میں مصروف پایا اور طواف کے بعد اُس نے مجھ سے کہا -

"آپ نے دیکھا کہ میں نے جو دانہ بکھیرا تھا - اس کا ثمرہ کتنی بہتر شکل میں ملا ہے؟"  
 یہ سنتے ہی میں نے پرجوش لہجہ میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ کیا تو نے چالیس برس آتش  
 پرستی کرنے والے کو چند دانوں کے عوضِ ارزاں فروشی کرتے ہوئے اتنی عظیم نعمت  
 کیوں عطا کر دی؟"

اس پر ندا آئی کہ ہم اپنی مرضی کے مختار ہیں - ہمارے امور میں کسی کو مداخلت کی  
 اجازت نہیں۔"



۲۸۵ - کسی نے حضرت ابراہیم اودھم سے ایک صاحبِ وجد اور عبادت و ریاضت  
 میں مشغول رہنے والے نوجوان کی بہت تعریف کی - چنانچہ ملاقات کا شوق لیے  
 حضرت اودھم اُس کے ہاں پہنچے -

اس نوجوان نے آپ سے تین یوم کے لیے اپنے یہاں مہمان رکھنے کی منت کی - اور  
 جب آپ نے ان تین دنوں میں اُس نوجوان کے کردار و احوال کا مطالعہ کیا تو محسوس  
 کیا کہ اس کی جتنی تعریف سنی تھی اس سے کہیں زیادہ بہتر ثابت ہوا ہے - اس پر آپ  
 نے شرمندہ ہو کر فرمایا - "ہم تو کسی قدر کامل وجود ہیں مگر یہ شب بیداری کرتا رہتا ہے  
 لیکن پھر آپ کو یہ خیال آیا کہ کہیں یہ نوجوان ابلیس کے کسی فریب میں مبتلا تو نہیں  
 ہے - اس لیے یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ حلال رزق استعمال کرتا ہے یا نہیں - اور جب  
 آپ کو پتہ کرنے پر یقین ہو گیا کہ اس کی روزی حلال نہیں ہے تو پھر آپ نے اسے  
 اپنے ہاں تین دنوں تک مہمان رہنے کو کہا -

اس کے بعد اسے اپنے ہمراہ لاکر کھانا کھلایا - جس کے بعد اس کی پہلی سی حالت برقرار  
 نہ رہی اور جب اس نے پوچھا کہ "آپ نے یہ کیا کر دیا -"

اس پر حضرت اودھم نے فرمایا - "تجھے رزقِ حلال حاصل نہ ہونے کی وجہ سے شیطان



کی کار فرمائیاں جاری تھیں اور اب میرے یہاں کے رزقِ حلال نے تیری باطنی حالت کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے اور تجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمام عبادت و ریاضت کا تعلق صرف رزقِ حلال پر موقوف ہے۔



۲۸۶۔ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کسی جگہ تشریف فرما تھے کہ حضرت حبیب عجمیؒ بھی اتفاق سے وہاں پہنچ گئے۔ انہیں دیکھ کر امام حنبلؒ نے کہا: میں ان سے ایک سوال کروں گا۔

لیکن امام شافعیؒ نے منع کرتے ہوئے کہا: "واصل باللہ لوگوں سے کیا سوال کرو گے؟ ان کا تو مسلک ہی جداگانہ ہوتا ہے۔"

امام شافعیؒ کے منع کرنے کے باوجود امام احمد بن حنبلؒ نے یہ سوال کر ہی ڈالا "کہ جس شخص کی پانچ نمازوں میں سے ایک نماز قضا ہو گئی ہو اور وہ یہ مہبول گیا ہو کہ کون سی نماز قضا ہوئی تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟"

حضرت حبیب عجمیؒ نے فرمایا: "سب نمازوں کی قضا کرے اس لیے کہ وہ خدا سے غافل ہو کر اس قدر بے ادبی کا مرتکب کیوں ہوا۔"

یہ سن کر حضرت امام شافعیؒ حضرت امام حنبلؒ سے بولے: "میں نے اسی لیے منع کیا تھا کہ ان لوگوں سے کوئی سوال نہ کرو۔"



۲۸۷۔ بصرہ میں کوئی امیر آدمی فوت ہو گیا۔ اس کی پوری جائداد اس کی اکلوتی لڑکی کو ملی جو

بہت خوب صورت تھی۔ ایک دن اس لڑکی نے حضرت ثابتؒ لبنانی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: "میں نکاح کرنا چاہتی ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ نکاح مالک بن دینارؒ کے ساتھ ہو۔ تاکہ ذکرِ الہی اور دنیاوی کاموں میں وہ میری معاونت کر سکیں۔" چنانچہ حضرت ثابتؒ لبنانی نے اس لڑکی کا پیغام مالک بن دینارؒ کو پہنچا دیا۔

آپ نے پیغام سن کر فرمایا: "میں تو دنیا کو طلاق دے چکا ہوں اور چونکہ عورت کا شمار بھی دنیا ہی میں ہوتا ہے۔ اس لیے طلاق شدہ عورت سے نکاح جائز نہیں۔"





۲۸۸۔ لوگوں نے ایک مرتبہ حضرت عقبہ بن غلام کو موسم سرما میں صرف ایک کرتے میں دیکھا اور اس کے باوجود آپ کا جسم پسینہ سے شرابور تھا اور جب لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا۔

”مدت گذری کہ میرے یہاں کچھ مہمان آئے تھے اور انہوں نے بلا اجازت میرے ہمسایہ کی دیوار میں سے تھوڑی سی مٹی لے لی۔ چنانچہ اس وقت سے آج تک جب بھی میری نظر اس کی دیوار پر پڑتی ہے تو میں شرمندگی سے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں، حالانکہ میرا ہمسایہ معاف بھی کر چکا ہے۔“



۲۸۹۔ جب ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامی سفر سے واپسی پر اپنے مکان کے دروازے پر پہنچے تو دروازے سے کان لگا کر اپنی والدہ محترمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ وہ وضو کرتے ہوئے فرما رہی تھیں۔

”یا اللہ! میرے مسافر کو راحت سے رکھنا۔ بزرگوں کو اس سے خوش رکھ کر اچھا بدلہ دینا۔“

یہ سن کر پہلے تو آپ روتے رہے پھر دروازے پر دستک دی تو والدہ نے پوچھا ”کون ہے؟“

آپ نے عرض کیا۔ ”آپ کا مسافر“

چنانچہ انہوں نے دروازہ کھول کر ملاقات کرتے ہوئے فرمایا۔ ”تم نے اس قدر طویل سفر اختیار کیا کہ روتے روتے میری بصارت ختم ہو گئی اور غم سے کمر جھک گئی۔“ اس پر آپ نے فرمایا۔ ”جس کام کو میں نے بعد کے لیے چھوڑا تھا وہ پہلے ہی ہو گیا۔ اور وہ میری والدہ کی خوشنودی تھی۔“



۲۹۰۔ ایک مرتبہ حضرت بایزید کی والدہ محترمہ نے رات کو پانی مانگا لیکن اس وقت گھر میں قطعاً پانی نہیں تھا۔ چنانچہ آپ گھڑالے کمر سے پانی لائے مگر آمد و رفت کی تاخیر کی وجہ سے آپ کی والدہ پھر سے سو گئیں۔ آپ رات بھر پانی لیے کھڑے رہے۔ حتیٰ کہ شدید سردی کی وجہ سے وہ پانی آبخورے میں منجمد ہو گیا اور جب والدہ کی دوبارہ



بیداری پر آپ نے انہیں پانی پیش کیا تو والدہ محترمہ نے فرمایا - "بایزید! تم نے پانی رکھ دیا ہوتا - اتنی دیر کھڑا رہنے کی کیا ضرورت تھی۔"  
اس پر حضرت بایزیدؒ نے عرض کیا - "محض اس خوف سے کھڑا رہا کہ مبادا آپ کہیں بیدار ہو کر پانی نہ پییں اور آپ کو تکلیف پہنچے۔"  
یہ سنی کر آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو بے شمار دُعاؤں دیں۔



۲۹۱ - ایک اجتماع میں بشر حانیؒ رضائے الہی کے اوصاف بیان فرما رہے تھے، کہ ایک شخص نے عرض کیا - "یہ تو ہم بخوبی جانتے ہیں کہ آپ بہت ہی باصفا باکمال اور مخلوق سے بے نیاز ہیں لیکن اس میں کیا حرج ہے کہ اگر پوشیدہ طور پر دوسروں سے کچھ لے کر فقرا میں تقسیم کر دیا کریں۔"  
گو یہ بات آپ کو ناگوار گزری پھر بھی مسکراتے ہوئے فرمایا - "فقرا کی بھی تہنیں ہیں - اول وہ جو نہ تو مخلوق سے کچھ طلب کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کے کچھ دینے کے باوجود قبول کرتے ہیں - ان کا شمار تو ایسے روحانی بندوں میں ہوتا ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ سے مانگتے ہیں مل جاتا ہے - دوم وہ خود تو کسی سے طلب کرتے نہیں لیکن اگر کوئی دے دے تو قبول کر لیتے ہیں - یہ متوسط قسم کے متوکل ہوتے ہیں - اور انہیں جنت کی تمام نعمتیں حاصل ہوں گی - سوم وہ جو نفس کشی کرتے ہوئے صبر و ضبط سے کام لے کر ذکر الہی میں مشغول رہتے ہیں۔"  
آپ کے اس بیان سے لوگوں کو دوبارہ حیرات نہ ہوئی کہ وہ آپ سے اس موضوع پر مزید گفتگو کریں۔



۲۹۲ - ایک مرتبہ حضرت حاتمِ اعممؒ نے جہاد کے ارادہ سے بیوی سے پوچھا - "تمہیں چاہا ماہ کے اخراجات کے لیے کتنی رقم کی ضرورت ہے۔"  
بیوی نے عرض کیا - "جتنی میری زندگی ہو اتنی رقم دے دو۔"  
آپ نے فرمایا - "زندگی تو میرے قبضہ قدرت سے باہر ہے۔"  
اس پر بیوی نے کہا - "پھر میرا رزق آپ کے ہاتھوں میں کیسے ہو سکتا ہے۔"



آپ یہ سن کر چپ ہو رہے۔ اس کے بعد آپ جہاد میں شریک ہونے کی غرض سے چلے گئے۔

○

۲۹۳۔ حضرت سہل بن عبداللہ تنزہیؓ نہ تو کبھی دیوار سے ٹیک لگاتے تھے اور نہ پاؤں پھیلاتے تھے۔ اچانک آپ نے ایک مرتبہ دیوار سے پشت لگا کر پاؤں پھیلاتے ہوئے لوگوں سے فرمایا۔ آج جو کچھ مجھ سے پوچھنا ہے پوچھ لو۔  
اس پر لوگوں نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”آج یہ کیا عجیب ماجرا ہے؟“  
یعنی ٹیک لگانے اور پاؤں پھیلانے کا۔  
آپ نے فرمایا۔ جب تک استاد حیات تھے، ان کا ادب لازمی تھا۔  
یہ سن کر لوگوں نے تاریخ اور وقت کو ذہن میں رکھا۔ اس کے بعد پتہ چلا کہ ٹھیک اسی وقت اور اسی دن حضرت ذوالنون مصریؒ کا انتقال ہوا تھا۔

○

۲۹۴۔ ایک دن حضرت سری سقطیؒ نے حضرت جنید بغدادیؒ سے فرمایا۔ ”میں بغداد میں مرنے کو اس لیے ناپسندیدہ سمجھتا ہوں کہ یہاں کی زمین مجھے قبول نہ کرے گی اور مجھ سے حُسنِ ظن رکھنے والے بدظنی میں مبتلا ہو جائیں گے۔“  
پھر جب ایک دن حضرت جنیدؒ آپ کی عبادت کے لیے گئے تو سخت گرمی کی وجہ سے انہوں نے حضرت سری سقطیؒ کو نپکھا جھلنا شروع کر دیا مگر آپ نے روکتے ہوئے فرمایا۔ ”آگ اور بھڑکنے لگتی ہے۔“  
اس کے بعد حضرت جنیدؒ کی مزاج پُرسی پر فرمایا۔ ”بندہ تو مملوک ہے اور اس کو کسی شے پر قدرت حاصل نہیں۔“  
پھر حضرت جنیدؒ نے نصیحت کرنے کی درخواست کی۔ اس پر آپ نے فرمایا۔  
”مخلوق میں رہتے ہوئے خالق سے غافل نہ ہونا۔“  
یہ کہہ کر آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

○

۲۹۵۔ ایک دفعہ جب حضرت بایزید بسطامیؒ حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں



بیٹھے تھے۔ امام نے فرمایا۔ اے بایزید! فلاں طاق میں جو کتاب رکھی ہے وہ اٹھا لاؤ۔ آپ نے دریافت کیا۔ "وہ طاق کس جگہ ہے؟" امام جعفر نے فرمایا۔ اتنے عرصہ رہنے کے بعد بھی تم نے طاق نہیں دیکھا۔ آپ نے عرض کیا۔ "طاق تو کجا، میں نے تو آپ کے روبرو کبھی نہ نہیں اٹھایا۔" اس پر امام جعفر نے فرمایا۔ "اب تم مکمل ہو چکے ہو۔ اس لیے بسطام واپس چلے جاؤ۔"



۲۹۶۔ جب حضرت بایزید بسطامی مکتب میں داخل ہوئے تو آپ نے جب سورہ

لقمان کی یہ آیت پڑھی۔

"ترجمہ" میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا۔"

مدرسہ سے واپس آ کر اپنی والدہ سے فرمایا۔ "مجھ سے دو ہستیوں کا شکر ادا نہیں ہو سکتا لہذا آپ مجھے خدا سے طلب کر لیں تاکہ میں آپ کا شکر ادا کرتا رہوں یا پھر خدا کے سپرد کر دیں تاکہ اس کے شکر میں مشغول ہو جاؤں۔"

والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ "میں اپنے حقوق سے دست بردار ہو کر تجھے خدا کے سپرد کرتی ہوں۔" اس کے بعد آپ شام کی جانب نکل گئے اور وہیں ذکر و شغل کو جزو حیات بنا لیا۔



۲۹۷۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارک فراحت حج کے بعد بیت اللہ میں سو گئے خواب

میں دیکھا کہ دو فرشتے باتیں کر رہے ہیں۔

ایک نے دوسرے سے سوال کیا۔ اس سال کتنے لوگ حج میں شریک ہوئے اور کتنے افراد کا حج قبول ہوا۔"

دوسرے نے جواب دیا کہ چھ لاکھ لوگوں نے حج ادا کیا لیکن ایک فرد کا بھی حج قبول نہیں ہوا، مگر دمشق کا ایک موچی جو حج میں تو شریک نہیں ہوا لیکن خدا نے اس کا حج قبول فرما کر اس کے طفیل میں سب کا حج قبول فرمایا۔

اس خواب کے بعد جب آپ بیدار ہوئے تو موچی کی تلاش میں دمشق جا پہنچے۔ موچی سے



ل کر جب اُس سے احوال حج پوچھا تو موچی بولا۔

” بہت عرصہ سے میرے دل میں حج کی تمنا تھی اور میں نے اس نیت سے تین سو درہم بھی جمع کر لیے تھے لیکن ایک میرے پڑوسی کے ہاں کھانا پکنے کی خوشبو آئی تو میری بیوی نے کہا کہ اس کے ہاں سے تم بھی مانگ لاؤ۔ تاکہ ہم بھی کھالیں۔ چنانچہ میں نے پڑوسی سے جا کر کہا کہ آج آپ نے جو کچھ پکا یا ہے ہمیں بھی عنایت کریں لیکن اس نے کہا کہ وہ کھانا آپ کے کھانے کا نہیں ہے۔ کیوں کہ سات یوم شے میں اور میرے اہل و عیال فاقہ کشی میں مبتلا تھے اس پر میں نے مردہ گدھے کا گوشت پکا لیا ہے تاکہ کچھ تو کھانے کو ملے۔“

یہ سن کر میں خوفِ خداوندی سے لرز گیا اور اپنی تمام جمع شدہ رقم اس کے حوالے کر کے یہ تصور کر لیا کہ ایک مسلمان کی امداد میرے حج کے برابر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؓ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا کہ فرشتوں نے جواب میں واقعی سچی بات کہی تھی اور خداوند تعالیٰ حقیقتاً قضا و قدر کا مالک ہے۔“



۲۹۸۔ ایک شخص حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مقروض تھا۔ اُس شخص کے علاقہ میں کسی کی موت واقع ہو گئی اور جب حضرت ابوحنیفہؒ نمازِ جنازہ کے لیے وہاں پہنچے تو ہر طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور موسم بھی بہت گرم تھا لیکن آپ کے مقروض کی دیوار کے پاس کچھ سایہ تھا۔

چنانچہ جب لوگوں نے کہا کہ آپ یہاں چھاؤں میں تشریف لے آئیں، تو آپ نے فرمایا ”صاحبِ خانہ میرا مقروض ہے اس لیے اس کے مکان کے سایہ سے استفادہ کرنا میرے لیے جائز نہیں۔ کیوں کہ حدیث میں ہے کہ قرض کی وجہ سے جو نفع بھی حاصل ہو وہ سُود ہے۔“



۲۹۹۔ حضرت احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے حضرت صالحؒ اصفہان کے قاضی تھے اور ایک مرتبہ حضرت حنبلؒ کے خادم نے حضرت صالحؒ کے باورچی خانہ سے خمیر لے کر روٹی تیار کی اور جب روٹی امام صاحبؒ کے سامنے پہنچی تو آپ نے پوچھا۔ ”یہ اس



تدرگدز کیوں ہے؟ خادم نے پوری کیفیت بتا دی تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص اصفہان کا قاضی رہا ہو اس کے یہاں سے خمیر کیوں لیا۔ لہذا یہ روٹی میرے کھانے کے لائق نہیں رہی اور یہ کسی فقیر کے سامنے پیش کر کے بتا دینا کہ اس روٹی میں خمیر تو صالح کا ہے اور آٹا احمد بن حنبل کا۔ اگر تمہاری طبیعت گوارا کرے تو لے لو۔

لیکن چالیس یوم تک کوئی سائل ہی نہ آیا اور جب روٹیوں میں بوج پیدا ہو گئی تو خادم نے دریائے دجلہ میں پھینک دیں لیکن امام صاحب کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اس دن سے دریائے دجلہ کی مچھلی نہیں کھائی۔



۳۰۰۔ حضرت رابعہ بصری نے ایک مرتبہ حضرت حسن بصری کے لیے بطور ہدیہ موسم، سوئی اور بال روانہ کیے اور ساتھ یہ پیغام بھی بھیجا کہ موسم کی مانند خود کو پگھلا کر روشنی فراہم کرو اور سوئی کی مانند برہنہ رہ کر مخلوق کے کام آؤ اور جب تم ان دونوں چیزوں کی تکمیل کر لو گے تو بال کے مانند ہو جاؤ گے اور کبھی تمہارا کوئی کام خراب نہ ہوگا۔



۳۰۱۔ حضرت حسن بصری کہیں تشریف لے جا رہے تھے تو دریائے دجلہ کے کنارے حضرت حبیب عجمی سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے۔

حضرت حسن نے کہا کہ دریائے پار جانا چاہتا ہوں اور شستی کا منظر ہوں۔  
حبیب عجمی نے فرمایا۔ "بغض اور حُب دنیا کو قلب سے نکال کر مصائب کو غنیمت تصور کرو اور اللہ پر اعتماد کر کے پانی کے اوپر روانہ ہو جاؤ۔"

یہ کہہ کر خود پانی کے اوپر چلتے ہوئے دوسرے کنارے پہنچے۔

یہ کیفیت دیکھ کر حضرت حسن بصری پر غشی طاری ہو گئی اور ہوش آنے پر جب لوگوں نے غشی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا۔

"حبیب عجمی کو میں نے علم سکھایا لیکن اس وقت وہ مجھ کو نصیحت کر کے خود پانی کے اوپر روانہ ہو گئے اور اسی دہشت سے مجھ پر غشی طاری ہو گئی کہ جب روزِ محشر پل صراط پر چلنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر میں اس وقت بھی محروم رہ گیا تو کیا کیفیت ہوگی۔"





۳۰۲ - کسی بچے نے حضرت ذوالنون مصریؒ سے عرض کیا - مجھے بطور ورثہ ایک لاکھ دینار حاصل ہوئے ہیں اور میری تمنا ہے کہ یہ سب آپ ہی کی ذات گرامی پر خرچ کر دوں۔ آپ نے فرمایا - "جو ان ہونے سے قبل تمہارے لیے اس کا خرچ کرنا ناجائز ہے" اور جب وہ بچہ شباب پر پہنچا، تو پوری جائداد فقراء میں تقسیم کر کے آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گیا۔ پھر ہی نوجوان ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ آج کل کچھ ضرورت مند ہیں۔

اُس نے اظہارِ تاسف کرتے ہوئے کہا - "کاش میرے پاس آج اگر دولت ہوتی تو میں آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔"

آپ نے اس کی نیت کو بھانپ کر یقین کر لیا کہ یہ ابھی مفہوم فقر سے آشنا نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے اس نوجوان سے فرمایا - "فلاں دواخانہ سے یہ دوا لا کر گھس لو اور روغن میں ملا کر تین قرص تیار کر کے ان میں سوئی سے سوراخ کر کے میرے پاس لے آؤ۔"

وہ نوجوان آپ کی ہدایت پر عمل کر لایا۔ چنانچہ آپ نے ان تینوں گولیوں پر کچھ دم کیا تو وہ یا قوت میں تبدیل ہو گئیں۔ پھر آپ نے نوجوان سے فرمایا کہ وہ ان کو کسی جوہری کے پاس لے جا کر قیمت معلوم کرے۔"

وہ نوجوان جوہری کے پاس پہنچا تو جوہری نے ان یا قوت کی گولیوں کی ایک ہزار قیمت لگائی۔ پھر اُس نوجوان نے واپس آ کر پورا واقعہ بیان کیا۔

آپ نے فرمایا - "ان کو پانی میں گھول دو اور یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ فقراء کو مال و زر کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

یہ سن کر وہ نوجوان ہمیشہ کے لیے تارک الدنیا ہو گیا۔



۳۰۳ - ایک بزرگ حج کا قصد کر کے بغداد میں ابو حازم سے ملاقات کے لیے پہنچے، تو آپ آرام فرما رہے تھے۔ چنانچہ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد جب آپ بیدار ہوئے تو آپ نے اس بزرگ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔

"میں خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور حضورؐ



نے آپ تک ایک پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے کہ آپ اپنی والدہ کے حقوق کو نظر انداز نہ کریں کیوں کہ یہ حج کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ لہذا واپس جائیے، اور والدہ کی خوشی کا خیال رکھیے۔

چنانچہ وہ بزرگ حج کا ارادہ ترک کر کے واپس ہو گئے۔



۳۰۴۔ حضرت ذوالنون مصریٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں لبِ دریا وضو کر رہا تھا کہ سامنے کے محل پر ایک خوب صورت عورت نظر آئی اور جب میں نے اس سے گفتگو کرنے کے لیے کہا۔ تو اس عورت نے کہا۔

”دور سے میں تم کو دیوانہ تصور کیے ہوئے تھی اور جب کچھ قریب آگئے تو میں نے عالم سمجھا اور جب بالکل قریب آگئے تو اہل معرفت تصور کیا لیکن اب معلوم ہوا کہ تم ان تینوں میں سے کچھ بھی نہیں ہو۔“

جب میں نے اس عورت سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا۔

”عالم نامحرم پر نظر نہیں ڈالتے، دیوانے وضو نہیں کرتے اور اہل معرفت خدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے۔“

یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئی اور میں نے سمجھ لیا کہ غیب کی جانب سے یہ ایک تنبیہ ہے۔



۳۰۵۔ ایک دفعہ حضرت ذوالنون مصریٰ کو جنگل میں چند پرانے دوست مل گئے اور اتفاق سے وہاں ایک خزانہ برآمد ہو گیا۔ جس میں ایک ایسا تختہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک کندہ تھے اور جس وقت خزانہ تقسیم ہونے لگا، تو آپ نے اپنے حصّہ میں وہ تختہ لے لیا اور ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔

”اے ذوالنون! سب نے دولت تقسیم کی اور تم نے ہمارے نام کو پسند کیا جس کے عوض ہم نے تیرے اوپر علم و حکمت کے دروازے کشادہ کر دیئے۔“

یہ سن کر آپ شہر واپس آگئے۔





۳۰۶ - حضرت عتبہ بن غلام کے تائب ہونے کا واقعہ یوں ہے کہ آپ کسی عورت پر عاشق ہو گئے تھے اور پھر کسی نہ کسی طرح اپنے عشق کا اظہار بھی کرا دیا۔ چنانچہ اس نے اپنی کنیز کے ذریعے دریافت کرایا کہ آپ نے میرے جسم کا کون سا حصہ دیکھا ہے۔ آپ نے کہا کہ تمہاری آنکھیں دیکھ کر عاشق ہوا ہوں۔

اس جواب کے بعد اس عورت نے اپنی دونوں آنکھیں نکال کر آپ کی خدمت میں روانہ کرتے ہوئے کنیز سے کہلوا یا۔ جس چیز پر آپ فریفتہ ہوئے تھے وہ حاضر ہیں۔

یہ دیکھ کر آپ کے اوپر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی اور حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں پہنچ کر تائب ہو گئے۔



۳۰۷ - حضرت حبیب عممیؒ کا مکان بصرے کے چوراہے پر تھا۔ ایک دن آپ نے کپڑے نکال کر چوراہے پر رکھ دیئے اور خود کہیں نہانے کے لیے چلے گئے۔ اتفاق سے حسن بصریؒ کا اس طرف سے گذر ہوا تو آپ نے ان کا لباس شناخت کر کے خیال کیا کہ یہ تو حبیب عممیؒ کہیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ اگر کوئی اور اٹھا کر چل دے تو کیا ہوگا؟ اس خیال کے تحت آپ کپڑوں کی حفاظت کے لیے وہاں ٹھہرے رہے اور جب حبیب عممیؒ واپس آئے تو حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تم اپنا لباس کس کے بھروسے پر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اگر کوئی اٹھا کر لے جاتا تو کیا ہوتا؟

انہوں نے جواب دیا۔ اے حسن بصری! میں اسی کے بھروسے پر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ جس نے حفاظت کے لیے آپ کو یہاں تک پہنچا دیا۔



۳۰۸ - ایک عورت فریاد و زاری کرتی ہوئی حضرت حبیب عممیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ میرا بچہ گم ہو گیا ہے جس کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں۔

آپ نے پوچھا۔ تمہارے پاس اور کیا ہے؟

اس عورت نے کہا۔ دو درہم ہیں۔



آپ نے اُس سے وہ درہم لے کر خیرات کر دیئے اور دعا کر کے فرمایا کہ جاؤ تمہارا بچہ آگیا ہے۔

چنانچہ اس عورت نے جب گھر پہنچ کر دیکھا تو واقعی اس کا بچہ گھر پر موجود تھا۔ اُس نے بچے کو گلے لگا کر پوچھا کہ تو کہاں چلا گیا تھا۔

لڑکے نے کہا میں تو کربان میں تھا اور میرے استاد نے گوشت لینے کے لیے بازار بھیجا۔ راتہ میں ایسی آندھی آئی کہ جو مجھے اپنے گھر تک اُڑا کر لے آئی اور پھر میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا کہ اے ہو اس کو گھر تک پہنچا دے۔



۳۰۹ - ہشام بن عبدالملک نے حضرت ابو حازم مکیؒ سے سوال کیا کہ وہ کون سا عمل ہے جس کے ذریعے نجات حاصل ہو سکے۔

آپ نے فرمایا "حلال جگہ سے جو دام حاصل ہو اس کو حلال جگہ ہی خرچ کرو۔"

ہشام بولا۔ اتنا دشوار کام کون کر سکتا ہے؟

اس پر آپ نے فرمایا۔ "ایسا دشوار کام وہی کر سکتا ہے جسے جنت کی خواہش اور جہنم کا خوف رکھتے ہوئے رضا کے خداوندی کی طلب ہوگی۔"

پھر آپ نے مزید فرمایا۔ "دنیا سے اجتناب کرو۔ کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ جو عبادت گزار دنیا کو محبوب تصور کرتا ہے اس کو روزِ محشر کھڑا کر کے ملائکہ یہ منادی کریں گے کہ یہی وہ شخص ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ شے کو پسند کیا۔ دنیا میں ایسی کوئی شے نہیں جس کا انجام غم و اندوہ نہ ہو۔ کیوں کہ دنیا میں ایسی کوئی شے تخلیق نہیں گئی۔ جس کا انجام عزن و ملال نہ ہو اور دنیا کی حقیر سے حقیر شے بھی انسان کو اپنی جانب اس درجہ مائل کر لیتی ہے کہ جنت کی بڑی چیز بھی توجہ کا باعث نہیں بنتی۔"



۳۱۰ - سوہن مجذوب کے کسی کسی دن ایسے گزر جاتے تھے کہ نہ کچھ کھاتے تھے نہ پیتے تھے مگر بعض اوقات سیروں کھانا کھا جاتے اور پانی کی پوری مشک پی جاتے تھے۔ ایک دفعہ لوگوں نے دیکھا کہ چونے کے ڈھیر پر پڑے ہوئے چونا کھا رہے ہیں۔

لوگوں نے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "یہ کیا کھا رہے ہو یہ کھانے کی چیز نہیں ہے۔"



آپ نے جواب دیا۔ ”کیا کروں اس بدبخت نفس کو بڑی حرص ہے اور سوائے خاک کے کسی چیز سے سیر نہیں ہوتا۔“  
یہ مجذوب حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے آستانے پر رہتے تھے۔



۳۱۱۔ حضرت یوسف بن حسینؑ کے دور میں قبیلے کے سردار کی لڑکی آپ پر عاشق ہو گئی۔ ایک روز تنہائی میں آپ سے وصل کی خواہش ظاہر کی لیکن آپ پر خوفِ خدا اس قدر غالب ہوا کہ اس کی بات سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔  
رات کو خواب میں حضرت یوسفؑ کو ایک تخت پر اس طرح جلوہ فرما دیکھا کہ ملائکہ سرسبز آپ کے سامنے کھڑے ہیں اور جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے اور پہلو میں بٹھا کر فرمایا۔

”جس وقت تمہارے اوپر لڑکی کی خواہش وصل پر خوفِ الہی کا غلبہ ہوا تھا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اے یوسفؑ! تم نے زلیخا کے شر سے بچنے کی کوشش کی تھی لیکن یہ وہ یوسف ہے کہ جس نے ہمارے خوف سے سردار کی بیٹی کو ٹھکرا دیا۔ پھر حضرت یوسفؑ نے مزید فرمایا کہ میں تم کو یہ بشارت دیتا ہوں کہ آئندہ چل کر تمہارا شمارِ عظیم بزرگوں میں ہوگا۔“ لیکن پاس ادب کی وجہ سے حضرت یوسف بن حسینؑ کوئی بات نہ کر سکے۔



۳۱۲۔ ایک دن کسی بزرگ نے ایک لونڈی خریدی۔ جب رات ہوئی تو لونڈی سے کہا۔ ”کنیز! میرا بستر کروے تاکہ میں سو جاؤں۔“

لونڈی نے عرض کیا۔ ”اے خواجہ! کیا تیرا بھی کوئی مولا ہے؟“

بزرگ نے کہا ”ہاں ہے۔“

لونڈی نے پوچھا۔ ”کیا وہ بھی سوتا ہے یا نہیں؟“

بزرگ نے جواب دیا۔ ”نہیں، وہ نہیں سوتا۔“

اس پر لونڈی نے کہا۔ ”تو پھر تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہارا مولیٰ تو جاگے اور تم سو رہو۔“

لونڈی کی اس بات سے بزرگ بڑے متاثر ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے روبرو توبہ کی اور لونڈی کو آزاد کر

دیا۔





۳۱۲ - کہتے ہیں ایک بار بہت خشک سالی ہوئی۔ سب لوگ دعا کرتے تھے مگر بارش نہ ہوئی۔ اس عہد کے بزرگ حضرت شیخ نظام الدین ابوالموید نے اپنی والدہ کے دامن کا ایک دھاگہ ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ خداوند! یہ اُس ضعیفہ کے دامن کا دھاگہ ہے جس پر کبھی نامحرم کی نظر نہیں پڑی۔ اس کی حرمت سے میتہ برسا دے، شیخ کے اتنا کہتے ہی بادل اُٹھے اور بارش شروع ہو گئی۔



۳۱۳ - حضرت منصور عماد کے عظیم المرتبت ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ راتہ میں کاغذ کے ایک پرزہ جس پر بِسْمِ اللہ تحریر تھا، پڑا ہوا ملا۔ آپ نے خدا کے کلام کی عظمت کی وجہ سے اُس کی گولی بنا کر نگل لی۔

اُسی رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تیرے لیے حکمت و دانائی کی راہیں آج سے اس لیے کشادہ کر دیں کہ تو نے ہمارے نام کی تعظیم کی۔ چنانچہ اس کے بعد آپ ایک عرصہ تک وعظ و تبلیغ میں مصروف رہے۔



۳۱۴ - حضرت عبدالقادر جیلانیؒ اٹھارہ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ کی اجازت سے تعلیم کی غرض سے بغداد تشریف لے جانے لگے تو والدہ ماجدہ نے چالیس اشرفیاں ان کی صدی کے اندر چھپا کر سی دیں اور ان کو سچ بولنے کی نصیحت کر کے رخصت کر دیا۔ راستہ میں ڈاکہ پڑا، سارا قافلہ لٹ گیا۔

ایک ڈاکو نے ان سے پوچھا - "تیرے پاس بھی کچھ ہے۔"

آپ نے فرمایا - "ہاں، چالیس اشرفیاں ہیں۔ جو صدی کے اندر سلی ہوئی ہیں۔" اس ڈاکو کو بہت تعجب ہوا کہ اس لڑکے نے ایک ڈاکو کے سامنے مال کا اقرار کیوں کر لیا۔ اس پر وہ ڈاکو حضور کو اپنے سردار کے پاس لے گیا۔ آپ کے سردار کے پوچھنے پر بھی اشرفیوں کا حال سچ سچ بیان کر دیا۔

سردار حیران ہو کر بولا - "ہم قزاق ہیں، جو مال ملتا ہے لوٹ لیتے ہیں پھر تم نے اپنی اشرفیوں کا بھید چھپایا کیوں نہیں؟"

آپ نے فرمایا - والدہ نے چلتے وقت سچ بولنے کی نصیحت فرمائی تھی میں مخفی کیسے رکھا۔"



یہ سنتے ہی ڈاکوؤں کا سردار رونے لگا اور اس نے کہا کہ یہ لڑکا اپنی والدہ کے حکم پر  
 اتنا چلتا ہے اور میں خدا کے حکم سے غافل ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے آپ کے ہاتھ  
 پر توبہ کی اور لوٹ کا سب مال قافلہ والوں کو واپس کر دیا۔



۳۱۶۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ اپنی بیوہ والدہ کے ساتھ رہتے تھے۔ اُس وقت ان کی عمر پانچ  
 برس کی تھی۔ گھر میں بسر اوقات کے لیے کچھ اثاثہ نہ تھا۔ والدہ بہن خود اور ایک  
 لونڈی چار کھانے والے تھے۔

والدہ سوت کات کر فروخت کرتیں تو گزارہ ہوتا تھا۔ بارہا ایسا ہوتا کہ سوت فروخت  
 نہ ہوتا۔ اس لیے گھر میں فاقہ ہوتا۔ اس روز والدہ محترمہ فرماتیں۔ "بابا نظام! آج  
 خدا کے مہمان ہیں۔"

اس فقرہ کو سُن کر آپ بہت خوش ہوتے اور بھوک کی شکایت آپ کی زبان پر نہ آتی  
 بلکہ ہمیشہ اس بات کے خواہش مند رہتے کہ پھر فاقہ پیش آئے تاکہ اماں سے خدا کی مہمانی  
 لفظ سُنوں۔"

چنانچہ انہوں نے خود فرمایا ہے کہ جب کسی دن برابر روٹی ملتی رہتی تو دل میں اریان  
 ہوتا تھا کہ فاقہ ہو اور اماں خدا کی مہمانی کا ذکر کریں۔



۳۱۷۔ سراج الدین قونوی بڑے رتبے کے فاضل تھے لیکن مولانا رومؒ سے بیرکھتے تھے۔ کسی  
 نے اُن سے کہا کہ مولانا کہتے ہیں کہ میں بہتر فرقوں سے متفق ہوں اس پر سراج الدین قونوی  
 نے اپنے ایک مستعد شاگرد کو بھیجا کہ مولانا سے پوچھو کہ کیا واقعی یہ آپ کا قول ہے  
 اور اگر وہ اقرار کریں تو ان کی خوب خبر لیتا۔"

اس شاگرد نے بھے مجمع میں مولانا سے سوال کیا۔ جس پر مولانا رومؒ نے اقرار کرتے  
 ہوئے کہا۔ "ہاں میرا یہ قول ہے۔"

اس نے یہ سُن کر مغلظ گالیاں دینی شروع کر دیں۔

مولانا رومؒ نے ہنس کر فرمایا۔ "جو آپ فرماتے ہیں، میں اس سے بھی متفق ہوں۔"

اس پر وہ شرمندہ ہو کر اپنے چلا گیا۔





۳۱۸۔ حضرت علاؤ الدین اصولیؒ بیٹھنے کوئی شخص سے کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے۔ مگر جب ضرورت کے وقت کوئی شخص ان کے پاس کچھ لے آتا۔ تو اس میں سے بقدر حاجت لے لیتے۔ ایک دفعہ مولانا فاقہ سے تھے اور وہ بیٹھے کھل کھا رہے تھے۔ اس آثناء میں حجام آنکلا۔ ان کو یہ ناگوار گذرا۔ کہ حجام پر ان کے فقر کا حال کھلے۔ چنانچہ انہوں نے کھل اپنی دستار میں چھپالی۔ حجام نے دائرہ کے بال درست کیے۔ پھر مولانا نے سر منڈونے کے لیے پگڑی اتاری۔ کھل زمین پر گر پڑی۔ حجام نے اسے دیکھا اور سمجھ گیا کہ حضرت کھل کھاتے ہیں۔

ایک روز حجام نے یہ قصہ کسی بڑے آدمی سے رو برو بیان کیا۔ اس نے چند سیر طغام، چند گھی کے کپے اور ایک ہزار جبتیل مولانا کی خدمت میں بھیج دیے۔ مولانا نے ان چیزوں کو قبول نہ کیا اور واپس کر دیں۔ بعد ازاں اس حجام کو بلا کر ملامت کی اور کہا کہ پھر کبھی میرے پاس نہ آنا۔ حجام کو اس بات سے بڑا دکھ ہوا۔ اس نے اس بارے میں لوگوں سے سفارش کروائی۔ اور عہد کیا۔ کہ اس کے بعد درویشوں کا راز کبھی فاش نہیں کروں گا تب آپ نے اس کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔



۳۱۹۔ ایک دفعہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکئی اور شیخ صوفی بدہنی چنگیز خانی مغلوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ ایک روز مہو کے اور پیاسے رہے۔ خرق عادت کے طوع پر خواجہ اپنی بغل میں سے کاک (روٹی) اور شیخ صوفی بدہنی پانی کا کوزہ نکالتے خود بھی کھاتے اور تمام قیدیوں کو بھی کھاتے پلاتے۔ اس دن کے بعد خواجہ کا لقب کاکئی پڑ گیا اور شیخ صوفی کو بدہنی کہنے لگے۔ (بدہنی ہندی زبان میں کوزے کو کہتے ہیں)



۳۲۰۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ میں تو حضرت (نظام الدین اولیاءؒ) سے بہت چھوٹی عمر میں بیعت ہو گیا تھا۔ وہ اس طرح کہ ایک دن میرے والد امیر سیف الدین محمود مجھ کو اور میرے بڑے بھائی کو حضرت کے پاس لے گئے۔

میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ والد نے فرمایا۔ میں تم کو اور



تمہارے بڑے بھائی کو حضرت خواجہ نظام الدین بدایونی کا مرید کرانا چاہتا ہوں۔ میرے جواب دیا۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسی جگہ دروازہ پر بیٹھ جاؤں، اندر نہ جاؤں، آپ بڑے بھائی کو لے کر اندر جائیے۔ ان کو مرید کرائیے، میں یہاں آپ کی واپسی کا انتظار کروں گا۔

میرا یہ جواب سن کر میرے والد سکرائے اور میرے بڑے بھائی کو ساتھ لے کر مکان کے اندر چلے گئے اور میں دروازے کے باہر بیٹھ گیا۔ بیٹھے بیٹھے میں نے اپنے دل میں ایک شعر موندل کیا۔ اس خیال سے کہ اگر حضرت کامل ہیں۔ تو اپنے نورِ باطن سے اس شعر کا حال معلوم کر لیں گے اور مجھے اس شعر کا جواب شعر کے ذریعے دیں گے۔ تب میں اندر جا کر حضرت کا مرید ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد جو شعر میں نے اپنے دل میں موندل کیا، یہ تھا۔

(ترجمہ شعر) ”تو ایسا بادشاہ ہے کہ اگر تیرے محل کے کنگرے پر کبوتر آن بیٹھے تو تیری برکت سے وہ کبوتر باز بن جائے۔ پس ایک غریب حاجت مند تیرے دروازے پر آیا ہے وہ اندر آجائے یا الٹا چلا جائے“

اس کے بعد میں حضرت کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک خادم آیا اور اس نے میرے سامنے یہ شعر پڑھا۔

(ترجمہ شعر) ”اندر چلا آئے حقیقت کے میدان کا مرد، تاکہ ہمارے ساتھ کچھ دیر ہمراہ بن جائے اور اگر وہ آنے والا سمجھ اور نادان ہے تو جس راستے سے آیا ہے، اسی راستے سے پس چلا جائے“

میں نے جب خادم کی زبان سے یہ شعر سنا تو اسی وقت دوڑا ہوا مکان کے اندر داخل ہوا اور اسی وقت حضرت کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔



۳۲۱۔ حضرت خواجہ سلیمانؒ تو نسوی نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا۔ کہ میں ایک رات تنہا بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک شخص ایک گدھا لایا اور اس کو مجھ سے کچھ فاصلے پر باندھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اُس سے اُس کا نام پوچھا۔

اُس نے جواب دیا۔ ”میں شیطان ہوں اور آپ کے پاس کچھ دیر بیٹھنے کے لیے آیا ہوں۔“



شیطان کی اس بات پر میں نے اپنے دل میں دعا کی۔  
 "اے مولا! مجھے شیطان کے مکر سے بچا اور اپنی امان میں رکھ۔"  
 شیطان نے کہا۔ "آپ فکر نہ کیجئے۔ خدا نے آپ کو میرے مکر سے بچا کر پہلے ہی  
 اپنی امان میں لے رکھا ہے۔"

پھر شیطان اور میرے درمیان گفتگو ہوتی رہی۔ باتوں باتوں میں اس نے بڑے فخر  
 سے کہا۔ کہ میں بھی کبھی خدا کے بہت نزدیک ہوتا تھا۔ میں نے کہا۔ کہ اگر تو اب بھی  
 سچے دل سے حضرت آدمؑ کی قبر پر سجدہ کرے۔ تو امید ہے کہ خدا تجھے پہلا سار تہ عطا کر  
 دے گا۔"

شیطان نے جواب دیا کہ چونکہ میں نے اس وقت خدا کا حکم نہیں مانا تھا۔ اس لیے  
 اب مجھے ایسا کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ جانے لگا تو میں نے کہا۔  
 "تیرے نزدیک جو بہتر نصیحت ہو وہ مجھے کر۔"  
 شیطان نے کہا۔ "ہر شخص کو اپنے سے بہتر سمجھیے۔ آپ کا رتبہ ہمیشہ بڑھتا رہے گا۔"



۳۲۲۔ خواجہ حسن افغان حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا کے مریدوں میں سے ہیں حضرت نظام الدین  
 اولیاءؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ صاحبِ ولایت اور بہت بڑے بزرگ تھے۔  
 ایک دفعہ کسی کوچے میں سے گذرتے ہوئے ایک مسجد میں پہنچے، مؤذن نے تکبیر کہی۔ امام آگے  
 بڑھا اور لوگ جماعت میں شریک ہو گئے۔ خواجہ حسن بھی نماز میں شامل ہو گئے۔  
 جب نماز ختم ہوئی اور لوگ چلے گئے تو یہ امام کے پاس گئے اور کہا۔

"اے خواجہ! تم نے نماز شروع کی اور میں تمہارے ساتھ شامل ہو گیا۔ تم یہاں سے وہلی  
 پہنچے اور وہاں سے غلام خرید کر واپس آئے۔ پھر ان غلاموں کو خراسان لے گئے اور وہاں  
 سے چل کر ملتان آئے اور میں تمہارے پیچھے پیچھے سرگرداں پھرتا رہا۔ آخر یہ کیا نماز ہے؟"



۳۲۳۔ شیخ تقی الدین عمرؒ کو مراقبہ میں کسی چیز کی خبر نہ ہوتی تھی اور یہ بھی نہ جانتے تھے کہ یہ کون  
 سا دن ہے اور کون سا مہینہ ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا۔ "شیخ اس پر اپنا نام لکھ دیں۔ انہوں نے



قلم اٹھایا اور متحیر ہو کر رہ گئے۔ خادم نے سمجھا کہ شیخ اپنا نام بھول گئے ہیں۔ عرض کیا۔  
 ”مخدوم کا نام محمد ہے۔“ تب شیخ نے اس پر اپنا نام لکھا۔ ایک روز آپ جامع  
 مسجد میں تشریف لے گئے۔ مسجد کے دروازے پر پہنچے تو متحیر کھڑے ہو گئے۔  
 خادم سمجھ گیا کہ شیخ اپنا داہنا پاؤں بھول گئے ہیں۔ خادم نے اپنا ہاتھ ان کے داہنے  
 پاؤں پر رکھ کر کہا۔ ”حضور کا دایاں پاؤں یہ ہے۔“  
 پھر انہوں نے داہنا پاؤں مسجد میں رکھا۔



۳۲۴۔ جب شیخ ابوالفرید الدین نے مجاہدہ کرنا شروع کیا تو اس بارے میں خواجہ قطب الدینؒ  
 کی خدمت میں عرض کی۔ آپ کو حکم ہوا کہ روزہ طہی رکھو۔

چنانچہ آپ نے تین دن تک کوئی شے نہ کھائی۔ تیسرے روز افطار کے وقت ایک شخص  
 چند روٹیاں لے آیا۔ آپ نے اسے غیبی مدد سمجھ کر روزہ کھول لیا مگر آپ کو وہ کھانا  
 ہضم نہ ہوا اور بذریعہ تہی خارج ہو گیا۔

آپ نے جب حضرت خواجہ قطب الدینؒ کو اس بارے میں بتایا تو انہوں نے فرمایا۔  
 ”تین دن کے بعد جو تم نے مرغین کھانا کھایا تھا، خدا کے فضل سے معدہ نے اسے قبول  
 نہ کیا۔ اب جا کر تین دن روزہ پھر لکھو اور غیب سے جو ملے اس سے روزہ افطار  
 کر لینا۔“

چنانچہ تین دن کے روزے کے بعد وقت افطار کچھ بہم نہ پہنچا۔ ایک گھڑی رات گزر  
 گئی تو ضعف غالب ہوا اور نفس حرارت سے جلنے لگا۔ آپ نے دست مبارک زمین  
 کی طرف بڑھایا اور چند سنگریزے اٹھا کر منہ میں ڈال لیے اور وہ شکر بن گئے۔

اچانک آپ کو خیال آیا کہ یہ کوئی فریب نہ ہو لہذا انہیں اگل دیا اور پھر عبادت میں مشغول  
 ہو گئے۔ حتیٰ کہ آدھی رات گزر گئی۔ ضعف اور زیادہ ہوا تو پھر سنگریزے اٹھا کر منہ میں ڈالے  
 وہ بھی شکر بن گئے۔

چنانچہ تین دفعہ ایسا ہی ہوا پھر آپ نے جان لیا کہ یہ حق کی طرف سے ہے۔ جب دن  
 ہوا تو یہ ماجرا خواجہ قطب الدینؒ کی خدمت میں بیان کیا۔

آپ نے فرمایا۔ ”یہ جو کچھ ہوا، غیب سے تھا۔ تم شکر کی طرح تیرے ہو گئے۔“



اُسی روز سے آپ گنج شکر مشہور ہوئے۔



۳۲۵ - شیخ جمال الدین ہانسوی نے جن روز سے یہ حدیث سُنی۔

(ترجمہ) "قبر حنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔" تو سخت بے چین ہوئے۔ اکثر بے قرار رہتے۔

جب رحمتِ حق سے پوست ہوئے تو کچھ عرصہ کے بعد لوگوں نے چاہا کہ آپ کی قبر پر گنبد تعمیر کروایا جائے۔ چنانچہ کھدائی شروع ہوئی جب محل کے نزدیک پہنچے تو لوگوں نے دیکھا۔ کہ قبلہ کی جانب ایک دریچہ کھلا ہوا ہے جس میں سے نسیمِ بہشت کے جھونکے آرہے ہیں۔ لوگ اسی وقت وہاں سے ہٹ گئے۔ اور اس جگہ کو اسی طرح بند کر کے اوپر عمارت تعمیر کر دی۔



۳۲۶ - ایک دفعہ علاقہ پانڈو میں سخت قحط پڑا اور لوگ دانے دانے کو ترسنے لگے۔ اُسی علاقہ میں حضرت بلہے شاہ آباد تھے۔ آپ نے قحط کا جب یہ حال دیکھا تو لوگوں سے فرمایا۔ "میں اپنے ڈیرے کا فرش اُدنچا کر ناچاہتا ہوں، جو شخص دن بھر مٹی ڈالے گا اُسے روزانہ دو آنے اُجرت دی جائے گی۔"

اس طرح بہت سے لوگ کام پر لگ گئے۔ آپ ہر شام مصلے کے نیچے ہاتھ ڈالتے اور رقم نکال کر اُجرت ادا کرتے تھے۔ دو مزدوروں کے دل میں بے ایمانی آگئی۔ ان کا خیال تھا کہ شاہ صاحب کے مصلے کے نیچے کافی رقم رکھی ہوئی ہے۔ انہوں نے رات کو چوری چھپے مصلے کے نیچے ہاتھ ڈالا مگر وہاں کچھ بھی نہ تھا۔

دوسرے دن حسبِ معمول وہ کام پر آگئے۔ جب شام ہوئی تو شاہ صاحب نے سب کو دو ڈوانے اور ان دونوں کو چار چار آنے دیئے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ "یہ بچارے رات کو بھی کھودتے رہے ہیں اس لیے یہ دگنی مزدوری کے حق دار ہیں۔" وہ دونوں یہ سن کر سخت شرمندہ ہوئے۔



۳۲۷ - ایک دفعہ حضرت شیخ شاہی موئے تاب کے دوست آپ کو کہیں باہر لے گئے اور وہاں



جا کر انہوں نے دودھ والے ٹیٹھے چاول پکائے۔ جب دسترخوان چٹا گیا تو شیخ شاہجی نے اس کھانے کو دیکھ کر فرمایا۔ "اس میں خیانت ہوئی ہے ہم اس کو نہیں کھائیں گے۔" دوست حیران رہ گئے اور کہنے لگے۔ "ہم میں سے تو کسی نے خیانت نہیں کی۔" لیکن ان میں سے دو دوست جنہوں نے وہ چاول پکائے تھے آگے بڑھے اور عرض کیا۔ "دودھ میں جوش آ گیا تھا اور جھاگ باہر بہ رہی تھی۔ ہمارے پاس کوئی برتن نہیں تھا کہ جس میں دودھ نکال لیتے۔ جب وہ دودھ زمین پر گرنے لگا۔ تو ہم نے سوچا کہ شیرہ زمین پر گم رہا ہے۔ بہتر ہے کہ ہم اسے کھالیں۔ یہ سوچ کر ہم نے وہ شیرہ کھالیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ "اس سے پہلے کہ کھانا دوستوں کے سامنے رکھا جائے جو کوئی کھاتا ہے خیانت کرتا ہے۔"

ان کا عند قبول نہ ہوا جس پر وہ سخت شرمندہ ہوئے۔ چونکہ موسم گرم تھا۔ اس لیے انہیں پسینہ آ گیا۔ جب آپ نے فرمایا۔ میں نے معاف کر دیا پھر کبھی ایسا نہ کرنا۔ بعد میں آپ نے حجام کو بلوا کر فرمایا۔ "جتنا پسینہ میرے دوستوں کا بہا ہے اتنا ہی میرا خون زمین پر گرا دو۔"

شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں۔ محبت کا یہ عالم کہ اپنا خون بہا دینے کا حکم دے دیا اور آداب کا اس قدر لحاظ کہ ان کا عند قبول نہ فرمایا۔



۳۲۸۔ ایک دن حضرت ابوالعباس السیاریؒ اخروٹ خریدنے کے لیے ایک دکان پر گئے۔ اخروٹ لینے سے پہلے آپ نے رقم دکان دار کو دے دی۔ دکان دار نے اپنے ملازم سے کہا۔ "آپ کو اچھے اچھے اخروٹ دے دو۔"

اس پر آپ نے دکان دار سے پوچھا۔ "کیا تم ہر خریدار کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہو؟" اس نے جواب دیا۔ "نہیں، لیکن آپ کو عالم ہونے کی وجہ سے خراب چیز دینا پسند نہیں کرتا۔" آپ نے فرمایا۔ "میں اپنے علم کو اخروٹ کے معاوضہ میں فروخت کرنا برا تصور کرتا ہوں۔" یہ فرما کر آپ پیسے بھی چھوڑ کر چلے گئے۔



۳۲۹۔ امام خراسانی فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں شہتوت توڑ رہا تھا کہ حضرت ابوالفضل حسن سمرخسیؒ کا



میرے پاس سے گذر ہوا لیکن آپ نے مجھے دیکھے بغیر کہا۔  
 "اے اللہ! میں سال بھر سے حجامت بنوانے کے لیے تجھ سے ایک دانگ طلب کر  
 رہا ہوں لیکن تو نہیں دیتا۔ کیا دوستوں کے ہمراہ یہی سلوک کیا جاتا ہے؟"  
 امام غزالی کہتے ہیں کہ اس وقت جب میری نظر درخت پر پڑی تو اس کی تمام شاخیں اور  
 پتے سونے کے بن گئے لیکن آپ نے اللہ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔ "قلب  
 کی آسودگی کے لیے تجھ سے کوئی بات نہ کہنی چاہیے۔"



۳۳۰۔ حضرت ابوالقاسم نصر آبادی نے مترجیح کیے۔ ایک مرتبہ سفر حج کے دوران ایک کتے کو بھوک  
 سے بڑھال دیکھ کر فرمایا۔ "مے کوئی جو ایک روٹی کے معاوضہ میں مجھ سے چالیس حج  
 کا ثواب خرید لے۔"

یہ سن کر ایک شخص نے حامی بھرتے ہوئے آپ کی خدمت میں ایک روٹی پیش کر دی اور  
 آپ نے چالیس حج کا ثواب اس کی نذر کر دیا۔ روٹی لے کر آپ نے اس فاقہ زدہ کتے  
 کو کھلا دی۔

یہ واقعہ جب ایک بزرگ نے سنا تو وہ آپ کے پاس پہنچے اور انتہائی غصے کے ساتھ فرمایا  
 "کیا تم نے اپنے نزدیک یہ بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے حالانکہ تم یہ نہیں جانتے، کہ  
 اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ حضرت آدمؑ نے گیہوں کے دو دانوں کے عوض آٹھ  
 جنتوں کو فروخت کر دیا تھا۔"  
 آپ نے جب یہ سنا تو سر جھکا کر ایک کونے میں جا بیٹھے۔



۳۳۱۔ شیخ نصیر الدین محمود فرماتے ہیں کہ شیخ احمد نروانیؒ جب کرگے پر کام کرتے تو کبھی  
 کبھی ان کو ایسا حال پیدا ہوتا کہ وہ اپنے آپ سے غائب ہو جاتے اور کام کرنا بند کر  
 دیتے تھے اور کپڑا خود بخود بنتا جاتا تھا۔

ایک روز قاضی حمید الدین ناگوریؒ حضرت شیخ احمد نروانیؒ کو دیکھنے آئے۔ ملاقات  
 کے بعد زحمت ہونے لگے تو قاضی صاحب نے فرمایا۔ "احمد! یہ کام کب تک  
 کرتے رہو گے؟"



یہ کہہ کر وہ تو چلے گئے۔ شیخ احمد مینخ کنے کے لیے اٹھے لیکن وہ ڈھیلی پڑ چکی تھی۔ آپ کا ہاتھ مینخ پر لگا اور وہ ٹوٹ گیا۔ شیخ احمد نے اردو میں کہا۔

”اس بوڑھے (یعنی قاضی حمید الدین ناگوری) نے میرا ہاتھ توڑ ڈالا۔“ اس واقعہ کے بعد شیخ احمد نے کاروبار چھوڑ دیا اور ہمہ تن اللہ سے لو لگالی۔



۳۳۲۔ ایک دفعہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کو بادشاہ نے زبردستی ٹھٹھہ روانہ کیا۔ وہ نازنول کے راستہ ٹھٹھہ جا رہے تھے۔ جب نازنول ایک کوس رہ گیا تو سواری سے نیچے اتر آئے اور شیخ محمد ترک کے مقبرہ کی جانب متوجہ ہوئے۔ روضہ کے اندر قبر کے سامنے ایک پتھر لگا ہوا ہے۔ تھوڑی دیر اس پتھر کے سامنے کھڑے رہے۔ پھر شیخ کی قبر کی طرف متوجہ ہوئے۔ زیارت سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے پوچھا۔ ”اس میں کیا راز تھا کہ پہلے آپ پتھر کی طرف متوجہ ہوئے اور بعد میں قبر کی طرف۔“

انہوں نے فرمایا۔ ”خوش نصیب ہے وہ خادم جس کی نوازش کے لیے خود مخدوم اس کے گھر آئے اور اس کو سرفراز کرے۔ میں نے جناب سید کونین حضرت محمد مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کو اس پتھر میں جلوہ افروز دیکھا اور جب تک وہ معنی مجھ پر منکشف رہے، میں اس پتھر کی طرف متوجہ رہا۔ جب وہ معنی میری بصیرت سے غائب ہو گئے، میں شیخ کی قبر کی جانب متوجہ ہوا۔“

یہ کہہ کر شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی مراقبہ میں چلے گئے۔ جب مراقبے سے سر اٹھایا تو فرمایا۔ ”جس کسی کو کوئی سخت مشکل درپیش ہو اور وہ اس روضے کی طرف متوجہ ہو، امید ہے کہ وہ مشکل آسان ہو جائے گی۔“

اس پر ایک بے باک نے کہا۔ ”اب تو آپ کو خود ایک مشکل درپیش ہے۔“ انہوں نے فرمایا۔ ”اسی سبب سے میں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کی برکت سے میری مشکل آسان کر دے گا۔“

نازنول سے دو تین منزل نہ گئے ہوں گے کہ بادشاہ کی موت کی اطلاع ملی۔ شیخ نصیر الدین واپس دہلی آگئے۔ وہ پتھر آج بھی شیخ محمد ترک کی قبر کے مقابل موجود ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔





۳۳۳۔ ایک شخص مکمل تین سال سے عبادات و مجاہدات میں سرگرم عمل تھا اور لوگوں نے جب اس سے پوچھا کہ تمہیں یہ درجہ کیسے ملا؟ تو جواب دیا۔

”میں نے ایک روز ستری سقطی کے دروازے پر جا کر انہیں آواز دی تو انہوں نے پوچھا۔ کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کا ایک واقف کار۔ یہ سن کر آپ نے دعا دی کہ اے اللہ اس کو ایسا بناوے کہ میرے سوا اس کی کسی اور شناسائی نہ رہے چنانچہ اس دن سے مجھے مراتب حاصل ہونے شروع ہو گئے اور آج اس درجہ تک پہنچ گیا۔“



۳۳۴۔ ایک دفعہ جمعرات کے دن مسجد الجبیر میں خواجہ معین الدین چشتی سے دوسرے بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔ اہل صفہ کے کسی درویش، عزیز اور مرید بھی خدمت میں حاضر تھے۔ ملک الموت کے بارے میں گفت گو شروع ہوئی تو آپ نے فرمایا۔

”موت کے بغیر دنیا کی وقعت ایک رتی کے برابر نہیں۔“

حاضرین نے پوچھا ”کیوں کر؟“

انہوں نے ارشاد فرمایا۔

(ترجمہ) ”موت ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملاتا ہے۔“

مزید فرمایا ”دوستی وہی ہے جسے تُو دل سے کرے، نہ کہ زبان سے۔ جن چیزوں سے تجھے لگاؤ ہے اُن سے اپنا معاملہ ترک کر دے۔ اُس وقت تُو عرش کے گرداگرد طواف کرنے لگے گا۔“



۳۳۵۔ ایک دن خواجہ معین الدین چشتی پر خوشی کا وقت تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ”اس وقت ہر شخص جو کچھ بھی چاہتا ہے مانگ لے کیوں کہ اجابت کے دروازے کھلے ہیں۔“

حاضرین میں سے ایک نے دنیا طلب کی اور دوسرے نے عقبیٰ۔ خواجہ نے شیخ حمید الدین سے دریافت کیا۔ ”کیا تُو دنیا و عقبیٰ میں عزت و مرتبہ حاصل کرنا چاہتا ہے؟“ شیخ حمید الدین نے فرمایا۔ ”بندہ کی کوئی خواہش نہیں۔ جو خواہش ہے وہ مولا کی خواہش کے مطابق ہے۔“





۳۳۶۔ قاضی حمید الدین ناگوری جامع علوم شریعت و طریقت و حقیقت تھے طبیعت ظریفانہ تھی اور کبھی کبھی احباب سے خوش طبعی فرماتے تھے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن آپ، شیخ برہان الدین اور قاضی کبیر جو اپنے زمانے کے مشاہیر میں سے تھے اور دیگر احباب گھوڑوں پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔ جس گھوڑے پر قاضی حمید الدین سوار تھے وہ بہت چھوٹا تھا اور اپنے ساتھیوں کے گھوڑوں کی برابری نہ کر سکتا تھا۔

قاضی کبیر نے کہا کہ تمہارا گھوڑا بہت صغیر ہے۔  
آپ نے برحسبہ جواب دیا۔ ”مگر کبیر سے بہتر ہے۔“



۳۳۷۔ شیخ الاسلام دہلوی کسی بات پر شیخ جلال الدین تبریزی کے مخالف ہو گئے اور انہوں نے آپ پر ایک امر شنیع کی تہمت لگائی اور ایسا فتنہ برپا کیا کہ آپ کو بنگالہ کی جانب جانا پڑا۔

جب بنگالہ پہنچے تو ایک دن وہاں پانی کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے کہ اُٹھ کر تازہ وضو کیا اور حاضرین سے کہا۔ ”اے شیخ الاسلام دہلوی کی نماز جنازہ پڑھیں کیوں کہ انہوں نے اس وقت انتقال فرمایا ہے۔“ اور واقعی ایسا ہی ہوا تھا، جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے حاضرین کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ ”شیخ الاسلام دہلوی نے ہم کو شہر سے باہر کیا، ہمارے شیخ نے اُسے دنیا سے باہر کیا۔“



۳۳۸۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں ”میں انطاکیہ کے ایک پہاڑ پر چارہا تھا کہ ایک دیوانی سی لڑکی صوف کا جبہ پہنے ہوئے نظر پڑی۔ میں نے سلام کیا۔ اُس نے سلام کا جواب دے کر کہا۔ ”تم ذوالنون ہو؟“ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ ”تو نے مجھے کیسے پہچانا؟“ وہ بولی۔ ”محبوب حقیقی کی معرفت سے۔“

پھر اس نے مجھ سے پوچھا۔ ”میں یہ دریافت کرتی ہوں کہ سخاوت کیا چیز ہے؟“ میں نے جواب دیا۔ ”سخاوت داد و دہش ہے۔“



وہ کہنے لگی۔ ”یہ تو دنیا کی سخاوت ہے۔ دین کی سخاوت کیا ہے؟“  
 میں نے کہا۔ ”اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوشش کرنا۔“  
 وہ بولی۔ ”جب بندہ طاعت میں سعی کرتا ہے تو محبوب حقیقی قلب پر متحلی ہوتا ہے لیکن  
 اس وقت چاہیے کہ تو اس سے کچھ نہ مانگے۔ اے ذوالنون! بیس برس سے میں ارادہ  
 کر رہی ہوں کہ اس سے ایک شے طلب کروں مگر اس سے شرم آتی ہے کہ بڑے مزدور  
 کی طرح ہو جاؤں گی کہ جب وہ کام کرتا ہے تو فوراً ہی اجرت مانگ لیتا ہے اس لیے میں  
 تو اس کی تعظیم اور جلال کی وجہ سے کام کرتی ہوں“  
 اتنا کہنے کے بعد وہ مجھ سے روانہ ہو گئی۔



۳۳۹۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ میں نے کوہ لبنان کے ایک غار میں ایک  
 بزرگ کو دیکھا کہ ان کا سر اور داڑھی بالکل سفید اور سر کے بال غبار آلود ہیں اور وہ  
 نہایت لاغر ہیں اور نماز میں مشغول ہیں۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے سلام  
 کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر پھر تہیت باندھ لی۔  
 اسی طرح عصر تک برابر نماز میں مشغول رہے پھر ایک پتھر کے سہارے بیٹھ گئے اور  
 سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھنے لگے اور مجھ سے کوئی گفتگو نہ کی۔ اس پر میں نے خود ہی  
 ان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ ”حضرت! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے۔“  
 فرمایا۔ ”اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنے قرب سے مانوس فرمادے۔“  
 میں نے کہا۔ ”کچھ اور فرمائیے۔“

آپ نے فرمایا۔ ”بیٹا! جسے اللہ تعالیٰ اپنے قریب سے مانوس کر دیتا ہے۔ اسے  
 چار خصلتیں عطا کرتا ہے۔ عزت بغیر خاندان کے۔ علم طلب کیے بغیر سخاوت  
 بغیر مال و دولت کے، انس بغیر کسی جماعت کے“

یہ کہہ کر زور سے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد پورے تین دنوں کے  
 بعد ہوش میں آئے۔ ہوش میں آتے ہی وضو کیا اور مجھ سے پوچھا کہ سب فوت شدہ  
 نمازوں کی قضا کی۔ پھر مجھ کو سلام کرنے کے بعد نصرت ہونے لگے تو میں نے  
 عرض کیا۔ ”حضرت! میں تو تین دنوں تک محض اسی امید پر پڑا رہا کہ شیخ کچھ اور



نصیحت فرمائیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ "اپنے مولا کو دوست رکھ اور اس کے بدلے کسی کی چاہت نہ کر۔ کیوں کہ اللہ کو دوست رکھنے والے ہی تمام بندوں کے ستراج اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور خالص بندے ہیں۔"

اتنا کچھ کہنے کے بعد ایک چیخ ماری اور جہاں بحق ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد عابدوں کی ایک جماعت پہاڑ پر سے اُتری اور تجہیز و تکفین کرنے میں مشغول ہو گئی۔ جب وہ لوگ دفن کر چکے تو میں نے ان سے بزرگ کا نام پوچھا۔ انہوں نے بتایا۔  
"یہ شیبان مصاب تھے۔"



۳۴۰۔ یہ واقعہ حضرت ابوالحسن لوری کے زمانے کا ہے۔

ایک دفعہ غلام خلیل نے بزرگ دشمنی میں خلیفہ وقت سے شکایت کی کہ ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جو قص و سرود بھی کرتا ہے اور اشاروں کنایوں میں گفتگو بھی کرتا ہے اور زبان سے ایسے کلمات نکالتا ہے جو گروہ اُڑا دینے کے قابل ہیں۔

غلام کی اس شکایت پر خلیفہ وقت نے تمام بزرگوں کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔

اور جب سب سے پہلے جلاؤ نے حضرت ارقام کو قتل کرنا چاہا تو حضرت ابوالحسن لوری مسکراتے ہوئے ان کی جگہ پر جا بیٹھے۔

لوگوں نے جب آپ سے کہا۔ "ابھی آپ کی باری نہیں آئی ہے تو آپ نے فرمایا۔

"میری بنیاد و طریقت جذبہ ایثار پر قائم ہے اور میں مسلمانوں کی جان کے بدلے

میں اپنی جان دینا زیادہ بہتر سمجھتا اور جانتا ہوں۔ حالانکہ میرے نزدیک دنیا کا ایک

لمحہ عشر کے ہزار سال سے افضل ہے۔ کیوں کہ دنیا کا مقام خدمت ہے اور عقبی کا

مقام قربت ہے۔ اس لیے خدمت کے بغیر قربت کا حصول ناممکن ہے۔"

یہ انوکھا کلام سن کر خلیفہ نے قاضی سے پوچھا۔ "ان لوگوں کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟"

اس پر قاضی نے حضرت شبلیؒ کو دیوانہ خیال کرتے ہوئے سوال کیا۔ "بیس دینار پر کتنی زکوٰۃ ہوتی ہے؟"



حضرت شبلیؒ نے فرمایا۔ "ساڑھے بیس دینار۔ یعنی نصف دینار مزید اس حُرم میں ادا کرے کہ اُس نے بیس دینار جمع کیوں کیے۔ جس طرح حضرت ابو بکرؓ کے پاس چالیس دینار تھے۔ اور انہوں نے سب کے سب زکوٰۃ میں دے دیئے۔"

پھر قاضی نے حضرت نوریؒ سے ایک سوال کیا۔ جس کا انہوں نے برحبتہ جواب دے کر اُلٹا قاضی سے کہا۔

"اب تم بھی سُن لو، خدا نے ایسے بندے بھی تخلیق فرمائے ہیں جن کی زندگی اور موت، قیام و کلام سب اُسی کے مشابہ سے وابستہ ہیں۔ اسی سے سوتے ہیں اسی سے کھاتے ہیں۔ اُسی سے سنتے ہیں اور اُسی سے طلب کرتے ہیں۔"

یہ جواب سن کر قاضی نے خلیفہ سے کہا۔ "اگر ایسے لوگ بھی ملحد اور زندیق ہو سکتے ہیں تو میرا فتویٰ یہ ہے کہ پورے عالم میں کوئی بھی موحد نہیں ہے۔" خلیفہ ان باتوں سے بڑا متاثر ہوا۔ اُس نے مشائخ سے کہا۔ "مجھ سے کچھ طلب کیجئے۔"

اس پر سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ "ہماری خواہش تو یہ ہے کہ تم ہمیں فراموش کر دو۔" یہ سُن کر خلیفہ پر رقت طاری ہو گئی اور سب کو تعظیم و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔



۳۴۱۔ حضرت شیخ خیر نساخؒ کے بارے میں یہ واقعہ ہے کہ جب آپ دریا پر جاتے، تو پھلیاں مختلف چیزیں لاکر آپ کے قریب کنارے پر رکھ دیتی تھیں۔ ایک دن آپ کسی بڑھیا کا کپڑا بُن رہے تھے تو اُس نے پوچھا کہ اگر تم نہ ملو تو مزدوری کس کو دے دوں۔

آپ نے فرمایا۔ "میری مزدوری دریائے دجلہ میں بھینک دینا۔" پھر اتفاق سے ایسا ہی ہوا کہ جب وہ اُجرت لے کر آئی تو آپ موجود نہیں تھے چنانچہ اس نے وہ دینار دریا میں پھینک دیئے اور جب آپ دریا پر پہنچے، تو پانی سے باہر آکر وہ دینار کنارے پر رکھ دیئے۔





۳۲۲ - شیخ ابو یعقوب بصری فرماتے ہیں " میں ایک مرتبہ حرم شریف میں دس روز تک بھوکا رہا۔ یہاں تک کہ میں بھوک سے بڑھال اور ضعیف ہو گیا۔ میرے دل نے کشتی کی کہ جنگل کو نکل جاؤں۔ شاید جنگل میں کوئی ایسی شے مل جائے جس سے بھوک کو تسکین ہو۔ میں جنگل کی جانب کسی رزق کی تلاش میں چل پڑا۔

راستہ میں ایک سڑا ہوا شلجم زمین پر پڑا ملا۔ میں نے اُسے اٹھا لیا۔ اسی وقت میرے دل میں بے چینی سی پیدا ہوئی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے تو دس دن تک بھوکا رہا۔ آخر تیرا حصہ گرا ہوا اور بدنگ شلجم تھا۔

اس آواز پر میں نے وہ شلجم پھینک دیا اور مسجد حرام میں واپس چلا آیا اور بیٹھ رہا۔ ناگاہ ایک مرد آیا اور میرے رو برو آکر بیٹھا اور اس نے ایک تھیلی رکھ کر کہا۔ " یہ سوا ثمرنیوں کی تھیلی تیرے واسطے ہے۔ "

میں نے اس سے کہا۔ " یہ خالص میرے واسطے کیوں ہے؟ "

اس نے جواب دیا۔ " میں دس روز سے دریا میں تھا اور میری کشتی ڈوبنے کو تھی۔ اہل کشتی میں سے ہر ایک نے جدا جدا تند مانی کہ اگر خدا ڈوبنے سے بچائے تو کچھ خیرات کروں گا۔ میں نے تند مانی تھی کہ اگر خدا مجھ کو بچالے تو یہ سوا ثمرنیوں کی تھیلی خیرات کروں گا اور خانہ کعبہ کے مجاورین سے جس پر اول میری نگاہ پڑے اسی کو دوں گا۔ اور تم سب سے پہلے مجھ کو ملے لہذا یہ اثر فیاں تم کو دیتا ہوں۔ "

میں نے اس سے کہا۔ اس تھیلی کو کھولو۔ اس نے وہ تھیلی کھولی تو بجائے اثر فنیوں کے میدے کی روٹی، مصری اور بادام چھلے ہوئے اور شکر پارے اس تھیلی میں سے نکلے۔ میں نے ایک ایک مٹھی سب میں سے لے لی اور یہ کہا۔ " باقی اپنے بچوں کو تقسیم کر دینا۔ میری جانب سے یہ ان کو ہدیہ ہے اور تمہاری یہ میں نے قبول کیا۔ پھر میں نے اپنے دل سے کہا۔

" اے نفس تیرا رزق دس روز سے تیری طرف چلا آ رہا تھا اور تو اسے جنگل میں ڈھونڈنے گیا تھا۔ "



۳۲۳ - حضرت ابو علی جرجانی فرماتے ہیں۔ " بیم ورجا اور محبت تو حید حقیقی ہیں۔ کیوں کہ بیم



سے ارتکابِ معصیت کا خاتمہ ہوتا ہے اور رجا سے اعمالِ صالح جہنم لیتے ہیں اور محبت کثرتِ عبادت کا محرک بن جاتی ہے۔

اس کے علاوہ اہلِ خوف غم و الم سے ہر اسماں نہیں ہوتے۔ اہلِ رجا طلب سے باز نہیں آتے اور اہلِ محبت ذکرِ الہی میں کمی نہیں ہونے دیتے اور بیم ایک آگ ہے۔ رجا نورِ منور اور محبت نوراً علی نور۔ اولیاء اللہ وہ ہیں جو اپنے احوال میں فنا ہو کر خدا بہ حق کے ذریعے قائم رہیں اور عارف باللہ وہ ہیں جو اپنے قلب کو ذکرِ الہی کے حوالے کر کے جسم کو خدمتِ خلق کے لیے وقف کر دیں۔“



۳۲۲ - جوانی کے عہد میں حضرت ابو جہش حدادؓ کو ایک کنیر سے عشق ہو گیا تھا اس کنیر کو حاصل کرنے کی خاطر آپ نیشاپور میں ایک جادوگر کے پاس گئے لیکن اس نے آپ کا کام کرنے سے پہلے یہ شرط لگائی، کہ چالیس دنوں تک عبادت کو ترک کرنے کے بعد تشریف لاویں۔

چنانچہ اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے بعد جب آپ اس کے پاس پہنچے تو اس نے طرح طرح کے جادو کرنے شروع کر دیے مگر اس کا ایک بھی جادو کارگر ثابت نہ ہوا اس پر اس نے آپ سے کہا۔

ان چالیس دنوں میں ضرور آپ نے کوئی نیک عمل کیا ہے۔“

آپ نے فرمایا۔ ”میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا۔ البتہ ان دنوں میں مجھ سے اتنا ضرور ہوا کہ راستہ میں پڑے ہوئے پتھر وغیرہ اٹھا کر اس نیت سے کونے میں پھینک دیتا تھا کہ کسی کو مٹھو کر نہ لگے۔“

یہ سن کر جادوگر نے کہا۔ ”کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ ایسے خدا کی عبادت سے گریزاں ہیں جس نے معمولی سی نیکی کو وہ قبولیت عطا کی کہ میرے تمام جادو و ناکام ہو کر رہ گئے۔“

آپ نے اسی وقت توبہ کر کے خدا کی عبادت شروع کر دی۔ آپ کو لوہا ہونے کی بنا پر حداد کہا جاتا تھا۔





۳۲۵ - حضرت ابواسحاق ابراہیمؒ سے کسی نے پوچھا - "کیا متوکل لالچی ہوتا ہے یا نہیں؟" آپ نے جواب دیا - "یقیناً لالچی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ لالچ نفس کی صفت ہے جس کا قلب میں داخل ہونا لازمی ہے لیکن متوکل کے لیے لالچ اس لیے مضر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو لالچ پر غلبہ عطا کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے لالچ اس کا محکوم بن جاتا ہے۔ کیوں کہ متوکل مخلوق سے کسی قسم کی توقعات وابستہ نہیں کرتا۔"



۳۲۶ - حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواصؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحرا میں مجھے ایک عورت نظر آئی جس پر وجدانی کیفیت طاری تھی۔ پریشاں اور سر بر منہ پھر رہی تھی۔

میں نے اس سے مخاطب کرتے ہوئے کہا - اپنا سر تو ڈھانپ لو۔  
اس نے جواب دیا - تم اپنی آنکھیں بند کر لو۔  
میں نے کہا - میں ایک عاشق ہوں اور عشاق کا شیوہ آنکھیں بند کرنا نہیں ہوتا۔

اس نے کہا - میں ایک مست ہوں اس لیے سر ڈھانپنا مستوں کا بھی شیوہ نہیں۔  
جب میں نے پوچھا کہ تم نے کس میکدے کی پی پی ہے جس کی وجہ سے مست ہو۔  
اس نے جواب دیا کہ یہاں دوسرا اور کوئی مے کدہ نہیں کیوں کہ میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ دونوں عالم میں خدا کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔  
پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تو میرے ہمراہ رہنا پسند کرے گی تو اس نے نفرت سے کہا کہ میں کسی مرد کے ہمراہ رہنا نہیں چاہتی بلکہ فرد کی خواہاں ہوں۔



۳۲۷ - شیخ نصیر الدین محمودؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ایک بزرگ تمھے جن کا نام شیخ محمد اجل شیرازی تھا۔ سید مبارک غزنویؒ نے انہی سے نعمت حاصل کی تھی۔  
پھر فرمایا کہ اس زمانے میں ان کے مریدوں میں ایک سوداگر تھا۔ وہ شیخ اجل کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ آپ کا غلام زادہ ہے، نعمت سے سرفراز فرمائیں۔



شیخ نے فرمایا - " بہتر ہو کہ جب میں کل فجر کی نماز ادا کروں اس وقت تو اپنے بچے کو ساتھ لائے اور میری داہنی جانب اس بچے کو میرے سامنے رکھ دے۔ "

حسن اتفاق سے اسی روز سید مبارک غزنوی کی ولادت ہوئی تھی اور سید مبارک کے والد اس مجلس میں حاضر تھے۔ جب انہوں نے یہ بات سنی تو سوچا کہ میں بھی اپنے لڑکے کو لے آؤں گا اور شیخ کے سامنے رکھ دوں گا۔

اگلے روز نماز صبح کے وقت سو داگر کو آنے میں دیر ہو گئی۔ سید مبارک غزنوی کے والد صبح جلدی اٹھے۔ مؤذن نے تکبیر کہی، شیخ نے نماز ختم کی تو سید مبارک غزنوی کے والد شیخ کی داہنی جانب سے آنکھے اور سید مبارک کو سامنے ڈال دیا۔ شیخ نے ایک نظر بچے پر ڈالی تو اُسے باطنی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔

بعد ازاں وہ سو داگر آیا تو شیخ اجل نے فرمایا - " نعمت تو سید زادہ لے گیا ہے۔ "



۳۲۸ - ایک شخص نے حضرت ابوالحسن خرقانی سے عرض کیا - " اپنا خرقہ مجھے پہنا دیجئے تاکہ میں بھی آپ ہی جیسا بن جاؤں۔ "

آپ نے پوچھا " کیا کوئی عورت مروانہ لباس پہن کر مروانہ سکتی ہے۔ "

اس نے کہا " ہرگز نہیں۔ "

پھر آپ نے فرمایا - " جب یہ ممکن نہیں ہے تو پھر تم میرا خرقہ پہن مجھ جیسے کس طرح بن سکتے ہو؟ "

یہ جواب سن کر وہ شخص بہت شرمندہ ہوا۔



۳۲۹ - حضرت عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ مجھے کسی جرم میں گرفتار کر کے پابجولاں بلخ کی جانب لے چلے۔ راستہ بھر میں یہی سوچتا رہا کہ میرے پاؤں سے ایسا کون سا گناہ نرزد ہوگا کہ جس کی پاداش میں میں زنجیروں سے جکڑا گیا ہوں۔

اور جب میں بلخ پہنچا تو دیکھا کہ لوگ چھتوں پر چڑھے ہوئے مجھے پتھروں سے مارنے کے لیے تیار کھڑے ہیں۔ اسی وقت مجھے الہام ہوا کہ تو نے فلاں دن حضرت ابوالحسن خرقانی کا مُصلّے بچھاتے ہوئے اس پر پاؤں رکھ دیا تھا، اور یہ اسی کی سزا ہے۔ چنانچہ میں



نے اسی وقت توبہ کی۔ توبہ کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ لوگ ہاتھوں میں پتھر لیے کھڑے ہیں لیکن کسی ایک کی بھی مجھے مارنے کی جرأت نہیں ہو رہی۔ پھر میرے پاؤں کی زنجیریں بھی خود بخود ہی ٹوٹ گئیں اور اس کے ساتھ ہی حاکم نے میری رہائی کا حکم بھی دے دیا۔



۳۵۰۔ کسی مجوسی نے حضرت امام ابو حنیفہ کو گرفتار کر لیا اور انہیں میں سے ایک ظالم و سفاک مجوسی نے آپ سے کہا۔ "میرا قلم بنا دیجئے" آپ نے فرمایا۔ "میں ہرگز نہیں بنا سکتا" جب اس مجوسی نے قلم نہ بنانے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ محشر میں فرشتوں سے کہا جائے گا کہ ظالموں کو ان کے معاونین کے ہمراہ اٹھاؤ۔ لہذا میں ایک ظالم کا معاون نہیں بن سکتا"



۳۵۱۔ ایک رات خلیفہ وقت نے ملک الموت کو خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ "اب میری زندگی کتنی رہ گئی ہے تو حضرت عزرائیل نے پانچوں انگلیاں اٹھا دیں اور جب تمام لوگ خلیفہ کو اس کی تعبیر بتانے سے قاصر رہے، تو خلیفہ نے حضرت ابو حنیفہ سے اپنے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ آپ نے فرمایا۔

"پانچ انگلیوں سے ان پانچ چیزوں کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اول قیامت کب آئے گی، دوم بارش کب ہوگی، سوم حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے، چہارم کل انسان کیا کرے گا، پنجم موت کب اور کہاں آئے گی؟"



۳۵۲۔ روایت ہے کہ شیخ نجم الدین اصفہانیؒ مکہ معظمہ میں کسی بزرگ کے جنازے کے ساتھ گئے۔ جب لوگ دفن سے فارغ ہو چکے تو تلقین کرنے والا بلیٹھ کر تلقین کرنے لگا۔ شیخ نجم الدین ہنسنے، حالانکہ ان کی علوت ہنسنے کی نہیں تھی۔

کسی نے آپ سے ہنسنے کا سبب پوچھا، مگر آپ نے اسے ڈانٹ دیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد خود ہی اپنے ہنسنے کا سبب بیان کیا۔ فرمایا "مجھے اس روز اس بات پر



ہنسی آئی تھی کہ جب تلقین کرنے والا بیٹھا تو صاحبِ قبر نے کہا۔ "اے لوگو! تمہیں تعجب نہیں کہ مردہ زندوں کو تلقین کر رہا ہے۔"



۳۵۳۔ ایک مرتبہ حضرت معروف کرخیؒ بازار سے گزر رہے تھے کہ انہوں نے ایک بہشتی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ "اے اللہ! جو میرا پانی پی لے تو اس کو بخش دے۔" چنانچہ آپ نے نفلِ روزہ کے باوجود پانی پی لیا اور جب لوگوں نے کہا کہ آپ کا تو روزہ تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے بہشتی کی دعا پر پانی پی لیا پھر انتقال کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ "کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟" آپ نے فرمایا کہ بہشتی کی دعا سے مغفرت کر دی۔"



۳۵۴۔ حضرت حمدون قصائد ایک مرتبہ رات کے وقت اپنے کسی دوست کی نزعی حالت میں اس کے سر ہانے تشریف فرما تھے۔ کچھ دیر کے بعد وہ مر گیا تو آپ نے فوراً چراغ گل کر دیا اور اس کے ساتھ ہی فرمایا۔  
"مرنے والا چراغ کا مالک تھا لیکن اس کی موت کے بعد اب یہ چراغ اُس کے ورثاء کی ملکیت ہے اس لیے ان کی مرضی کے بغیر چراغ کو جلائے رکھنا درست نہیں۔"



۳۵۵۔ میان داؤدؒ منظر گرہ کے زمیندار تھے۔ ایک دفعہ حضرت مخدوم جہانیاں سیر کرتے ہوئے آپ کے گاؤں سے گزرے۔ آپ نے فرمایا۔  
"یہاں کوئی ایسا شخص ہے جو دودھ پلائے اور بھینس مروائے"  
کسی نے حامی نہ بھری۔ میان داؤد نے سنا تو لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ "حضور! میں آپ کی خدمت میں دودھ پیش کروں گا۔"  
آپ نے فرمایا۔ "سوچ لو، بھینس سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔"  
میان داؤد بولے۔ "جی ہاں! یہ تو ایک بھینس ہے۔ اگر خدا کے نام پر جان طلب کریں تو اس سے بھی انکار نہیں۔"  
حضرت مخدوم نے فرمایا۔ "بہتر ہے، دودھ لے آؤ۔"



میاں داؤد فوراً گھر آئے اور صاف ستھرے گلاس میں بھینس کا دودھ لے کر روانہ ہوئے اور چلتے ہوئے اپنے گھر والوں سے کہہ دیا کہ اگر بھینس مرنے لگے تو فوراً زبح کر دینا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ادھر حضرت مخدوم نے دودھ کا گلاس منہ سے لگایا ادھر بھینس کے گلے پر چھری پھر گئی۔

اس واقعہ کو پانچ سال گزر گئے۔ میاں داؤد کی بھینس ایک سیاہ رنگ کی کٹی چھوڑ گئی تھی۔ وہ اس کی پرورش کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ جوان ہو گئی۔

اچانک ایک دن کسی نے آکر حضرت داؤد کو بتایا کہ حضرت مخدوم پھر آئے ہیں، اور کہہ رہے ہیں، کوئی ہے۔ جو درویش کو دودھ پلائے اور بھینس مروائے۔

پھر لوگوں نے انہیں کیا جواب دیا۔ آپ کے پوچھنے پر لوگوں نے بتایا۔

ہم نے انہیں عرض کیا۔ صاحب! ہماری تو ایسی ہستی نہیں نہیں۔ اپنے اسی

مرید کو تلاش کیجئے، جس نے پہلے دودھ پلایا تھا۔

اس پر حضرت داؤد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو حسب سابق دودھ پیش کیا۔ دوسری بھینس کے گلے پر بھی چھری پھر گئی۔

اس واقعہ کو چند دن ہی گزرے تھے کہ حضرت مخدوم نے پھر دورہ فرمایا۔ آپ کی پر جلال آواز سے گاؤں گونج اٹھا۔ کوئی ہے جو درویش کو دودھ پلائے اور بھینس مروائے۔ کسی طرح یہ آواز میاں داؤد کے کانوں میں پڑ گئی۔ وہ از خود دوڑے دوڑے آئے اور بولے۔ حضرت! میں دودھ پلاؤں گا۔

حضرت مخدوم نے کہا۔ پھر اپنی نبی بھینس مروانا چاہتے ہو۔

میاں داؤد بولے۔ حضور! بھینس مرے یا جیے مگر آپ کو دودھ ضرور پلاؤں گا۔ یہ کہہ کر میاں داؤد غائب ہو گئے اور چند منٹوں میں دودھ لے کر آگئے۔ ادھر حضرت مخدوم نے دودھ کو منہ لگایا ادھر بھینس کی گردن پر چھری پھر گئی۔

اب حضرت مخدوم رخصت نہیں ہوئے۔ آپ کھڑے بھینس اور میاں داؤد کو دیکھ رہے تھے پھر کچھ سوچ کر میاں داؤد سے فرمایا۔ میاں داؤد! میرے پیچھے آؤ۔

اس پر حضرت مخدوم میاں داؤد کو لے کر دیا پر جا پہنچے۔ حضرت مخدوم نے دیا



کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی اور پھر میاں داؤد کو مخاطب کر کے فرمایا: "میاں داؤد! تمہاری بھینس کا کیا نام تھا؟"

میاں داؤد نے جواب دیا: "حضور! میری بھینس کا نام سوہنی تھا۔"  
حضرت مخدوم نے فرمایا: "بہتر۔ اب دریا کی روانی کے ساتھ ساتھ چلتے جاؤ سوہنی سوہنی پکارتے جاؤ۔ مگر پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا۔"

میاں داؤد نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دور پہنچنے کے بعد اس نے محسوس کیا کہ بے شمار بھینسیں پیچھے چلی آرہی ہیں۔ میاں داؤد نے اپنے دل میں خیال کیا کہ وہ اتنی بھینسیں لے کر کیا کریگا اس خیال کے ساتھ ہی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو بھینسوں کا ایک گلہ پیچھے بڑھا آتا تھا۔ حضرت مخدوم نے پکار کر فرمایا: "میاں داؤد! تم نے یہ کیا کیا؟ اگر تم اسی طرح پیچھے دیکھے بغیر چلتے رہتے تو برطرف بھینسیں ہی بھینسیں دکھائی دیتیں۔"

یہ حضرت مخدومؒ جہانیاں جہاں گشتِ اوجی تھے۔ میاں داؤد آپ کے مرید تھے جو بعد ازاں پیر داؤد جہانیاں کے لقب سے مشہور ہوئے۔



۳۵۶۔ حضرت ابو سعید خراز فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ دریا پر ایک نوجوان گڈی اورھے ہوئے بلا اس کے پاس ہی سیاہی کی دوات بھی رکھی تھی۔ میں نے اس کی گڈی سے اندازہ کیا کہ یہ کوئی اللہ والوں میں سے ہے لیکن دوات سے یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید کوئی طالب علم ہے اور جب میں نے اس سے سوال کیا کہ خدا سے ملنے کے لیے کون سا راستہ چاہیے؟

اس نے جواب میں بتایا: "ایک راستہ عام کے لیے ہے اور دوسرا خاص کے لیے ہے لیکن تم جس راہ پر گامزن ہو، وہ عام لوگوں کا راستہ ہے۔ کیوں کہ تم عبادت کو ذریعہ وصال اور دولت کو حجاب تصور کرتے ہو۔"

جنگل میں ایک مرتبہ دس شکاری کتوں نے مجھے گھیر لیا تو میں اسی جگہ مراقبہ میں مشغول ہو گیا پھر انہی میں سے ایک سفید رنگ کے کتے نے تمام کتوں پر حملہ کر کے انہیں بھگا دیا اور خود میرے پاس آ بیٹھا لیکن جب میں وہاں سے روانہ ہوا تو وہ بھی کچھ دور میرے ساتھ چلنے کے بعد غائب ہو گیا۔"





۳۵۷۔ حضرت ابراہیم بن مہلبؓ ساح فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک لونڈی کو جو خانہ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے تھی، دیکھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔

”اے میرے سردار! تجھے میرے چاہنے کی قسم میرا دل مجھے پھیر دے۔“

میں نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ ”تجھے کیوں کر معلوم ہوا کہ خدا تجھے چاہتا ہے۔“

وہ بولی۔ ”اُس کی قدیم عنایت و مہربانی سے جانتی ہوں۔ میری طلب کے شکر بھیجے اور

مال خرچ کیے اور یہاں تک کہ مجھے مشرکوں کے شہر سے نکال کر توحید میں داخل کیا اور

اپنی ذات کی مجھے شناخت کر وادی۔ اے ابراہیم! کیا یہ عنایت اور محبت تہیں۔“

میں نے اس سے کہا۔ ”تیری محبت اُس سے کیسی ہے۔“

وہ بولی۔ ”سب چیزوں سے بڑی اور بزرگ ہے۔“

میں نے پوچھا۔ ”کیسے؟“

جواب دیا۔ ”شراب سے زیادہ رفیق اور گلقد سے زیادہ شیریں۔“  
اتنا کہنے کے بعد وہ لونڈی چلی گئی۔



۳۵۸۔ حضرت سہل بن عبداللہ تتریؓ فرماتے ہیں۔ ”نجات خاموشی، تنہائی اور کم کھانے میں

ہے۔“ کسی شخص نے آپ سے عرض کیا۔ میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں۔“

آپ نے پوچھا۔ ”میرے بعد کس کی صحبت اختیار کر دو گے۔“

اُس نے جواب دیا۔ ”خدا کی صحبت میں۔“

آپ نے فرمایا۔ ”ابھی سے اس کی صحبت اختیار کر لو۔“

پھر اس نے پوچھا۔ ”کیا شیر آپ کے نزدیک آجاتا ہے؟“

آپ نے فرمایا۔ ”جب میں اس کو کتا کہ پکارتا ہوں تو آجاتا ہے۔ یاد رکھو، عارفین

کی صحبت تمام امور سے افضل ہے۔“



۳۵۹۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی برہنسیؒ ہرات میں ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ کر

موتے تھے۔ انہی دنوں میں آپ نے ایک عورت سے نکاح کیا تو تین رات درود

شریف پڑھے میں فرودگذاشت ہو گئی۔ رئیس نامی ایک شخص نے پیغمبر خدا صلی



اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضور نے اس سے فرمایا کہ بختیار کاگی کو ہمارا سلام دو اور اس سے کہو کہ وہ تحفہ جو تم مجھے ہر رات بھیجا کرتے تھے، تین رات سے نہیں پہنچا۔

۲۶۰۔ حضرت شاہ عبدالرحمن پاک بھڑی والے نے کبھی نفس کی غلامی نہیں کی بلکہ ہمیشہ اپنے نفس پر حاوی رہے۔

ایک دن آپ نے شدید گرمیوں کے زمانہ میں اپنے پورے جسم کو کمبل میں لپیٹ رکھا تھا لوگوں کو اس پر سخت حیرت ہوئی۔ وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔  
 ”میرا نفس خواہشات کا غلام بننا چاہتا تھا۔ اس نے شدید گرمی میں ٹھنڈی ہوا اور ٹھنڈے پانی کا مطالبہ کیا تھا۔ چنانچہ میں نے ان دونوں کی جگہ اسے گرم کمبل دے دیا۔ اب وہ اتنا ڈر گیا ہے کہ کبھی ٹھنڈی ہوا اور ٹھنڈے پانی کا مطالبہ نہیں کرے گا۔“



۲۶۱۔ ابراہیم شیبانی فرماتے ہیں۔ بادشاہ روم کا بیٹا مسلمان ہو گیا۔ تو بادشاہ نے اُسے مارنے کی غرض سے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ وہ جوان مسلمانوں کے کسی شہر میں بھاگ گیا۔ ازاں بعد جنگل میں پہنچ کر خدا کی عبادت میں ساٹھ برس تک محو رہا۔ اتفاقاً بیمار پڑ گیا تو میں اس کی عیادت کو اس کے پاس پہنچا۔ دیکھا تو خاک پر پڑا اور ایک پتھر تلے رکھا ہے۔ مجھ کو اس کے حال پر بڑا افسوس ہوا۔ اس سے پوچھا کہ کسی چیز کو حبی چاہتا ہے۔  
 اس نے کہا۔ ”ہاں، انار شیریں کو۔“

میں یسکر پاپس پڑوس سے لکڑی کاٹنے کو کچھ لے کر جنگل کو گیا اور گٹھا لکڑی کا لایا۔ اور اس کو بیچ کر انار شیریں لیا اور جلدی سے اُسے لاکر دیا۔  
 وہ بولا۔ ”یہ انار کہاں سے اور کیسے لائے ہو؟“  
 میں نے حقیقت اس کے سامنے بیان کی۔ وہ بولا۔  
 ”جس کے ہتھیار سے لکڑی کاٹ کر لائے ہو۔ اُس کے بارے میں دریافت کر کے بتاؤ کہ وہ نیک چلن ہے یا بد چلن۔“

میں نے اُس آدمی کا جس سے میں نے ہتھیار لیا تھا، پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بد چلن ہے۔



میں نے اُسے بتایا تو اُس نے اُسی وقت وہ انار پھینک کر کہا کہ میں اسے ہرگز نہیں کھاؤں گا۔

میں نے اسے ہر طرح سے سمجھایا کہ میں اُس کے لیے یہ انار بڑی محنت اور مشقت سے لایا ہوں مگر اس نے میری ایک نہ مانی اور انار شیریں کی حسرت دل میں ہی لیے اللہ کو پیارا ہو گیا۔



۳۶۲ - ایک مرتبہ حضرت ابوحنیفہؒ بازار میں چل رہے تھے کہ گرو وغبار کے کچھ ذرات آپ کے کپڑوں پر پڑ گئے۔ اس پر آپ نے دریائے دجلہ پر جا کر کپڑے کو خوب اچھی طرح دھو کر پاک کیا اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک تو اتنی نجاست جائز ہے۔ پھر آپ نے کپڑا کیوں پاک کیا؟ اس پر آپ نے فرمایا۔ "وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ"



۳۶۳ - حضرت احمد بن انطاکیؒ کا اپنے مریدین پر طریقہ تعلیم کا یہ اثر تھا کہ ایک رات اچانک آپ کے انتیس مریدین آگئے۔ آپ نے دسترخوان بچھوا کر روٹی کی قلت کی وجہ سے ٹکڑے کر کے سب کے سامنے رکھ کر چراغ اٹھالیا اور کچھ دیر کے بعد آپ چراغ لائے۔ تو تمام ٹکڑے اسی طرح شخص کے سامنے موجود تھے۔ اور کسی نے بھی بغرض ایشیا ایک ٹکڑا بھی نہیں کھایا۔



۳۶۴ - ایک مرتبہ مکتب سے واپسی پر حضرت جنید بغدادیؒ نے دیکھا کہ آپ کے والد سر راہ رو رہے ہیں۔ آپ نے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا۔ "بیٹا! میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ آج میں نے تمہارے مامول کو مالِ زکوٰۃ میں سے کچھ درہم بھیجے تھے لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور آج مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ میں نے اپنی زندگی ایسے مال کے حصول میں صرف کر دی جس کو خدا کے دوست بھی پسند نہیں کرتے۔"

اس پر حضرت جنیدؒ نے اپنے والد سے وہ درہم لیکر اپنے مامول کے ہاں پہنچ کر انہیں



آواز دی۔

آپ کے ماموں سری سقطیؓ تھے۔ جب اندر سے پوچھا گیا کہ کون ہے؛ تو آپ نے عرض کیا جنید آپ کے لیے زکوٰۃ کی رقم لے کر آیا ہے۔

لیکن انہوں نے دوبارہ لینے سے انکار کر دیا۔ جس پر حضرت جنیدؓ نے کہا۔ ”قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کے اوپر فضل اور میرے والد کے ساتھ عدل کیا۔ آپ کو اختیار ہے کہ یہ رقم لیں یا نہ لیں۔ کیونکہ میرے والد کے لیے جو حکم تھا کہ حقدار کو زکوٰۃ پیش کرو اور انہوں نے پورا کر دیا۔“

یہ سن کر حضرت سری سقطیؓ نے دروازہ کھول کر فرمایا۔ ”رقم سے پہلے میں تجھے قبول کرتا ہوں۔“ چنانچہ آپ اسی دن سے ان کی خدمت میں رہنے لگے۔



۳۶۵۔ ایک رئیس آدمی حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ دلی بغض اور نفرت رکھتا تھا۔ اور نعوذ باللہ

ان کو یہودی کہا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دن حضرت ابو حنیفہؓ نے اس سے فرمایا۔ ”میں ایک ایک یہودی کے ساتھ تیری لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہوں۔“

اس نے غصے سے کہا۔ ”آپ امام المؤمنین ہو کر ایسی باتیں کرتے ہیں۔ میں تو ایسی شادی کو قطعاً حرام تصور کرتا ہوں۔“

آپ نے فرمایا۔ ”تیرے حرام تصور کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ جب کہ حضور اکرمؐ نے اپنی دو صاحبزادیاں ایک یہودی کے نکاح میں دے دیں۔“

وہ رئیس آپ کا اشارہ سمجھ گیا اور توبہ کر کے اپنے بُرے خیالات سے ہمیشہ کے لیے باز آ گیا۔



۳۶۶۔ حضرت امام احمد بن حنبلؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جنگل میں راستہ بھول گیا اور جب ایک

اعرابی سے راستہ معلوم کرنا چاہا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید یہ فاقہ سے ہے اور جب میں نے کھانا دینا چاہا تو وہ ناراض ہو کر کہنے لگا۔

”اے حنبلؓ! کیا تجھے خدا پر اعتماد نہیں جو خدا کی طرح مجھے کھانا دیتا چاہتا ہے۔ جبکہ تم خود اپنا راستہ کھو بیٹھے ہو۔“

مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو کہاں کہاں پشیدہ کر رکھا ہے وہ



میری نیت کو بھانپتے ہوئے کہنے لگا۔ "خدا کے بندے تو ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ تمام زمین کو سونا بن جانے کے لیے کہہ دیں تو پورا عالم سونے کا بن جائے۔"  
 اور جب میں نے نظر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا تو پورا صحرا سونے کا نظر آیا اور پھر غیب سے ندا آئی۔ "اے خلیل! یہ ہمارا محبوب بندہ ہے اور یہاں کہہ دے تو ہم پورے عالم کو زیروزبرہ کر دیں۔ لہذا تجھے اس بات کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ تیری ملاقات ایسے بندے سے ہو گئی لیکن آج کے بعد اس کو کبھی نہ دیکھ سکے گا۔"

۳۶۷ - حضرت شیخ علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ کی تعمیر کردہ مسجد کے رخ پر علما کرام کو اعتراض تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ رخ خانہ کعبہ کی طرف نہیں ہے۔  
 آپ کو علما کرام کی اس بات کا علم ہوا تو آپ نے انہیں بلوا بھیجا۔ نماز کے بعد آپ نے ان سب کو دالان میں کھڑا کیا اور فرمایا۔ "مخبر سے دیکھو، مسجد کا رخ درست ہے یا نہیں۔"

حضرت علی ہجویری کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ علما دلاہود اور خانہ کعبہ کے درمیان تمام پردے حکم الہی سے اٹھا دیئے گئے اور تمام حاضرین نے خانہ کعبہ کی اپنی آنکھوں سے زیارت کی۔ مسجد کا رخ مٹیک خانہ کعبہ کی طرف تھا۔

۳۶۸ - ایک مسلمان بنیا حضرت بختیار کالی کے پٹوں میں رہتا تھا۔ آپ اس سے اکثر قرض لے لیا کرتے اور جب کہیں سے کوئی ایسا اندازہ مل جاتا جس کو حلال سمجھ کر آپ قبول کر لیتے تو اس کا قرض ادا کر دیتے۔

ایک دن بیٹھے بیٹھے آپ کو خیال آیا کہ قرض کسی سے بھی نہیں لینا چاہیے اور کوئی بھی نذر قبول نہ کرنا چاہیے۔ یہ بڑی بات ہے۔ اس کے بعد واقعی آپ نے ایسا ہی کیا اس کے بعد اللہ کے حکم سے روزانہ آپ کی جائے نماز کے کونے کونے سے ایک اتنی بڑی روٹی نکلتی جو پورے خاندان کا پیٹ بھرنے کے لیے کافی ہو جاتی کچھ دنوں کے بعد بیٹے نے سوچا کہ شاید خواجہ صاحب مجھ سے نالاں ہو گئے ہیں جو قرض لینے نہیں آتے۔ چنانچہ اس نے اپنی بیوی کو آپ کے گھر حال



معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ تب یہ بات معلوم ہوئی اور اسی روز سے لوگوں نے آپ کو اختیار کاکی کہنا شروع کر دیا۔ کیونکہ کاک کے معنی روغنی روٹی کے ہیں۔ یہ لفظ کاک کی دوسری وجہ تسمیہ ہے۔

○

۳۶۹۔ حضرت مولانا اللہ دین بھیروی کے ہاں ایک جنّ قرآن پاک پڑھنے آیا کرتا تھا۔ ایک بار وہ جنّ آیا تو جاتے ہوئے دو روپے ریزگاری کی شکل میں بطور ہدیہ دے گیا۔ آپ نے وہ ریزگاری سنبھال کر رکھ لی۔

دوسرے روز ایک بوڑھی عورت روتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے کہنے لگی کہ ”حضرت! میں تو لٹ گئی۔“

آپ کے استفسار پر اس نے عرض کیا کہ میں نے محنت و مشقت کر کے مشکل دو روپے جمع کیے تھے۔ وہ میں نے ایک مٹی کے پیالے میں رکھے ہوئے تھے۔ مگر وہ رقم آج غائب ہے۔ میں حیران ہوں کہ تالا ٹوٹے بغیر وہ رقم جو ریزگاری کی شکل میں تھی غائب کیسے ہو گئی؟

بوڑھی عورت کی اس بات پر آپ سمجھ گئے کہ یہ کام اس شاگرد جنّ کے سوا اور کسی کا نہیں ہو سکتا وہی اس بوڑھی عورت کے دو روپے چرا کر بطور ہدیہ دے گیا ہے۔

اس پر آپ نے اس عورت سے فرمایا۔ ”تم جاؤ مانی! اللہ رحم کرے گا۔ تمہاری رقم تجھے واپس اسی پیالہ میں رکھی مل جائے گی۔“ وہ عورت چلی گئی۔ اس کے بعد جب وہ جنّ آیا تو آپ نے اس سے فرمایا۔ ”تو اچھا شاگرد ہے بھلا تجھ جیسے چور جنّ پر تعلیم دین کا کیا اثر ہو سکتا ہے؛ تو نے مجھے جو ہدیہ دیا ہے وہ بھی چوری کے مال کا۔ بھلا میں نے تم سے کب کسی ہدیے کا مطالبہ کیا تھا۔ جا رقم لے جا اور جہاں سے تو اسے اٹھا کر لایا، وہیں رکھا اور آئندہ میرے پاس پڑھنے بھی نہ آنا۔“ چنانچہ اس پر جنّ نے وہ رقم لی اور بڑھیا کے پیالے میں جا رکھی۔ دوسرے روز بوڑھی عورت آپ کے پاس آئی۔ اور دعائیں دیتی ہوئی بولی کہ حضرت آپ کی زبان بڑی برکت والی ہے۔ وہ رقم مجھے پیالے میں پڑی مل گئی ہے۔

اس عورت کے بعد وہ جنّ حاضر ہوا اور اپنی غلطی کی معافی مانگتے ہوئے عہد کیا کہ آئندہ



وہ اس قسم کا کام کبھی نہیں کرے گا۔ جن کی توبہ اور معافی پر آپ نے اسے دوبارہ پڑھانا شروع کر دیا۔

راج سے ستراسی سال پہلے ڈوروپے بڑی حیثیت رکھتے تھے



۳۶۰۔ حضرت احمد بن حنبلؒ دیر کے کنارے وضو فرما رہے تھے اور وہیں ایک شخص بندی پر بیٹھا ہوا وضو کر رہا تھا لیکن آپ کو دیکھ کر تعظیماً نیچے آ گیا۔

پھر اس شخص کے انتقال کے بعد کسی نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کس حال میں ہو؟ اس نے کہا کہ خداوند تعالیٰ نے محض اس تعظیم کی وجہ سے جو میں نے امام احمد بن حنبلؒ کے وضو کرتے وقت کی تھی، مغفرت فرمادی۔



۳۶۱۔ کچھ بچے گیند کھیں رہے تھے۔ گیند اتفاق سے امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں آپ ہی کے سامنے آگری اور بچوں میں سے خوف کے مارے کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے سامنے سے گیندا اٹھالے لیکن ایک لڑکے نے بھاگ کر جب آپ کے سامنے سے گیندا اٹھائی، تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ ”یہ لڑکا حرامی ہے کیوں کہ اس میں حیا کا مادہ نہیں ہے۔“ اور جب لڑکے کے بارے میں پتہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ واقعی حرامی ہے۔

۳۶۲۔ حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ کی راہ میں مجھے ایک معذور شخص بلا جو کھٹنوں کے بل زمین پر چلتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ ”کہاں سے آرہے ہو؟“

اس نے جواب دیا۔ ”سمرقند سے“

میں نے کہا کتنی مدت تم کو راہ میں گذری؟

اس نے جواب دیا ”کچھ اوپر دس برس۔“

اس پر میں نے حیران نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا اے

شفیق! میرا سفر دور دراز کا ہے مگر میرا شوق اس سفر کی منزل کو قریب کر رہا ہے

ضعف جان ضرور ہے لیکن میرا مالک مجھے اٹھائے لیے جا رہا ہے۔ اے شفیق اس میں

کوئی تعجب نہیں کہ بندہ ضعیف کوں کا نام نہ بان لے جاوے۔





۲۷۳۔ جب حضرت عبدالقادر جیلانیؒ شہرتِ تمام حاصل کر چکے تو ایک بار حج کو تشریف لے گئے۔ بغداد کے قریب موضعِ جلدہ میں پہنچے تو فرمایا، 'یہاں کوئی ایسا گھر تلاش کیا جائے جو ناداری، بے کسی اور گنہامی میں سب سے بڑھا ہوا ہو تاکہ میں وہاں منزل کر سکوں۔ جلدہ کے امیروں اور رئیسوں نے آپ کی رہائش اور طعام کے بہترین انتظامات کیے ہوئے تھے۔ انہوں نے متعدد بار آپ کو اپنے ہاں ٹھہرنے کے لیے کہا مگر آپ کسی کے ہاں نہ ٹھہرے۔

سخت جستجو کے بعد آپ کے ساتھیوں کو ایک ایسا گھر ملا جس میں نادار اور بوڑھے میاں بیوی کے علاوہ ان کی ایک بیٹی بھی رہتی تھی۔ آپ نے بوڑھے سے اجازت لے کر رات کو ان کے گھر قیام کیا۔ آپ کو اس گھر میں لوگوں کی جانب سے چٹنے بھی دیے اور نذرانے پیش ہوئے۔ آپ نے ان میں سے ایک شے بھی اپنے پاس نہ رکھی۔ سب کچھ بوڑھے کو عطا فرما دیا۔

آپ کے ساتھیوں نے بھی آپ کی پیروی میں اپنا تمام مال و اسباب بوڑھے کو بخش دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بدولت، اُس نادار بوڑھے کے گھر کو دولت مند اور مال مال کر دیا۔



۳۷۴۔ ہند کے ایک راجہ پتھورارائے کے عہد میں حضرت خواجہ معین الدین سنجریؒ اجمیر میں آکر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ راجہ پتھورارائے خود بھی اُن دنوں اجمیر میں تھا ایک دن پتھورارائے نے حضرت خواجہؒ کے ایک مسلمان عقیدت مند کو تنگ کیا۔ وہ شخص خواجہ کی خدمت میں فریادی ہوا۔ خواجہ نے اس کی سفارش میں پتھوراکو ایک پیغام بھیجا۔ پتھورارائے نے خواجہ کے پیغام کو قبول نہ کیا اور کہا کہ دیکھو یہ شخص یہاں آیا ہوا ہے اور بیٹھا بیٹھا غائب کی باتیں کہتا ہے۔

جب یہ ماجرا خواجہؒ تک پہنچا۔ تو آپ نے فرمایا، 'ہم نے پتھوراکو زندہ پکڑ کر دے دیا۔'

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ انہی دنوں غزنی سے سلطان شہاب الدین غوری نے لشکر کشی کی پتھورائے لشکرِ اسلام کا مقابلہ کیا اور بالآخر شہاب الدین غوری کے، تسوں گرفتار ہوا۔



خواجہ صاحب نے جو فرمایا تھا، پتھو لائے کے ساتھ ویسا ہی ہوا۔



۳۷۵ - ایک مرتبہ کسی راستہ پر چلتے ہوئے حضرت بایزید بطنامیؒ کو ایک کتا ملا تو آپ نے اپنا دامن سمیٹ لیا۔ جس پر اس کتے نے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: "آپ نے میرے قُرب سے اپنا دامن کیوں بچایا ہے۔ میں بھیگا ہوا نہیں ہوں کہ جس سے آپ کو ناپاکی کا خطرہ ہوتا۔ فرض محال اگر میں بھیگا ہوا ہوتا اور اس سے آپ کے کپڑے پلید ہو جاتے تو آپ اپنے کپڑے پاک کر سکتے تھے لیکن یہ تکبر جس کا آپ نے مظاہرہ فرمایا یہ تو سات سمندروں کے پانی سے بھی پاک نہیں ہو سکتا۔"

آپ نے فرمایا: "تو سچ کہتا ہے۔ اس لیے کہ تیرا توظا ہر نجس ہے اور میرا باطن۔ لہذا ہم دونوں کو ایک ساتھ رہنا چاہیے تاکہ کچھ پاکیزگی میرے باطن کو بھی حاصل ہو جائے۔"

اس پر کتے نے عرض کیا: "ہم دونوں کا ساتھ رہنا ممکن نہیں کیوں کہ میں مردود ہوں اور آپ مقبول بارگاہ۔ میں دوسرے دن کے لیے ایک بڑی بھی جمع نہیں کرتا اور آپ سال بھر کا غلہ جمع کر لیتے ہیں۔"

آپ نے کتے کی یہ بات سن کر فرمایا: "صدقیت! جب میں کتے کے ہمراہ بھی رہنے کے قابل نہیں تو پھر خدا کا قُرب کیسے حاصل کر سکتا ہوں؟ اور پاک ہے اللہ جو بدترین مخلوق کی باتوں سے بہترین مخلوق کو درسِ عبرت دیتا ہے۔"



۳۷۶ - ایک مرتبہ کسی نے ایک آتش پرست کو مسلمان ہونے کی تبلیغ کی۔ جس پر اس نے جواب دیا۔

"اگر اسلام اس کا نام ہے جو حضرت بایزیدؒ کو حاصل ہے۔ تو ایسے اسلام کو برداشت کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اگر اسلام وہ ہے جو عام مسلمان اختیار کیے ہوئے ہیں تو ایسے اسلام سے میں اپنے مذہب کے ساتھ بہتر ہوں۔"



۳۷۷ - حضرت بایزیدؒ کے دور میں ایک رنگرینہ حضرت بایزیدؒ کی کمرامتیں دیکھ کر کہا کرتا



تھا۔ کہ ایسی کرامتیں تو میں بھی پیش کر سکتا ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں اور جب ایک مرتبہ وہ رنگرینہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو چونکہ آپ اس کی ہرزہ سرائی سے آگاہ تھے۔ اس لیے ایک ایسی آہ کھینچی کہ وہ غش کھا کر گر پڑا اور تین شب و روز اسی حالت میں گذر گئے۔ حتیٰ کہ سوائج ضروریہ بھی کپڑوں ہی میں پوری کرتا رہا اور اس کو اپنے حال کی مطلق خبر نہ تھی۔ پھر ہوش آنے کے بعد نہادھو کر جب آپ کے سامنے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا۔

”یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ ہاتھی کا بوجھ گدھے پر نہیں ڈالا جاسکتا۔“



۳۷۸۔ لوگوں نے حضرت بایزیدؒ سے سوال کیا۔ ”انسان کو مرتبہ کمال کس وقت حاصل ہوتا ہے۔“ آپ نے فرمایا۔ ”جب مخلوق سے کنارہ کش ہو کر اپنے عیوب پر نظر پڑنے لگے تو قرب الہی حاصل ہو جاتا ہے۔“



۳۷۹۔ حضرت ابراہیم بن ادہم نے فرمایا۔

”میں نے ایک غلام خرید کر جب اس کا نام دریافت کیا تو اس نے جواب دیا۔ کہ آپ کی مرضی جس نام سے پکاریں مجھے اعتراض نہ ہوگا۔ پھر میں نے جب یہ سوال کیا کہ تم کھاتے کیا ہو؟ تو اس نے کہا جو آپ کھلا دیں۔ میں نے پھر پوچھا کہ تمہاری خواہش کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ جو آپ کی خواہش ہو۔ غلام کو ان چیزوں سے کوئی بحث نہیں۔ یہ سن کر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ کاش میں بھی اللہ تعالیٰ کا ایسا ہی اطاعت گزار ہوتا تو کتنا بہتر تھا۔“



۳۸۰۔ حضرت احمد بن حنبلؒ کا بیشتر وقت حضرت بشر حافیؒ کے پاس گذرتا۔ وہ آپ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ چنانچہ جب آپ کے شاگردوں نے پوچھا کہ محدث اور فقیہ ہونے کے باوجود آپ ایک خبطی کے ہمراہ کیوں رہتے ہیں۔“

آپ نے فرمایا۔ ”مجھے اپنے علوم پر تو مکمل عبور حاصل ہے لیکن وہ خبطی اللہ تعالیٰ کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اسی لیے میں اسے خدا کی باتیں سنانے کے لیے کتراتا ہوں۔“



۳۸۱۔ کسی شخص نے حضرت بشر حافیؑ سے عرض کیا۔ "میرے پاس ایک ہزار درہم ہیں اور میں حج کا خواہش مند ہوں۔"

آپ نے سن کر فرمایا۔ "یہ رقم کسی مقروض کے قرض میں دے دو یا یتیموں اور مفلس عیالداروں میں تقسیم کر دو تو تمہیں حج سے بھی زیادہ ثواب ملے گا۔"

وہ بولا۔ "نہیں حضور! یہ میں نہیں کر سکتا کیوں کہ مجھے حج کی بہت خواہش ہے۔" اس پر آپ نے فرمایا۔ "شاید تم نے ناجائز طریقے سے یہ رقم اکٹھی کی ہے اس لیے تو زیادہ ثواب کا خواہش مند نہیں۔"



۳۸۲۔ کسی نے حضرت حاتمؑ سے نصیحت کرنے کو کہا۔

آپ نے فرمایا۔ "اگر دوست کی خواہش ہے تو خدا کافی ہے۔ اگر ساتھیوں کی تمنا ہے تو نکیرین بہت ہیں اور اگر عبرت حاصل کرنا چاہتے ہو تو دنیا کافی ہے۔ اگر مونس کی تلاش میں ہو تو قرآن بہت کافی ہے۔ اگر کوئی مشغلہ چاہتے ہو تو عبادت بہت بڑا مشغلہ ہے اور اگر میرے یہ احوال ناگوار گذریں تو جہنم کافی ہے۔"



۳۸۳۔ حج کے سفر میں کسی نے حضرت بایزیدؑ بسطامی سے پوچھا۔ "کہاں کا قصد ہے؟" آپ نے فرمایا۔ "حج کا۔"

پھر اس نے پوچھا۔ "آپ کے پاس کچھ رقم ہے؟"

آپ نے فرمایا۔ "میرے پاس دو سو دینار ہیں۔"

اس نے عرض کیا۔ "میں مفلس ہوں، عیالدار ہوں۔ لہذا یہ رقم مجھ کو دے کر سست

مرتبہ میرا طواف کر لیجئے تو اسی طرح آپ کا حج ہو جائے گا۔"

چنانچہ اس کے کہنے پر آپ نے عمل کیا۔ وہ شخص رقم لے کر چلا گیا۔



۳۸۴۔ حضرت ذوالنون مصریؑ کے بلند مراتب سے ناواقفیت کی بنا پر لوگوں نے

آپ کو زندیق کا خطاب دے کر خلیفہ وقت سے آپ کی شکایت کر دی۔ اس

پر خلیفہ وقت نے آپ کی گرفتاری کا حکم دے دیا چنانچہ جب آپ کو بیڑیاں



پہنا کر لے جایا جا رہا تھا تو ایک ضعیف عورت نے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ ”خوفزدہ نہ ہونا۔ کیوں کہ وہ بھی تمہاری طرح خدا کا ایک بندہ ہے۔“ اسی وقت ایک ہشتی نے آپ کو ٹھنڈے پانی سے سیراب کیا اور اس کے صلہ میں جب آپ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اس کو ایک دینار دے دو تو ہشتی نے عرض کیا ”قیدیوں سے کچھ لینا بڑے دلی کی علامت ہے۔“

جب آپ دربارِ خلافت میں پیش ہوئے تو خلیفہ وقت کے حکم سے آپ کو چالیس دن قید ہو گئی۔ قید کے دوران آپ کی ہمشیرہ روزانہ ایک روٹی آپ کے پاس لے جایا کرتی تھیں۔ لیکن رہائی کے بعد ہر دن کے حساب سے چالیس روٹیاں آپ کے پاس محفوظ تھیں۔ اور جب آپ کی ہمشیرہ نے آپ سے کہا کہ یہ تو جائز کمائی کی تھیں پھر آپ نے کیوں نہیں کھائیں۔

آپ نے فرمایا۔ ”چونکہ داروغہ جیل ایک بد باطن قسم کا انسان ہے۔ اس لیے اس کے ہاتھ سے روٹی اندر بھجوائی جاتی تھی جس سے مجھے کراہت محسوس ہوتی تھی۔“



۳۸۵۔ ایک رات حضرت بایزیدؒ کی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ دروازے کا ایک پٹ کھول دو۔ لیکن وہ رات بھر اسی پریشانی میں کھڑے رہے کہ نہ معلوم والدہ محترمہ نے کون سا پٹ کھولنے کو کہا ہے۔ دایاں یا بایاں۔ اگر والدہ محترمہ کی مرضی کے خلاف غلط پٹ کھل گیا تو حکم عدولی میں شمار ہوگا۔ چنانچہ آپ نے اسی پریشانی میں کھڑے کھڑے رات بسر کر دی۔

انہی خدمات کی وجہ سے آپ کو بلند مراتب حاصل ہوئے۔



۳۸۶۔ ایک دفعہ جہاد میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ایک کافر سے لڑ رہے تھے۔ نماز کا وقت ہوا۔ تو آپ نے کافر سے اجازت لے کر نماز ادا کی اور جب کافر کی عبادت کا وقت ہوا تو وہ بھی آپ سے اجازت لے کر اپنے بت کی جانب متوجہ ہوا لیکن آپ کے دل میں اس کو قتل کر دینے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اسی وقت ندائے غیبی آئی۔ ہماری اس آیت کے مطابق اپنے قصد سے باز آ جاؤ۔



(ترجمہ آیت) ”تم سے قیامت میں عہد شکنی کی باز پرس ہوگی“

آپ یہ ندامت سے ہی رو پڑے اور جب اس کافر نے رونے کا سبب دریافت کیا۔ تو آپ نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ یہ سن کر اس کافر نے اپنے دل میں خیال کیا کہ جو خدا اپنے دشمن کی وجہ سے اپنے دوست پر ناراض ہو۔ اس خدا کی اطاعت نہ کرنا بزورِ اولیٰ اور حماقت ہے۔ اس بات کا خیال کرتے ہی وہ سچے دل سے مسلمان ہو گیا



۳۸۷۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن مبارک کے ہاں کوئی مہمان آگیا اور اس وقت آپ کے ہاں کوئی شے موجود نہیں تھی لیکن آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ مہمان خدا کا بھیجا ہوا ہوتا ہے لہذا مہمانداری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔ مگر بیوی نے آپ کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ چنانچہ اس حکم شرعی کے مطابق کہ جو عورت شوہر کا حکم نہ مانے اس کو طلاق دے دینی چاہیے۔ آپ نے بھی مہرا داکر کے بیوی کو طلاق دے دی۔

کچھ عرصہ کے بعد آپ کی مجلس وعظ میں کوئی امیرزادی شریک ہوئی اور وعظ سے اس درجہ متاثر ہوئی کہ اپنے والدین سے کہہ دیا کہ میرا نکاح عبداللہ بن مبارک سے کر دو۔ اس پر والدین نے خوش ہو کر نکاح کر کے لڑکی آپ کے ہمراہ روانہ کر دی۔ اس کے علاوہ پچاس ہزار دینار بھی لڑکی کو دئے۔ پھر نکاح کے بعد خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”تو نے ہماری خوشنودی میں بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ لہذا ہم نے اس سے بہتر تجھ کو دوسری بیوی عطا کر دی تاکہ تو خود اندازہ کر سکے کہ خدا کو خوش کرنے والے کبھی نقصان میں نہیں رہتے۔“



۳۸۸۔ حضرت سفیان ثوریؒ پیدائشی متقی و پرہیزگار تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی والدہ نے ایامِ حمل میں ہمسایہ کی کوئی چیز بلا اجازت منہ میں رکھ لی تو آپ نے پیٹ میں تڑپنا شروع کر دیا اور جب تک انہوں نے ہمسایہ سے معذرت طلب نہ کی۔ آپ کی بے چینی ختم نہ ہوئی۔

حضرت سفیان ثوریؒ کے تائب ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوتے



وقت پہلے اٹھاپاؤں مسجد میں رکھ دیا۔ جس کے بعد یہ ندا آئی۔ اے ثور! مسجد کے حق میں گستاخی اچھی نہیں۔ ثور کے معنی بیل کے ہیں۔

اسی دن سے آپ کا نام ثوری پڑ گیا۔ بہر حال یہ ندا سن کر خوف کا ایسا غلبہ ہوا کہ آپ غش کھا کر گر پڑے اور ہوش آنے کے بعد اپنے منہ پر طمانچے لگاتے ہوئے کہنے لگے بے ادبی کی ایسی سزا ملی کہ میرا نام ہی دفتر انسانیت سے خارج کر دیا گیا۔ لہذا اے نفس! اب ایسی بے ادبی کی جرأت کبھی نہ کرنا۔



۳۸۹۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت بایزید بسطامیؒ کے دروازے پر آواز دی۔ آپ نے

پوچھا۔ کس کی تلاش ہے؟

جواب ملا۔ "بایزید کی"

اس پر آپ نے فرمایا۔ میں تو تیس سال سے اس کی تلاش میں ہوں اور آج تک نہیں ملا۔



۳۹۰۔ ایک عقیدت مند تیس سال سے حضرت بایزیدؒ کا خادم بنا ہوا تھا۔ وہ جب بھی

سامنے آتا۔ آپ پوچھتے کہ تیرا نام کیا ہے۔ ایک مرتبہ اس نے عرض کیا۔

"آپ میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔ جب بھی سامنے آتا ہوں۔ آپ میرا نام پوچھتے ہیں۔ حالانکہ میں تیس سال سے آپ کی خدمت میں ہوں۔"

آپ نے فرمایا۔ "میں مذاق نہیں کرتا بلکہ میرے قلب و روح میں اس طرح اللہ کا نام

جاری و ساری ہے کہ اس کے نام کے سوا مجھے کسی کا نام یاد نہیں رہتا۔"



۳۹۱۔ ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوریؒ اپنے ایک ہمسایہ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ آپ نے

دیکھا اور سنا کہ تمام لوگ مرحوم کی تعریفیں کر رہے ہیں لیکن آپ نے لوگوں سے

مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔

"مرنے والا تو منافق تھا۔ اگر پہلے سے مجھے اس بات کا علم ہوتا تو میں جنازے

میں کبھی شریک نہ ہوتا اور اس کی منافقت کی دلیل یہ ہے کہ اہل دنیا اس کی تعریفیں



کر رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کا اہل دنیا سے بہت گہرا تعلق تھا اور یہی  
یہی چیز اس کی منافقت پر دلالت کرتی ہے۔



۳۹۲۔ ایک مرتبہ حضرت بایزید بطنامیؒ نے کسی دیوانے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے میرے  
اللہ! میری جانب نظرِ کرم فرما۔  
آپ نے اس سے فرمایا۔ ”تو نے ایسے کون سے اعمال کیے ہیں جو اس کی نظر تیری  
طرف اٹھے۔“

اس نے جواب دیا۔ ”جب اس کی نظر مجھ پر پڑ جائے گی تو میرے اعمال خود بخود  
اچھے ہو جائیں گے۔  
آپ نے فرمایا۔ ”تو سچا ہے۔“



۳۹۳۔ حضرت عبداللہ مہدی بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت سفیان ثوریؒ کی موت کے وقت  
ان کے قریب ہی موجود تھے۔

آپ نے فرمایا۔ ”میرا چہرہ زمین پر رکھ دو کیوں کہ اب وقت بالکل قریب ہے۔  
چنانچہ عبداللہ مہدی حکم کی تعمیل کر کے لوگوں کو اطلاع کرنے کی غرض سے باہر نکلے۔  
باہر نکل کر دیکھا کہ ایک حجمِ غفیر ہے اور جب انہوں نے پوچھا کہ تم لوگوں کو حضرت ثوریؒ  
کی نازک حالت کا کیسے علم ہوا تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمیں خواب میں یہ حکم  
دیا گیا کہ سفیان ثوریؒ کی میت پر پہنچ جاؤ۔“

اس کے بعد جب حضرت عبداللہ مہدیؒ اندر داخل ہوئے تو آپ کی حالت بہت  
نازک ہو چکی تھی اور آپ نے تکیہ کے نیچے سے ایک ہزار کی تھیلی نکال کر فرمایا۔ کہ  
اس کو فقراء میں تقسیم کر دو۔ اس پر لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ آپ  
دوسروں کو تو دولت جمع کرنے سے منع کرتے رہے اور خود ایک ہزار دینار جمع  
کر لیے۔

آپ نے لوگوں کی اس نیت کا اندازہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ”ان دیناروں سے  
میں نے ایمان کا تحفظ کیا ہے۔ کیوں کہ جب ابلیس مجھ سے پوچھتا تھا کہ اب تم



کہاں سے کھاؤ گے۔ تو میں جواب دیتا۔ میرے پاس یہ دینار موجود ہیں اور جب وہ سوال کرتا کہ تمہیں کفن کہاں سے نصیب ہوگا تو اس وقت بھی میں ہی جواب دیتا۔  
حالاں کہ مجھے ان دیناروں کی قطعاً ضرورت نہ تھی مگر سو اس شیطانی کے لیے جمع کر لیے تھے۔ یہ فرما کر کلمہ پڑھا اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔



۳۹۲۔ جب حضرت ابو علی شفیق بلخیؒ مکہ معظمہ پہنچے تو آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ خانہ خدا میں رزق کی تلاش مناسب نہیں اور جب وہاں حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے ملاقات ہوئی تو ان سے سوال کیا۔ "آپ نے حصول رزق کے لیے کیا ذریعہ اختیار کیا ہے۔"  
انہوں نے جواب دیا۔ "اگر کچھ مل جاتا ہے تو شکر کرتا ہوں اور نہیں ملتا تو صبر سے کام لیتا ہوں" آپ نے فرمایا۔ "ایسا حال تو کتوں کا بھی ہے۔"

جب حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے آپ سے حصول معاش کے لیے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ "اگر کچھ مل جاتا ہے تو خیرات کر دیتا ہوں اور نہیں ملتا تو شکر سے کام لیتا ہوں۔"  
یہ سن کر حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے کہا۔ "آپ واقعی ایک عظیم بزرگ ہیں۔"



۳۹۵۔ ایک دفعہ خلیفہ وقت کے شیروں نے امام ابو حنیفہؒ، حضرت سفیانؒ، حضرت شریحؒ اور حضرت شعرؒ کے نام قاضی کے عہدہ کے لیے پیش کیے اور جب طلبی کے لیے چاروں حضرات دربار کی طرف چلے تو حضرت ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔

"میں کسی بہانے سے یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا اور سفیان تم دربار پہنچنے سے قبل ہی فرار ہو جانا اور شعر تم پاگل بن جانا۔ اس طرح شریح کو اس عہدہ کے لیے منتخب کر لیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت سفیان ثوریؒ راستہ ہی میں فرار ہو گئے اور جب یہ تینوں حضرات داخل دربار ہوئے تو خلیفہ نے امام ابو حنیفہؒ کو عہدہ قبول کرنے کا حکم دیا۔ لیکن آپ نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

"میں عربی النسل نہیں ہوں، اس لیے سرداران عرب میرے فتاویٰ کو غیر مستند تصور کریں گے۔"

اس پر جعفر نے جو اتفاق سے دربار میں موجود تھے، امام سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا



”قاضی کے لیے نسب کی نہیں، علم کی ضرورت ہے۔“

آپ نے فرمایا۔ ”یہ صحیح ہے لیکن میں اپنے اندر اس عہدے کی صلاحیت نہیں پاتا۔“  
اس پر خلیفہ چڑتے ہوئے بولا۔ ”آپ جھوٹے ہیں اور جھوٹے سے کام لے رہے ہیں۔“  
آپ نے جواب دیا۔ ”اگر میں جھوٹا ہوں تو پھر ایک جھوٹے کو یہ عہدہ تفویض نہیں کیا  
جاسکتا۔ اور اگر میرا قول سچا ہے تو جس میں قاضی ہونے کی صلاحیت نہ ہو، وہ خلیفہ کا  
نائب یا قاضی کیسے ہو سکتا ہے۔“

یہ سن کر خلیفہ نے حضرت شعر کو عہدہ قبول کرنے کو کہا لیکن وہ پاگل بن گئے سوڑ کر  
خلیفہ کا ہاتھ پکڑا اور بیوی بچوں کی خیریت معلوم کرنے لگے۔ چنانچہ خلیفہ نے دیوانہ سمجھ  
کر انہیں بھی چھوڑ دیا۔ اس کے بعد حضرت شریح کو یہ عہدہ قبول کرنے کے لیے کہا گیا تو  
انہوں نے قبول کر لیا۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد امام ابوحنیفہ نے تمام عمر شریح سے ملاقات نہیں کی۔

○

۳۹۶۔ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید اور اس کی بیوی میں کسی بات پر تکرار ہو گئی تو زبیدہ نے  
کہا۔ ”تم جہنمی ہو۔“

اس پر ہارون الرشید نے کہا۔ ”اگر میں جہنمی ہوں تو تجھ پر طلاق واجب ہے۔“ یہ کہہ کر  
بیوی سے کنارہ کشی اختیار کر لی لیکن جب جدائی برداشت نہ ہو سکی تو علماء کو بلا کر پوچھا  
”میں جہنمی ہوں یا جنتی؟“

لیکن کسی کے پاس بھی اس کا جواب نہیں تھا۔ ان علماء میں امام شافعی بھی کم سن ہونے  
کے باوجود شامل تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ ”اگر اجازت ہو تو میں اس کا جواب دوں۔“  
خلیفہ نے اجازت دے دی۔ پھر آپ نے خلیفہ سے پوچھا۔ ”آپ کو میری ضرورت  
ہے یا مجھے آپ کی۔“

خلیفہ نے جواب دیا۔ ”مجھ کو آپ کی ضرورت ہے۔“

آپ نے فرمایا۔ ”اگر یہ بات ہے تو تم تخت سے نیچے آ جاؤ کیوں کہ علماء کا مرتبہ  
تم سے بلند ہے۔“

چنانچہ خلیفہ نے تخت سے نیچے اتر کر آپ کو تخت پر بٹھا دیا پھر آپ نے خلیفہ سے



سوال کیا - تمہیں کبھی ایسا موقع بھی ملا ہے کہ گناہ پر قادر ہونے کے باوجود محض خوفِ الہی سے گناہ سے باز رہے ہو۔

اس پر ہارون الرشید نے قسمیہ عرض کیا - ہاں ایسے مواقع بھی آئے ہیں۔  
آپ نے فوراً جواب دیا - تم جنتی ہو۔

اور جب علماء نے اس کی حجت طلب کی تو آپ نے فرمایا - خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ "قصدِ گناہ کے بعد جو شخص خوفِ خدا سے رُک گیا اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔"



۳۹۷ - ایک دفعہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر بیمار ہو گئے اور لکڑی کے سہارے چلنا شروع کر دیا۔ پھر اچانک اپنے ہاتھ سے لکڑی پھینک دی۔

مریدوں نے وجہ پوچھی، تو آپ نے فرمایا - "میرے دل میں خیال آیا کہ میرا چلنا اس لکڑی کے بھروسہ پر ہے۔ اس لیے میں نے اس کو پھینک دیا۔ انسان کا بھروسہ صرف اللہ ہی پر ہونا چاہیے۔"



۳۹۸ - ایک دفعہ حضرت خواجہ بختیار کاکی اپنے رشتہ داروں اور مریدوں کے ہمراہ عید کی نماز پڑھ کر آرہے تھے۔ جب اس مقام پر پہنچے جہاں اب حضرت کا مزار ہے تو وہاں کھڑے ہو گئے اور کچھ دیر تک چپ چاپ کھڑے رہے۔ رشتہ داروں نے عرض کی "آج عید کا دن ہے۔ بہت سے لوگ مکان پر حضور سے ملنے اور کھانا کھانے کے منتظر ہوں گے۔"

حضور یہ سن کر عالمِ استغراق سے باہر آئے اور فرمایا - "مجھے اس زمین سے اہل کمال کی بُو آرہی ہے۔"

اتنا کہنے کے بعد آپ اپنے مکان پر آئے اور کھانے کے بعد حکم دیا - "جس زمین پر میں کھڑا ہوا تھا اس زمین کے مالک کو میرے پاس بلا لاؤ۔"

چنانچہ جب اس زمین کا مالک آپ کے سامنے حاضر ہوا تو آپ نے وہ زمین اس سے خرید لی اور وفات کے بعد آپ کو اسی زمین میں دفن کیا گیا۔





۳۹۹۔ حضرت غوث الاعظمؒ کے دور میں ایک شخص نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں ہفتہ بھرتا  
ایسی عبادت نہ کروں جو اس ہفتہ میں دنیا کے کسی مسلمان نے نہ کی ہو تو میری بیوی  
کو تین طلاق۔

عراق کے تمام علماء اس عجیب سوال کے جواب میں حیران تھے اور ان کو کوئی ایسی عبادت  
معلوم نہ ہوتی تھی جو کسی نہ کسی وقت میں مسلمانانِ عالم کے زیرِ عمل نہ رہی ہو۔  
جب حضرت غوث الاعظمؒ کو حال معلوم ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس شخص  
کے لیے حرمِ کعبہ میں انتظام کرو کہ کوئی مسلمان کعبہ کا طواف نہ کرنے پائے اور پھر  
اس سے کہو کہ تنہا راتِ دن طواف کرتا رہے۔ اس کی عبادت مخصوص ہو جائے گی  
اور دنیا میں کوئی مسلمان اس کا شریکِ عبادت نہ ملے گا۔ اس عمل سے اس کی بیوی  
طلاق سے محفوظ ہو جائے گی۔“



۴۰۰۔ جنگِ آزادی، ۱۸۵۷ء کے دور کا یہ واقعہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے  
متعلق ہے۔ میاں امیر احمد امپوری بارہا حاجی امداد اللہؒ سے دریافت کرتے  
تھے کہ یا حضرت! میں ہندوستان جاؤں

حضرت فرماتے تھے: ”یاں جاؤ۔“ مگر امیر احمد کو اپنے اوپر مقدمات کے دائر ہونے  
کا خطرہ تھا۔ وہ دور ایسا ہی تھا اور امیر احمد سرکارِ انگلشیہ ہند کو مطلوب بھی تھا۔  
اس واسطے شبہ ہوتا تھا کہ ضرور گرفتار اور سزا یاب ہوں گا۔ اس واسطے باوجود حضرت  
کے فرمادینے کے امیر احمد کو اطمینان نہیں ہوتا تھا۔ اور بارہا دریافت کرتے تھے۔  
ایک روز حضرت امداد اللہؒ نے ناراض ہوتے ہوئے فرمایا: کہ تمہارا جی گرفتار ہونے کو  
چاہتا ہے، میاں جاؤ۔“

اس پر میاں امیر احمد ہندوستان آئے اور چند روز دہلی کی ایک مسجد میں رہ کر حاضرِ عدالت  
ہو گئے۔ چنانچہ گرفتار کر کے جیل بھیج دیئے گئے اور بالاخر تمام مقدمات سے بری  
ہو کر اپنے گھر بخیریت پہنچ گئے۔



۴۰۱۔ ایک دفعہ سلطان علاؤ الدین خلجی نے ایک رقعہ حضرت خاں کے ہاتھ حضرت نظام الدین



اولیاء کو ارسال کیا تو آپ نے اُسے نہ پڑھا اور حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر کہا کہ اُوفا تم پڑھیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ درویشوں کو بادشاہوں کے کام سے کیا واسطہ؟ میں ایک درویش ہوں اور شہر کے ایک گوشے میں پڑا ہوا ہوں۔ بادشاہوں اور مسلمانوں کے لیے دُعا کوئی میں مشغول ہوں۔ اگر پھر بادشاہ اس وجہ سے مجھے کچھ کہے گا۔ تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے۔

جب آپ کی یہ باتیں سلطان علاؤ الدین کو پہنچیں تو وہ بہت خوش ہوا اور آپ کا معتقد ہو گیا اور اس نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کی التماس کی۔ شیخ نے فرمایا۔ آپ کے آنے کی ضرورت نہیں، میں غائبانہ دُعا میں مشغول ہوں۔ اور دُعاے غائب بہت اثر رکھتی ہے۔

سلطان علاؤ الدین نے اس کے بعد بھی ملاقات کے لیے منت سماجت کی۔ اس پر شیخ نے پیغام بھجوایا۔ اس ضعیف کے گھر کے دروازے ہیں۔ اگر بادشاہ ایک دروازے سے اندر آئے گا تو میں دوسرے دروازے سے باہر نکل جاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے سلطان سے ملاقات نہ کی۔



۴۰۲۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے رحلت سے چالیس روز پہلے کچھ نہ کھایا تھا اور آخری وقت میں جب کہ اس عالم فانی کو الوداع کہہ رہے۔ آپ فرماتے کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے اور میں نے نماز پڑھ لی ہے۔

اگر حاضرین کہتے کہ نماز تو آپ نے پڑھ لی ہے تو فرماتے دوسری بار پڑھتے ہیں۔ ہر نماز کو دوبارہ پڑھتے تھے اور فرماتے ہم جاتے ہیں، ہم جاتے ہیں، ہم جاتے ہیں۔ پھر آپ نے اقبال خادم سے فرمایا۔ اگر گھر میں کسی قسم کی کوئی چیز رکھی ہے، تو کل روز قیامت خداوند تعالیٰ کو جواب دہ ہوں گے۔

اس حکم پر خادم نے سب کچھ لٹا دیا مگر کچھ غلہ درویشوں کے چند روز کھانے کے لیے رکھ لیا۔ حضرت نے فرمایا۔ اس مردہ ریگ کو کیوں رکھ چھوڑا ہے۔ اس کو بھی باہر نکالو اور گھر میں جھاڑو پھیر دو۔

اسی وقت توشہ خانوں کو کھول دیا گیا۔ ایک دنیا جمع ہو گئی اور سب کچھ لوٹ لیا۔



بعد ازاں حاضرین نے عرض کیا کہ مخدوم کے بعد ہم مسکینوں کا کیا بنے گا۔  
آپ نے فرمایا "تمہیں میرے روضے میں اتنا مل جایا کرے گا کہ خرچ کے لیے کافی  
ہوگا۔"

انہوں نے پوچھا "ہم میں تقسیم کون کرے گا۔"  
فرمایا "وہ شخص جو اپنے حصے سے دست بردار ہو جائے گا۔"



۴۰۳۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں۔ قبل اس کے کہ میں شیخ فرید الدین  
قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ایک دن میں نے شیخ کے بھائی نجیب الدین  
کی مجلس میں اٹھ کر عرض کیا کہ ایک بار سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص اس نیت سے  
پڑھیں کہ میں کسی جگہ قاضی بن جاؤں۔

شیخ نجیب الدین نے انماض سے کام لیا۔ میں نے سمجھا کہ انہوں نے میری عرض  
نہیں سنی۔

میں نے پھر کہا کہ ایک بار سورہ فاتحہ و سورہ اخلاص اس نیت سے پڑھیں، کہ  
میں کسی جگہ قاضی بن جاؤں۔ اس مرتبہ آپ نے تبسم کیا اور فرمایا۔  
"تم قاضی نہیں، کچھ اور بنو گے۔"

واقعی اللہ تعالیٰ نے بڑا کرم کیا۔ حضرت نظام الدین اولیاء جو بنے اس سے  
ایک عالم روشن ہوا۔



۴۰۴۔ حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ دوران سفر میں راستہ بھول گیا  
معاً ایک طرف سے لپٹے کی آواز آئی۔ میں اس آواز پر آبادی کا خیال کرتے ہوئے اس  
آواز کی جانب چل پڑا۔ ناگاہ ایک جن نے ایسا طمانچہ منہ پر مارا کہ بدحواس ہو کر گر پڑا۔  
افشیت درد سے بے قرار ہو کر جناب باری میں دعا کی کہ ایسے ہی ناحق تیری امان  
میں غریب مسافر مار کھائیں گے تو چین کہاں پائیں گے۔

اتنا کہنے کے ساتھ ہی ایک شخص جن کا سر کاٹ کر میرے سامنے لے آیا۔ پھر غریب  
سے آواز آئی۔ اے ابراہیم! جب تک تو ہمارے دھیان میں تھا امن وامان میں رہا۔



جب ہمیں بھول کر کتے کی آواز پر چلا تو جن کا طمانچہ کھایا لیکن دعا اور فریاد کرنے پر اس جن کا سر کاٹ کر تیرے سامنے بھیج دیا۔  
اس کے بعد حضرت ابراہیم خواص کو اپنا کھویا ہوا راستہ بھی مل گیا۔



۲۰۵۔ ایک بزرگ ہاتھ پیر سے رہ گئے تھے، وہ اٹھنے بیٹھنے سے بھی معذور تھے! اتفاقاً

ایک مرتبہ گھر میں کوئی نہیں تھا اور نماز کا وقت بھی ہو گیا تھا۔ نماز جانے کے خیال سے زار زار روتے ہوئے بولے کہ خداوندا! میری نماز قضا نہ ہو جائے۔ نماز کے قضا ہو جانے سے اپنی قضا آجانا گوارا ہے۔

اُسی وقت آپ کے ایک پڑوسی کے دل میں خداوند تعالیٰ نے رحم ڈالا۔ اُس نے اپنے دل میں کہا کہ میرا پڑوسی معذور ہے اور آج اس کے گھر میں بھی کوئی نہیں ہے۔ مجھے جا کر اس کا حال و احوال دریافت کرنا چاہیے، شاید اُسے کسی شے کی ضرورت ہو۔

یہ سوچ کر وہ آپ کے پاس پہنچا اور بولا کہ اگر کوئی حاجت ہو تو کہیے۔ وہ بزرگ بولے۔  
”ہاں، وضو کے لیے پانی درکار ہے۔“

اس پر وہ کنوئیں پر پانی لینے کے لیے گیا۔ جب ڈول ڈال کر نکالا تو اُسے زر و جواہر سے پر پایا۔ وہ اُسے لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ وہ اُسے لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہو گیا، حاضر ہو گیا آپ نے اُسے دیکھ کر فرمایا۔

”یہ تیری مزدوری ہے خوشی سے لے لے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے مزدوری پہلے ہی ادا کر دی ہے تاکہ مجھ جیسا معذور کسی کا احسان مند نہ ہو۔“

اس کے بعد وہ شخص دو بارہ کنوئیں پر گیا۔ ڈول ڈالا تو پانی سے بھر آیا۔ پانی لے کر شیخ کے پاس پہنچا۔ آپ نے وضو کیا، نماز پڑھی اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ اس نے ایک عاصی کی نماز کو قضا نہ ہونے دیا۔

۲۰۶۔ حضرت مالک بن دینار حج کو جا رہے تھے کہ راستہ میں انہوں نے دیکھا کہ ایک کوا منہ میں روٹی لیے اڑا جا رہا ہے۔ آپ کے جی میں آیا کہ اس کو لے کر دیکھنا چاہیے کہ وہ روٹی لے کر کہاں جاتا ہے۔ تھوڑی دُور جا کر دیکھا تو وہ کوا ایک ایسے شخص کے سینے



پر بیٹھا اُسے روٹی کھلا رہا تھا۔ جس کے ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے تھے۔ روٹی کھلانے کے بعد کوٹا چونچ میں پانی لایا اور اُسے پلایا۔ جب وہ اڑ گیا تو آپ اس شخص کے پاس گئے اور اس سے یہ احوال دریافت کیا۔

وہ بولا۔ "ہمارا قافلہ حج کو جاتا تھا۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے ہمیں لوٹ لیا۔ میرے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے پھر مجھ کو مرا جان کر چھوڑ گئے۔ تین دن تک بھوکا پیاسا تڑپتا رہا۔ پانی منہ میں نہ گیا۔ جب زندگی کے ہاتھوں مایوس ہو گیا تو جناب باری میں گریہ و زاری کی۔ اے میرے کریم تیرے سوا اس نوار و زار کا خبر لینے والا کون ہے۔ اپنی رحمت سے مجھے بھوک پیاس کی مصیبت سے چھڑا۔"

دعا اس بے کس کی اللہ نے قبول کی۔ چنانچہ اس وقت سے یہ کوٹا دونوں وقت مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ جیسا کہ خود تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"



۲۰۷۔ ایک مرتبہ مشائخ جمع ہو کر کہیں دعوت کھانے کے لیے جانے لگے تو حضرت ابراہیم ادہم کو بھی بلوایا۔ وہ بھی آگئے اور جماعت میں شامل ہو گئے۔ پھر ایک اور شخص کا انتظار کرنے لگے۔ جماعت میں سے ایک آدمی نے کہا۔ "وہ دولت مند ہیں دیر سے آئیں گے۔"

یہ کلام سنتے ہی ابراہیم چپ چاپ چلے آئے کہ یہاں غیبت ہوتی ہے۔ پھر اپنے نفس کو لعنت ملامت کی۔ کہ کھانے کے لالچ میں مسلمان بھائی کی غیبت سنی۔ اور پھر ایسی دعوت کھانے سے کہ جن میں غیبت ہو۔ ہمیشہ کے لیے توبہ کی۔



۲۰۸۔ حضرت شفیق بلخی ہمیشہ دریائے دجلہ کے کنارے وعظ فرمایا کرتے تھے۔ انہی دنوں ایک قافلہ عراق کا جو کہ حج کو جا رہا تھا اس طرف سے گذرا تو ایک اونٹ والا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کوئی ایسی بات بتائیے جو سفر و حضر میں کام آئے۔ آپ نے فرمایا۔

"تین باتیں یاد رکھ! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیشہ فائدہ اٹھائے گا۔ ایک یہ کہ جو اپنے واسطے چاہے سو آقا کے لیے بھی چاہنا۔ دوسرے یہ کہ جو چیز نفیس درکار ہو وہ



مالک ہی سے مانگنا۔ تیسرے جو تجھ کو مالک سے ملے اس پر راضی رہنا اور کبھی ناخوش نہ ہونا۔ اس نے یہ باتیں پلے باندھ لیں اور چلا گیا۔  
 ایک مدت کے بعد حضرت شفیق بلخی نے دیکھا کہ وہی اونٹ والا پانی کی سطح پر چلا آ رہا ہے۔ آپ نے اسے اپنے پاس بلا کر پوچھا۔ "کیا تو وہی اونٹ والا ہے جو ہم سے تین باتیں پوچھ کر گیا تھا؟"

وہ بولا۔ "ہاں، میں وہی ہوں، اور تم وہی عالم ہو جو اوروں کو بتاتے ہو اور خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ میں نے صرف آپ کی دوہی باتوں پر عمل کیا، فیصلہ الہی سے پانی پر چلنے لگا اور جو تیسری پر بھی عمل نصیب ہوتا تو خدا جانے کس درجہ ولایت پر جا پہنچتا۔ مگر اس کی مجھ میں طاقت نہیں تھی۔ مجبور ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ چلا گیا۔"



۲۰۹۔ حامد اسود بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابواسحق ابراہیم کا ہم سفر تھا۔ ہم ایک ایسے مقام پر جا پہنچے جہاں کثرت کے ساتھ سانپ تھے۔ ہم ایک پہاڑ کی کھوہ میں مقیم ہو گئے اور جب رات کو سانپ اپنے سوراخوں سے باہر نکلے تو میں نے آپ کو آواز دی۔

آپ نے فرمایا۔ "اللہ کو یاد کرو۔"

چنانچہ میں نے اللہ کو یاد کرنا شروع کر دیا اور جب تمام سانپ ادھر ادھر گھوم کر اپنے سوراخوں میں واپس چلے گئے تو صبح کے وقت میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ آپ کے قریب کھڑی مارے بیٹھا ہے۔

میں نے آپ سے عرض کیا۔ "آپ کو اس موفی کی خبر تھیں؟"

اس پر آپ نے فرمایا۔ "آج کی رات سے زیادہ افضل میرے لیے اور کوئی رات نہیں گذری اور صدحیث ہے اس شخص پر جو ایسی افضل رات میں خدا کے سوا کسی دوسری چیز سے خبردار ہو۔"



۲۱۰۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود فرماتے ہیں کہ وہ بدایون کے ایک موضع ترک امی میں مقیم تھے۔ ایک دن حضرت مولانا مخلص الدین اپنے شاگردوں کے ساتھ سیر کو جا رہے



پہنچ گئے اور وہاں آپ نے اس باغ کا صحیح اندازہ لگایا کہ یہ سیب اسی باغ کا ہے۔ اس باغ کے مالک جناب عبید اللہ ہومعی تھے۔ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کر کے معافی کے خواست گار ہوئے۔ آپ انہیں دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ ضرور کسی اعلیٰ خاندان کا چشم و چراغ ہے۔

جناب سید عبید اللہ ہومعی نے آپ سے فرمایا۔ ”آپ کو معافی اس شرط پر مل سکتی ہے کہ آپ میری اندھی، گونگی، اپاہج اور بہری بیٹی کو اپنی بیوی بنانا قبول کر لیں۔ آپ نے منظور کر لیا۔ چنانچہ شادی ہو گئی۔

جب جلد عروسی میں پہنچے تو وہاں ایک صحت مند اور حسین و جمیل عورت کو پایا۔ سخت پریشانی ہوئی۔ قریب تھا کہ کسی الجھن میں پڑ جاتے کہ آپ کے خسر نامدار نے اس الجھن کو رفع کر دیا۔ فرمایا۔

”ہاں، یہی تمہاری بیوی ہے۔ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ درست ہے۔ میرا مطلب ان باتوں سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میری بیٹی ایسی تربیت یافتہ ہے کہ احکام الہی کے خلاف کبھی بھی شیطان کے بہکائے نہیں بہک سکتی۔“

یہ بی بی جناب فاطمہ ام الخیر تھیں جن کی آغوشِ محبت میں جناب سیدنا عبدالقادر جیلانی نے پرورش و تربیت پائی۔



۴۱۶ - حضرت شیخ علی ہجویری فرماتے ہیں کہ خراسان کے راستہ میں ایک گاؤں پڑتا ہے۔

جب میں اس گاؤں میں پہنچا تو مجھے متصوفین کی ایک جماعت نظر آئی۔ میں نے ایک کھردرا لباس پہنا ہوا تھا۔ ہاتھ میں ایک ڈنڈا اور پانی کا برتن تھا۔

اس جماعت نے مجھے حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھا اور ان میں سے کسی نے مجھے نہیں پہچانا۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے میرے بارے میں ایک دوسرے سے کہا۔ کہ یہ ہم سے نہیں ہے۔

بے شک میں ان میں سے نہیں تھا لیکن میرے لیے وہاں رات گزارنا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے مجھے خانقاہ کے نچلے حصے میں ٹھہرایا اور خود بالائی منزل پر چلے گئے۔ کھانے کے وقت مجھ کو ایک سوکھی روٹی دے دی، خود بڑے عمدہ کھانے کھا رہے تھے،



جس کی خوشبو مجھ تک آرہی تھی - وہ کھانا کھا چکے تو غروبوزہ کھانے لگے - ازراہ تمسخر پھلکے مجھ پر پھینکتے اور میرا مذاق اڑاتے رہے - مگر وہ جس قدر مجھ پر طنز کرتے اور میرے خلاف باتیں کہتے مجھے ان سے رنج پہنچنے کی بجائے خوشی ہوتی - اس طرح ملامت سہنے سے میری مشکل حل ہو گئی اور اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ مشائخ اپنے ہاں ایسے لوگوں کو کیوں گوارا کر لیتے ہیں -



۲۱۷ - حضرت میاں میر کے ایک مرید شیخ نتھا کی روایت ہے کہ آپ موسم گرما میں حجرہ کی چھت پر مصروف عبادت رہتے تھے - ایک دن مجھ سے فرمایا کہ پانی کا ایک آنچورہ اور ایک پنکھا میرے پاس رکھ کر سو رہو -

خادم کتا ہے کہ میں نے پنکھا تو رکھ دیا البتہ پانی کا کوزہ پاس رکھنا یاد نہ رہا - آدھی رات کو مجھے یہ بات یاد آئی تو میں آنچورہ لے کر اوپر پہنچا تو وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ موجود نہیں ہیں - کپڑے اور دوسرا سامان موجود تھا - تلاش کیا اور سوچا کہ ممکن ہے حجرہ میں تشریف فرما ہوں - میں چراغ جلا کر حجرہ میں پہنچا - وہاں بھی آپ موجود نہ تھے - حیران ہو کر میں بیٹھ گیا - فجر کی نماز کے وقت حضرت نے آواز دی کہ وضو کے لیے پانی لاؤ - میں فوراً پانی کا کوزہ لے کر اوپر پہنچا - میں نے دریافت کیا - حضور کہاں تشریف لے گئے تھے -

پہلے تو آپ نے ارشاد فرمایا - "تم نے خواب دیکھا ہے"

میں نے عرض کیا - حضور! اگر آپ یہ راز منکشف نہیں فرمائیں گے تو تمام عمر یہ خطرہ رہے گا - آپ نے فرمایا، بتاتا ہوں لیکن ہماری زندگی میں کسی سے نہ کہنا - اگر کسی پر یہ راز کھولے گا، تو نقصان کا اندیشہ ہے - پھر فرمایا "میں اس وقت غارِ حرا میں تھا"

میں نے دریافت کیا - "غارِ حرا کہاں واقع ہے"

آپ نے فرمایا - یہ وہ غار ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت سے قبل خلیفہ کی عبادت اور اس کی تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے - مجھے حاجیوں پر افسوس ہوتا ہے کہ حج کے لیے جلتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لیے بھی اس غار میں نہیں جاتے - اگر کسی کی بارہ سال کی عبادت سے بھی انشراح نہ ہو - اسے اس غار میں ایک ہی رات میں اندر جلوے نظر آتے ہیں اور اس کے سینے میں کشادگی آجاتی ہے -





۴۱۸۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند جب مکہ مکرمہ پہنچے تو حاجی رسم قربانی ادا کر رہے تھے آپ نے فرمایا: "ہمارا بھی ایک لڑکا ہے۔ ہم نے بھی اسے راہِ مولا بھینٹ پڑھا دیا۔ آپ کے ہمراہ جو مریدین تھے انہوں نے اس دن اوتارِ ریح کو حافظے میں محفوظ کر لیا جب بخارا کو واپسی ہوئی تو تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ حضرت کے لڑکے نے اسی قربانی کے دن وفات پائی تھی۔"

۴۱۹۔ شیخ امان پانی پتی نے فرمایا: "میرے نزدیک درویشی کا سرمایہ دو چیزیں ہیں۔ تہذیبِ اخلاق اور محبتِ خاندانِ رسولِ پاکؐ۔"

اگر آپ کے درس کے وقت سادات کے بچے کھیلتے ہوئے اس کو چہرے میں آجاتے تو یہ کتاب بغل میں لے کر کھڑے ہو جاتے اور جب تک وہ بچے کھڑے رہتے آپ کو بیٹھنے کی مجال نہ ہوتی تھی۔

۴۲۰۔ ایک دفعہ ایک دیوانہ شیخ امان پانی پتی کے پاس آیا اور کہا: "امان! اسی وقت میرے لیے آسمان سے ہزار گائیں اتری تھیں اور ابھی مغلوں نے سب چھین لیں۔ تم ذرا میرے ساتھ چلو اور ان سے میری گائیں دلو اور۔"

حاضرینِ مجلس نے مضحکہ اڑایا۔ آپ نے ان کو منع کیا۔ آپ نے درویش کی خدمت کی اور کھانا حاضر کیا اور پانی دیا۔

درویش نے کھانا کھایا اور پانی پی کر سو رہا۔ تب اس کی وہ حالت جاتی رہی اور چلا گیا۔ پھر آپ نے اپنے یاروں سے کہا: "مجذوبوں کو چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ تم کیسے انکار کرتے ہو۔ عالمِ خودی سامنے نہیں ہے۔ کیا عجب اگر اس کو ایسے ہی دکھلایا گیا ہو؟"

۴۲۱۔ ملا نور محمد ناری نے فرمایا کہ ایک دفعہ مسجد میں کچھ محتسب بیٹھے ہوئے تھے اور صبح کی نماز کا وقت تھا۔ سلطان جلال الدین قریشی آئے اور صفت کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور نماز کی نیت باندھ لی۔

لوگوں کو ان کی یہ حرکت ناگوار معلوم ہوئی پھر چونکہ نماز کا وقت تنگ تھا اور انہوں نے



لمبی قرأت پڑھی اور نماز بھی ننگے سدا کی۔ لہذا اس کو وجہ الزام بنا کر لوگ ان سے بحث کرنے لگے۔

انہوں نے فقر کی اتنی روایتیں پڑھیں کہ سب لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ آخر میں اس حدیث کا ذکر کیا۔

”ترجمہ“ جو مجھے دل میں یاد کرتا ہے، میں بھی اس کو دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کو یاد کرتا ہوں۔“

اس کے بعد بے اندازہ کلام کیا۔ اس کے ساتھ ہی اٹھ کر جنگل کی جانب روانہ ہو گئے۔



۴۲۲۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بیٹے حماد نے سورہ فاتحہ مکمل پڑھ لی تو امام ابو حنیفہؒ کو بھی اس کی خبر ہوئی۔ امام نے فوراً معلم کو بلوا بھیجا۔ وہ آیا تو امام صاحب نے بڑے ادب و احترام سے اس کی خدمت میں ایک ہزار درہم کی تھیلی پیش کی اور استدعا کی کہ اسے قبول کر لیا جائے۔

معلم نے تھیلی ہاتھ میں لے کر کہا۔ ”محترم امام! میں حیران ہوں کہ آپ کے صاحبزادے حماد کو سورہ فاتحہ ختم کرا کے میں نے کون سا ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ آپ مجھے اتنی بڑی رقم عطا فرما رہے ہیں۔“

یہ سن کر حضرت ابو حنیفہؒ نے معلم کو جواب دیا۔ ”تم نے میرے بیٹے کو سورہ فاتحہ ختم کرا کر حقیقتاً ایک بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے کیوں کہ میری رائے میں علم سے واقف کرانا ایک روشن کارنامہ ہے۔ خدا کی قسم اگر اس وقت میرے پاس ایک ہزار درہم سے زائد رقم ہوتی تو میں بلا تاخیر ساری کی ساری تمہیں دے ڈالتا۔“



۴۲۳۔ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ اپنے پیر و مرشد روشن ضمیر اور عظیم محترم جناب شیخ داؤد شیرگرٹھی کی خدمت میں تیس برس رہ کر لاہور تشریف لائے اور سلسلہ رشد و ہدایت کا آغاز کیا۔ نیز کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے مرشد کے حکم کے مطابق جب شیرگرٹھ سے لاہور کا سفر اختیار کیا تو راستہ میں جہاں جہاں آپ ٹھہرے وہاں مسافروں کی سہولت کے لیے جا بجا کنوئیں باغیچے اور پختہ تالاب بناتے چلے گئے۔





۲۲۴ - ایک دن حضرت غوث الاعظمؒ وعظ فرما رہے تھے۔ حضرت شیخ علی بن ہدیبیؒ آپ کے قریب بیٹھے تھے کہ ان کی آنکھ لگ گئی۔

غوث الاعظمؒ نے اہل مجلس سے کہا کہ چپ ہو جاؤ۔ آپ خود بھی منبر سے نیچے اتر آئے اور شیخ کے سامنے باادب ایستادہ ہو گئے۔ پوری توجہ سے شیخ کو دیکھتے رہے جب شیخ نے آنکھیں کھولیں۔ تو غوث الاعظمؒ نے دریافت کیا۔ کیا رسول پاکؐ کو آپ نے خواب میں دیکھا ہے؟

انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کے لیے کھڑا ہو گیا تھا۔

آپ نے شیخ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کن کن باتوں کی تلقین فرمائی انہوں نے کہا۔ اس بات پر زور دیا ہے کہ میں آپ کی صحبت میں رہوں۔

بعد ازاں شیخ علی ہدیبیؒ سے بعض اشخاص نے یہ پوچھا کہ غوث الاعظمؒ کے اس ارشاد کا کیا منشا ہے کہ "من از برائے باادب آں ایستادہ بودم"

جواب میں ارشاد فرمایا۔ "میں جو کچھ خواب میں دیکھ رہا تھا، غوث الاعظمؒ اس کا مشاہدہ پیداری میں فرما رہے تھے۔"



۲۲۵ - ایک دفعہ حضرت شیخ ابوسعید قیلویؒ طہارت کے لیے تشریف لیے جاتے تھے۔ پانی کا لوٹا کسی مرید کے ہاتھ میں تھا۔ اتفاقاً لوٹا ہاتھ سے چھوٹا اور گر کر ٹوٹ گیا۔ حضرت نے ٹوٹے ہوئے لوٹے کو درست کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ خود بخود پانی سے لبریز بھی ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے اسی سے وضو فرمایا۔



۲۲۶ - حضرت شیخ ابو عبد اللہ قصبی البانؒ موصلی سے قاضی وقت کو بعض وجوہ کی بنا پر شدید اختلاف تھا۔ ایک روز کی بات ہے کہ آپ موصل کے کسی کوچے سے گزر رہے تھے کہ قاضی شہر سے آنا سامنا ہو گیا۔ قاضی نے دل میں سوچا کہ آج انہیں گرفت میں لے کر حاکم وقت کی تحویل میں دے دینا چاہیے تاکہ اس کے حکم سے انہیں عبرتناک سزا ملے۔



ابھی قاضی اسٹیشن پہنچ میں تھا کہ اس نے دُور سے گرد و غبار اُڑتے ہوئے دیکھا جب یہ گرد و غبار کا چکر قریب پہنچا تو اس میں سے ایک شخص نمودار ہوا جو فقیرانہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ اُس نے قاضی سے دریافت کیا۔ "وہ کون سا قصبہ البان ہے جسے حاکم سے سزا دلوانے کی ٹھانی ہے۔"

اس پر قاضی کو جواب کی ذات کے بارے میں شکوک و شبہات تھے اُن کا ازالہ ہو گیا۔ اس نے فوراً توبہ کی اور اس کے بعد آپ کے مریدوں میں شامل ہو گیا۔



۲۲۷۔ بادشاہ جہانگیر اکثر یہ بات کہا کرتا کہ میں نے کوئی کام ایسا نہیں کیا کہ جس سے نجات کی کوئی اُمید ہو۔ البتہ میرے پاس یہ ایک دستاویز ہے کہ مجھ سے ایک روز جناب شیخ احمد سرہندی نے فرمایا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں جنت میں لے گیا تو ہم تمہارے بغیر نہ جائیں گے۔"



۲۲۸۔ حضرت جلالِ خواصؒ فرماتے ہیں کہ میں تیبہ بنی اسرائیل میں تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے ساتھ چلتے دیکھا۔ مجھے تعجب ہوا۔ جب انہوں نے میرا نام لے کر مجھے پکارا تو میں نے کہا۔ "حق تعالیٰ کی قسم ہے سچ بتائیے کہ آپ کون ہیں؟" فرمایا "میں حضرت ہوں۔"

میں نے عرض کیا "کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ حضرت امام شافعیؒ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔"

فرمایا "وہ اوقات میں سے ہیں۔"

میں نے کہا "احمد بن حنبلؒ کے حق میں کیا کہتے ہیں۔"

فرمایا۔ "وہ آدمی صدیق ہے۔"

میں نے پھر کہا۔ "بشر ابن حارثؒ کی نسبت آپ کیا کہتے ہیں۔"

فرمایا۔ "اُن کے بعد پھر ویسا آدمی پیدا نہیں ہوا۔"

میں نے کہا۔ "میں نے کس کی برکت سے آپ کو دیکھا ہے۔"

حضرت خضرؒ نے فرمایا۔ "مجھے یہ سعادت اپنی والدہ کی خدمت کے طفیل حاصل



ہوتی ہے۔

○

۲۲۹۔ روایت ہے کہ جب سہل ابن عبداللہ تشریف کی وفات ہوئی۔ تو لوگ ان کے جنازے پر گریے پڑتے تھے۔

شور و غل سُن کر دریافتِ حال کے لیے ایک یہودی اپنے مکان سے نکل آیا۔ جس کی عمر ستر برس سے زیادہ تھی۔ جنازہ دیکھ کر لوگوں سے دریافت کرنے کے بعد بولا: "جو کچھ میں دیکھتا ہوں۔ وہ بھی تمہیں نظر آتا ہے۔"  
لوگوں نے پوچھا۔ "تو کیا دیکھتا ہے۔"

وہ بولا "آسمان سے جوق در جوق فرشتے جنازے میں شرکت کے لیے چلے آ رہے ہیں۔" اتنا کہنے کے بعد وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔

○

۲۳۰۔ جب شعواثہؓ بہت بوڑھی ہو گئیں اور عبادت نماز وغیرہ سے بھی عاجز ہو گئیں، تو انہوں نے ایک شخص کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا۔

(ترجمہ) "جب تک ہمارا غم ہے آنسو بہاؤ۔ کیوں کہ آہ وزاری سے غمگینوں کو کبھی شفا نہیں ہوتی۔ اپنی عادت کے مطابق روزہ و نماز میں کوشش کرو۔ یہی خدا کے نیک بندوں کی عادت اور حالت ہے۔"

یہ اشعار سُن کر حضرت شعواثہؓ رگہ رگہ یہ وزاری کرنے لگیں اکثر یہ شعر کہا کرتیں۔

(ترجمہ) "نادان! اپنے ٹھکانے سے بے خوف ہو گیا ہے۔ ایک روز اتنا ہی ڈرے گا۔ جتنا وہ نڈر ہے۔"

ایک روز فضیل ابن عیاضؓ ان کے پاس آئے اور کہا۔ "میرے واسطے دعا کریں۔" کہنے لگیں کہ ایک فضیل! کیا خداوند عالم کے اور تمہارے درمیان یہ راز نہیں ہے کہ اگر آپ دعا کریں گے تو وہ قبول فرمائیں گے۔"

یہ سُن کر حضرت فضیلؓ نے ایک چمچ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔

○

۲۳۱۔ حضرت حبیبِ عجمیؓ کی زوجرات کے وقت انہیں جگاتی اور کہتی تھیں۔ "کھڑا ہو جا"



اٹھے شخص ارات گذر گئی اور راستہ دراز ہے اور ہمارے پاس زاد راہ بہت قلیل ہے اور نیکوں کے قافلے ہم سے پہلے نکل چکے اور ہم رہ گئے۔



۴۳۲۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ جب وہ عشاء کی نماز پڑھ چکی تو عمدہ کپڑے پہنتی، خوشبو لگاتی اور دھونی لیتی پھر مجھ سے کہتی "کیا تجھے میری ضرورت ہے۔ اگر میں ہاں کہتا تو وہ میرے پاس رہتی اور اگر کہتا نہیں تو وہ کپڑے اتار دیتی اور صبح تک نماز میں کھڑی رہتی۔"



۴۳۳۔ ایک مرتبہ ایک درویش ملاں یوسف نے حضرت بابا فرید الدین کی خدمت میں عرض کیا۔ "کہ جناب مولانا نظام الدین دہلوی تو چند روز آپ کی خدمت میں رہے اور فیوض باطنی سے مالا مال ہو کر چلے بھی گئے ایک میں ہوں کہ برسوں سے آپ کی خدمت میں پڑا ہوں مگر آپ کے فیوض باطنی سے یکسر محروم ہوں۔"

یہ شکایت سن کر آپ نے ایک چھوٹے سے بچے کو بلایا اور اس سے کہا "بیٹا! وہ سامنے جو اینٹیں پڑی ہوئی ہیں ان میں سے ہمارے لیے ایک اینٹ لے آؤ۔"

وہ بچہ گیا اور آپ کے لیے ایک عمدہ سی اینٹ لے آیا۔ پھر آپ نے اس سے کہا "اچھا اب ایک اینٹ مولانا نظام الدین کے لیے بھی لے آؤ۔"

وہ بچہ پھر گیا اور ایک عمدہ سی اینٹ اور لے آیا۔ اس کے بعد آپ نے پھر فرمایا "اچھا اب ایک اینٹ ملاں یوسف کے لیے بھی لے آؤ۔"

وہ بچہ پھر گیا اور ایک اینٹ اٹھا لایا۔ مگر اب کے جو اینٹ لایا وہ اینٹ کا ایک بے ڈھنگا سا ٹکڑہ تھا۔

آپ نے ملاں یوسف سے فرمایا "اس میں میری کچھ کوتاہی نہیں۔ یہ تمہاری ناقابلیت کا نتیجہ ہے اور قسمت کی بات ہے۔ ورنہ میرے لیے تو سب برابر ہیں۔"



۴۳۴۔ حضرت بختیار کاکلی کی شان فقر یہ تھی کہ ایک مرتبہ شاہی حاجب اختیار الدین ایک آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کئی گاؤں بطور نذر پیش کیے۔ آپ نے فرمایا "جس کا دل



اللہ کی یاد سے آباد ہو وہ گاؤں لے کر کیا کرے گا۔ چنانچہ آئندہ کے لیے تہنہہ کر کے انہیں واپس کر دیا۔



۲۳۵ - حضرت مالک دینار سے مروی ہے کہ وہ اپنے ایک قریب المرگ ہمسایہ کے پاس گئے۔ وہ شخص کہنے لگا۔

اے مالک! آگ کے پہاڑ میرے سامنے ہیں اور میں ان پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ حضرت مالک فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے عزیزوں سے دریافت کیا کہ یہ شخص کیا کرتا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ اس کے پاس دو پیانے تھے۔ ایک سے خریدتا تھا اور ایک سے بیچتا تھا۔ (یعنی بڑے پیانے سے خریدتا اور چھوٹے پیانے سے فروخت کرتا تھا) آپ نے وہ دونوں پیانے منگوا کر توڑ ڈالے پھر آپ نے اس سے دریافت کیا کہ اب کیا حال ہے۔

کہنے لگا کہ شدت زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ کم تولنے والے کی نجات ممکن نہیں۔



۲۳۶ - ایک دفعہ کی بات ہے کہ دریائے نیل میں طغیانی آگئی۔ وہاں کے لوگوں نے اس وقت کے ولی اللہ حضرت شیخ ابو عمرو قرشی کی جانب رجوع کیا۔ اور یہ درخواست کی کہ پانی کی سطح ذرا نیچی ہو جائے۔

آپ نے دریا کے کنارے بیٹھ کر وضو فرمایا۔ نماز پڑھی۔ آپ کے باطنی اثر سے پانی کی سطح نیچی ہو گئی اور جو خطرہ لاحق تھا ٹل گیا، آئندہ سال بھی طغیانی نہ آئی اور پانی کم ہی رہا۔ مصر کے باشندوں نے پھر درخواست کی کہ پانی کی سطح پہلے سے کچھ اونچی ہو جائے۔ آپ نے دریا کے کنارے وضو کیا۔ نماز پڑھی، اس سے پانی پھر سے بڑھنا شروع ہو گیا۔ آپ کی دعا اور برکت سے زراعت خوب ہوئی اور حسب منشا ہوئی۔



۲۳۷ - کسی وزیر نے حضرت شیخ محمد المشہود میاں میر سے عرض کیا کہ حضرت اپنے کسی خاص وقت میں جب آپ کا مزاج اور طبیعت نسبتاً بہتر ہو، اس نیاز مند کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے۔



آپ نے فرمایا کہ وہ وقت کتنا منحوس ہوگا کہ جب یادِ الٰہی سے غافل ہو کر کسی غیر کا دھیان میرے ذہن میں آئے گا۔



۴۳۸۔ ایک رئیس نے اپنے لڑکے کی تعلیم کے واسطے معلم کی خدمات حاصل کیں۔ معلم نے بڑی محنت سے لڑکے کو لکھنا پڑھنا اور ادب دینا شروع کیا۔ ایک عرصہ کے بعد لڑکے نے استاد سے کہا۔

”میرا باپ امیر کبیر ہے مگر آپ کے لائق کوئی خدمت نہیں کرتا۔ کیا کروں، شرم کے مارے میں ڈوبا جاتا ہوں۔ اگر میں کسی لائق ہوتا تو ضرور آپ کی خدمت بجالاتا۔ لہذا مجھے کوئی ایسی بات بتائیے کہ جس سے میں دنیا کے بکھڑوں سے بچ جاؤں اور میری عاقبت بھی سدھ۔“

معلم نے اسے کہا۔ ”خاموشی میں دونوں جہاں کی سلامتی ہے۔ جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”جو چپ رہا سلامت رہا۔ سب بلا سے بچا“ دوسری حدیث میں ارشاد ہے ”سب خرابی گویائی سے آتی ہے۔ اگر کوئی بات بے دینی کی کہہ دی ایمان میں خلل آیا اور جو کسی آدمی کو برا کہا مار کھائی۔“

لڑکے نے استاد کی نصیحت گروہ میں باندھی اور بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ کوئی بھی اسے بلاتا، اسے جواب نہ دیتا اور نہ کوئی بات منہ سے کرتا۔ لوگوں میں چرچا ہوا کہ امیر کا لڑکا گونگا ہو گیا ہے۔ شدہ شدہ امیر تک یہ خبر پہنچی۔ امیر یہ سن کر سخت پریشان اور بے قرار ہوا۔ اس نے بیٹے کا گونگا پن دور کرنے کے لیے دور و نزدیک سے طبیب بلائے ہر ایک نے دوائیں دیں مگر افاقہ قطعاً نہ ہوا۔ امیر کے بیٹے نے نہ بولنا تھا نہ بولا تب امیر لاچار ہو کر بیٹھ رہا۔

ایک دن تفریحاً شکار کو چلا گیا۔ لڑکے کو بھی ہمراہ لے گیا۔ ناگاہ ایک جانور بولا۔ بولتے ہی کسی نے اسے جان سے مار ڈالا اور لاکر لڑکے کے آگے ڈال دیا۔ لڑکے نے لاش دیکھی تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکل گیا۔ ”اگر نہ بولتے تو مارے نہ جاتے۔“

لڑکے کے منہ سے یہ سنتے ہی سب خوشی سے پھول گئے۔ جلدی سے امیر کو جاکر خوشخبری سنائی کہ لڑکا بول پڑا ہے۔ امیر نے اسی وقت اپنے بیٹے کو اپنے پاس بلایا۔ اس سے بات



کی۔ مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر سے خاموشی اختیار کر لی۔ امیر کو اس کے اس رویے پر اتنا غصہ آیا کہ اس نے چلا کر اپنے غلاموں سے کہا۔

”کوڑا لاؤ اور جلد جا کر جلاؤ کو بھی بلاؤ پھر اس نامعقول لڑکے کے کپڑے اتار کر جسم کی جلد اڑاؤ اور بعد اس کے قتل کر دو۔“

تب لڑکا عاجز ہو کر بولا۔ ”سچے نبی نے سچ کہا“ جو چپ رہا وہ سلامت رہا اور جو بولا سو مارا گیا۔“



۲۳۹۔ ایک دن زبیدہ خاتون زوجہ ہارون الرشید مکان میں بیٹھی ہوئی سنگھار کرتی تھیں ناگاہ غلطی سے ایک غلام چلا آیا۔ وہ اسی وقت پروے میں چلی گئیں مگر احتیاطاً اس سے دریافت کر آیا کہ کوئی بال میرے سر کا تو نہیں دیکھا۔“

غلام بولا۔ ”شاید جلدی میں نظر پڑ گئی ہو پھر ملکہ نے شبہ کے خیال سے چند بال ترشوا ڈالے کہ جس بال پر اجنبی کی نظر پڑی اس کا رکھنا وبال ہے۔“



۲۴۰۔ حضرت سلمان فارسی شہر مدائن کے حاکم تھے اور پانچ ہزار درہم بیت المال سے پلتے تھے۔ سب خدا کی راہ میں لٹا دیتے تھے۔ خود خرمنے کے پتوں کی زنبیل بناتے اور اونٹ کے بالوں کا لباس پہنتے۔ جو بکریاں بیت المال سے حصہ میں آتیں، ذبح کر کے غربا میں تقسیم کر دیتے اور ان کی کھالوں کے چمڑے سے مشکیزے اور زنبیلیں بنا کر مجاہدین کے صرف میں لاتے۔

ایک دفعہ کوئی شخص آپ کے میلے کچیلے کپڑے دیکھ کر آپ کو مزدور سمجھا اور کچھ بوجھ ان کے سر پر رکھوا کر لے گیا۔ راہ میں کسی نے امیر کو دیکھ کر اسے سلام کیا اور بولا ”یا امیر! خیر تو ہے۔“

اسباب کا مالک فوراً سمجھ گیا کہ یہ کوئی سردار ہے اس لیے فوراً قدموں پر گر پڑا اور عابری سے بولا کہ مجھ سے خطا ہوئی۔ اللہ مجھے معاف کیجئے۔“

آپ نے فرمایا۔ تیرے گھر تک حسب وعدہ سامان پہنچانا ضروری ہے اس لیے اسے پہنچا کر دم لوں گا۔“ اس نے کافی خوشامد کی مگر آپ نہ مانے۔ جب اس کے گھر پہنچے تب



اس سے قسم لی کہ خبہ وار آئیدہ کو ہر قسم کے آدمی سے اس قسم کی مزدوری نہ لینا۔



۴۴۱۔ جس زمانہ میں حضرت شیخ ابوالخیر قطع کوہ لبنان پر مقیم تھے تو بادشاہ وقت نے حسب معمول وہاں کے فقراء میں ایک ایک دینار تقسیم کیا لیکن آپ نے اپنا دینار ایک ساتھی کو دے کر شہر کا رخ کیا۔

اتفاق سے اُس دن آپ نے بلا وضو قرآن پاک کو ہاتھ لگا دیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بہت فکر مند اور پریشان تھے اور جب اس پریشانی کے عالم میں آپ شہر کے بازار میں پہنچے تو وہاں لوگوں نے چوری کے جرم میں کچھ افراد کو گرفتار کر رکھا تھا اور وہاں کے صوفیاء نے آپ کو بھی پریشان دیکھ کر گرفتار کر دیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ صرف مجھے گرفتار کر کے باقی تمام افراد کو چھوڑ دو۔ کیوں کہ میں ہی ان سب کا سرغنہ ہوں اور جو سزا تم ان سب کو دینا چاہتے ہو وہ سب مجھ کو دے دو۔ چنانچہ آپ کا ہاتھ کاٹ کر باقی ماندہ افراد کو رہا کر دیا گیا۔ اور جب بعد میں یہ علم ہوا کہ آپ حضرت ابوالخیر ہیں، تو ندامت کے ساتھ سب نے آپ سے معافی چاہی اور آپ کو رہا کر دیا۔

اس کے بعد جب آپ گھر پہنچے تو اہل خانہ نے آپ کا کٹا ہوا ہاتھ دیکھ کر توجہ وزاری شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ رنج و غم کی بجائے خوشی مناؤ کہ اگر ہاتھ نہ کاٹا جاتا تو قلب کاٹ دیا جاتا۔ اس لیے کہ یہ وہ ہاتھ ہے کہ جس سے میں نے بلا وضو قرآن پاک کو چھو لیا تھا۔



۴۴۲۔ ایک روز حضرت شیخ حسین میاں غیاث کی ملاقات کو گئے۔ میاں غیاث پانی کی پاکیزگی اور ظروف کی نگہداشت میں اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ کبھی دیکھنے میں نہیں آئی اور ان کو غصہ بھی فوراً آتا تھا۔

شیخ حسین نے ٹسکے میں سے پانی پی کر آنچورہ زمین پر رکھ دیا۔ میاں غیاث غضب آو ہو گئے اور آواز دی کہ ہائے ہائے یہ برتن ناپاک کر دیا۔

ان کے یہ کہتے ہی شیخ حسین نے آنچورے کو زمین پر دے مارا اور کہا کہ اگر ناپاک ہو گیا ہے تو اس کا توڑ دینا بہتر ہے۔ میاں غیاث ہنس پڑے اور ان کو گلے سے



لگایا اور کچھ نہ کہا۔

○

۲۲۳ - میاں غیاث گجرات کے شہر بہڑوچ میں رہتے تھے۔ آپ لوگوں کی ضرورت کی ہر چیز اور جنس اپنے پاس محفوظ رکھتے اور خیرات میں دیتے تھے۔ سونا، کپڑا، کھانے کی چیزیں، ادویہ، کتابیں اور اسباب و آلات غرضیکہ سب کچھ آپ کے گھر میں موجود ہوتا۔ آپ کے اعمال میں یہ سب سے افضل عمل تھا۔

حضرت سیدی شیخ عبدالوہاب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ سے پوچھا۔ "یا رسول اللہ! اس زمانے میں سب سے افضل کون ہے؟"

فرمایا۔ "سب سے افضل میاں غیاث ہیں۔"

○

۲۲۴ - ایک دفعہ سماع کی مجلس تھی۔ اہل محفل اور مولانا رومؒ پر وجہ کی حالت تھی۔ ایک شخص بے خودی کی حالت میں ترپٹتا تو مولانا سے جا ٹکراتا چند مرتبہ ہی اتفاق ہوا۔ لوگوں نے بزور اس کو مولانا کے پاس سے ہٹا کر دور بٹھا دیا۔ آپ نے ناراض ہو کر فرمایا۔

"شراب اس نے پی ہے اور بدستی تم کرتے ہو۔"

○

۲۲۵ - ایک دفعہ سخت جاڑوں کے دن تھے۔ مولانا رومؒ نماز میں اس قدر روئے کہ تمام چہرہ اور داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ جاڑے کی شدت کی وجہ سے آنسو جھمک رہے ہو گئے۔

○

۲۲۶ - حضرت جنید بغدادی کے عہد کا واقعہ ہے کہ ایک چور کو سولی پر لٹکایا ہوا تھا۔ حضرت جنید نے دیکھا تو آگے بڑھ کر چور کے پاؤں چومے۔

حاضرین نے حیران ہو کر اس فعل کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا۔ یہ چور تحسین و تعریف کا مستحق ہے کہ اپنے کام میں بڑی جوانمردی کے ساتھ لگا رہا اور اپنے



فن میں اس نے اتنا کمال حاصل کیا کہ آخر اس مقام تک پہنچ گیا لیکن پھر بھی اس نے توبہ نہیں کی۔



۴۴۷ - بزرگوں سے مروی ہے کہ ایک بار میں طواف کر رہا تھا۔ ناگاہ ایک عورت پر نظر پڑی جس کے کاندھے پر ایک چھوٹا بچہ تھا اور وہ چلا چلا کر کہہ رہی تھی۔ "یا کریم! یا کریم! عہدک القدیم"

میں نے اس عورت سے دریافت کیا۔ "کہ تیرے اور اللہ کے درمیان کیا عہد ہے۔" وہ بولی۔ "ایک بار میں کشتی میں سوار ہوئی۔ ایک قوم تاجروں کی ہمارے ساتھ تھی۔ اتفاقاً بہت زور کا طوفان آیا اور کشتی غرق ہو گئی اور سارے آدمی کشتی کے غرق ہو گئے۔ صرف میں اور یہ بچہ ایک تختہ پر اور ایک حبشی مرد جو دوسرے تختہ پر تھا، سلامت رہے۔ جب صبح ہوئی تو اس حبشی نے میری طرف دیکھا اور پانی کو ہٹاتے ہٹاتے میرے قریب آیا اور ہمارے تختہ پر سوار ہو گیا اور مجھے راضی کرنے لگا۔

میں نے کہا "اے بندہ خدا کیا تجھے کچھ بھی خوفِ خدا نہیں ہے۔ ہم بلا میں گرفتار ہیں جس سے بجز اللہ کی اطاعت کے خلاصی ممکن نہیں۔ چہ جائیکہ اس کی نافرمانی کریں۔" اس نے کہا "یہ باتیں چھوڑو۔ میں ضرور یہ کام کروں گا۔"

یہ بچہ میری گود میں سویا ہوا تھا۔ میں نے اس کے چٹکی بھر لی، یہ جاگ کر رونے لگا۔ میں نے کہا۔ "اے بندہ خدا ذرا صبر کر، میں اس بچے کو سڈالوں پھر جو مقدر میں ہو گا ہو جائے گا۔ اس حبشی نے ہاتھ لمبا کر کے بچے کو دریا میں ڈال دیا۔ میں نے آسمان کی جانب نگاہ کر کے کہا۔ "اے اللہ! تو آدمی اور قلبی ارادوں میں حائل ہونے والا ہے۔ اپنی طاقت اور قدرت سے میرے اور اس کے درمیان جدائی کر دے۔ تو سب چیزوں پر قادر ہے۔"

قسم ہے اللہ کی میں ابھی ان کلمات کو پورا بھی نہ کر چکی تھی کہ ایک جانور منہ کھولے ہوئے دریا سے نکلا اور اس حبشی کا نوالہ کر گیا اور غوطہ لگا کر تہ آب میں چلا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت سے مجھے بچا لیا۔ پھر موجیں مجھے تھپیڑے دینے لگیں۔ حتیٰ کہ ایک جزیرے میں پہنچا۔ میں نے جی میں کہا۔ یہاں کی سبزی اور پانی پر گذر کروں گی۔

اس طرح چار روز مجھ پر گذرے۔ پانچویں دن دوسرے ایک کشتی نظر آئی۔ میں نے ایک



ٹپے پر چڑھ کر ان کی طرف کپڑے سے اشارہ کیا۔

ان میں سے تین آدمی ایک چھوٹی ناؤ میں بیٹھ کر میری طرف آئے۔ میں ان کے ساتھ ناؤ میں بیٹھ کر کشتی میں سوار ہوئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ وہ میرا بچہ جس کو حبشی نے دریا میں ڈال دیا تھا ایک شخص کے پاس ہے۔ یہ دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے اپنے آپ کو اس بچے پر گرا دیا اور اس کو چومنے لگی اور کہا کہ یہ میرا بچہ ہے میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

کشتی والے کہنے لگے تو دیوانی ہے۔ تیری عقل ماری گئی ہے۔

میں نے کہا۔ نہ میں دیوانی ہوں، نہ میری عقل ماری گئی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے۔ اس کے بعد میں نے اپنا پورا قصہ کہہ سنایا۔ یہ سن کر انہوں نے سر جھکا لیا اور کہا۔ اے لڑکی! تو نے عجیب قصہ سنایا۔ ہم بھی تمہیں ایک قصہ سناتے ہیں۔ ہم موافق ہوا میں چل رہے تھے کہ ایک بڑا جانور دریائی ہمارے آڑے آیا اور سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور یہ بچہ اس کی پشت پر تھا اور ایک منادی آواز دے رہا تھا کہ اگر اس بچے کو نہ لے چلو گے تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ہم میں سے ایک آدمی اس جانور کی پشت پر چڑھا اور بچے کو لے آیا۔ اور اس کے کشتی پر آتے ہی وہ جانور غوطہ مار کر چلا گیا۔ ہمیں اس سے بھی اور تیرے بیان کیے ہوئے قصے بھی بہت تعجب ہوا۔ ہم سب خدا سے عہد کرتے ہیں کہ وہ آج کے بعد ہمیں معیبت میں نہ دیکھے گا۔ چنانچہ ان سب نے توبہ کی۔

پاک ہے وہ بندوں پر لطف کرنے والا۔ ان کی خیر رکھنے والا اور مدد کرنے والا۔



۲۲۸ - حضرت عبدالوہاب متقیؒ نے درویشوں کی ریاضت اور ترکِ سوال اور کھانے کی خواہشوں

کی طرف عدم التفات کے بارے میں فرمایا کہ کئی مرتبہ ہمارا کھانا یہ ہوتا تھا کہ کوئی بازار چلا جاتا تھا اور قصائیوں کی دکانوں کے آگے سے ناکارہ ہڈیاں اٹھا کر لے آتا تھا اور کوئی کھیتوں میں سے کچھ بھوسہ لے آتا تھا اور ان ہڈیوں کو گوٹ کر اور بھوسے کو دھو کر صاف کر کے دیگ میں ڈال کر پانی میں پکا لیتے تھے اور اس میں سے ایک ایک پیالہ صاف کر کے پی لیتے تھے۔

چند دنوں کے بعد شہر کے لوگوں کو خبر ہوئی تھی۔ وہ کھانے لانے لگتے پھر ہم اس جگہ کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں پلے جاتے تھے اور تین روز سے زیادہ نہ ٹھہرتے تھے۔





۴۴۹۔ مغل بادشاہ اکبر کے دور میں بے دینی اور شرک کا دور دورہ تھا۔ چنانچہ اس دور میں کفار نے بے خوف و خطر کئی مساجد کو شہید کر کے وہاں مندر بنالیے تھے۔ کاوشی جو ہندوؤں کے برت کا دن ہے اکبر نے اس روز مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ روٹی نہ پکائیں۔ اس کے برعکس رمضان شریف میں کھلے بندوں کھانا پکایا جاتا اور فروخت کیا جاتا تھا۔

ایسے تاریک دور میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کلمۃ الحق میں مشغول تھے آپ سر ہند سے آگرہ پہنچے اور اکبر کے مقررین کو بلوا کر ارشاد فرمایا۔  
 "بادشاہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا باغی ہو گیا ہے۔ جاؤ میری طرف سے اسے کہ دو کہ اس کی بادشاہی اس کی طاقت اس کی فوج سب کچھ ایک دن مٹ جانے والی ہے۔ وہ توبہ کر کے خدا اور رسولؐ کا تابعدار بنے۔ ورنہ اللہ کے غضب کا انتظار کریں" ان لوگوں نے جا کر بادشاہ سے کہا لیکن اکبر جو اپنے نئے دین کے خواب دیکھ رہا تھا اس نے حضرت امام ربانیؒ کے اس پیغام کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اس نے اپنی کامیابی کے اظہار کے لیے ایک خاص دن دربار اکبری سجایا۔

اکبر کا خیال تھا کہ میری بادشاہت اور سلطنت کے مقابلہ میں پرانے اور بوسیدہ مذہب کے پیروکار کہاں باہر نکلیں گے۔ اکبر کے دربار اکبری کے مقابلہ میں حضرت امام ربانیؒ نے دربار محمدی لگایا جو تمام تکلفات سے بری تھا۔  
 حضرت امام ربانیؒ کی غیرت اسلامی کب یہ گوارا کر سکتی تھی کہ اکبر ایسا ملحد آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تذلیل کرے۔ چنانچہ حضرت مجددؒ اپنے چند غریب دوستوں کے ساتھ اس دربار میں جلوہ افروز ہوئے۔ تھوڑی دیر گزری کہ ہوا کا ایک سخت طوفان آیا جس سے اکبری دربار تہ و بالا ہو گیا۔ خیموں کی چوبیس اس زور سے اٹھیں کہ ہزار حفاظتوں کے باوجود اکبر بھی ان کی زور سے نہ بچ سکا اور زخمی ہو گیا لیکن مجددؒ صاحب کی قیام گاہ بالکل محفوظ رہی اور ابھی نقصان نہ ہوا۔



۴۵۰۔ جب حضرت قطب الدین ولیا د ابوالحق ابراہیم بھٹہ شہر یار نے سفر حج کا قصد فرمایا تو مشائخین بصرہ نے آپ کو دعوت دی جس میں انواع و اقسام کے کھاتے تھے لیکن آپ نے گوشت



کو ہاتھ نہیں لگایا جس کی وجہ سے مشائخین کو خیال ہوا کہ شاید آپ گوشت نہیں کھاتے ہیں لیکن آپ نے ان کی نیت کا انداز لگا کر فرمایا کہ شاید تم لوگ یہ سوچ رہے ہو کہ میں گوشت نہیں کھاتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے مگر آج سے تمہارے خیال کو قائم رکھنے کے لیے گوشت نہیں کھاؤں گا۔ اور تاحیات آپ اپنے اس عہد پر قائم رہے۔



۲۵۱ - ایک رئیس شہر حضرت شیخ عزیز اللہ متوکل کے گھر میں آیا۔ دیکھا تو مکان میں اندھیرا تھا اور کچھ موجود نہ تھا کہ تیل خرید کر چراغ روشن کرتے۔ اس نے شیخ کے صاحبزادے سے کہا۔ میں تیل کے کپے بھیجتا ہوں، ان کو خرچ میں لانا۔ اگر ختم ہو جائیں تو اطلاع دینا تاکہ اور بھیج دیئے جائیں۔

دوسرے دن جو شیخ نے دیکھا تو گھر کے گردا گرد بہت سے چراغ روشن ہیں۔ فرمایا۔ یہ سب چراغ کہاں سے آئے ہیں؟

حقیقت حال عرض کی گئی تو خوش نہ ہوئے اور اس رئیس کو منع کر دیا کہ آئندہ تیل نہ بھیجے اور جو موجود تھا سب فقرا اور مساکین میں تقسیم کر دیا۔



۲۵۲ - کہتے ہیں ایک نوجوان حج کو چلا لیکن راتے میں کسی مجبوری نے اسے روک لیا۔ اسے حج کی سعادت سے محروم ہو جانے کا بڑا قلق تھا۔ اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ جناب سفیان ثوری اس کے پاس کھڑے تھے۔ آپ نے اس نوجوان سے فرمایا۔

”میں نے چار حج کیے ہیں، جاؤ ان کا ثواب تجھے بخشا لیکن ایک آہ جو کونے بھری ہے وہ مجھے دے دے۔“



۲۵۳ - ایک بار شیخ ابوالفتح ملتانی زینے سے اتر رہے تھے کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت دوڑ کر راتے میں لیٹ گئے تاکہ ان کا مبارک قدم آپ کے سینے پر پڑ جائے مگر حضرت شیخ ابوالفتح آگے بڑھنے کے بجائے ٹھہر گئے اور فرمایا۔

”سید! تمہیں اس کی ضرورت نہیں، تم اپنے مرتبے کو پہنچ چکے ہو۔ اٹھو کہ تم مخدوم جہانیاں ہو۔“



یہ کہہ کر آپ کو اپنے سینے سے لگایا اور بے شمار نعمتیں عطا کیں۔ اُس روز سے آپ مخدوم جہانیاں کے لقب سے مشہور ہوئے۔

○

۲۵۲۔ حضرت فتح موصلیٰ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ سخت موسم گرما میں سفر حج کا اتفاق ہوا راستہ میں ایک لڑکے کو بے سرو ساماں پیدل چلتے ہوئے دیکھا۔ میں نے اُس لڑکے سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا۔ اے لڑکے کہاں جا رہے ہو؟ وہ بولا۔ میں نے سنا ہے کہ میرے مالک رحیم و کریم کا ایک گھر زمین پر ہے۔ میں اُسی کی زیارت کو جا رہا ہوں۔

میں نے پوچھا۔ کچھ زادِ راہ بھی ہے؟

کہنے لگا۔ کیا ربِ کریم کے درِ دولت پر جانے والے غلام زادِ راہ بھی اپنے ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ کیا خداوند تعالیٰ کی عنایت کافی نہیں؟

میں نے کہا۔ یہ تو درست ہے۔ مگر تم آہستہ چل رہے ہو اور سفر بہت دور و راز کا ہے۔ تمہارا حج کے موقع پر پہنچنا بہت مشکل ہے۔

میری اس بات پر اس نے کہا۔ چلنا میرا کام ہے اور پہنچانا خدا کا کام ہے۔ اس کے بعد وہ لڑکا میری نظروں کے سامنے سے اوجھل ہو گیا۔

جب میں فضلِ خدا سے سب مناسک اور لوازم حج سے فارغ ہو کر بمقامِ قربانی مصرفِ قربانی تھا۔ ناگاہ وہ اہل نظر (لڑکا) دکھائی دیا۔ وہ زار و قطار روتا ہوا اللہ تعالیٰ کے روبرو عرض کر رہا تھا۔ اے مالکِ رحم والے ربِ کریم سب حاجی تیری قربانی کر کے تیری دولتِ قرب حاصل کرتے ہیں اور میں کمالِ حسرت سے مُنہ تکتا ہوں اور زندہ در گور ہوں۔ میں طاقتِ قربانی کی نہیں رکھتا۔ چنانچہ تجھ پر بخوبی روشن ہے۔ ہاں اگر جاں نثاری شرعاً منع نہ ہو تو جانِ قربان کروں اور قربانی والوں میں شامل ہو جاؤں۔ پھر اُس نے انگلی گردن پر مثل چھری رکھی اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔

○

۲۵۵۔ حضرت جعفر جلدی کے ایک مرید خاص حمزہ علوی جو ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک رات جب اپنے گھر جانے کے لیے اجازت چاہی تو آپ نے



نے فرمایا۔ "آج ٹھہراؤ، کل چلے جانا لیکن انہوں نے ازراہِ ادب کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ ان کا ارادہ یہ تھا کہ رات کو گھر پہنچ کر مرغ پلاؤ پکایا جائے تاکہ صبح کو اہل و عیال کے لیے کھانے کا انتظام ہو سکے لیکن جب آپ کے حکم کے بعد یہ خیال آیا کہ اگر میں ٹھہر گیا تو اہل و عیال میرے انتظار میں بھوکے رہ جائیں گے، اس خیال سے انہوں نے دوبارہ اجازت طلب کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے گھر پر ایک ضروری کام ہے۔ اس لیے جانا چاہتا ہوں۔" یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ "تمہیں اختیار ہے۔ چنانچہ انہوں نے گھر پہنچ کر مرغ پکانے کے بعد جب اپنی بچی سے کہا کہ سالن کی دیکھی چولہے پر سے اتار لاؤ تو وہ بچاری دیکھی سمیت گرہ پڑی۔ جس کی وجہ سے تمام سالن بھی زمین پر گر پڑا لیکن انہوں نے کہا کہ زمین پر گرنا ہوا سالن اٹھا لو۔ گوشت کو دھو کر کھالیں گے۔"

اُسی وقت ایک کتا آیا اور زمین پر گرہا ہوا سالن کھا گیا۔ یہ دیکھ کر انہیں بہت صدمہ ہوا اور اس خیال کے تحت کہ سالن سے تو محرومی ہو ہی چکی ہے اب مُرشد کی صحبت سے کیوں محروم رہوں، آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضرت جعفر جلدی نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔ "اے حمزہ جو شخص صرف ایک گوشت کے ٹکڑے کے لیے شیخ کو صدمہ پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا گوشت کتوں کو کھلا دیتا ہے۔" یہ سن کر وہ بہت متاثر ہوئے اور حکمِ عدولی سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو گئے۔



۴۵۶۔ حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں کہ میں نے آغازِ کار میں اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ میں اُس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا جب وہ خود نہ کھلائیں اور نہ کچھ پیوں گا۔ جب تک وہ خود نہ پلائیں۔

چالیس دن اسی حال میں گزرے تو ایک شخص نمودار ہوا اور کچھ کھانا مجھے دے کر رخصت ہوا۔ بھوک کے مارے میرا حال اس نوبت کو پہنچ چکا تھا کہ میرا نفس کھانے پر آمادہ ہوا چاہتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ "بخدا میں نے اپنے مولا سے جو عہد و پیمان باندھا ہے، میں اس پر قائم رہا ہوں۔"

ناگہاں غیب سے میں نے آواز سنی کو کوئی الجوع الجوع (بھوک بھوک) کہہ رہا ہے اسی آواز میں حضرت ابو سعید مخزومی نے نزولِ اجلال فرمایا۔ یہ آواز سنی تو فرمایا۔



عبدالقادر! کیا ہے؟

میں نے عرض کیا، "یہ میرے نفس کی بے کلی اور بے چینی ہے۔ لیکن روح اپنی جگہ پر ہے اور استغراق و محویت کے عالم میں ہے۔"

آپ نے فرمایا، "اچھا ہمارے گھر چلو۔"

میں نے بڑی دل سوزی سے عرض کیا، "میں یہاں سے نہیں ہوں گا۔"

اتنے میں خضر علیہ السلام تشریف فرما ہوئے اور فرمانے لگے، "اٹھو اور ابوسعید کی قبر میں چلے چلو۔"

میں چل دیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ ابوسعید اپنے دولت خانے کے دروازے پر کھڑے ہوتے میرے لیے چشم براہ ہیں، مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے، "اے عبدالقادر! میں نے جو بات کہی تھی وہ تیرے لیے کافی نہ تھی کہ تو نے حضرت خضر علیہ السلام کو زحمت دی۔"

یہ فرما کر اپنے دولت خانے کے اندر مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور جو کھانا تیار تھا لقمہ لقمہ میرے منہ میں اپنے ہاتھ سے دیتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ میں شکم سیر ہو گیا۔ ازاں بعد آپ نے مجھے خرقہ پہنایا۔



۴۵۷۔ ایک دن حضرت قطب الدین اولیاء کے دورانِ وعظ کوئی خراسانی عالم بھی اجتماع میں شریک تھا۔ پورے مجمع میں آپ کے پُر تاثیر وعظ سے ایک وجدانی کیفیت طاری تھی۔ اس وقت خراسانی عالم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ میرا علم اس شیخ سے کہیں زائد ہے۔ لیکن مقبولیت اس کو حاصل ہے۔ وہ مجھے تمام علوم پر دسترس کے باوجود بھی حاصل نہیں۔

اس وقت آپ نے باطنی ذریعہ سے اس کی نیت کو بھانپتے ہوئے مجمع سے فرمایا، "قندیل کی طرف دیکھو کیوں کہ آج قندیل کا تیل اور پانی آپس میں باتیں کر رہے ہیں پانی کا قول ہے کہ خدانے مجھے ہر شے پر فوقیت عطا کی ہے کیوں کہ اگر میرا وجود نہ ہوتا تو لوگ شدید پیاس سے مر جاتا کرتے اور مرتبہ تجھے حاصل نہیں، اس کے باوجود تو میرے اوپر آجاتا ہے۔"

اس کے جواب میں تیل نے کہا، "میں منکسر المزاج ہوں اور تجھے غرور و تکبر سے کیونکہ



میرا تخم پہلے زمین میں ڈالا گیا پھر پودا نکلنے کے بعد کاٹ اور کوٹ کر مجھے کو لوہو میں ڈالا گیا۔ اس کے بعد میں نے خود کو جلا کر دنیا کو روشنی عطا کی۔ اور جس قدر اذیتیں مجھ کو پہنچائی گئیں، میں نے ان سب کو نظر انداز کر دیا۔  
 اتنا کچھ کہنے کے بعد آپ نے وعظ ختم کر دیا۔ وہ خراسانی عالم آپ کا مفہوم سمجھ کر قدموں میں گر پڑا اور ہمیشہ کے لیے مرید ہو گیا۔



۲۵۸۔ حضرت حاتم اصم فرماتے ہیں۔ شہوت کی تین قسمیں ہیں۔ اول کھانے کی شہوت، دوم بولنے کی اور سوم دیکھنے کی۔ لہذا کھانے میں خدا پر اعتماد رکھو، بات ہمیشہ سچ بولو۔ دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ اور ایمان صالحہ کو ریا سے دور رکھو۔ گفتگو میں حرص کو خیر باد کہہ دو۔ سخاوت و احسان کر کے کبھی نہ جتاؤ۔ جو شے تمہارے پاس موجود ہے اس میں بخل نہ کرو۔



۲۵۹۔ حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر کلیریؒ جب وفات پا گئے تو آپ کے مزار مبارک پر شیر پیرہ دیتے تھے۔ مچاؤر شیروں کے خوف سے دور رہتے تھے۔ ایک مدت کے بعد ہندوؤں نے روضہ مبارک کے قریب ایک دیوی کا مندر تیار کر لیا۔ قریب تھا کہ اس مندر کی تعمیر سے روضہ مبارک گمراہ جائے کہ ایک شیر اسی وقت آن پہنچا اور بہت سے ہندوؤں کو ہلاک کیا اور باقی فرار ہو گئے۔ دوبارہ کبھی اس طرف کسی ہندو نے منہ نہ کیا۔



۲۶۰۔ ایک دفعہ ایک ہندو فقیہ حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر کلیریؒ کے روضہ مبارک پر آیا۔ نورانی جگہ دیکھ کر سمجھا کہ یہ کسی واصل بہ حق کا مزار ہے مگر مذہبی تعصب اور کدورت کی وجہ سے روضہ کے اندر آیا اور تڑپت مبارک کو مس مار کر ناچا ہا اور اپنی کلہاڑی سے مزار مبارک کو ڈھانے لگا۔ چند اینٹیں نکالی تھیں اور چاہتا تھا کہ اندر سے قبر کو دیکھے کہ اس میں کیا ہے کہ اسی وقت قبر الہی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوا۔ جب رات ہوئی تو خدام آستانہ کو خواب میں صابر پیا ملے۔ فرمایا کہ ایک شخص



بے ادبی مزار کے لیے آیا تھا۔ اپنی سزا کو پہنچا ہے، ابھی تک گرفتار ہے۔  
جاؤ اس کو نیکالو۔

صبح جلدی سے مجاور مزار مبارک پر پہنچے۔ مزار کے نزدیک اس ہندو فقیر  
کے مردہ جسم کو گھسیٹ کر دُور ڈالا۔ اس روز کے بعد مزار کے گرد و نواح  
میں آبادی کا آغاز ہوا۔



۴۶۱۔ ایک مرتبہ سفر حج میں حسین منصور کے ہمراہ چار افراد مکہ معظمہ پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپ ننگے  
سراور برہنہ جسم کھڑے ہو گئے اور مکمل ایک سال تک اسی حالت میں کھڑے رہے۔ حتیٰ  
کہ شدید دھوپ کی وجہ سے آپ کی ہڈیوں تک کا گودا پگھل گیا اور جسم کی کھال پھٹ گئی  
اسی دوران کوئی شخص روزانہ ایک ٹیکہ اور ایک کوزہ پانی آپ کے پاس پہنچا دیتا تھا اور  
آپ ٹیکہ کے کنارے کھا کر باقی ماندہ حصہ کو کوزہ پر رکھ دیا کرتے تھے۔  
آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ آپ کے تہ بند میں ایک بچھونے رہنے کی جگہ بنالی تھی۔



۴۶۲۔ ایک روز بشر حافی کے پاس ایک جماعت صوفیوں کی آئی۔ سب گدڑی پوش تھے اپنے فرمایا  
”اے لوگو! اللہ سے ڈرو۔ یہ لباس ترک کرو۔ کیوں کہ اس لباس سے تم پہچانے جاؤ۔“  
سب خاموش رہے مگر ایک جوان ان میں سے بولا۔ ”قسم خدا کی ہم اس کو ضرور پہنیں  
گے۔ ضرور پہنیں گے۔ یہاں تک کہ تمام دین خدا کے واسطے ہو جائیں۔“  
آپ نے فرمایا۔ ”خوب کہا اے جوان! تمہارے ہی جیسے اس کے پہننے کی صلاحیت رکھتے  
ہیں۔“



۴۶۳۔ جس دن حضرت حسین منصور کو قید میں ڈالا گیا تو رات کو جب لوگوں نے جا کر دیکھا، تو  
آپ وہاں نہیں تھے اور دوسری شب میں نہ قید خانہ تھا نہ آپ تھے اور پھر تیسری شب  
میں دونوں موجود تھے۔ جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔

”پہلی شب میں تو میں رسول پاک کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اور دوسری شب حضور  
پاک یہاں تشریف فرما تھے۔ اس لیے قید خانہ گم ہو گیا تھا اور اب مجھے شریعت کے تحفظ



کی خاطر یہاں پھر بھیج دیا گیا۔

آپ قید خانہ کے اندر ایک رات دن میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے اور پھر جب لوگوں نے پوچھا۔ "جب انا الحق خود آپ ہیں تو پھر نماز کس کی پڑھتے ہیں؟" آپ نے فرمایا کہ اپنا مرتبہ ہم خود سمجھتے ہیں۔

○

۲۶۴۔ ایک دن سید جلال الدین بخاری کے بیٹھے بیٹھے کہیں آگ لگ گئی۔ آپ نے مٹھی بھر مٹی لے کر شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کا نام با آواز بلند لیا اور مٹی کو آگ کی طرف پھینک دیا۔ آگ اسی وقت ٹھنڈی پڑ گئی۔

○

۲۶۵۔ شیخ ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانی ایک روز شکار کو نکلے۔ اس زمانے میں یہ کرمان کے حاکم تھے۔ شکار کی تلاش میں تن تنہا جنگل میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک نوجوان درندہ پر سوار ہے اور بہت سے درندے اس کے ارد گرد ہیں۔

جب درندوں نے شاہ بن شجاع کو دیکھا تو فوراً ان کی طرف چھپے۔ اس نوجوان نے ان کو روکا۔ نوجوان نے شاہ کے قریب ہو کر سلام کیا اور کہا۔

"اے شاہ! اللہ تعالیٰ سے تم کس قدر غافل ہو کہ دنیا کے لیے آخرت کو بھول رہے ہو۔ اور اپنی لذت و خواہش کی طلب میں اپنے آقا و مالک کی خدمت سے منہ پھیر رہے ہو۔ تم کو خدا نے دنیا اس لیے دی ہے کہ اس کی اولاد سے اس کی خدمت گنہاری میں کوشش کرو تم نے اسے عیش ہی کا وسیلہ بنا لیا ہے۔"

وہ نوجوان ابھی ان کو نصیحت ہی کر رہا تھا کہ یکایک ایک بڑھیا ہاتھ میں پانی کا پیالہ لیے ہوئے نکلی اور اس جوان کو وہ پیالہ دے دیا۔

اُس نے اول تو خود پیا اور باقی بچا ہوا شاہ کو دے دیا۔ انہوں نے کہا۔ "ایسی مزیدار اور ٹھنڈی شے میں نے کبھی نہیں پی۔"

اتنے میں وہ بڑھیا غائب ہو گئی پھر اس جوان نے کہا۔ "یہ بڑھیا دنیا ہے۔ میری خدمت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے مقرر کر دیا ہے اور کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا۔ تو اس سے یہ فرما دیا تھا کہ اے دنیا جو کوئی میری خدمت



کرے تو تم بھی اس کی خدمت کرنا اور جو کوئی تیری خدمت کرے تو تم اس سے اور زیادہ خدمت لینا۔“

جب شاہ نے یہ واقعہ دیکھا اور سنا تو فوراً توبہ کی اور اللہ کے پیاروں میں سے ہو گیا۔



۴۶۶۔ حضرت منصور حلاج عبادت و ریاضت کے دور میں مسلسل ایک ہی گدڑی میں زندگی گزارتے رہے اور جب لوگوں کے اصرار پر مجبور ہو کر اس گدڑی کو اتارا تو اس میں تین رتی وزن کے برابر جوئیں موجود تھیں۔

کسی شخص نے آپ کے قریب ایک پچھو کو دیکھ کر مارنے کا قصد کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ اس کو مت مارو۔ کیوں کہ یہ بارہ برس سے میرے ہی ساتھ ہے۔



۴۶۷۔ منصور حلاج حجاز میں ایک سال قیام کرنے کے بعد بغداد واپس آئے اور وہاں حضرت جنید سے نہ معلوم کس قسم کا سوال کیا جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا۔ کہ تو بہت جلد لکڑی کا ترسرخ کرے گا۔“

حضرت منصور نے جواب دیا۔“ جب مجھے سولی دی جائے گی تو آپ اہل ظاہر کا لباس اختیار کر لیں گے۔“

چنانچہ ایسا ہی ہوا جب علماء نے متفقہ طور پر حسین منصور کو قابل گردن زدنی ہونے کا فتویٰ دیا تو خلیفہ وقت نے کہا کہ حضرت جنید جب تک فتویٰ پر دستخط نہیں کریں گے میں منصور کو پھانسی نہیں دے سکتا۔“

جب یہ اطلاع حضرت جنید کو پہنچی تو آپ نے مدرسہ میں جا کر پہلے علماء ظاہر کا لباس زیب تن کیا اور اس کے بعد یہ فتویٰ دیا۔“ ہم ظاہر کے اعتبار سے منصور کو سولی چڑھانے کا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔“



۴۶۸۔ ایک مرتبہ علاؤالدین غلجی نے حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت پانچ سو اشرفیاں نذر بھیجیں۔ اس وقت ایک فقیر آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے کہا۔

”بابا! اس میں نصف حصہ میرا ہے۔“



آپ نے فرمایا - "نہیں، بلکہ سب تمہارا ہے۔" یہ کہہ کر تمام اشرفیاں اُسے دے دیں۔

○

۲۶۹ - ایک شخص روزانہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو گالیاں دیتا تھا۔ آپ اس کے

بدلہ میں روزانہ ہی اسے دو اشرفیاں دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ لوگوں نے اُسے غیرت دلائی تو اس شخص نے آپ کو گالیاں دینا ترک کر دیا اور وعدہ کیا کہ میں اب آپ کی شان میں گستاخی نہیں کروں گا۔

چنانچہ جب اس روز آپ کی خدمت میں گیا تو چپ رہا مگر جب چلنے لگا تو اپنا وظیفہ مانگا۔

آپ نے فرمایا "میرا حق بھی مجھے دے دو۔"

کہتے ہیں، ایک مدت کے بعد جب اس کا انتقال ہوا اور آپ کو اطلاع ہوئی، تو آپ اس کی قبر پر گئے اور یہ دعا کی - "اے پروردگار! اس کو بخش دے۔ میں نے اس کی غلطیوں کو بخش دیا ہے۔"

○

۲۷۰ - حضرت شیخ علی ہجویریؒ کشف المحجوب میں ایک روایت نقل کرتے ہیں -

"بصرہ کا ایک رئیس اپنے باغ میں آیا تو ایک بہت خوب صورت عورت پر نظر

پڑی۔ یہ باغبان کی بیوی تھی۔ اور خوب صورت ہونے کے علاوہ خدا رسیدہ بھی تھی۔

لیکن رئیس اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس نے عورت کی ظاہری غربت

سے فائدہ اٹھانے کے لیے باغبان کو کسی بہانے باہر بھیج دیا اور جب عورت اکیلی رہ

گئی تو اس سے مخاطب ہو کر بولا - "سارے دروازے بند کر دو۔"

باغبان کی بیوی بولی - "میں سارے دروازے تو بند کر دوں گی لیکن ایک دروازہ

نہ تو مجھ سے اور نہ ہی کسی اور سے بند ہو سکے گا۔"

رئیس نے غصے سے پوچھا - "وہ کون سا دروازہ ہے؟"

باغبان کی بیوی نے جواب دیا - "وہ دروازہ جو ہمارے اور ہمارے خدا کے درمیان

ہے۔"

رئیس اس جملہ سے اس قدر متاثر ہوا کہ پہلے تو اس عورت سے معافی مانگی پھر اللہ تعالیٰ



کی بارگاہ میں رو رو کر اپنے گناہ سے توبہ کرنے لگا۔

○

۲۷۱۔ ایک شخص دس برس تک حضرت جنیدؒ کی خدمت میں رہا۔ ایک دن اس نے عرض کیا۔  
”حضور! اتنی مدت تک آپ کی خدمت میں رہا ہوں مگر آپ کی کرامات نہیں دیکھ  
سکا۔“ حضرت جنیدؒ نے فرمایا۔ ”کیا تم نے اس مدت میں کوئی خلافِ شریعت کام  
مجھ سے سرزد ہوتے دیکھا ہے۔“ یا کوئی ایسا عمل دیکھا ہے جو سنتِ رسولؐ کے  
مطابق نہ ہو۔“

اس نے عرض کیا۔ ”نہیں۔“

آپ نے فرمایا۔ ”تو اس سے بڑی کرامت اور کیا ہو سکتی ہے۔“

○

۲۷۲۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے لوگوں سے فرمایا۔ ”اگر مجھے اس بات کا یقین کامل ہو  
گیا کہ اس دنیا میں کوئی شخص کسی آدمی کا محتاج نہیں تو میں ضرور لوگوں کے تحفے قبول  
کروں اور جو کچھ وہ لاتے ہیں وہ لے لوں یا ان سے کوئی شے طلب کروں لیکن جب  
میں دیکھتا ہوں کہ بادشاہ ہو یا فقیر، امیر ہو یا غریب، ہر شخص ایک دوسرے کا محتاج ہے  
اور ہر آدمی ضرورت مند ہے۔ کوئی شخص کسی کا حاجت روا نہیں تو پھر میں کیوں  
کسی سے کچھ مانگوں اور طلب کر کے اس کا احسان اٹھاؤں۔ میں کیوں نہ اس کی بارگاہ  
سے مانگوں اور سوال کروں جو کبھی کسی کے سوال کو رو نہیں کرتا اور کبھی اپنی نعمتیں عطا  
کرتے کرتے نہیں تھکتا۔“

○

۲۷۳۔ ایک روز حضرت عبدالقدوسؒ گنڈوہی حضرت علاؤالدین عابد کلیریؒ کے مزار  
مبارک کی زیارت کے لیے جانبِ کلیر روانہ ہوئے۔

جب مزار مبارک سے ایک کوس کا فاصلہ رہا یکایک برق چمک کر ان کے نزدیک  
پہنچی ہی تھی کہ آپ نے بصدِ عجز عرض کیا۔ ”غلامِ مشتاقِ زیارت ہے آگے جیسے  
مرضی۔“ اسی وقت وہ برقِ غائب ہو گئی۔ جب قریبِ روضہ کے پہنچے پھر برق بدستور



چمکی۔ حضرت نے پھر بصد نیا ز عرض کیا۔

بندہ برائے زیارت حاضر ہوا ہے۔ سروینے کو تیار ہے۔

اسی وقت برق غائب ہو گئی۔ جب آپ قریب تربت اقدس کے گئے بھر بدستور برق چمکی۔ چاہتی تھی کہ ان پر گرے مگر یہ نہ ملے۔ استقلال سے عرض کیا۔ برق غائب ہو گئی۔ اسی وقت حضرت صابریہ کی روح مجسم ہو کر مزار سے باہر آئی اور عالم بندگی شیخ عبدالقدوس کو بغل میں لیا اور مہربانی سے فرمایا۔ "تو میرے سلسلہ میں سے ہے اس وجہ سے بچ گیا۔ ورنہ اس جگہ پہنچنے کی کسی کو مجال نہیں ہے۔"

حضرت عبدالقدوس گنگوہی نے عرض کیا۔ "اپنی برق جمال کو نیام میں کیجئے اور سر جمال آئیے۔ خلق اللہ کو اپنی زیارت سے مشرف کیجئے کہ عالم آپ کی برکات سے فیض حاصل کرے۔"

آپ نے فرمایا۔ "عبدالقدوس! تیری خاطر سے برق ذاتی کو عالم لامکان میں مستور کیا اور اپنی صفاتِ جمالیہ سے بقدر ایک ذرہ کے اس تربت پر جلوہ دیتا ہوں۔" اس کے بعد آپ کے مزار مبارک پر عرس کی تقریبات شروع ہوئیں۔



۲۷۲ - حضرت ذوالنون مصری سے روایت ہے کہ میں ایک روز بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور حالت یہ تھی کہ سب لوگوں کی آنکھیں بیت اللہ کی طرف لگ رہی تھیں اور اُسے دیکھ دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھر رہے تھے۔ پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بیت اللہ کے مقابل کھڑا ہو کر اس مضمون کی دعا کر رہا ہے۔

"اے میرے پروردگار! میں تیرا مسکین بندہ اور آپ کے در سے بھاگا اور دھتکارا ہوا ہوں۔ اے اللہ! میں ایسی چیز کا سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کی محبت و قرب کا زیادہ ذریعہ ہو اور ایسی عبادت مانگتا ہوں جو آپ کو زیادہ پسند ہو اور اے اللہ! میں آپ سے آپ کے برگزیدہ بندوں اور نبیائے کرام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنی محبت کا پیالہ مجھے پلا دیجئے اور میرے دل سے اپنی معرفت کے لیے جہل کے پردے اٹھادیجئے۔ میں شوق کے بازوؤں سے آپ تک اڑ کر عرفان کے باغوں میں آپ سے مناجات



کہوں۔“

اس دعا کے بعد وہ شخص اتنا رویا کہ آنسوؤں سے زمین کی کنکریاں تر ہو گئیں۔ پھر ہنسنا اور وہاں سے چل دیا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو گیا اور اپنے جی میں کہا کہ یا تو یہ شخص کوئی عارف ہے یا مجنوں۔

القصد وہ مسجد حرام سے نکل کر مکہ مکرمہ کے ویرانہ کی طرف ہو گیا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”تمہیں کیا ہوا، کیوں میرے پیچھے آرہے ہو، جاؤ۔“

میں نے پوچھا۔ ”آپ کا نام کیا ہے؟“  
کہا۔ ”عبداللہ“

میں نے پوچھا۔ ”کس کے بیٹے ہو؟“

جواب دیا۔ ”عبداللہ کا۔“

میں نے کہا۔ ”یہ تو میں جانتا ہوں کہ ساری خلقت عبداللہ ہے (اللہ کے بندے) اور ابن عبداللہ اللہ کے بندے کے بیٹے ہیں۔ میں آپ کا خاص نام دریافت کرنا چاہتا ہوں۔“

بولے ”میرے باپ نے میرا نام سعدون رکھا ہے۔“

میں نے کہا ”جو مجنوں کے نام سے مشہور ہے۔“

کہا۔ ”ہاں، میں وہی ہوں۔“

میں نے کہا۔ ”وہ کون لوگ ہیں جن کے وسیلے سے تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے۔“

فرمایا۔ ”وہ اپنے اللہ کی طرف ایسے چلتے ہیں جیسے وہ چلتا ہے اور وہ خدا کی محبت کو

نصب العین کہے ہوئے اور لوگوں اور دنیا کی چیزوں سے الگ ہوئے ہیں کہ جیسے کسی

کے دل میں آگ لگی ہوئی ہو۔“



۴۷۵۔ حضرت شیخ ابو بکر کتانی نے لوگوں سے فرمایا۔ ”جس طرح محشر میں خدا کے سوا کوئی معاون و مددگار نہیں ہوگا اسی طرح دنیا میں بھی اس کے سوا کسی کو معاون تصور نہ کرو۔ مخلوق کی محبت باعث عذاب، صحبت باعث مصیبت اور ربط و ضبط وجہ ذلت ہے۔“





۲۴۶۔ جب حضرت حسین منصور کو قید خانہ میں ڈالا گیا تو قید خانہ میں آپ کے علاوہ اور بھی تین سو قیدی موجود تھے اور جب آپ نے ان سے کہا کہ کیا تم کو رہا کر دوں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر یہ طاقت ہے تو پھر تم خود کیوں یہاں آئے۔ آپ نے اشارہ کیا تو تمام قیدیوں کی بیڑیاں ٹوٹ گئیں اور جب دوبارہ اشارہ کیا تو تمام قفل ٹوٹ گئے۔ پھر آپ نے قیدیوں سے فرمایا۔ کہ جاؤ ہم نے تمہیں رہا کر دیا۔ اور جب قیدیوں نے کہا: آپ بھی ہمارے ہمراہ چلئے۔ تو آپ نے فرمایا: میرا اپنے آقا کے ساتھ ایک راز والبتہ ہے جو سوئی پر چڑھے بغیر حل نہیں ہو سکتا۔ گو میں اپنے آقا کا قیدی ہوں لیکن شریعت کی پاسداری بھی واجب ہے۔

۲۴۷۔ شیخ عبدالغفور مانو کو مانو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ مانو آپ کی محبوبہ کا نام تھا انسان یا جن کی جنس سے تھی۔ اس سے اس قدر نسبت رکھتے تھے کہ اگر کوئی اس کا نام ٹھیکری پر لکھ کر آگ میں ڈال دیتا تو یہ بھی اس کا بچھا کرتے اور آگ میں گر پڑتے۔ اگر مانو کا نام لکھ کر کنوئیں میں ڈال دیا جاتا تو یہ بھی اس کے ساتھ ہی گر پڑتے اور اس ٹھیکری کو کنوئیں کی تہ سے نکال لاتے۔

۲۴۸۔ حضرت ابو عمر و نخیل نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ چالیس سال تک خدا کی رضا کے علاوہ اس سے کچھ طلب نہیں کریں گے۔ ایک مرتبہ آپ کی صاحبزادی شدید علیل ہو گئیں اور مسلسل علاج کے باوجود مرض میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ ایک رات ان کے شوہر عبدالرحمن سلمی نے ان سے کہا: تمہارا علاج تمہارے والد کے ہاتھ میں ہے اس لیے کہ تمہارے والد نے عہد کر رکھا ہے کہ چالیس سال تک خدا کی رضا کے سوا کچھ طلب نہ کروں گا اور اس عہد کو میں سال گذر چکے ہیں۔ لہذا وہ نقص عہد کر کے تمہارے لیے دعا کریں تو تم یقیناً صحت یاب ہو جاؤ گی۔ گو نقص عہد گناہ ہے لیکن اس سے تمہیں صحت حاصل ہو سکتی ہے۔

یہ سن کر وہ آدھی رات ہی کو اپنے والد کے گھر پہنچ گئیں اور جب آپ نے پوچھا کہ عہد کے



بعد سے تم یہاں بیس سال کبھی نہیں آئیں پھر آج آنے کی کیا وجہ ہے -  
 صاحبزادی نے عرض کیا کہ اس کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ جیسا عظیم  
 المرتبت باپ اور عبدالرحمن سلمی جیسا شوہر عطا کیا ہے اور یہ بھی آپ اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں -  
 کہ دنیا میں زندگی سے زیادہ کوئی شے عزیز نہیں ہوتی اور مجھے بھی اپنی زندگی عزیز ہے اور دوسری  
 وجہ یہ بھی ہے کہ زندگی ہی کی بدولت مجھے آپ کا اور شوہر کا دیدار ہوتا رہتا ہے -

میں نے سنا ہے کہ آپ نے خدا سے یہ عہد کیا ہے کہ چالیس سال تیری رضا کے علاوہ اور کچھ  
 نہیں طلب کروں گا۔ لہذا میں آپ کو آپ ہی کے عہد کا واسطہ دے کر عرض کرتی ہوں - کہ  
 آپ نقض عہد کو کے میرے حق دعائے صحت فرمادیں لیکن آپ نے فرمایا کہ نقض عہد کسی طرح جائز  
 نہیں - خواہ وہ بندے ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو - پھر خدا سے نقض عہد کرنا تو بہت ہی باعثِ ملامت  
 ہے اور اگر میں نقض عہد کر کے تمہارے لیے دعا کروں اور تم صحت یاب ہو بھی جاؤ پھر بھی اس  
 کی کیا ضمانت ہے کہ تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور جب موت کی آمد میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں  
 تو پھر آپ یا کچھ عرصہ بعد موت آنے میں کیا فرق پڑتا ہے لہذا میں اس گناہ کا مرتکب ہونا مناسب  
 نہیں سمجھتا -

اس جواب سے آپ کی صاحبزادی کو یقین ہو گیا کہ اب میرا وقت آچکا ہے اور صحت یابی  
 ممکن نہیں لیکن ان کا یہ خیال غلط ثابت ہوا - وہ اپنے عظیم المرتبت باپ کی وفات کے بعد بھی  
 چالیس سال تک زندہ رہیں -



۴۷۹ - غیبت کرنا کتنا بڑا گناہ عظیم ہے - اس کے بارے میں ایک واقعہ ہے کہ حضرت عبداللہ

بن مبارک کے قدموں پر ایک نوجوان گرتے ہوئے بولا -

”میں نے ایک ایسا گناہ کیا ہے - جس کے اظہار میں شرم آتی ہے“

آپ نے پوچھا - ”گناہ کیا ہے؟“

اُس نے کہا - ”زنا کا جرم سرزد ہوا ہے“

آپ نے فرمایا - ”میں تو ڈر گیا تھا - شاید تم نے غیبت کا گناہ کیا ہے“



۴۸۰ - حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی جب مدینہ منورہ سے بیت المقدس پہنچے تو وہاں کے شیوخ



سے ملے۔ یہاں سے چل پھر بغداد آئے اور جناب شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے فیضِ صحبت اٹھایا۔ ان سے علومِ باطن حاصل کیے اور خرقہٴ خلافت پایا۔

جب جناب شیخ شہاب الدین سہروردی کے درویشوں نے یہ دیکھا کہ زکریا ملتانی کو صرف سترہ دن جناب شیخ کی خدمت میں رہنے سے خرقہٴ خلافت مل گیا تو وہ آپس میں کھسکھسپہ کرنے لگے کہ ہم اتنی مدت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہیں ہمیں تو خرقہٴ خلافت عطا نہیں ہوا مگر یہ ہندی درویش چند ہی دنوں کی حاضری سے خرقہٴ خلافت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

یہ بات جناب شیخ تک بھی پہنچ گئی۔ آپ نے درویشوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: "درویشو! تم لوگ تڑ اور سبز لکڑی کی طرح ہو اور زکریا ملتانی خشک لکڑی کی مانند ہے۔ جس تیزی اور سرعت کے ساتھ سوکھی لکڑی آگ پکڑتی ہے، تڑ لکڑی نہیں پکڑ سکتی۔ درویشوں نے یہ بات سن کر ندامت محسوس کی اور خاموش ہو رہے۔"



۲۸۱۔ حضرت عبداللہ خفیفؓ نے وقتاً فوقتاً دو دو تین تین نکاح کر کے چار سو نکاح کیے۔ کیوں کہ عورتیں بکثرت آپ سے نکاح کرنے کی متمنی رہا کرتی تھیں۔ لیکن ایک بیوی جو کبھی وزیر کی بیٹی تھی مکمل چالیس سال تک آپ کے نکاح میں رہی اور جب وہ تمام عورتیں جو آپ کے نکاح میں رہ چکی تھیں، ایک دن اکٹھی ہوئیں تو ایک نے دوسری سے پوچھا: "کیا شیخ خلوت میں کبھی تمہارے ساتھ ہم بستر ہوئے؟" سب نے متفقہ طور پر جواب دیا: "کبھی نہیں۔"

جب وزیر زادی سے معلوم کیا گیا تو اس نے بتایا کہ جس دن شیخ میرے ہاں تشریف لاتے ہیں تو پہلے ہی سے مطلع کر دیتے ہیں اور میں نفیس قسم کے کھانے تیار کر کے لباس و زیور سے آراستہ ہو جاتی ہوں۔ چنانچہ جب آپ پہلی مرتبہ میرے یہاں آئے اور میں نے جب کھانا آپ کے سامنے پیش کیا، تو پہلے تو آپ کچھ دیر تک مجھے دیکھتے رہے پھر میرا ہاتھ اپنی بغل میں لے کر پیٹ اور سینے پر پھیرا۔

اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کے شکم مبارک اور اٹھارہ گزہ ہیں پڑی ہوئی ہیں اور آپ نے فرمایا: "یہ سب گزہ ہیں صبر کی ہیں کجا تیر کی جیسی حسین سمعت اور اس قدر"



نفس کھانوں سے مجھے کوئی دل چسپی نہیں۔  
یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے اور اس کے بعد مجھ میں کبھی یہ ہمت نہیں ہوئی کہ آپ  
سے کوئی سوال کر سکوں۔



۲۸۲۔ ایک دن حضرت محمد جبریلیؑ نے فرمایا۔ "عام بندوں کی لڑائی نفس سے اور ابدالین کی  
جنگ فکر سے اور زاہدین کی جنگ شہوات سے اور تائب کی جنگ لغزشوں سے اور  
مریدین کی جنگ لذات سے ہوتی ہے۔"



۲۸۳۔ ایک مرتبہ حضرت میاں میرؒ کے مرید و خلیفہ ملا خواجہ بہاری نے آپ کی خدمت میں ایک  
واقعہ عرض کیا۔ کہ ایک روز کچھ لوگ میرے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک مکان گر  
جانے کے آثار پیدا ہوئے۔

میں نے لوگوں سے کہا کہ فوراً باہر چلے جاؤ۔ سب لوگ اٹھ کر باہر چلے گئے لیکن میں  
وہیں جم کے بیٹھا رہا اور باواز بلند کلمہ طیبہ پڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ چھت گومی اور دو لکڑیاں پس  
میں اس طرح ملیں جن کے درمیان میں سلامتی کے ساتھ بیٹھا ہوا درود و نوکر کرتا رہا۔  
جب بہاری یہ واقعہ بیان کر چکے تو حضرت میاں میرؒ نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے  
کہا۔ "ہائے مرتبہ، ہائے مرتبہ، کیا تم نے کلمہ طیبہ کو بلند آواز سے اس لیے پڑھا کہ لوگوں  
کے دل میں تمہاری درویشی کی قدر و قیمت پیدا ہو جائے اور لوگ تمہارے بارے میں یہ  
کہیں کہ دیکھو کتنا بڑا درویش ہے کہ مرتے وقت بھی خدا کو یاد کرتا رہا۔ تمہیں چاہیے  
تھا کہ بلند آواز سے پڑھنے کی بجائے آہستہ آہستہ پڑھتے۔"

آپ کی بات صرف مریدوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ خود بھی ایسا کرتے۔ چنانچہ آپ کو  
تمام عمر کسی شخص نے بھی ہاتھ میں تسبیح لیے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ رات کو  
مُحْرے کا دروازہ بند کیے بیٹھے رہتے اور ذکر خدا میں مشغول رہتے۔



۲۸۴۔ حضرت شیخ خیر نساچؒ کو خیر نساچ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ حج کے ارادہ سے گھر  
سے روانہ ہوئے تو بوسیدہ گڈڑی اور سیاہ رنگ کی وجہ سے کوزہ میں ایک شخص نے پوچھا



”کیا تم غلام ہو؟“

آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر اس نے پوچھا ”کیا تم اپنے آقا سے فرار حاصل کیے ہوئے ہو؟“ آپ نے اس بات کا بھی اثبات میں جواب دیا۔  
اس نے کہا ”چلو میں تمہیں تمہارے آقا سے ملوادوں۔“

آپ نے فرمایا۔ ”میں تو ہمیشہ سے اس کا ہمتی ہوں کہ کوئی ایسا فرد مل جائے جو مجھ کو میرے آقا سے ملوادے۔“

اس کے بعد اس نے آپ کا نام خیر رکھ کے کپڑا بننا سکھا دیا اور اسی نسبت سے آپ کو خیر نساج کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

غرض کہ عرسہ دراز تک آپ اس کی خدمت کرتے رہے اور جس وقت وہ آپ خیر کہہ کر پکارتا تو آپ جواب میں لبیک فرمایا کرتے لیکن جب اس کو آپ کے زہد و تقویٰ کا علم ہوا تو آپ کو بہت تعظیم کے ساتھ اپنے ہاں سے رخصت کرتے ہوئے عرض کیا۔  
”حقیقت میں آپ کو آقا اور مجھے غلام ہونا چاہیے تھا۔“



۴۸۵۔ ایک دفعہ شیخ ابوطالب جو لاہور میں وہ ہزاری منصب دار تھا حضرت شاہ بلاولؒ

کا بڑا عقیدت مند تھا اور حلقہ ارادت میں داخل تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔  
اور عرض کی۔ ”میرے دیہات کی جاگیر میں بارش نہیں ہوئی، دعا فرمائیے۔“

حضرت شاہ بلاولؒ نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی فوراً بادل نمودار ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ ”جاؤ اور ابوطالب کی جاگیر پر برسو۔“

بادل وہاں سے اڑے اور ابوطالب کی جاگیر پر جا کر خوب برسے۔



۴۸۶۔ مائی بھاگی قوم راجپوت منہاس سے تھی جس زمانہ میں پنجاب میں اڑھائی سیرا قحط پڑا یہ

اپنی ماں جیبیاں اور مہنت لوگوں کے ساتھ جو پہاڑوں سے آرہے تھے امرتسر چلی آئی۔

جہاں اس کی والدہ فوت ہو گئی پھر یہ بارہ سال کی عمر میں لاہور چلی آئی اور اندرون دہلی دروازہ لاہور میں طوائف بن بیٹھی۔

عالم جوانی اور حسنِ خدا داد تھا، بے شمار لوگ اس کے فریفتہ ہو گئے۔ اس کے علاوہ اس نے دو



دکانیں شراب کی کر لیں جس سے وہ مالدار ہو گئی۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک دفعہ ایک مرد خدا ذوالفقار نامی اس کے پاس آیا اور شراب کا پیالہ طلب کیا۔ اس نے پیالہ بھر کر دے دیا۔ ذوالفقار نے ایک گھونٹے خود پیا اور باقی اس کے حوالے کر دیا کہ پی لے۔

شراب کا بقیہ پیالہ پیتے ہی وہ مجذوبہ ہو گئی۔ کپڑے پھاڑ ڈالے۔ تمام زیور اتار کر پھینک دیا۔ گھر کا تمام اثاثہ لٹا دیا اور ایک پرانی گودری لے کر اکبری دروازہ کے پاس ایک میدان میں قیام پذیر ہوئی۔ حالت جذب و استغراق میں جو زبان سے کہتی وقوع میں آتا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ اس کا بے حد معتقد تھا۔ اگرچہ یہ اس کو گالیاں دیتی مگر وہ اس کا پیچھا نہ چھوڑتا۔

رنجیت سنگھ کے معتقد ہونے کا واقعہ یوں ہے کہ قدرتِ الہی سے مہاراجہ تک اس کی شہرت پہنچی۔ وہ پہلی مرتبہ پانچ سو روپیہ لے کر اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ وہ اپنے پاس آنے والوں کو انیٹیں مارتی تھی۔ اس لیے مہاراجہ بھی کئی بار انیٹیں کھا کر اس کے آگے پیچھے پھرتے۔

جب مہاراجہ منہض الموت میں مبتلا ہوئے تو راجہ دھیان سنگھ وزیرِ اعظم اور راجہ سوچیت سنگھ اس کو مہاراجہ کے پاس شاہی قلعہ میں لانے کے لیے گئے اور بہت سا نقد و جنس نذرانہ دیا۔ مگر وہ ان کے ساتھ نہ گئی۔ آخر مہاراجہ کھڑک سنگھ اس کو اپنے ہمراہ لائے اور وہ گیارہ روز تک سرکار کے پاس رہی۔

اس دوران مہاراجہ کو کچھ آرام ہوا۔ اس کے شکر یہ میں ایک حویلی بصرہ زریں کثیر مائی بھاگی کو بنوادی۔ ازاں بعد اس کی بہت شہرت ہوئی۔ گنگارام پنڈت بھی اس کے پاس ہر روز آتا۔

ایک روز اس کی زبان سے نکلا۔ جادو بار میں دیوانی کا کام کر۔ میرے پیچھے کیوں پڑا ہوا ہے۔ پس اسی روز اس کو دیوانی کا کام مل گیا۔

مائی بھاگی کی قبر کا نشان کہیں نہیں ملا۔ البتہ علاقہ کا نام محلہ مائی بھاگی مشہور ہے۔ جو سلطان پورہ لاہور کے نزدیک ہے۔



۲۸۷ - حضرت عبداللہ خفیفؓ فرماتے ہیں کہ روم کے جنگل میں میں نے ایک ایسے راسب کی لاش دیکھی جس کو جلا دینے کے بعد لوگوں نے اس کی راکھ جب اندھوں کی آنکھوں میں لگائی تو ان کی بصارت لوٹ آئی۔

اسی طرح ہر قسم کا مریض اس کی راکھ سے صحت یاب ہو گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ جب ان لوگوں کا دین ہی باطل ہے تو پھر یہ چیز ان کو کیسے حاصل ہو گئی؟ چنانچہ اسی شب خواب میں حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ اے خفیف جب باطل دین والوں میں صدق و ریاضت نے یہ اثر پیدا کر دیا ہے تو پھر دین حق والوں کے صدق و ریاضت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔



۲۸۸ - خلیفہ منصور نے منصب قضا تفریق کرنے کے لیے دوسرے بزرگوں کے ساتھ سفیان ثوریؒ کو بھی طلب کیا۔ ہر چند سفیان ثوریؒ اس ذمہ داری کو قبول نہیں کرنا چاہتے تھے۔ مگر حکیم حاکم مرگ مفاجات دربار میں حاضر ہوئے لیکن بجائے اس کے کہ منصور سے صریحاً انکار کر کے خدا واسطے کا بیرون لیتے انہوں نے دربار میں پہنچ کر ہبکی ہبکی باتیں شروع کر دیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کو دیوانہ خیال کرتے ہوئے اس منصب کا اہل قرار نہ دیا گیا۔



۲۸۹ - ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوریؒ کی مسجد حرام میں منصور سے ٹڈ بھڑ ہو گئی۔ خلیفہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کعبہ کی طرف منہ کر کے کہا۔ "قسم ہے آپ کو اللہ کے اس گھر کی سچ سچ کہیے کہ آپ نے مجھے کیسا پایا؟" آپ نے فوراً بے دھڑک جواب دیا۔ "قسم ہے مجھے اس گھر کے رب کی، میں نے آپ کو بدترین آدمی پایا۔"



۲۹۰ - ایک مرتبہ حضرت شاہ بلاولؒ کے مرشد حضرت شاہ شمس الدین قادریؒ لاہوری دریا کے نزدیک ایک درخت کے سایہ میں آرام فرما رہے تھے۔ آپ حاضر خدمت تھے کہ ایک جاٹ آیا اور اس نے درخت پر چڑھ کر لکڑیوں کا ٹٹا شروع کر دیں۔ آپ نے اسے ہر چند



روکا مگر جاٹ لکڑیاں کاٹنے سے باز نہ آیا۔ آپ نے اس کی جانب نگاہ غضب سے دیکھا۔ وہ اسی وقت گر کر مر گیا۔

جب حضرت شمس الدین قادری بیدار ہوئے اور جاٹ کی حالت سے آگاہ ہوئے تو آپ نے شاہ بلاول سے فرمایا۔ ”ہم فقیروں کے لیے ایسا جلال اور غضب روا نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ حضرت ابواسحاق کے حجرہ میں خلوت نشین ہو کر تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو جائیں۔“

چنانچہ شاہ بلاول وہاں تشریف لے گئے اور ایک لمبی مدت تک تلاوت کلام پاک اور روزہ نماز میں گذاری۔



۴۹۱۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔ ”ایک رات میں نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ بغداد کے فلاں محلہ میں بہرام مجوسی کے پاس جا اور اس کو میرا سلام پہنچا اور کہہ کہ خدا تعالیٰ تجھ سے راضی ہے اور تجھے اس نے بہشت اور اپنے دیدار کے لائق کیا ہے۔“

عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا تو اپنے دل میں خیال کیا کہ مجوسی اس لائق کہاں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بارے میں مجھے ایسا کہیں مگر تین رات متواتر یہ خواب دیکھا جس سے مجھے خواب کے سچا ہونے کا یقین کامل ہو گیا۔ جب میں صبح کے وقت اٹھا تو بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ جب بہرام مجوسی سے ملا تو اس سے کہا۔ کہ کیا تم نے شعبان میں کوئی اچھا کام کیا ہے۔“

اس نے کہا۔ ”ہاں، شعبان میں ایک مسلمان عورت میرے گھر سے چراغ جلانے کے لیے آئی۔ جب وہ گئی تو میرے دل میں اس بات کا خیال پیدا ہوا کہ وہ میرے ہاں چراغ جلانے نہیں بلکہ کسی بات کو تارنے آئی تھی۔“

اس خیال کے آتے ہی میں اس کے پیچھے ہو گیا۔ جب وہ گھر پہنچی تو اس کے نچھے جو اس کے انتظار میں تھے کہ ان کی ماں میرے گھر سے کوئی چیز لائے گی اور وہ کھائیں گے کہنے لگے۔ ”اماں جان! تو اس مجوسی کے گھر سے کچھ نہیں لائی۔ ہم کیا کھائیں گے۔“

اس نے بچھول کو جواب دیا۔ ”میں اس مجوسی سے تمہارے لیے کھانا مانگنے لگی تھی مگر خدا



سے مجھے شرم آئی کہ اس کے غیر خاص کر اس کے دشمن کے آگے دستِ سوال کیوں دراز کروں۔  
 بہرام مجوسی کہتا ہے۔ میں یہ بات سن کر گھرا آیا اور بہت سا گوشت، حلوا اور میدے کی روٹیاں  
 اس کے پاس لے گیا۔

عبداللہ نے مجوسی کو بتایا کہ خداوند تعالیٰ نے تمہارا وہ صدقہ قبول کر لیا ہے۔ یہ سن کر وہ رویا  
 اور بولا۔ "اے عبداللہ! مجھے جلد کلمہ طیبہ پڑھاؤ۔"  
 میں نے اسے کلمہ پڑھایا اور وہ صدقہ دل سے مسلمان ہوا۔ پھر نہایا اور خدا کے روبرو سجدہ  
 شکر کیا اور فوت ہو گیا۔



۲۹۲۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر فرماتے ہیں۔ "جب میں بخارا میں ایک روز شیخ سیف  
 الدین باخرزمی کی خدمت میں حاضر تھا تو ایک شخص ان کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ  
 یا حضرت! میں ایک تاجر ہوں، کئی برس سے تجارت کر رہا ہوں لیکن اس میں مسلسل  
 نقصان ہو رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی میں خود بھی بیمار رہنے لگا ہوں اور اس طرح  
 سے میرا نقصان دو چند ہو رہا ہے۔"

یہ سن کر شیخ سیف الدین فرمایا۔ "کہ جب بھی کسی مسلمان کے مال میں نقصان ہو تو یہ سمجھنا چاہیے  
 کہ اس کے دل میں کھوٹ بھرا ہوا ہے۔ تجارت میں نقصان دل کے کھوٹ کا نتیجہ ہوتا ہے  
 مسلمانوں کو تجارت میں نقصان محض اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ایمان درست  
 کرنا چاہتے ہیں۔ تاجر اپنا ایمان درست رکھے تو ہمیشہ نفع کمائے گا۔"



۲۹۳۔ لاہور کے حضرت شاہ بلاول قادریؒ کا لنگر بڑا وسیع تھا۔ دونوں وقت لوگوں کو کھانا  
 ملتا تھا۔ مطبخ میں ہر قسم کا کھانا پکانے کا سامان موجود رہتا تھا۔

ایک دفعہ ایک چور رات کے وقت سامانِ خوراک چرانے کے لیے باورچی خانہ میں گھس  
 گیا تو اندھا ہو گیا اور ایک کونے میں چھپ رہا۔ جب دن ہوا تو حضرت شاہ بلاولؒ نے  
 داروغہ مطبخ کو بلایا اور کہا۔ "باورچی خانہ میں ایک اندھا بیٹھا ہے اور وہ رات سے بھوکا  
 ہے، اس کو کھانا دو۔"

داروغہ نے باورچی خانے میں جا کر ایک کونے میں اندھے آدمی کو بیٹھے دیکھا۔ وہ نہیں



جاننا تھا کہ یہ چور ہے۔ اس نے کھانا پیش کیا مگر اس نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے حضرت صاحب کے پاس لے چلو۔ چنانچہ جب پیش کیا تو اس نے معافی مانگی اور سر قدموں پر رکھ دیا۔ حلقہ دارادت میں داخل ہوا اور آپ کی دعا سے اس کی بیانی بھی واپس آگئی۔



۲۹۴ - حضرت جھولن شاہ المشہور گھوڑے شاہ حضرت عثمان جھولہ بخاری کے پوتے تھے۔ ولایت مادر زاد ان کو حاصل تھی۔ چھوٹی عمر میں ہی حضرت کو مٹی کے گھوڑوں سے بڑی اُلفت تھی۔ جو شخص اہل حاجت مٹی کا گھوڑا لے کر ان کی خدمت میں آتا، فوراً مراد پاتا۔ جب یہ نبر حضرت کے والد صاحب کو ہوئی تو وہ انکشاف اور اظہار کرامت سے بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اگر تو ایسا ہے، خداوند تعالیٰ کے راز کو ظاہر کرتا ہے تو تو ابھی مر جائے۔ حضرت جھولن شاہ اسی وقت وفات پا گئے۔

اس روز سے آج تک یہ کرامت حضرت کی ظاہر ہے کہ جو اہل حاجت مزار پر آکر مٹی کا گھوڑا پڑھائے، اپنی مراد پائے۔ لاکھوں گھوڑے مٹی کے حضرت کے مزار پر رکھے ہیں۔



۲۹۵ - حضرت شیخ ابو بکر کتانی نے اوائل عمر ہی میں والدہ کی اجازت سے حج کا قصد کیا۔ لیکن دوران سفر آپ کو غسل کی حاجت پیش آگئی۔ چنانچہ بیداری کے بعد یہ خیال آیا کہ میں والدہ سے کسی عہد و پیمان کے بغیر ہی گھر سے نکل کھڑا ہوا ہوں۔ اس خیال کے آتے ہی جب آپ گھر واپس لوٹ کر آئے تو والدہ کو بہت ہی غم زدہ شکل میں دروازے پر کھڑے پایا۔ آپ نے والدہ سے کہا۔ کیا آپ نے مجھے سفر کی اجازت نہیں دی تھی؟

انہوں نے فرمایا۔ اجازت تو یقیناً دے دی تھی لیکن تمہارے بغیر گھر میں کسی طرح دل نہیں لگتا تھا اور یہ عہد کر لیا تھا کہ تمہاری واپسی تک دروازے پر ہی تمہارا انتظار کروں گی۔ یہ سن کر آپ نے عزم سفر ترک کر دیا اور والدہ کی حیات تک ان کی خدمت کرتے رہے۔



۲۹۶ - ایک شیریں سخن بوڑھے نے حضرت احمد سروق سے کہا۔ کہ اپنا خیال ظاہر فرمائیے۔



آپ کو خیال ہوا کہ شاید یہ یہودی ہے۔ اس لیے آپ نے فرمایا۔ "میرے خیال میں تو تم یہودی معلوم ہوتے ہو؛ وہ آپ کی اس کرامت سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں اسلام سے زیادہ صداقت آمیز کسی مذہب کو نہیں پاتا۔"



۲۹۷۔ ایک مرتبہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا لباس بوسیدہ ہو گیا اور جبکہ جبکہ سے پھٹ بھی گیا۔ ایک شخص نے نیا کرتہ پیش کیا۔ آپ نے وہ کرتہ پہن کر فوراً ہی اتار ڈالا۔ اور شیخ نجیب الدین متوکلؒ کو دے کر ارشاد فرمایا کہ جو ذوق مجھ کو اس پرانے کرتے میں حاصل تھا، اس کرتے میں نہیں۔



۲۹۸۔ ایک روز ایک عورت سر پر دودھ کا ٹمکار رکھے ہوئے حضرت علی ہجویریؒ کے سامنے سے گذری۔ آپ نے اس عورت کو بلا کر کہا۔ کہ یہ دودھ ہمیں دے دو اور تم اس کی قیمت لے لو۔

عورت نے جواب دیا کہ یہ دودھ میں نہیں دے سکتی۔ چونکہ یہ دودھ ہم کو مجبوراً رائے راجو جوگی کو دینا پڑتا ہے۔ اگر نہ دیں تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ جانوروں کے تھنوں سے بجائے دودھ کے خون نکلنے لگتا ہے۔

آپ اس عورت کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا۔ "اگر تم یہ دودھ ہمیں دے دو گی۔ تو اللہ کے فضل سے تمہاری گائیں بہت سا دودھ دیں گی اور جانوروں پر کوئی اثر نہ ہوگا۔" چنانچہ اس عورت نے آپ کو دودھ دے دیا۔ آپ نے اس دودھ میں سے تھوڑا سا دودھ تو پی لیا اور باقی دودھ دریا میں ڈال دیا۔

جب بوڑھی عورت گھر واپس آئی اور شام کو جانوروں کو دوا تو جانوروں نے اس قدر زیادہ دودھ دیا کہ سارے برتن بھر گئے اور دودھ ختم نہیں ہوا۔

یہ خبر آنا فانا قرب و جوار کے دیہاتوں میں پھیل گئی۔ لوگ دُور دُور سے اپنے جانوروں کا دودھ آپ کے پاس لانے لگے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ آپ تھوڑا سا دودھ ان کے ٹکے میں سے پی کر باقی دودھ دریا میں پھینک دیا کرتے تھے اور جب ان لوگوں نے گھر جا کر اپنے اپنے جانوروں کو دوا تو انہوں نے بھی بے حساب دودھ دیا۔ اس کے بعد کسی نے بھی جوگی



رائے راجو کی طرف رخ نہ کیا۔

جب رائے راجو کو بات کا پتہ چلا تو بہت پریشان ہوا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا کہ دودھ تو آپ نے ہمارا بند کر دیا ہے۔ اب میں آپ کا کوئی اور کمال دیکھنے آیا ہوں۔“ آپ نے فرمایا۔ میں کوئی جادوگر تو نہیں جو کمالات دکھا سکوں۔ میں تو ایک عاجز و مجبور انسان ہوں۔ باقی تم میں اگر کوئی کمال ہے تو دکھاؤ۔“

چونکہ اس جوگی نے بڑی بڑی ریاضتیں کی تھیں اور مجاہدہ میں زندگی گذاری تھی اس لیے آپ کے سامنے اس نے کئی کرشمے دکھائے۔ حتیٰ کہ ہوا میں اڑنے لگا۔ جب وہ ہوا میں اڑ رہا تھا تو آپ نے اپنی جوتی مبارک اس کی طرف پھینک دی۔ چنانچہ جوتیاں اس کے سر پر لگنے لگیں۔

جب حق کے سامنے باطل کی کوئی پیش نہ گئی تو اس نے آپ کی خدمت میں پیش ہو کر اسلام قبول کر لیا اور آپ کے دستِ حق پر بیعت ہو گیا۔ آپ نے اس کو شیخ ہندی کا خطاب دیا تھا اور اس شیخ ہندی کی اولاد ایک عرصہ تک آپ کے مزار مبارک کی مجاورت کرتی رہی۔



۴۹۹۔ ایک ہندو درویش باوا سینتل داس کھیتل کے تالاب بڈھ کیار کے کنارے اپنی انتڑیاں نکال کر صاف کیا کرتے تھے اور عوام اسے سینتل کی کرامت سمجھتے تھے۔

ایک روز حضرت شاہ کمال قادریؒ کیتھلی نے جنگل سے آتے ہوئے یہی ماجرا دیکھا تو باوا صاحب سے فرمایا۔ اس کھیل سے محض شہرت مقصود ہے تو اور بات ہے۔ ورنہ قلب سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور پھر مسکراتے ہوئے وہاں سے تشریف لے آئے۔

ازاں بعد جب درویش نے آنتوں کو اندر ڈالنا چاہا تو وہ ٹھیک نہ بیٹھیں۔ جس کی وجہ سے انہیں تکلیف ہوئی۔ آپ کے الفاظ اس درویش کے کانوں تک پہنچ چکے تھے۔ سینتل داس نے تاڑ لیا کہ ضرور صاحبِ نظر ہیں۔ بے قرار و بے تاب ہو کر آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا اور معافی مانگی۔

آپ نے کمال لطف و عنایت سے اسے دیکھا اور ان کے سینے کو نورِ الہی سے معمور کر دیا۔ حتیٰ کہ خرقہٴ خلافت سے نوازا۔





۵۰۰۔ فتح موصلیٰ کے بعض مصاحبین سے مروی ہیں، فرماتے ہیں، کہ ایک دن میں فتح کے ہاں گیا تو انہیں روتا ہوا پایا۔ ان کے آنسو زردی مائل تھے۔  
میں نے کہا۔ ”تمہیں قسم ہے اللہ کی کیا خون کے آنسو روئے ہو۔“  
آپ نے فرمایا۔ ”اگر تو قسم نہ دیتا تو میں نہ بتلاتا۔ آنسوؤں سے بھی رویا ہوں اور خون کے آنسوؤں سے بھی۔“

میں نے پوچھا۔ ”آنسوؤں سے کیوں روئے ہو۔“  
جواب دیا۔ ”خدا سے دُور رہنے پر۔“  
پھر میں نے پوچھا خون کے آنسوؤں سے کیوں روئے ہو۔ جواب میں فرمایا۔ ”اس لیے، کہ شاید آنسوؤں سے رونا قبول نہ ہوا ہو۔“

راوی کہتے ہیں کہ جب ان کی وفات ہوئی تو میں نے انہیں خواب میں دیکھا۔ میں نے سوال کیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔

آپ نے فرمایا۔ ”مجھے بخش دیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا۔ ”فتح تم یہ سارا رونا کیوں روئے تھے جس پر میں نے جواب دیا۔ خداوند! تیرے حق سے کوتاہی کرنے پر۔“  
پھر فرمایا۔ ”خون کیوں روئے تھے۔“

عکس کیا۔ ”پروردگار! اس لیے کہ شاید میری گریہ و زاری قبول نہ ہوئی ہو۔“  
فرمایا۔ ”اے فتح! یہ تو نے کیوں کیا۔ تیرے محافظ فرشتے چالیس برس تک تیرا صحیفہ میرے پاس لائے رہے اور اس میں کوئی گناہ تیرا نہ تھا۔“



۵۰۱۔ غلام خلیل نامی شخص نے خود کو صوفی مشہور کر رکھا تھا۔ وہ ہمیشہ صوفیاء کی بُرائیاں خلیفہ وقت کے سامنے کرتا رہتا تھا اور جس وقت حضرت شمعونؑ کو شہرت حاصل ہوئی تو ایک عورت نے آپ سے نکاح کی درخواست کی لیکن جب آپ نے اس کو رد کر دیا۔ تو وہ عورت حضرت جنیدؑ کی خدمت میں پہنچی۔ تاکہ وہ سفارش کریں۔ لیکن انہوں نے بھی اس عورت کی کوئی بات نہ سنی۔ اس پر اس عورت نے غلام خلیل کے پاس جا کر حضرت شمعونؑ پر زنا کا الزام لگا دیا۔

اس الزام کی بنا پر خلیل نے خلیفہ وقت سے آپ کے قتل کی اجازت لے لی لیکن جس وقت



جلاد کے ہمراہ آپ دربارِ خلافت میں پہنچے اور خلیفہ نے قتل کا حکم دینا چاہا تو اس کی زبان بند ہو گئی اور اسی شب اُس نے خواب میں کسی کو یہ کہتے سنا کہ اگر تم نے شمعوں کو قتل کروا دیا تو پورا ملک تباہی کی لپیٹ میں آجائے گا۔

چنانچہ صبح کو معذرت کے ساتھ آپ کو رخصت کر دیا گیا۔ مگر خلیل بد نیتی کی وجہ سے کوڑھی ہو گیا۔



۵۰۲۔ شیخ فرید الدین گنج شکر کے پاس فقط ایک ہی کبیل تھا جسے دن میں بچھا کر بیٹھ جاتے رات کو وہی اوڑھ کر سو جاتے۔ کبیل اتنا چھوٹا تھا کہ آپ کے پیر پوری طرح نہ پھیل سکتے تھے۔ ایک لکڑی کا تکیہ تھا جس کا سر ہانہ بناتے اور ایک عصا تھا جو حضرت بختیار کاکی کے تبرکات سے آپ کو پہنچا تھا۔

ایک دن ہندوستان کا بادشاہ ناصر الدین محمود آپ کی زیارت کے لیے دہلی سے پاک پتن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ آپ سے مل کر بے حد خوش ہوا۔ چنانچہ واپس دہلی پہنچ کر اپنے وزیر النغ خاں (جو بعد میں سلطان بلبن کے نام سے مشہور ہوا) کے ہاتھ پانچ گاؤں اور ایک بہت بڑی رقم آپ کی خدمت میں نذرانے کے طور پر ارسال کی۔

آپ نے النغ خاں سے فرمایا۔ ”ہم فقیروں کو ان چیزوں سے کیا واسطہ؟ یہ انہیں کے والے کر دو جو اس کے ضرورت مند ہیں۔“



۵۰۳۔ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر شبلیؓ بیمار پڑ گئے۔ طبیبوں نے پرہیز کا مشورہ دیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ”کیا میں اس چیز کا پرہیز کروں جو میرا رزق ہے یا اس چیز کا جو میرے رزق میں شامل نہیں ہے۔ جو میرا رزق ہے، وہ تو خود ہی مجھے مل جائے گا اور جو میرا رزق نہیں ہے۔ وہ خود ہی نہیں ملے گا۔ اس لیے جو میرا رزق ہے اس پر پرہیز کرنا میرے بس میں نہیں۔“



۵۰۴۔ ایک دفعہ ابو عبد اللہ امام بخاریؒ کسی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ حکیموں نے آپ کے قارورہ کو ملاحظہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے کبھی سالن استعمال نہیں کیا۔ اس کے بعد جب علاج میں سالن تجویز کیا گیا تو آپ نے انکار کر دیا اور بعد میں



بوجہ اصرار سالن وغیرہ پر رضامندی کا اظہار کیا۔

آپ کی سادگی اور قناعت کا یہ عالم تھا کہ سالن وغیرہ کھانا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔



۵۰۵۔ ایک دفعہ حضرت رابعہ بصریؒ علیل ہوئیں۔ حاضرین نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ مجھے جنت کی خواہش ہوئی۔ میرا محبوب مجھ سے ناراض ہوا کہ تو نے میرے سوا کسی اور چیز کی تمنا کیوں کی؟

اس علالت کا سبب صرف ناراضگی محبوب ہے اور کچھ نہیں۔



۵۰۶۔ ایک مرتبہ کسی شہر کے بازار میں آگ لگ گئی اور سب مال و اسباب، لونڈی و غلام جو اس میں تھے جل گئے مگر دو رومی غلام جو نہایت خوب صورت تھے، قدرت خدا سے بچے کھڑے تھے اور آگ سے بچنے کی راہ ڈھونڈ رہے تھے۔ قریب تھا کہ وہ بھی جل مریں۔ ان کے دلائل لوگوں سے کہتے پھرتے تھے کہ جو کوئی ان کو نکال لائے ہزار دینار سُرُخ انعام میں پائے۔

اتفاق سے حضرت ابو الحسن نورؒی اس طرف سے گزرے۔ ان دونوں غلاموں کو جلتی آگ میں کھڑا دیکھ کر جی میں کہا۔ اگر میں جل بھی جاؤں تو بلا سے مگر ان مصیبت زدوں کی مدد ضرور کرنی چاہیے۔ چنانچہ بسم اللہ کہہ کر جلتی آگ میں کود پڑے اور دونوں غلاموں کو صاف نکال لائے۔ دلالوں نے جو یہ دیکھا تو آپ کے قدم چومنے لگے اور آپ کو انعام دینا چاہا۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر انعام لینے سے انکار کر دیا کہ میں نے دنیا کے لالچ کے واسطے یہ کام نہیں کیا بلکہ خدا کے خوف اور اس کی مرضی سے کیا ہے۔ اگر یہ کام دنیا کے لالچ کے واسطے کرتا تو اس آگ میں خود جل کر رکھ ہو جاتا۔



۵۰۷۔ امام شافعیؒ نے ایک بار اپنے استاد حضرت وکیعؒ سے شکایت کی کہ میرا حافظہ کمزور ہے۔

کوئی تدبیر بتائیے کہ میرا حافظہ ٹھیک ہو جائے۔

ان کے استاد حضرت وکیعؒ نے نصیحت فرمائی۔ اللہ کی نافرمانی اور گناہ سے بچو۔ یہی حافظہ

کا علاج ہے۔ علم اللہ تعالیٰ کا ایک نور ہے اور یہ نور ان کو نہیں دیا جاتا جنہوں نے گناہوں سے اپنی زندگی گندی کر لی ہو۔





۵۰۸۔ ایک بار حضرت ابراہیم بن اشحب نے حضرت فضیل بن عیاض سے پوچھا کہ صبر، زہد، ورع اور خاکساری کا مطلب کیا ہے؟  
 آپ نے فرمایا صبر کا مطلب تو یہ ہے کہ جب تم پر مصیبتیں آئیں، تو شکوہ شکایت نہ کرو۔ زہد کے معنی یہ ہیں کہ تم قناعت اختیار کرو۔ جو کچھ تمہیں میسر ہے۔ اسی کو بہت سمجھو۔ یہی صبر سے بڑی مالداری ہے۔ ورع کے معنی یہ ہیں کہ جن باتوں کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، تم ان کے قریب بھی نہ پھٹکو اور خاکساری کا مطلب یہ ہے کہ تم حق کے سامنے جھک جاؤ اور جس کسی سے بھی حق ملے اسے کھلے دل سے قبول کرو۔ چاہے کسی ایسے شخص سے ملے جو تمہاری نظر میں سب سے زیادہ کم علم اور نادان ہو۔



۵۰۹۔ حضرت میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ حجّت نہ کرو، نہ کسی جاہل سے اور نہ کسی عالم سے۔ عالم سے حجّت کرو گے تو اس کے علم سے محروم رہ جاؤ گے۔ اور اگر جاہل سے حجّت کرو گے تو وہ تمہارے سینے پر چڑھ جائے گا۔



۵۱۰۔ حضرت حمید الدین ناگوری جب اپنے وطن سے دہلی کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں انہوں نے ایک چڑیا دیکھی جو اس وقت بیٹھے سروں میں حمدیاری کر رہی تھی۔ آپ سن کر لطف اندوز ہوئے۔

آپ اس کا واپس نہ لے کر نغمے سے متاثر ہوئے اور آپ پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر تک یہی حالت رہی۔ جب ذرا ہوش آیا تو حضرت خضر تشریف لائے اور فرمایا۔ حمید الدین! اب سے پشتیر جو اولیاء اللہ گذرے ہیں انہوں نے بھی گانا سنلے ہے۔ اور سماع سے وجد میں آئے ہیں لیکن حضرت خواجہ جنید بغدادی نے اس کو بعض وجوہات سے ترک کر دیا تھا۔

قاضی حمید الدین نے عرض کیا۔ اے خواجہ خضر! میں تو سماع پر شیفۃ ہو گیا ہوں۔ اگر مجھے کہیں قوال مل جائیں تو میں تو مجلس سماع ضرور منعقد کروں گا۔

خواجہ خضر نے فرمایا۔ جب سے حضرت جنید بغدادی نے اس کو ترک کیا ہے تب سے قوالی سننے والوں کو سولی پر چڑھانے کا قانون بن گیا ہے اور لوگ محفل سماع منعقد کرنے سے



ڈرتے ہیں۔“

حضرت خضرؑ کی باتیں سن کر قاضی حمید الدین ناگوری بازار گئے۔ وہاں سے سات غلام خریدے اور ان سب کو گانے کی تعلیم دلوائی۔ کچھ عرصہ تک وہ لوگ اس فن کو سیکھتے رہے۔ جب اچھی طرح مہارت حاصل کر لی تو آپ نے سماع کی محفلیں ترتیب دینا شروع کر دیں۔ بہت سے ایسے بزرگ اولیاء جن کو سماع سے شوق تھا۔ ان میں شریک ہوتے۔ ان پر حال اور وجد کی کیفیت طاری ہوتی۔

رفتہ رفتہ اس کی خبر پورے شہر میں پھیل گئی اور اس زمانے کے بڑے بڑے علماء و فقہا مثلاً قاضی عماد، قاضی منہاج، قاضی سعد الدین، سید مبارک اور امجد وغیرہ آپ کے سخت محبت ہو گئے اور ہر وقت آپ پر اعتراض کرنے لگے کہ بزرگوں کی روایت کے خلاف گانا سننا ہے۔ قاضی صاحب نے جب یہ سنا تو کہا۔ میں تو اب خاندانِ حشمتیہ کے زیر سایہ ہوں اور ان پر ان حشمتیہ کے طفیل مجھے تمام دینی برکتیں ملی ہیں۔ لہذا ان کا فعل میرے لیے بہتر ہے۔ شیخ جنید بغدادی نے اگر محفلِ سماع کی مخالفت کی ہے تو مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ میں تو سماع کو ترک نہیں کر سکتا۔

کچھ عرصہ بعد آپ بغداد تشریف لے گئے اور اپنے ایک بزرگ مرید کے گھر ٹھہرے۔ مرید نے اپنے گھر کے ایک کمرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس کمرے میں ایک بانسری بجائے والا چھپا ہوا ہے۔ خلیفہ بغداد کے خوف سے اس کو یہاں بند کر لیا ہے کیوں کہ خلیفہ کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی کے گھر محفلِ سماع ہو تو اس کو فوراً گرفتار کر کے سولی پر چڑھا دیا جائے۔ اس لیے میں ڈرتا ہوں ہوں کہ کہیں خلیفہ کو خبر نہ ہو جائے۔“

قاضی صاحب نے فرمایا۔ میں تو سماع کا عاشق ہوں تم بغیر کسی ڈر اور خوف کے اس کو بلاؤ۔ تاکہ میں اس کی بانسری سنوں۔“

مرید نے یہ سن کر کمرہ کھولا اور نئے نواز کو بجال لائے۔ قاضی صاحب نے حکم دیا۔ تم اپنا نغمہ سناؤ۔“

اس نے اتنی اچھی بانسری بجائی کہ قاضی صاحب کو بہت ہی لطف آیا اور ان پر ایک مجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ پھر یہ خبر شہر کے قاضی تک بھی پہنچ گئی۔ قاضی نے ایک آدمی کے ذریعے آپ کو عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔



جب آپ کو قاضی کا حکم ملا تو آپ نے فرمایا: ”ہر شخص کے لیے سماعِ حرام نہیں ہے۔ جو لوگ سننے کی اہلیت رکھتے ہیں۔“

پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد آپ نے فرمایا: ”تم جاؤ اور قاضی صاحب سے کہو کہ وہ تمام علماء اور مفتی جمع کریں میں بھی حاضر ہو جاؤں گا۔ اگر میں نے سماع کو جائز ثابت کر دیا تو خیر ورنہ جہاں اتنے بزرگوں کو انہوں نے سوئی دلوائی ہے مجھے بھی دلوادیں۔“

دوسرے دن آپ نے اپنے مرید کے ہاتھوں تمام ساز منگوا کر انہیں کپڑوں سے ڈھانپ دیا پھر سب لوگوں کو اپنے ہاں جمع ہونے کو کہا۔ قاضی بھی آ گیا۔

قاضی نے پوچھا: ”حمید الدین کہاں ہیں جنہوں نے قوالی کو جائز کہہ کر شہر میں ایک فتنہ پھیلا رکھا ہے؟“ قاضی حمید الدین سامنے موجود تھے، بولے ”میں ہی حمید الدین ہوں اور بلاشبہ سماع کو اپنے لیے جائز سمجھتا ہوں۔ کیوں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی پیاسے کو پانی نہ ملے اور پیاس سے اس کی جان جانے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے شراب پینا حلال ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنا غم غلط کرنے کے لیے گانا سنے تو جائز ہے۔ میں مریضِ عشق ہوں غمِ محبت میرے دل پر چھایا ہوا ہے اور شرابِ دصال کی تشنگی مجھے ہلاک کیے دے رہی ہے۔ ایسے میں کون ایسا عالم ہے جو میرے لیے سماع کو ناجائز قرار دے گا۔“

اس کے بعد آپ نے اور بہت سی شرعی دلیلیں پیش کیں۔ جن کو سُن کر سب قائل ہو گئے۔ مگر بولے: ”یہ تو سچ ہے مگر آپ خدا کے ولی ہیں اور آپ کے کشف و کرامات مشہور ہیں۔ آپ اس وقت کوئی ایسی کرامات دکھائیے کہ ہم سب سماع کے قائل ہو جائیں اور ہماری ہر طرح تسکین ہو جائے۔“

یہ سُن کر آپ نے سازوں کی طرف اشارہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ تمام سازوں سے خود بخود نغمے نکلنے لگے اور قاضی حمید الدین ناگوری پر وجد طاری ہو گیا۔ اسی حالت میں آپ نے فرمایا: ”نادانو! دیکھتے کیا ہو تم بھی شریک ہو جاؤ۔“

یہ سنتے ہی اُن سب پر وجد طاری ہو گیا اور سب جھومنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد جب ہوش میں آئے تو قاضی حمید الدین نے علماء سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ”اب تو آپ لوگوں کو اطمینان ہوا۔ چشتیوں کی کرامت دیکھی یا ابھی کچھ اور چاہتے ہیں؟“

علماء بہت شرمندہ ہوئے اور آپ سے معافی چاہی۔ قاضی حمید الدین ناگوری کچھ دن



وہاں ٹھہر کر رہی واپس تشریف لے گئے۔

○

۵۱۱۔ حضرت شیخ محمد علی حکیمؒ ترمذی ہمد شہاب میں بہت ہی حسین و جمیل تھے جس کی وجہ سے ایک عورت آپ پر عاشق ہو گئی لیکن آپ نے جب اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی تو وہ لباس اور زیورات سے آراستہ ہو کر اس باغ میں جا پہنچی جہاں آپ بالکل تنہا بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن آپ اس کو دیکھ کر ایسے بھاگے کہ پیچھا کرنے کے باوجود وہ آپ کو نہ پکڑ سکی اور جب چالیس سال کے بعد بڑھاپے میں آپ کو وہ واقعہ یاد آیا تو دل میں سوچا کہ کاش میں اس وقت اس کی خواہش پوری کر دیتا پھر بعد میں تائب ہو جاتا۔

پھر اس فاسد خیال کی وجہ سے آپ مسلسل تین یوم تک مصروفِ گم رہے اور تیسری شب خواب میں حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ تم رنجیدہ نہ ہو کیوں کہ اس میں تمہارا قصور نہیں بلکہ میرے وصال کا زمانہ جس قدر بعید ہوتا جا رہا ہے اسی قدر اس کا اثر بڑھ رہا ہے۔

○

۵۱۲۔ کسی نے حضرت عبداللہ منازلؒ کو یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مراد پوری کرے۔ آپ نے فرمایا، مراد کا درجہ تو معرفت کے بعد ہے اور یہاں تو ابھی تک معرفت بھی حاصل نہیں ہو سکی۔

○

۵۱۳۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت سلطان باہو ڈیرہ غازی خاں کی طرف چند درویشوں کے ہمراہ سفر فرما رہے تھے۔ راستہ میں ایک گاؤں چھبری نامی سے آپ کا گذر ہوا۔ چاشت کا وقت تھا۔ آپ کے ہمراہی درویشوں نے عرض کی کہ حضرت اگر فرمائیں تو اس گاؤں میں ٹھہر کر روٹیاں پکالیں۔

آپ نے اجازت فرمادی۔ اس گاؤں میں ایک عورت درویشوں کی خدمت کیا کرتی تھی، آپ اسی کے گھر تشریف فرما ہوئے۔ آپ کے مرید اس عورت کے ساتھ مل کر کھانا پکانے میں مشغول ہوئے۔

اس عورت کی ایک شیر خوار لڑکی پنگوڑے میں سوئی تھی، جاگ کر رونے لگی۔ وہ عورت آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی کہ اے درویش! اس بچی کے پنگوڑے کو ہلا دے تاکہ فراچپ



رہے۔ آپ اس پنگوڑے کو پکڑ کر بلانے لگے اور ساتھ ہی اسم ذات اللہ اللہ اللہ کہتے جاتے۔ اس چھوٹی سی بچی کے اسی وقت پنگوڑے میں مُرشدِ کامل کی توجہ سے اسم ذات اللہ جاری ہو گیا اور ایک ولیہ خدا بن گئی۔ پھر آپ اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

”اے عورت! اس بچی کے پنگوڑے کو ہم نے ایسی جنبش دی ہے کہ تا قیامت یہ جنبش ترقی اور زیادتی کرتی رہے گی۔“

اس لڑکی کا نام حضرت فاطمہؓ ہے۔ یہ قوم بلوچ مستوئی سے تھیں اور ان کا مقبرہ قصبہ فتح خاں کے نزدیک ہے۔ اس مزار پر لاکھوں زائرین اور سینکڑوں طالب اللہ فیض حاصل کرنے کے لیے آج بھی جاتے ہیں۔



۵۱۴۔ حضرت عبداللہ احمد مغربیؒ نے ورثہ میں حاصل شدہ مکان کو پچاس دینار میں فروخت کر دیا۔ اس کے بعد حج کے لیے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک بدو نے آپ سے پوچھا۔ ”تمہارے پاس کیا ہے؟“

آپ نے بتایا۔ ”پچاس دینار۔“ اور اس بدو کے طلب کرنے پر آپ نے اس کے حوالے کر دیئے لیکن اس بدو نے آپ کی صدق گوئی کی وجہ سے دینار واپس کر دیئے اور اپنے اونٹ پر بٹھا کر آپ کو مکہ معظمہ تک لے گیا اور کافی عرصہ آپ کی صحبت میں رہ کر شیخِ کامل بن گیا۔



۵۱۵۔ حضرت ابو بکر شبلیؒ نے حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ”لوگوں نے مجھے یہ بتایا ہے کہ آپ کے پاس ایک گویہ نایاب ہے۔ لہذا آپ یا تو اس کو میرے ہاتھ قیمتاً فروخت کر دیں یا پھر بغیر قیمت کے دے دیں۔“

حضرت جنیدؒ نے فرمایا۔ ”اگر میں وہ گویہ نایاب فروخت کرنا چاہوں۔ تو تم خرید نہیں سکتے۔ کیوں کہ تمہارے اندر قوتِ خرید نہیں ہے اور اگر مفت دے دوں تو تم اس کی قدر و قیمت نہ سمجھ سکو گے کیوں کہ بلا محنت حاصل کردہ شے کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی لہذا اگر تم وہ گویہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو بحرِ توحید میں غرق ہو کر فنا ہو جاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر صبر اور انتظار کے دروازے کھلا دے گا اور جب تم دونوں کو برداشت کرنے کے قابل ہو جاؤ گے تو وہ گویہ تمہارے ہاتھ لگ جائے گا۔“



پھر آپ نے حضرت جنیدؒ سے پوچھا۔ "تو پھر اس سلسلہ میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟"  
 آپ نے فرمایا۔ "تم ایک سال گندھک بیچتے پھرو۔"

چنانچہ حضرت ابو بکر شبلیؒ ایک سال تک گندھک بیچنے کے بعد دوبارہ آپ کی خدمت  
 میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ "اب ایک سال تک بھیک مانگو"

چنانچہ آپ نے ایک سال تک یہ بھی کیا۔ حتیٰ کہ آپ نے بغداد کے سردروں پر جا کر  
 بھیک مانگی لیکن کبھی آپ کو کسی نے کچھ نہیں دیا اور جب اس کی شکایت آپ نے حضرت  
 جنیدؒ سے کی تو انہوں نے مسکرا کر فرمایا۔

"اب تو شاید تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا۔ کہ مخلوق کے نزدیک تمہاری کوئی قیمت نہیں۔ لہذا  
 اب کبھی مخلوق سے دل بستگی کا خیال نہ کرنا اور نہ کبھی کسی چیز پر مخلوق کو فوقیت دینا۔"  
 چند لمحوں کی خاموشی کے بعد حضرت جنیدؒ نے آپ کو حکم دیا۔ "چونکہ تم نہاوند کے امیر  
 چلے ہو، لہذا وہاں جا کر ہر شخص سے معافی مانگو۔"

چنانچہ حضرت ابو بکر شبلیؒ نے نہاوند پہنچ کر ایک ایک نچھے، بوڑھے اور جوان سے معافی  
 مانگی۔ اس طلبی معافی کے دوران ایک شخص آپ کو نہ ملا تو آپ نے اس کے بدلہ میں ایک  
 لاکھ درہم خیرات کیے لیکن اس کے باوجود بھی آپ کے دل میں خلش باقی رہ گئی اور جب  
 دوبارہ حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا۔

"ابھی تمہارے دل میں دنیا کی محبت باقی ہے۔ اس لیے ایک سال تک اور بھیک  
 مانگتے رہو۔"

چنانچہ آپ نے ایک سال تک اور بھیک مانگی۔ اس دوران آپ کو جو کچھ ملتا تھا وہ  
 حضرت جنیدؒ کے پاس لاکر فقراء میں تقسیم کر دیتے تھے لیکن خود بھوکے رہتے تھے۔  
 پھر سال کے خاتمہ پر حضرت جنیدؒ نے وعدہ کیا کہ اب تمہیں اپنی صحبت میں رکھوں گا۔  
 بشرطیکہ تمہیں فقراء کی خدمت گزاری منظور ہو۔ چنانچہ اس کے بعد آپ ایک سال  
 تک فقراء کی خدمت گزاری میں مشغول رہے۔

پھر حضرت جنیدؒ نے پوچھا۔ "اب تمہارے نزدیک نفس کا کیا مقام ہے؟"

آپ نے جواب دیا۔ "میں خود کو تمام مخلوقات سے کم تر تصور کرتا ہوں۔"

یہ سن کر حضرت جنیدؒ نے فرمایا۔ "اب تمہارے ایمان کی تکمیل اتنے سختی ہو گئی ہے۔"





۵۱۶ - شیخ حسن مجذوب سکندر لودھی پر عاشق تھے۔ ایک دفعہ سلطان سکندر محل خاص میں بیٹھا تھا کہ یکایک آپ اس طرف آئیلے۔

سلطان نے کہا - "ہماری اجازت کے بغیر یہاں کیوں آگئے؟"

آپ نے فرمایا - "میں تمہارا عاشق ہوں اور تمہیں دیکھنے کے لیے آیا ہوں۔"

سلطان کو اس پر سخت غصہ آیا۔ اس وقت اس کے سامنے آگ کی انگیٹھی رکھی تھی اس نے آپ کو گردن سے پکڑ کر انگیٹھی میں ٹھونس دیا اور کافی دیر تک اسی حال میں رہنے دیا۔ جب نکالا تو آپ پر آگ کا مطلق اثر نہ تھا۔



۵۱۷ - جب خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ خاتون فوت ہوئی تو کسی نے اسے خواب میں دیکھا

اور پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے۔

اس نے جواب دیا - "مجھے بخش دیا گیا ہے۔"

اس نے پوچھا - "کیا ان کنوؤں اور تالابوں کے سبب جو تم نے فلاں جنگل میں بنوائے ہیں۔"

اس نے جواب میں کہا - "ان کنوؤں اور تالابوں نے مجھے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ کیوں کہ وہ

جن لوگوں کے مال سے بنائے گئے تھے۔ ان کو ان کا ثواب ملا ہے۔ مجھے صرف اس لیے

بخش دیا گیا ہے کہ ایک روز میں رفع حاجت کر رہی تھی اور موزن نے اذان دی۔

میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اذان کا جواب نہ دینا گناہ ہے اور اس ناپاک جگہ میں جواب

دینا نامناسب ہے۔ یہ خیال کر کے میں نے اس جگہ سے ہٹ کر اذان کا جواب دیا۔ پھر

اسی جگہ پہنچ کر رفع حاجت کی۔ بس اسی وجہ سے خدا نے مجھے بخش دیا۔"



۵۱۸ - ایک مرتبہ چھ درویش حضرت فرید الدین گنج شکر کے پاس آئے اور عرض کیا کہ مسافر

ہیں۔ زاد راہ چاہیے۔ اس وقت آپ کے سامنے چند خرما رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے

وہ خرما اٹھا کر دے دیئے۔

ان درویشوں کو ناگواری ہوئی کہ بجائے زاد راہ کے خرما دے دیئے۔ باہر آ کر انہوں نے

خرموں کو پھینکنا چاہا۔ پھینکتے وقت جو ان کی نظر خرموں پر پڑی تو ان کو یہ دیکھ کر تعجب

ہوا اور خوشی بھی کہ خرما خالص سونے کے ہو گئے ہیں۔





۵۱۹ - ایک مرتبہ حضرت عثمان حیرمی چار غلاموں کے ہمراہ مکتب جا رہے تھے۔ ہاتھ میں سونے کی دوات، سر پر زربفت کا عمامہ اور جسم پر نہایت مرصع و قیمتی لباس تھا۔ اچانک آپ نے دیکھا کہ راستہ میں ایک زخمی گدھا پڑا ہے اور اس کی پشت کے زخم میں سے کوئے گوشت نوج رہے ہیں۔

یہ منظر دیکھ کر آپ کے اندر ایک ایسا جذبہِ ترحم پیدا ہوا کہ اپنی دستار اس کے زخم پر باندھ کر اپنی قباس کے اوپر ڈال دی۔ اس احسان کے بدلہ میں گدھے نے آپ کے حق میں دعائے خیر کی۔ جس کے اثر سے اسی وقت جذب و شوق کے عالم میں آپ حضرت یحییٰ بن معاذ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ان سے فیوض حاصل کرنے کے بعد اپنے ماں باپ اور گھر وغیرہ کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا۔



۵۲۰ - مولانا علاؤ الدین اصولی بدایونی کے پاس ایک نو خرید لونڈی تھی مگر وہ ہر وقت روتی رہتی تھی۔ مولانا نے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میرا ایک لڑکا تھا۔ میں اس سے جدا ہو گئی ہوں۔

یہ سن کر مولانا لونڈی کو گھر سے باہر لے گئے اور اس کو اس راستہ پر چھوڑ دیا جس راستہ سے وہ آئی تھی۔



۵۲۱ - ایک مرتبہ حضرت ابو عبد اللہ جلا نے حضرت عمرو مشقی سے بیان کیا کہ جس وقت میں نے اپنے والدین سے عرض کیا کہ مجھ کو خدا کے حوالے کر دو، تو انہوں نے میری استدعا قبول کر لی۔ چنانچہ میں گھر سے رخصت ہو گیا اور جب کافی عرصہ کے بعد واپس آ کر گھر کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اپنا نام بتایا تو والدین نے اندر ہی سے جواب دیا۔

”ہم خدا کے سپرد کی ہوئی شے واپس نہیں لیتے“ اور پھر کسی طرح بھی انہوں نے دروازہ نہ کھولا۔



۵۲۲ - ایک روز سلطان محمد تغلق نے شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے لیے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا بھیجا۔ ایسے برتنوں میں کھانا بھیجنے کا مقصد شیخ کو تکلیف پہنچانا



تھا کہ اگر آپ کھانا کھانے سے انکار کر دیں گے تو اسی بات کو ایذا رسانی کی وجہ بنا لیا جائے گا اور اگر کھا لیا جائے تو پوچھا جائے گا کہ آپ نے سونے چاندی کے ظروف میں کھا کر خلاف شرع حرکت کیوں کی ؟

جب کھانا شیخ کے سامنے پیش کیا گیا تو کچھ نہ بولے۔ آپ نے سونے کے پیالے سے تھوڑی سی نیچی نکال کر اپنی تھیلی پر رکھی اور پھر اس کو چکھا۔ آپ کے اس عمل سے بد اندیش لوگ سخت شرمندہ ہوئے۔



۵۲۳۔ حضرت ابو عمر نے کہا کہ میں حضرت عثمان حیرؓ ہی کے دست مبارک پر تائب ہوا اور عرصہ دراز تک آپ کی خدمت میں رہ کر فیوض باطنی سے سیراب ہوتا رہا لیکن بعد میں جب میرا قلب معصیت کی جانب راغب ہوا تو میں نے آپ کی صحبت سے کنارہ کشی کا ارادہ کر لیا لیکن آپ نے اشارتاً فرمایا۔

”میری صحبت چھوڑ کر غنیموں کی صحبت مت اختیار کر لینا کیوں کہ ان کو تمہارے گناہوں سے خوشی حاصل ہوگی۔ لہذا جو گناہ کرنا ہو میں رہ کر کرو۔ تاکہ تمہارا وبال اپنے سر پر لے لوں۔“

یہ الفاظ آپ نے کچھ ایسے موثر انداز میں فرمائے کہ میں توبہ کر کے آپ کی خدمت میں مصروف ہو گیا۔



۵۲۴۔ حضرت ابو عبد اللہ جلاؓ کسی حسین و جمیل یہودی کو بڑے غور سے تک رہے تھے کہیں سے حضرت جنیدؒ بھی آپ کے نزدیک آکھڑے ہوئے۔

حضرت ابو عبد اللہؒ نے فرمایا۔ ”ایسی حسین صورت بھی جہنم میں جلے گی۔“  
حضرت جنیدؒ نے فرمایا۔ اس پر نظر ڈالنا بھی داخل شہوت ہے۔ اگر عبرت حاصل کرنا چاہتے ہو تو دنیا میں دوسری بھی بہت سی چیزیں ہیں۔



۵۲۵۔ کسی نے حضرت ابو عبد اللہ جلاؓ سے فقر کا مفہوم پوچھا۔ آپ اٹھ کر باہر چلے گئے اور کچھ وقفہ کے بعد آکر بولے۔ ”میرے پاس تھوڑی سی چاندی تھی۔ اس کو خیرات کر آیا۔ تاکہ



فقر کے موضوع پر گفتگو کر سکوں۔ لہذا اب سن لو کہ جس کے پاس کوئی چیز بھی نہ ہو وہ فقر کا مستحق ہے۔



۵۲۶۔ جب سلطان محمد تغلق نے شیخ قطب الدین منور کو اپنے پاس طلب کیا تو آپ کے فرزند شیخ نور الدین جو اس وقت چھوٹی عمر کے تھے اپنے والد کے پیچھے پیچھے سلطان کے دربار میں چلے آئے۔ یہاں پہنچ کر ہجوم ملوک و امراء کی ہدیت و رعب سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ اتنے میں شیخ قطب منور کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور انہوں نے کہا۔ "بابا نور الدین! عظمت و کبریائی صرف اللہ کے لیے ہے۔" شیخ نور الدین فرماتے ہیں کہ جو نہی میرے کانوں میں یہ بات پہنچی میرے باطن میں تقویت آگئی۔ یہاں تک کہ میرے دل سے دربار کا رعب و دبدبہ جاتا رہا۔



۵۲۷۔ حضرت ابو محمد ریم فرماتے تھے۔ کہ بیس سال سے میری یہ کیفیت ہے کہ جس قسم کے کھانے کا تصور کرتا ہوں، فوراً ابل جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ دوپہر میں مجھے شدت کی پیاس محسوس ہوئی تو میں نے ایک مکان سے پانی طلب کیا اور جب اندر سے ایک لڑکا پانی لے کر آیا تو میں نے پی لیا لیکن اس لڑکے نے کہا کہ ایسے قسم کا صوفی ہے جو دن میں پانی پیتا ہے۔ چنانچہ اس دن سے آج تک میں نے کبھی دن میں پانی نہیں پیا۔



۵۲۸۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ میرا ایک جنگل سے گذر ہوا جہاں بہت سے درخت اور سبزہ زار تھا۔ میں وہاں کھڑے ہو کر اس جنگل کے پھولوں کا حسن اور اطراف کی سبزی دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک آواز میرے کان میں آئی۔ جس سے میرے آنسو جاری ہو گئے اور رنج کی آگ بھڑک اٹھی۔

میں اس آواز کی جانب بڑھا گیا دیکھتا ہوں کہ دامن کوہ میں ایک غار ہے اور وہ آواز وہاں سے آرہی ہے۔ میں نے اس میں جھانکا تو دیکھا کہ وہاں ایک عابد ہے اور وہ کہہ رہا ہے۔ پاک ہے تو اے خدا! جس کے شاقوں کی تفریح باغ طاعت میں ہے۔ پاک



ہے وہ ذات جس نے عقلمندوں کو یہ سمجھا دیا ہے کہ وہ اس کے غیر پر اعتماد نہیں کرتے۔  
پاک ہے وہ ذات جس نے اہل محبت کے نفس کو دریائے محبت پر پہنچایا ہے اور وہ اس  
کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

اتنا کہنے کے بعد وہ خاموس ہوا۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ السلام علیکم، اے غم کے دوست  
اور رنج کے ساتھی!

اس نے جواب دیا۔ وعلیکم السلام، تم کیوں کراہتے شخص کے پاس پہنچے ہو جو لوگوں کے سوالوں  
سے ڈر کر تنہا رہتا ہے اور محاسبہ نفس میں مشغول ہوا ہے اور لوگوں کے اقوال میں غورو  
خوض ترک کر دیا ہے۔

میں نے کہا۔ مجھے نصیحت و عبرت کا شوق تمہارے پاس لایا ہے۔

انہوں نے کہا۔ اے جوان! اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ ان کے دلوں میں محبت  
کے حقیق نے عشق کی آگ جلائی ہے۔ وہ شدت اشتیاق کے سبب ریاض ملکوت کی تیر  
کرتے پھرتے ہیں اور ان کے واسطے حجاب و تبروت میں جو کچھ پوشیدہ ہے اس کا ملاحظہ  
کرتے ہیں۔

میں نے کہا۔ ان کی تعریف کچھ بیان کریں۔

فرمایا۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو رحمت الہی کے غار میں پناہ گزین ہیں اور شراب محبت کے جام  
پیتے ہیں۔ اے میرے مالک! مجھے بھی ان لوگوں میں ملاوے اور ان جیسے اعمال کی توفیق دے۔  
میں نے کہا۔ کچھ وصیت فرمائیے۔

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اس کے دیدار کے شوق پر کرو کہ وہ ایک دن اپنے ادیبان کو اپنے  
جمال کی تجلی دکھائیں گے۔ اس کے بعد چند اشعار پڑھے۔

(ترجمہ اشعار) میرے بھی کبھی آنسو تھے، تو نے انہیں فنا کر دیا۔ میری بھی پلکیں تھیں۔ تو  
نے انہیں خواب کر دیا۔ میرا بھی جسم تھا جسے تو نے بوسیدہ کر دیا۔ میرا بھی دل تھا تو  
نے اُسے ضعیف کر دیا۔ اے میرے مالک! میری آنکھیں تھیں جن سے میں مخلوق  
کو دیکھتا تھا، تو نے اندھی کر دیں۔ اب تیرا بندہ تجھی پر اعتماد رکھنے والا ہو گیا ہے اگر  
تو چاہے تو آج سے پہلے بھی بلا سکتا تھا۔





۵۲۹ - حضرت ابنِ عساکر کے دل لڑکے تھے۔ ایک مرتبہ دورانِ سفر ڈاکوؤں نے انہیں

پکڑ کر ایک ایک کر کے ہر ایک کو آپ کے سامنے ہی قتل کر دیا لیکن آپ نے اس واقعہ سے کوئی اثر نہ لیا بلکہ آسمان کی جانب نظریں اٹھائے مسکراتے رہے اور جب سویں لڑکے کا نمبر آیا تو ایک ڈاکو نے آپ سے کہا - "کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ باپ ہو کر کچھ تدارک کرنے کی بجائے بھڑے مسکرا رہے ہیں۔"

آپ نے فرمایا - "ہر امر کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اپنی مصلحت سے جو کچھ بھی کرتا ہے اس میں بندے کو دم مارنے کی اجازت نہیں۔"

یہ سن کر ڈاکوؤں پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپ یہ بات پہلے کہہ دیتے تو آپ کے تمام صاحبزادے قتل ہونے سے بچ جاتے۔



۵۳۰ - ایک دفعہ ایک یہودی نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا - "آپ ہم کو کیا کہتے ہیں؟"

آپ نے جواب دیا - "دشمنِ خدا۔"

پھر یہودی نے پوچھا - "اپنے آپ کو کیا کہتے اور سمجھتے ہو؟"

آپ نے فرمایا - "دوستِ خدا۔"

اس پر یہودی بولا - "خبردار، صرف نام پر مغرور نہ ہونا کہ ایک وقت میرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ میں نے اس کا نام خالد رکھا (خالد کنے معنی ہمیشہ رہنے والا کے ہیں) مگر وہ پہلے دن ہی مر گیا۔"



۵۳۱ - روایت ہے کہ بشر حافیؒ اپنے عیاشی کے زمانہ میں ایک دن اپنے گھر میں تھے اور ان

کے ہمراہ ان کے ساختھی بھی موجود تھے۔ شراب و سرود کی محفل گرم تھی۔ ان کے دروازے پر سے ایک بزرگ کا گزر ہوا۔ انہوں نے دستک دی۔

اندر سے ایک باندی نکلی۔ اس سے سوال کیا - "اس گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام؟"

باندی نے جواب دیا - "آزاد ہے۔"

بزرگ بولے "جبھی تو عیش و طرب میں مصروف ہے۔ اگر غلام ہوتا تو غلام جیسے فعل کرتا اور

آدابِ عبودیت بجالاتا اور لہو و لعب چھوڑ دیتا۔"



بشر حافی نے اس بزرگ کی گفت گو سن لی۔ وہ ننگے پاؤں اور ننگے سر دروازے کی طرف دوڑے اتنے میں وہ بزرگ چلے گئے۔ لونڈی سے پوچھا۔ سچ بتا تجھ سے کون باتیں کر رہا تھا؟ اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بشر حافی ان کے پیچھے گئے، وہ مل گئے تو ان سے دریافت کیا کہ آپ ہی تھے جنہوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر لونڈی سے گفت گو کی تھی۔ آپ نے اثبات میں سر ہلایا۔ تو بشر حافی بولے، ذرا ایک بار پھر فرمائیے جو کچھ آپ نے فرمایا تھا۔

انہوں نے وہی باتیں دوہرائیں۔ یہ سن کر بشر حافی زمین پر لوٹنے لگے اور کہتے جلتے تھے۔ وہ غلام ہے، غلام ہے، غلام ہے۔ بشر حافی ننگے سر ننگے پاؤں گھومتے پھرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کا نام حافی (یعنی ننگے پاؤں والا) ہو گیا۔

لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ آپ ننگے پاؤں کیوں چلتے ہیں۔ جوتے کیوں نہیں پہنتے۔ آپ نے فرمایا۔ جب میں نے اللہ سے مصالحت کی تھی تو اس وقت ننگے پاؤں تھا اور وہ خوف کا وقت تھا۔ اس لیے میں مرنے تک اسی حالت میں رہوں گا۔ ننگے پاؤں پھرنے کے سلسلہ میں یہ ایک دوسری روایت ہے جو پہلی روایت سے مختلف ہے۔

ایک دفعہ ایک چھوٹی سی لڑکی نے کہا کہ اگر دو دانگ کی جوتی خرید لیتے تو حافی کا نام جاتا رہتا۔ یعنی شہرت نہ ہوتی۔



۵۳۲۔ کسی درویش نے اپنی کملی میں حضرت ابراہیم بن داؤد درتی کے پیراہن کا ایک ٹکڑا سسی رکھا تھا۔ ایک دفعہ وہ درویش جنگل میں گیا تو اس پر شیر حملہ آور ہوا۔ جب وہ شیر نزدیک پہنچا تو بجائے حملہ کرنے کے درویش کے قدموں میں سر جھکا کر خاموشی سے واپس لوٹ گیا۔



۵۳۳۔ حضرت یوسف اسباط تارک الدنیا اور عظیم عابد و متقی تھے۔ آپ نے ترکہ میں بلے ہوئے شہزاد دینار میں سے ایک پائی بھی اپنی فات پر خرچ نہ کی بلکہ بھور کے پتے بیچ کر اپنا خرچ چلایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک گڈھی میں چالیس سال کا عرصہ گزار دیا۔



ایک دفعہ آپ نے لوگوں سے فرمایا۔ حصولِ نذر کے لیے تعلیمِ قرآنِ خدا کے ساتھ تسمیٰ ہے۔ صدق کی چھ علامتیں ہیں۔ قلب و زبان کو درست رکھنا۔ قول و فعل میں مطابقت قائم رکھنا۔ اپنی تعریف کی خواہش نہ کرنا۔ حکومت اختیار نہ کرنا۔ دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دینا۔ نفس کی مخالفت کرنا۔



۵۳۴ - روایت ہے کہ حضرت منصور حلاج کا واقعہ حضرت عمرو بن عثمان مکی کی بددعا کی بدولت ظہور میں آیا تھا کیوں کہ منصور کو آپ نے ایک دن کچھ تحریر کرتے ہوئے دیکھ کر سوال کیا کہ کیا تحریر کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں ایک ایسی عبارت تحریر کر رہا ہوں جو قرآن کا مقابلہ کر سکے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرو بن عثمان نے غضب ناک ہو کر وہ بددعا دی تھی جس کی وجہ سے منصور کو وہ واقعہ پیش آیا۔



۵۳۵ - حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواب میں میں نے ابلیس کو ڈنڈا مارنے کا قصد کیا۔ جس پر غیب سے آواز آئی کہ ابلیس ڈنڈے سے خائف ہونے والا نہیں۔ یہ تو صرف قلبِ مومن کے نور سے ڈرتا ہے۔ جب میں نے ابلیس کو اپنے پاس آنے کے لیے کہا تو اس نے جواب دیا۔ "تاریک دنیا لوگ میرے فریب میں نہیں آسکتے البتہ تمہاری صحبت میں چوں کہ لڑکے رہتے ہیں۔ اس لیے شاید تم کبھی میرے فریب میں آ جاؤ۔"



۵۳۶ - ایک دفعہ حضرت ابو الحسن نورانی نے ایک دکھتا ہوا انگارہ ہاتھ میں لے کر مسل دیا۔ جس کی وجہ سے آپ کا ہاتھ کالا ہو گیا۔ اسی دورانِ خادمہ نے آپ کے سامنے دو دھواؤں روٹی لاکر رکھی۔ آپ نے ہاتھ دھوئے بغیر کھانا شروع کر دیا۔ آپ کے اس فعل سے خادمہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ انتہائی بدتمیزی کی بات ہے ابھی وہ اسی خیال میں کھڑی تھی کہ باہر سے شاہی سپاہیوں نے آکر خادمہ کو یہ کہتے ہوئے گرفتار کر لیا کہ اس نے فلاں شخص کا زیر جامہ چرایا ہے۔ اس لیے تجھے کو تو ال کے سامنے



پیش ہونا پڑے گا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے خادمہ کو زد و کوب بھی کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ "اس کو مت مارو، تمہارا زیر جامہ ابھی مل جائے گا۔" چنانچہ اسی وقت ایک شخص نے زیر جامہ سپاہیوں کے حوالے کر دیا اور وہ خادمہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ نے خادمہ سے فرمایا۔ "میری بد تمیزی ہی تیرے کام آگئی۔" یہ سن کر خادمہ نے اپنا سر جھکا لیا۔



۵۳۷ - جب حضرت جلال الدین سُرخ بخاری ہندوستان آ رہے تھے تو اثنائے سفر میں ایک ساتھی نے آپ کو اشرافیوں کی ایک تھیلی دی اور کہا۔ "میں یہ تھیلی ہندوستان جا کر آپ سے واپس لے لوں گا۔"

اتفاقاً راستہ میں قزاقوں نے لوٹا تو وہ تھیلی بھی ان بد بختوں کے پاس چلی گئی۔ جب آپ ہندوستان پہنچے تو آپ کا وہ ساتھی جو اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ اس کی تھیلی ڈاکوؤں نے لوٹ لی تھی آزمائش کے طور پر آپ سے سخت تقاضا کے ساتھ اپنی اشرافیوں کی تھیلی طلب کرنے لگا۔

آپ اسے ساتھ لے کر دریا کے کنارے پر تشریف لے گئے پھر دریا میں ہاتھ ڈال کر من و عن وہی تھیلی نکال کر اُسے دے دی۔ وہ شخص آپ کی یہ کرامت دیکھ کر آپ کی عظمت اور بزرگی کا دل و جان سے قائل ہو گیا۔



۵۳۸ - ایک دہریہ نے اپنے تین سوال شہر کیے اور ان کے ساتھ اعلان کیا کہ میرے ان تین سوالوں

کا جواب جو کوئی عالم دے دے تو میں خدا کی ہستی پر ایمان لے آؤں گا۔ اس کے سوال یہ تھے۔

۱ - خدا کو جب کسی نے دیکھا نہیں تو پھر کلمہ میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ کر یہ کیوں

کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ بغیر دیکھے کے گواہی کیوں؟

۲ - جو کرتا ہے خدا کرتا ہے پھر کسی گناہ پر بندہ مجرم کیوں جب کہ کرنے والا خدا ہے۔

۳ - شیطان از روئے قرآن آگ سے بنا ہے اور خدا آسے دوزخ میں ڈالے گا، تو اس کا کیا بگڑ

سکتا ہے کیوں کہ اگر دوزخ میں آگ ہے تو شیطان خود بھی آگ ہے پھر آگ میں ڈال

دی جائے تو آگ کا کیا نقصان؟



کئی دنوں تک اُس کے سوالوں کا جواب کسی سے بن نہ پڑا۔ وہ دین و مذہب کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے لگا۔ اتفاقاً ایک روز شہر سے باہر نکلا تو باہر میدان میں ایک مجذوب بیٹھے دکھائی دیئے۔ ان کے پاس مٹی کے بڑے بڑے ڈھیلے پڑے تھے۔

اُس بزرگ نے اسے اپنے پاس بلا یا اور پوچھا: "سنا ہے کہ آپ کے کچھ سوال ہیں اور آپ کو گلہ ہے کہ کسی نے ان کا جواب نہیں دیا۔"

دہریہ نے جواب دیا۔ "جواب کوئی کیا دے گا میرے سوال ہی لا جواب ہیں۔"

اس پر بزرگ کے پوچھنے پر دہریہ نے اپنے تینوں سوال دوہرائے۔

بزرگ نے سوالوں کو سن کر جواب دیا۔ "میں دوں ان سوالوں کے جواب۔"

دہریہ نے اثبات میں سر ہلایا تو بزرگ نے ایک بہت بڑا مٹی کا ڈھیلا اٹھایا اور دہریہ کے

سر پر دے مارا۔ دہریہ کا سر پھٹ گیا۔ وہ اسی وقت قاضی کے روبرو جا پیش ہوا اور سارے واقعہ

سنا تے ہوئے کہا۔ "اسے میرے سوالوں کا جواب دینا نہیں آیا۔ اسی لیے مجھے 'ن سر ڈالا'۔"

قاضی نے اسی وقت بزرگ کو اپنی عدالت میں بلوا بھیجا۔ جب وہ عدالت میں حاضر ہو گئے تو

قاضی نے اُن سے پوچھا۔ "تم نے اس کے سر پر ڈھیلا کیوں مارا ہے؟"

آپ نے فرمایا۔ "میں نے اس کے تینوں سوالوں کا جواب دیا ہے۔"

قاضی نے پوچھا وہ کیسے؟

آپ نے فرمایا۔ وہ ایسے کہ اس کا پہلا سوال یہ تھا کہ خدا کو دیکھے بغیر اس کی گواہی کیوں دی

جاتی ہے؟ اب میں اس سے پوچھتا ہوں کہ کیوں صاحب میں نے جو آپ کو ڈھیلا مارا ہے

تو آپ کے سر پر کیا ہوا ہے؟

دہریہ بولا۔ "میرا سر پھٹ گیا ہے اور سر میں سخت درد ہو رہا ہے۔"

آپ نے پوچھا۔ "جو درد ہو رہا ہے اس کی گواہی کون دے گا؟"

وہ بولا۔ "میں خود گواہی دیتا ہوں کہ میرے درد ہو رہا ہے۔"

بزرگ بولے۔ "یہ درد تم نے دیکھی ہے۔"

اس نے نفی میں جواب دیا اور بولا۔ "درد کو دیکھا تو نہیں لیکن محسوس تو ہو رہا ہے۔"

آپ نے فرمایا۔ "خدا ہم نے دیکھا تو نہیں لیکن وہ اپنی قدرتوں سے معلوم تو ہو رہا ہے۔"

اس پر دہریہ نے اقرار کیا کہ اس کا پہلا سوال حل ہو گیا ہے۔



بزرگ پھر بولے کہ "تمہارا دوسرا سوال یہ تھا کہ جو کرتا ہے خدا کرتا ہے، بندے کا تعلق کیا۔ اگر یہی بات ہے تو پھر تم نے مجھے عدالت میں کیوں بلوایا۔ ڈھیللا بھی خدا نے مارا ہے میرا کیا قصور؟" دہریہ بولا "میرا دوسرا سوال بھی حل ہو گیا لیکن میرا تیسرا سوال ابھی باقی ہے۔"

آپ نے جواب دیا "اس سوال کا جواب بھی دیا جا چکا ہے۔ تمہارا سوال یہ تھا کہ شیطان بھی آگ اور روزخ بھی آگ پھر ایک آگ کا دوسری آگ میں پڑ کر کیا نقصان ہو سکتا ہے۔ پھر انہوں نے دہریہ سے سوال کیا۔ "تم کس چیز سے بنے ہو؟"

وہ بولا۔ "مٹی کا بنا ہوا ہوں۔"

آپ نے فرمایا اور یہ جو ڈھیللا میں نے تم کو مارا تھا کس چیز کا تھا؟"

اس نے جواب دیا۔ "یہ مٹی کا بنا ہوا ہے۔"

بزرگ بولے "بس جس طرح مٹی نے مٹی کو لوہا بن کر دیا ہے اسی طرح آگ بھی آگ کا بیڑہ غرق کر دے گی۔"

اس پر دہریہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اقرار کیا کہ اس کے تینوں سوالوں کے جواب مل گئے ہیں۔ اس لیے میں سچے دل سے مسلمان ہوتا ہوں۔



۵۳۹۔ حضرت حاتم اشم فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری جماعت کی نماز جاتی رہی۔ اس کے افسوس کرنے کے لیے میرے پاس صرف ابو اسحاق بخاری ہی تشریف لائے۔ حالانکہ اگر میرا بچہ مر جاتا تو افسوس کے لیے ایک ہزار آدمی سے زیادہ آتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک دنیا کی مصیبت کے مقابلہ میں دین کی مصیبت کوئی وقعت اور اہمیت نہیں رکھتی۔



۵۴۰۔ بابا بے شاہ (اصل نام عبداللہ شاہ) کے ایک خادم نے پانچ حج کیے تھے اور چھٹا حج کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ آپ نے اسے حج پر بھیجنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ جب روانگی کا وقت گذر گیا اور اس نے اس طرف توجہ نہ دی تو وہ غم گین رہنے لگا۔ ایک دن اس کو غم گین دیکھ کر شاہ صاحب نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے آپ کو حج کرانے کا وعدہ یاد دلایا۔

شاہ صاحب نے فرمایا۔ "اس میں رنجیدہ ہونے کی کیا بات ہے۔ ذرا آنکھیں بند تو



کہو۔ اس نے آنکھیں بند کیں تو خود کو بیت اللہ شریف میں قصور کے حاجیوں کے روہیں پایا۔ اس کے بعد اس کو دوبارہ آنکھیں بند کرنے کو کہا۔ اس نے آنکھیں بند کیں تو خود کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک پر موجود پایا۔ جب قصور کے حاجی واپس آئے تو انہیں بڑا تعجب ہوا کہ وہ شخص اتنی جلدی خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ سے واپس کیونکر پہنچ گیا۔ کیوں کہ ان لوگوں نے خود اسے وہاں موجود پایا تھا۔



۵۴۱ - ایک شہر میں ایک قاضی تھا جس کا نام نوح بن مریم تھا۔ ایک روز اس نے ایک غلام خریدا جس کا نام مبارک تھا۔ مبارک خدا کی اس طرح عبادت کرتا تھا کہ کسی کو خبر نہ ہوتی تھی۔ قاضی نے اسے اپنے باغ کا محافظ بنا دیا تھا۔ تین سال کے بعد قاضی باغ میں گیا اور مبارک سے کہا: میرے لیے ایک بیٹھا نار لاؤ۔ وہ ترش نار لے آیا۔ قاضی نے اسے پھر بھیجا تو آب کے بھی وہ ترش ہی لایا۔ اس طرح قاضی نے کئی بار بھیجا مگر وہ ہر بار ترش ہی اتار لایا۔ آخر قاضی نے اسے کہا: میں تجھے بیٹھا نار لانے کو کہتا ہوں اور تو ترش نار لے آتا ہے۔ کیا تو تین سال کے عرصہ میں بیٹھے اور ترش نار میں تمیز نہیں کر سکا۔ مبارک نے کہا: مجھے آپ نے اناروں کی حفاظت کے لیے مقرر کیا ہے، کھانے کیلئے نہیں۔ قاضی نے پوچھا: سچ کہہ تو نے تین سال کے عرصہ میں کوئی انار نہیں کھایا۔ اس نے جواب دیا: میں اپنے آقا کی اجازت کے بغیر کیوں کر انار کھا سکتا تھا۔ قاضی نے اسے اس قدر زاہد اور متقی سمجھ کر آزاد کر دیا اور اس سے اپنی لڑکی بھی بیاہ دی۔ حضرت مبارک نے چالیس روز تک اپنی بیوی سے جماع نہ کیا۔ ایک دن لڑکی نے اپنی والدہ کے آگے یہ بات ظاہر کر دی اور حضرت مبارک کو بھی کسی ذریعہ سے اس بات کا علم ہو گیا۔ مبارک نے بتایا: میں نے چالیس روز تک اس لیے جماع نہیں کیا کہ شاید اس نے کوئی مشتبہ لقمہ کھایا ہو اور حرام کا چالیس روز تک اثر رہتا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ مشتبہ لقمہ کا اثر اس کے اندر نہ رہے۔

چالیس روز کے بعد حضرت مبارک نے اپنی بیوی سے صحبت کی جس سے لڑکا پیدا ہوا اس کا نام عبد اللہ رکھا۔ اور وہی مستجاب الدعوات ہوئے ہیں۔ جو عبد اللہ بن مبارک کے



نام سے مشہور ہیں۔



۵۲۲۔ شیخ اسحقؒ نے جمعہ کے دن اپنی خادمہ سے فرمایا کہ گھر میں جو کچھ ہے لے آؤ۔ تاکہ میں

باہر نکال دوں۔

خادمہ نے کہا۔ ”آپ کے گھر میں رکھا ہی کیا تھا جو آج ہو گا۔“

آپ نے فرمایا۔ ”جو کچھ ہے تھوڑا یا بہت لے آؤ۔“

خادمہ وہی کچھ لے آئی۔ دو تین سیرغلہ اور ایک دوپٹے کے کپڑے تھے۔ آپ نے وہ فیروں

کو دے دیئے پھر فرمایا سماعِ سننے کو جی چاہتا ہے۔ کسی مطرب کو بلاؤ۔“

آپ سے کہا گیا۔ ”کہ آپ کے پاس رکھا ہی کیا ہے جو مطرب کو دیں گے۔“

آپ نے فرمایا۔ ”اپنی دستار اور چادر جو پہنے ہوئے ہوں، دے دوں گا۔“ اسی اثنا میں ایک

دوست کے گھر گئے جس کے پڑوس میں مطرب گارہے تھے۔ اس کو سن کر آپ بہت روئے اور

وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ لوگ آپ کو گھر لے آئے۔

تھوڑی دیر بعد قیلولہ کر کے اٹھے اور فرمایا کہ آج جمعہ ہے، میں نے غسل نہیں کیا ہے پھر

حجام کو بلایا اور دوستوں سے رخصت طلب کی۔ پھر فرمایا کہ آج قرآن سے اپنا وظیفہ نہیں

پڑھا ہے۔

قرآن شریف منگوا یا اور وظیفہ پڑھ کر ایسے سوئے کہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔



۵۲۳۔ ایک شخص حضرت معین الدین حسینیؒ کی جان لینے کی غرض سے آپ کے پاس آیا۔ آپ کو

اس کے ارادہ بد کا غیب سے علم ہو گیا۔ اس شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بڑی

عقیدت و ارادت کا اظہار کیا۔

آپ نے اس سے فرمایا۔ ”تم جس ارادہ سے میرے پاس آئے ہو اس کو پورا کرو۔ یہ سنتے

ہی وہ شخص تھر تھر کانپنے لگا اور عجز و انکسار سے یہ کہنے لگا۔ ”میری ذاتی خواہش یہ نہ تھی

بلکہ مجھے لالچ دے کر مجبور کیا گیا تھا کہ میں اس نازیبا حرکت کا ارتکاب کروں۔“

اتنا کہنے کے بعد اس نے اپنی بغل سے ایک چھڑا نکالا اور آپ کے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگا

”آپ مجھے اس کی سزا دیجئے۔“



سپ نے فرمایا: اللہ کے بندوں کا شیوا بدل لینا نہیں ہے۔ جہاں نے تجھے معاف کیا، وہ شخص فوراً آپ کے قدموں پر گر کر تائب ہوا اور آپ کی خدمت میں باقی زندگی گزار دی۔



۵۲۲ - قاضی حمید الدین ناگوری جب ہندوستان آئے اور دہلی میں رہنے لگے تو سماع کی محفلیں جمنے لگیں۔ جن میں شریک ہونے والے درویشوں کو وجد آتا۔ بادشاہ اتمش کے چند علماء و دربار نے اس کو آبادہ کیا کہ وہ قاضی صاحب کو سماع سے منع کرے۔

چنانچہ سلطان نے قاضی حمید الدین ناگوری کو بلوایا اور جب وہ آئے تو بڑی عزت سے انہیں اپنے پاس بٹھایا۔ پھر ان علماء کو بلوا کر کہا کہ وہ خود قاضی صاحب سے سوال کریں۔ انہوں نے کہا: "بتائیے شرع اسلام میں سماع (قوالی) حرام ہے یا حلال؟" قاضی صاحب نے جواب دیا کہ "قال پر حرام ہے اور اہل حال پر حلال۔"

اس کے بعد سلطان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کو وہ رات یاد ہے جب آپ کے مالک کے گھر پر درویش قوالی سن رہے تھے اور آپ اپنے مالک کے حکم سے رات بھر چراغ کا گل کرتے رہے تھے اور درویشوں نے آپ پر لطف کی نظر ڈالی تھی۔ آج یہ اسی نظر کی برکت ہے جس کی برکت سے آپ تخت سلطنت پر بیٹھے ہیں۔

یہ سن کر سلطان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور رقت طاری ہو گئی۔ اس نے قاضی صاحب کو اپنے برابر بٹھایا۔ اس کے بعد سے وہ خود سماع کی محفلوں میں شریک ہونے لگا اور درویشوں کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتا رہا۔

یاد رہے کہ بادشاہ اتمش کسی زمانے میں غلام تھا۔ حضرت حمید الدین ناگوری نے بادشاہ کو اس کے عہدِ غلامی کی یاد دلائی ہے۔



۵۲۵ - کسی عورت نے حضرت جنید بغدادی سے اپنے گم شدہ بیٹے کے مل جانے کے لیے عرض کی۔ آپ نے اسے فرمایا: صبر سے کام لو۔ یہ سن کر وہ عورت چلی گئی اور کچھ روز صبر کرنے کے بعد پھر خدمت میں حاضر ہوئی لیکن پھر آپ نے صبر کی تلقین فرمائی۔ وہ عورت پھر واپس ہو گئی لیکن جب طاقتِ صبر بالکل نہ رہی تو پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ "تاب صبر بھی نہیں ہے۔"



آپ نے فرمایا کہ اگر تیرا قول درست ہے تو جاتیرا بیٹا تجھے مل گیا۔ اس پر جب وہ عورت اپنے گھر میں داخل ہوئی تو بیٹے کو بیٹھے ہوئے پایا۔



۵۲۶ - ایک دن ایک بوڑھے نے حضرت شیخ بایزید کے پاس آکر توبہ کی اور آپ کا مرید ہوا۔ اور کہا۔ "افسوس بوڑھا ہو گیا ہوں اور آپ کی خدمت میں بے وقت حاضر ہوا ہوں۔" آپ نے فرمایا۔ "چونکہ تم مرنے سے پہلے آئے ہو۔ اس لیے بروقت آئے ہو۔" چنانچہ تھوڑے دنوں میں وہ بوڑھا غارت ہو گیا۔ جناب رسولِ خدا کا فرمان ہے۔ آدمی کے آخری سال کے وقت تک خدا اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔



۵۲۷ - خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی خدمت میں مشغول تھا۔ ایک دفعہ ہم ایک ایسے بیابان میں پہنچے۔ جہاں کسی جاندار کا نام و نشان تک نظر نہ آتا تھا۔ تین دن اور تین راتیں ہم متواتر اس بیابان میں چلتے رہے۔ آخر معلوم ہوا کہ اس بیابان کے نزدیک ایک پہاڑ ہے۔ اس میں ایک بزرگ رہتے ہیں۔

جب ہم اس پہاڑ کے قریب پہنچے تو خواجہ صاحب نے مجھے اپنے قریب بلایا اور مصالے کے نیچے سے دو تازہ گرم روٹیاں نکال کر دیں اور کہا کہ یہ دو روٹیاں پہاڑ کے اندر ایک بزرگ بیٹھے ہیں ان کو دے آؤ۔

میں روٹیاں لے کر ان کی خدمت میں گیا اور سلام عرض کر کے پیش کر دیں۔ انہوں نے ان میں سے ایک روٹی تو اپنے افطار کے لیے رکھ لی اور ایک مجھے دے دی۔ پھر انہوں نے اپنے مصالے کے نیچے ہاتھ ڈال کر چار کھجوریں نکالیں اور فرمایا "یہ شیخ معین الدین کو پہنچا دو۔" جب میں نے آکر وہ کھجوریں خواجہ صاحب کی خدمت میں پیش کیں تو آپ بہت خوش ہوئے۔



۵۲۸ - جب کسی کا فاتحہ قیل ہوتا تو حضرت وارث علی شاہ کھانا تناول نہ فرماتے۔ بروز عاشورہؑ حرم جب تک تعزیرہ چوک سے نہ اٹھ جاتا، آپ کھانا نہ کھاتے۔ آفتاب یا مانتاب



میں جب گھر پہن پڑتا۔ جب تک وہ صاف نہ ہو جاتے وہ آپ کھانا نہ کھاتے۔ پانی کے برتن بند رکھنے کو آپ اندر زمانے میں اکثر فرماتے تھے۔

شاہ فضل شاہ صاحب مرحوم راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور شاہ صاحب شاہ مینا صاحب کے مزار پر تشریف لے چلے، ہم بھی ہمراہ تھے۔ جب گول دروازہ کے نزدیک پہنچے فرمایا کہ فضل حسین تھوڑے بتاشے مول لیتے آؤ۔

میں نے حسب الحکم بتاشے تو لے لیے مگر راستہ میں عرض کیا اور کوئی مٹھائی حکم ہو تو لیتا آؤں آپ نے فرمایا کہ نہیں بتاشہ اچھی چیز ہے۔ اس کے کھانے کے وقت جو چہرہ اٹھ ہوتی ہے اس سے اللہ کا نام نکلتا ہے۔ قل یا فاتحہ میں بتاشے شریک کرنا عمدہ بات ہے۔



۵۲۹۔ بعض بزرگان دین سے مروی ہے کہ ایک قوم نے ایک خوب صورت عورت کو جو حسن میں لاثانی تھی، مشورہ دیا کہ وہ ربیع ابن خثیمہ کو چھوڑے۔ اس طرح شاید وہ کسی فتنہ میں پڑ جائیں۔ اس قوم نے اس کام کے لیے عورت کو ہزار درہم دینے ٹھہرائے۔

چنانچہ وہ عمدہ لباس اور زیور سے آراستہ ہو کر جب حضرت نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے، تو سامنے اکھڑی ہوئی۔ اس نے چہرے سے نقاب ہٹائی ہوئی تھی۔

آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تجھ پر بخار نازل ہو گا۔ تیرے چہرے کا رنگ اڑ جائے گا۔ یا تجھ پر ملک الموت نازل ہو کر تیری رگ جاں کاٹ ڈالے گا۔ یا تجھ سے منکر نکیر سوال کریں گے۔

یہ سنتے ہی اس عورت نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ راوی کہتا ہے۔ کہ قسم ہے اللہ کی جب اُسے افاقہ ہوا تو ایسی عبادت گزار بن گئی کہ جس دن وہ مری ہے۔ جلے ہوئے درخت کی طرح خشک و سیاہ تھی۔



۵۵۰۔ حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ میری والدہ کا انتقال ماہ جمادی الاخر کی پہلی تاریخ کو ہوا۔ اس مہینہ کی رات کو جب نیا چاند دیکھا تو میں نے اُن کے قدموں میں سر رکھا اور معمول کے مطابق نئے چاند کی مبارک دی۔

اُس وقت اُن کی زبان مبارک سے نکلا۔ کہ ماہ آئندہ کے غرہ میں کس کے قدموں میں سر



رکھو گے۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ اُن کا انتقال قریب ہے۔ میری حالت غیر ہو گئی اور میں رونے لگا۔ عرض کیا۔ "اے مخدومہ! مجھ غریب بے چارہ کو کس کے سپرد کرتے ہو؟"  
 فرمایا۔ "اس کا جواب صبح کو دوں گی۔" اور فرمایا کہ رات شیخ نجیب الدین متوکل کے گھر میں رہو۔

ان کے فرمان کے مطابق میں وہیں رہا۔ آخر شب صبح کے قریب لوٹتی آئی کہ مخدومہ آپ کو بلاتی ہیں۔ جب میں پہنچا۔ تو فرمایا۔ "رات کو تم نے ایک بات پوچھی تھی اور میں نے اس کے جواب کا وعدہ کیا تھا۔ اب میں کہتی ہوں۔" پھر فرمایا۔ "داہنا ہاتھ کون سا ہے؟ اس کو پکڑ کر فرمایا۔ "خداوند! اس کو تیرے سپرد کرتی ہوں۔" یہ کہہ کر جاں بحق تسلیم کی۔



۵۵۱۔ ملا محمد نازولی کہتے ہیں کہ میری ماں کہتی تھیں کہ جب تو شیرخوار بچہ تھا تو ایک دفعہ ایسا بیمار ہوا کہ زندگی کی امید جاتی رہی۔ اللہ دین مجذوب ہمارے محلہ کے نزدیک سے گذرے اور ایک شخص کو آبِ خورہ کی مٹی دے کر کہا کہ یہ مٹی فلاں مکان میں لے جاؤ۔ اس شخص نے وہ مٹی لے کر مجھ کو دے دی اور میں نے تعویذ بنا کر تیرے بازو میں باندھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو صحت دی۔ تیرے والد گئے اور اللہ دین کو گھر میں لائے تاکہ کچھ کھلائیں۔ اللہ دین کہنے لگے "خدا یا! کچھ گرم، کچھ سرد، کچھ کھٹا، کچھ میٹھا۔" تمہارے والد نے اسی وقت چاول پکوائے اور ان کے ساتھ شکر اور دہی بھی دیا۔ وہ کھا کر واپس چلے گئے۔



۵۵۲۔ کہتے ہیں کہ کسی ستار نواز کی بیٹائی جاتی رہی تھی۔ اُسے حضرت مہر علی شاہ صاحب کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اُسے ہدایت کی کہ آج رات ستار پر کونیا راگ بجا کر سناؤ۔ ستار بجانے والے نے ایسا ہی کیا۔ آپ برابر کے کمرے میں کواڑ بند کر کے راگ سن رہے تھے۔  
 راگ جب عروج پر پہنچا تو اچانک ایسا محسوس ہوا کہ کوئی چیز نیچے آگئی ہو۔ ساتھ ہی ستار نواز کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اُس کے ہاتھوں میں خوشی سے رعشہ آ گیا۔ اُس نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "مجھے دکھائی دے رہا ہے۔"  
 ساتھی نے کہا۔ "ساز بے سُر انا ہو۔"



پھر اس نے حضرت کے حجرہ میں ایک جھری سے جھانک کر دیکھا تو آپ سجدے میں گرے ہوئے تھے۔ سجدے ہی میں آپ نے کہا۔  
 ”بھاگ جاؤ۔ بھاگ جاؤ۔ اپنی آنکھیں لے جاؤ۔ میری آنکھوں کے لیے دعا کرو کہ درست رہیں۔“



۵۵۳ - حضرت جنید بغدادی کے وعظ کے دوران ایک آتش پرست مسلمانوں کے بھیس میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کی۔ کہ حضور اکرم کا یہ فرمان ہے کہ مسلمان کی فراست سے بچتے رہو۔ کیوں کہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔  
 یہ قول سُن کر آپ نے فرمایا کہ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ تجھے مسلمان ہو جانا چاہیے۔ آتش پرست اس کرامت سے ایسا متاثر ہوا کہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔



۵۵۴ - حضرت وارت علی شاہ جس جہاز پر بیت اللہ شریف کو روانہ ہوئے۔ اس کے ناخدا محمد تقی تھے۔ آپ کو تین دنوں تک کھانا کھانے کی نوبت نہ آئی۔ جہاز چلتے چلتے دفعتاً رک گیا تو ناخدا کو سخت پریشانی ہوئی۔  
 اسی رات کو محمد ضیا الدین ملک التجار نے خواب میں دیکھا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ”تم تمنا خور ہو۔“  
 ملک التجار صاحب نے ہیدار ہو کر سوچا کہ کوئی ایسا غیور اور متوکل مسافر جہاز پر سوار ہے جو دعوتِ عام میں شرکت سے شرم محسوس کرتا ہے۔ انہوں نے پھر دعوتِ عام کی۔ اور جب مسافر دسترخوان پر آگئے تو حبر سے نام ملائے۔ حضرت وارت علی کا نام نامی جب دیکھا تو آپ کو موجود نہ پایا۔  
 تلاش کرنے پر آپ کو ایک گوشے میں پایا۔ آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ صرف دو تین لقمے تناول فرمائے۔ اسی وقت جہاز چلنا شروع ہو گیا۔



۵۵۵ - جب بادشاہ نصیر الدین ہمایوں گجرات کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے اس بارے میں فال لینے کے لیے کسی شخص کو حضرت شاہ منصور مجذوب کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے پیام لانے



والے کے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر اس کے پرتوڑ ڈالے۔ پھر تیر ترکش میں رکھ دیا۔  
اس شخص نے لشکرِ سلطانی میں واپس آکر بادشاہ کے روبرو کیفیتِ حال عرض کی۔  
بادشاہ نے فرمایا۔ ”یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہم کو فتح نصیب نہ ہوگی اور ہمارا  
لشکر پریشان ہو جائے گا مگر اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگرچہ ہمارا لشکر پریشان  
و ابتر ہو جائے گا لیکن ہماری ذات محفوظ رہے گی۔“



۵۵۶۔ کسی دولت مند نے اپنے غلام کو بازار سے کچھ خریدنے کے لیے بھیجا۔ وہ غلام راستے  
میں حضرت منصور عمار کا وعظ سُننے لگا۔ وہیں ایک نادار درویش بھی کھڑا تھا جس  
کو دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ ”کون شخص ہے جو اس کو چار درہم دے کر مجھ سے چار  
دعائیں لے۔“

یہ سُن کر اس غلام نے جو چار درہم کا سامان خریدنے کے لیے بازار آیا تھا اس درویش  
کو چاروں درہم دے دیے اور جب آپ نے غلام سے پوچھا کہ اپنے حق میں کیا دعائیں  
چاہتا ہے تو اس نے عرض کی۔

”اول میں آنا دہو جاؤں۔ دوم اللہ تعالیٰ میرے مالک کو توبہ کی توفیق دے۔ سوم  
ان چاروں درہم کے بدلہ میں مجھے چار درہم مزید مل جائیں۔ چہارم اللہ تعالیٰ مجھ  
اور تمام حاضرین مجلس پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔“

چنانچہ آپ نے اسی کے مطابق دعائیں فرمادیں۔ وہ غلام جب اپنے آقا کے پاس پہنچا۔ تو  
اُس نے ناراض ہوتے ہوئے اس سے دیر کا سبب پوچھا اور جب غلام نے پورا واقعہ بیان  
کیا تو آقا نے اُسے آزاد کر دیا اور مزید چار سو درہم اُسے دے دیے اور خود تائب ہو گیا  
اسی شب اُس نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”ہم نے تیری بدخصلتی کے باوجود تجھ پر اور تیرے غلام پر نیز منصور عمار اور اہل مجلس  
پر رحمتوں کا نزول کر دیا۔“



۵۵۷۔ کسی شخص نے حضرت احمد بن انطاکی سے سوال کیا۔ ”کیا آپ کو خدا کا اشتیاق ہے؟“  
آپ نے سُن کر فرمایا۔ ”اشتیاق تو غائب کا ہوا کرتا ہے اور خدا تو ہر لمحہ حاضر ہے۔“





۵۵۸۔ حضرت ذوالنون مصریٰ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں دریائے نیل کے کنارے سیر کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک بچھو نظر آیا۔ میں نے پتھر اٹھا کر اسے مارنے کا قصد کیا۔ وہ جلدی سے بھاگ کر نیل کے کنارے پر جا بٹھا۔ اسی وقت دریا سے ایک مینڈک نکلا اور وہ بچھو کو دیکر اس پر سوار ہو گیا۔ وہ مینڈک تیرتا ہوا دوسرے کنارے پر جانکلا۔ میں بھی اس کے پیچھے ہو گیا۔

جب مینڈک خشکی پر پہنچا تو بچھو اس کی پیٹھ پر سے اتر کر آگے چل دیا۔ تھوڑی دور پہنچنے پر میں نے ایک شخص کو دیکھا جو شراب کے نشہ میں بے ہوش پڑا تھا اور اس کے سر پر ایک زہریلا ناگ بھین بھیلانے اسے ڈسنے کا قصد کر رہا تھا۔ بچھو نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس سانپ کو دس لیا جس پر وہ سانپ اسی وقت مر گیا۔

پھر میں نے آگے بڑھ کر اس شخص کو جگایا۔ وہ گھبرایا ہوا اٹھا۔ جب اپنے پاس سانپ مرا ہوا دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگا۔ میں نے کہا۔ "نہ گھبراؤ، خدا نے تمہیں بچا لیا۔ پھر میں نے اسے سارا قصہ اقل تا آخر کہہ سنایا۔

یہ سن کر اس نے سر کو جھکا لیا اس کے بعد سر آسمان کی طرف اٹھا کر کہنے لگا۔ "اے پروردگار! اپنے نافرمان پر تو یہ احمد ان کرتا ہے تو قرنا برداروں پر کیا کچھ نہیں کرے گا، قسم ہے تیری عزت و جلال کی آج کے بعد کبھی تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر وہ روتا اور یہ اشعار پڑھتا ہوا چل پڑا۔

ترجمہ اشعار: "اے سونے والے! خدا تیری نگہبانی کرتا ہے ہر تیری چیز سے جو اندھیرے میں چلتی ہے کیوں کر ایسے بادشاہ کی آنکھیں سوتی ہیں کہ جس کے پاس سے بڑی عمدہ نعمتیں تیرے پاس پہنچتی ہیں۔"



۵۵۹۔ مولانا اسحاق بدرالدین حضرت فریدالدین گنج شکر کے زمانہ کے مشہور عالم تھے۔ دہلی کی ایک مشہور درسگاہ میں درس دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپ چند ایک پیچیدہ مسائل حل کرنے کے لیے احباب کی معیت میں اپنے وطن مالون بخارا کو جا رہے تھے کہ اثناء راہ میں پاک پتن اقامت گزریں ہوئے۔ رفقاء سفر نے حضرت بابا صاحب سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی مگر مولانا اسحاق راضی نہ ہوئے۔



مگر ساتھی اصرار کر کے انہیں بابا صاحب کے روبرو لے ہی گئے۔  
 مولانا اسحق بدرا الدین نے فریدی دربار میں اپنی علمی مشکلات اور وجہ سفر بیان کی۔  
 روحانیت کے تاجدار نے مسکرا کر بغیر کسی وقت کے تمام اہم ترین مسائل بیٹھے بیٹھے حل کر  
 دیئے۔ حضرت مولانا پر بابا صاحب کی علمیت اور روحانیت کا یہ اثر ہوا کہ ان کی بے اعتقادی  
 اعتقاد میں تبدیل ہو گئی۔ بخارا کا سفر ملتوی ہو گیا اور وہی کا وہ زبردست عالم بجائے درس دینے  
 کے بابا صاحب کے لنگر خانے کے لیے روزانہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر اپنے سر پر اٹھا  
 کر لانے لگا۔ انہوں نے تمام عمر اسی خدمت میں گزار دی۔



۵۶۰۔ حضرت مہر علی شاہ کی پیدائش کے بارے میں آپ کے خاندان والوں کو پہلے سے بشارتیں مل  
 چکی تھیں۔ پیدائش سے چند روز پہلے ایک مجذوب نے خانقاہ کے باہر ڈیرہ ڈال دیا تھا۔  
 خانقاہ کے خادم اسے کھانا پہنچاتے تو وہ کھانے سے انکار کر دیتا۔ اور کہتا۔ "ظالمو! میں تو  
 آنے والے کو سلام کرنے حاضر ہوا ہوں۔ میں نے اتنا لمبا سفر تمہارے کھانا کھانے کے لیے نہیں  
 کیا ہے۔"

جب حضرت مہر علی شاہ پیدا ہوئے تو مجذوب بے تاب ہو کر حرم سرا کی ڈیوڑھی پر پہنچا  
 اور پہلے میں، پہلے میں "کی دیوانہ وار صدائیں لگانے لگا۔ سجادہ نشین سید فضل نے  
 لوگوں سے کہا۔ "سچ ہے پہلا حق اس کا ہے سچے کی زیارت پہلے اسے کرائی جائے۔"  
 چنانچہ سچے کو باہر لایا گیا، مجذوب نے عقیدت سے "السلام علیکم یا مجذوبی" کہا کہ  
 بچے کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور پھر الحمد للہ کہہ کر واپس چلا گیا۔ پھر وہ کبھی نظر نہیں آیا۔



۵۶۱۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا ایک حلقہ گہوش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا  
 اور عرض کرنے لگا کہ حاکم شہر مجھ کو سخت تنگ کرتا ہے۔ میری زندگی میرے لیے وبال ہو  
 گئی ہے۔ اب اس نے مجھے شہر بدر ہونے کا حکم دیا ہے۔  
 خواجہ صاحب نے فرمایا۔ "اب وہ کہاں ہے؟"

اس نے عرض کیا۔ حضرت باہر میدان میں گیا ہے۔ اس پر آپ کچھ دیر تک مراقبہ  
 میں رہے۔ پھر فرمایا۔ "مجھے اس بد نصیب کی کیا خبر ہے۔ اس کے گھوڑے نے مٹھو کر



کھائی اور وہ گر کر مر گیا۔ چنانچہ جب یہ شخص خواجہ صاحب کی خدمت سے باہر نکلا تو شہر میں چرچا ہو رہا تھا کہ حاکم شہر گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے۔



۵۶۲ - حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا گنہگار ایک ایسے شرابی پر ہوا جو راستہ میں بے ہوش پڑا ہوا تھا اور اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ ابراہیم نے اس کی زبان دھوئی اور فرماتے لگے۔ "ایسی زبان کو یہ آفت پہنچی جو اللہ کا ذکر کرتی تھی"

اس کے بعد جب اس شرابی کو ہوش آیا تو لوگوں نے اس سے ابراہیم ادھمؒ کا ماجرا بیان کیا وہ شخص سخت شرمندہ ہوا اور ہمیشہ کے لیے توبہ کر لی۔

اسی رات حضرت ابراہیم ادھمؒ نے خواب میں دیکھا کہ ایک کہہ رہا ہے کہ تو نے ہمارے واسطے اس کی زبان پاک کی ہم نے تیری وجہ سے اس کا قلب پاک کیا۔



۵۶۳ - ایک دن شیخ عبداللہ مبارکؒ نے جنگل میں کسی لڑکے کو دیکھ کر اپنے دل میں خیال کیا۔ کہ یہ لڑکا اہل علم کی مجلس میں نہیں بیٹھتا۔ خدا کو کس طرح پہچانے گا۔

یہ خیال کر کے آپ نے لڑکے سے پوچھا۔ "تو نے علم پڑھا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "اور تو کچھ نہیں پڑھا مگر چار علوم کا واقف ہوں۔ (۱) سر کا علم (۲) کانوں کا علم (۳) زبان کا علم (۴) دل کا علم۔"

سر خدا کے آگے جھکانے کے لیے ہے۔ کان اس کا کلام سننے کے لیے۔ زبان اس کے ذکر کے لیے ہے اور دل اس کی یاد کے لیے ہے۔ آدمی کو مناسب ہے کہ کسی وقت ذکرِ حق سے عاقل نہ ہو۔"

شیخ عبداللہؒ لڑکے کی ان باتوں سے حیران رہ گئے۔ پھر فرمایا۔ "اے لڑکے! مجھے کوئی نصیحت کر۔"

لڑکے نے کہا۔ "شیخ! آپ عالم معلوم ہوتے ہیں۔ پس اگر آپ نے خدا کے لیے علم پڑھا ہے تو خلقت سے کسی بات کا طمع نہ رکھیں اور اگر خلقت کے لیے پڑھا ہے تو پھر خدا سے کسی بات کی امید نہ رکھیں۔"





۵۶۴۔ ایک دفعہ سلطان غیاث الدین تغلق کا حکم حضرت نظام الدین اولیاء کے پاس آیا کہ آپ چونکہ گانا سنتے ہیں اور گانا شریعت میں حرام ہے۔ اس واسطے آپ میرے دربار میں آئیے اور میرے مفتی اعظم سے شہر کے سارے علما کے سامنے اور میری موجودگی میں بحث کیجئے۔ اگر آپ نے گانے کا جواز ثابت کر دیا تو ہم سب بھی گانا سننا شروع کر دیں گے۔ ورنہ آپ کو اس گناہ سے توبہ کرنی ہوگی۔“

حضرت نظام الدین اولیاء نے ایک بادشاہ کا نہیں بلکہ شریعت کا دربار سمجھتے ہوئے شمولیت قبول کر لی۔ چنانچہ آپ وقت مقررہ پر تنہا بادشاہ کے ہاں جا پہنچے۔ سبھی لوگ حضرت کے کہنے کے مطابق زمین پر دری بچھا کر بیٹھے۔ بادشاہ خود بھی ان کے درمیان بیٹھا تھا۔

بادشاہ کے اشارہ کرنے پر مفتی صاحب نے آپ سے پوچھا۔ ”کیا آپ مسلمان ہیں؟“  
حضرت کے جواب دیا۔ ”الحمد للہ میں مسلمان ہوں۔“  
مفتی نے سوال کیا۔ ”کیا آپ حنفی ہیں؟“

آپ نے جواب دیا۔ ”ہاں، میں ابوحنیفہ کی تفسیر کرتا ہوں۔“  
مفتی نے پوچھا کیا آپ گانا سنتے ہیں؟

حضرت نے جواب دیا۔ ”ہاں! میں گانا سنتا ہوں۔“

مفتی نے پوچھا۔ ”اس گانے میں باجے وغیرہ بھی ہوتے ہیں؟“  
آپ نے فرمایا۔ ”کبھی ہوتے ہیں اور کبھی نہیں ہوتے۔“

پھر مفتی نے کوئی دلیل اس گانا سننے کے جواز میں طلب کی۔ جس پر آپ نے فرمایا۔

”بخاری شریف میں صحیح حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدینہ کے انصار کی لڑکیاں دف بجا بجا کر رہی تھیں اور رسول پاک ان کا گانا سن رہے تھے۔

اتنے میں حضرت عمرؓ وہاں آگئے اور انہوں نے ان لڑکیوں کو گانے بجانے سے روکا۔ اس

پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ ان لڑکیوں کو گانے بجانے سے نہ

روکو۔ آج ان کا عید کا دن ہے اور ہر قوم کا ایک عید کا دن ہوتا ہے۔“

یہ حدیث سن کر مفتی اعظم نے کہا۔ ”تم کو رسول پاک کی حدیث سے کیا واسطہ؟ تم حنفی

ہو اور ابوحنیفہ کا قول دلیل میں پیش کرو۔“



آپ نے فرمایا - " سبحان اللہ ! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پیش کرتا ہوں اور تم ایک اُمّتی کا قول مانگتے ہو - ابوحنیفہؒ کون تھے جن کا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں پیش کروں ؟ "

یہ سن کر مفتی اعظم اور شیخ زادہ فرجام نے بادشاہ اور حاضرین کو اشتعال دلانے کے لیے کہا - " خدا کی بناہ ! یہ شخص بادشاہ کی موجودگی میں امام ابوحنیفہؒ کی توہین کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ابوحنیفہؒ کون تھے - حالانکہ ابھی اس نے کہا تھا کہ میں امام ابوحنیفہؒ کا پیروکار ہوں - " اس پر مجلس میں چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں -

" یہ شخص مجرم ہے ، یہ شخص گنہگار ہے ، اس نے امام کی توہین کی ہے ! " مگر بادشاہ نے کسی کی بات سے اتفاق نہ کیا - وہ بولا - " میں حکم دیتا کہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو اور ان کے مریدوں اور ان کے خلفاء کو گانا سننے اور گانے کی مجلسیں کرنے سے میری حکومت کا کوئی آدمی نہ روکے "۔



۵۶۵ - ایک دفعہ شاہ نعمت اللہ ولیؒ جنگل کو جا رہے تھے کہ ایک شیر سامنے دکھائی دیا - آپ ٹھہر گئے اور فرمایا - " اے یار عزیز ! اگر خدا کی مرضی یہی ہے کہ تو مجھے چیر مچھاڑ کھائے تو فقیر حاضر ہے اور اگر ابھی حکم نہیں ہے تو اپنی راہ لے اور مجھ کو راستہ دے "۔ اس پر شیر چلانگ لگاتا ہوا چلا گیا -



۵۶۶ - حضرت سالم ہداؤد ابدال میں سے تھے اور حضرت فتح موصیٰ کے پاس آتے جاتے تھے اور جب اذان کی آواز سنتے تھے تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا ، چہرہ زرد پڑ جاتا تھا اور بے قرار ہو جاتے تھے اور دکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ اشعار پڑھنے لگتے -  
 (ترجمہ اشعار) جب تمہارا منادی پکارتا ہے تو میں جلدی سے کھڑا ہو جاتا ہوں - بڑے مولا کی پکار قبول کرتے ہوئے - جس کا کوئی مثل نہیں ہے - جب بلاتا ہے تو گوش قبول سے سنتا ہوں اور اطاعت کو حاضر ہوتا ہوں - اس حال میں مجھے نشہ طاری ہوتا ہے اور کہتا ہوں - لبیک اے مہربان - میرا رنگ خوف اور مہیبت سے زرد پڑ جاتا ہے اور سارے اشغال چھوٹ جاتے ہیں اور حق کا شغل پیدا ہوتا ہے - تمہارے حق کی قسم !



تمہارے ذکر کے سوا کوئی چیز مجھے مزہ نہیں دیتی اور تمہارے بغیر کا ذکر کبھی میرے منہ میں بیٹھا نہیں ہوتا۔ زمانہ ہمارے تمہارے درمیان کب اجتماع کرے گا اور جب یہ مشتاقِ وصال ہوگا تب ہی خوش ہوگا۔ جس کی آنکھوں نے تمہارے نورِ جمال کا مشاہدہ کیا۔ وہ تمہارے استیاق میں ہی مرے گا۔ کبھی تسلی نہیں پائے گا۔“



۵۶۷۔ حضرت شاہ دولہ جن کا مزار گجرات (مغربی پنجاب) میں ہے۔ عقیدت مندوں میں ہر مذہب کے ماننے والے تھے۔ ان میں راجوڑ کا راجہ بھی تھا۔ اس کو آپ سے بڑی عقیدت تھی وہ ہمیشہ آپ کے قدموں میں بیٹھا رہتا تھا۔ حضرت شاہ دولہ بھی اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔

ایک دن وہ آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ غور سے اُسے دیکھنے لگے۔ راجہ گھبرا گیا اور پوچھنے لگا۔ ”حضرت! کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟“

حضرت نے فرمایا۔ ”میں تجھ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔“

راجہ نے کہا۔ ”ضرور پوچھیے۔“

شاہ دولہ نے پوچھا۔ ”تمہارے رسم و رواج میں لڑکیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے؟“

راجہ پہلے تو گھبرا یا پھر آپ کے اصرار کرنے پر کہنے لگا۔ ”میاں جی! ہمارے ہاں صدیوں

سے یہ رواج ہے کہ لڑکی پیدا ہو تو اسے فدا ہلاک کر دیا جاتا ہے۔“

حضرت شاہ دولہ نے فرمایا۔ ”راجہ اس مرتبہ تیرے ہاں لڑکی ہی پیدا ہوگی مگر خبردار جو تو نے

اُسے ہلاک کیا۔ اس کو میرے پاس لے آنا۔ پھر میں بتاؤں گا کہ کیا کچھ ہونے والا ہے؟“

راجہ نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ”میاں جی! میں ایسا کیوں کر کر سکتا ہوں۔ اگر لڑکی کو ہلاک

نہ کیا تو خاندان والے میرا جینا حرام کر دیں گے۔“

اس پر حضرت شاہ دولہ نے دوبارہ اسے ایسا کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا۔ اس پر راجہ

پریشانی کے عالم میں گھر پہنچا۔ بیوی کو تمام ماجرا سنایا تو اس نے کہا۔ ”حضرت شاہ دولہ ایک

پہنچے ہوئے بزرگ ہیں، ان کی بات ضرور مان لینی چاہیے۔“

کچھ دنوں کے بعد راجہ کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ مخالفت کے باوجود وہ اسے لے کر خانقاہ میں

پہنچ گیا اور اس کو حضرت شاہ دولہ کے قدموں میں ڈال دیا۔



آپ نے بچی کو فوراً گود میں لے کر فرمایا۔ راجہ! یہ بچی ایک بادشاہ کی بیوی اور کئی بادشاہوں کی ماں ہوگی۔ اس سے تیرا مرتبہ بھی بلند ہوگا اور ہم فقیروں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

راجہ کے خاندان کی مخالفت کے باوجود آپ نے لڑکی کی پرورش کی اور اس کا نام بانی رکھا۔ شاہ جہاں کا عہد حکومت تھا۔ شاہ جہاں کشمیر کی سیر کی غرض سے لاہور پہنچا۔ کئی راجے معہ راجہ کے راجہ کے اور نواب بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت شاہ دولہ کے حکم پر راجہ کے راجہ نے بانی کو شہنشاہ شاہ جہاں کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ نے "بانی" کا نکاح اورنگ زیب سے پڑھوا دیا۔ اورنگ زیب بانی کو لے کر ملتان روانہ ہو گیا۔ شاہ جہاں بیمار ہوا تو شہزادوں میں تاج و تخت کے لیے کشمکش شروع ہو گئی۔

اورنگ زیب بانی سے سُن چکا تھا کہ حضرت شاہ دولہ کی پیش گوئی کے مطابق وہ کئی بادشاہوں کی ماں بنے گی۔ وہ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ بادشاہ بنے گا یا نہیں شاہ دولہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

اورنگ زیب ایک زرو مرغ - دوولہیتی مرغیاں اور ایک لکڑی کی چھڑی لے کر گجرات پہنچا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ چیزیں لے کر شاہ دولہ کی خدمت میں پیش کرے گا۔ اگر شاہ دولہ نے چھڑی اس کو واپس کر دی تو وہ سمجھ جائے گا کہ حکومت اسی کو ملے گی۔ بانی بھی اس کے ساتھ تھی اورنگ زیب نے تینوں چیزیں شاہ دولہ کی خدمت میں پیش کیں۔ اسی وقت شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کیں۔ اسی وقت شاہ صاحب کی خدمت میں ایک نان پیش کیا گیا۔

شاہ دولہ نے چھڑی اور نان اورنگ زیب کو دے کر کہا۔ "یہ نان خدا کے حکم سے آپ کے لیے بھیجی گئی ہے اور یہ چھڑی بھی آپ رکھ لیں۔"

اورنگ زیب اسی وقت سمجھ گیا کہ اب تاج و تخت اس کا ہے۔



۵۶۸۔ ایک روز بابا فرید الدین گنج شکر کی خانقاہ میں حضرت نظام الدین اولیاء کے سوا کوئی نہیں تھا تو ایک فقیر آیا اور بابا جی کو باواز بند سخت سست کہنے لگا۔ آپ اس وقت مناجات میں مصروف تھے۔ آپ نے اس کے فاسد ارادوں کا بذریعہ کشف معلوم کر کے حضرت محبوب الہی کو بتلایا کہ یہ شخص برسے ارادے سے آیا ہے۔ اس کی کمر میں ایک چھری لگی



ہوئی ہے۔ اس سے کہہ دو کہ اپنے ارادہ سے باز آئے اور یہاں سے چلا جائے ورنہ رسوا ہوگا۔  
حضرت سلطان الاولیاء نے بابا جی کے ارشاد کی تعمیل کی۔ وہ حضرت نظام الدین کے  
کہتے ہی ساکت اور خوفزدہ ہو کر چلا گیا۔



۵۶۹۔ ایک رات سلطان محمود اکیلے اپنے گھر سے نکل کر ایک جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ دیکھا کہ  
ایک درویش جنگل میں بیٹھا ہے۔ سلطان محمود سمجھ گیا کہ یہ درویش کسی بڑے پایہ کا ولی  
ہے۔ سلطان نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ درویش نے اس کے سلام کا جواب دیا۔  
سلطان نے کہا۔ ”آپ کہاں سے آئے ہیں؟“

درویش نے کہا۔ ”میرا نام لقمان سرخسی ہے۔ سرخس کا رہنے والا ہوں۔ اس جگہ اس  
لیے آیا ہوں کہ اس جنگل میں میرا ایک دوست کئی سال سے عبادت کرتا رہا ہے۔ میں  
اس وقت سرخس میں تھا۔ مجھے کہا گیا کہ فلاں درویش فلاں جنگل میں فوت ہو گیا ہے۔ میں  
فوراً یہاں پہنچا۔ دیکھا کہ وہ درویش فوت ہوا پڑا ہے۔ میں نے اور ابدالوں کی ایک  
جماعت نے اسے غسل دیا۔ وہ اس کا تابوت آسمان پر لے گئے اور میں آج کی رات یہیں  
ٹھہر گیا۔“

سلطان محمود حضرت لقمان سرخسی کی باتوں سے بڑا متاثر ہوا۔ اس نے آپ کے سامنے  
کئی خواہشوں کا اظہار کیا۔ ان خواہشوں میں ایک یہ بھی تھی کہ اس جگہ کے قریب کافروں  
کا ایک قلعہ ہے۔ میں نے کئی بار اس کو فتح کرنے کے لیے کوشش کی مگر وہ فتح نہ ہو سکا  
اس پر حضرت لقمان سرخسی نے دعا کی۔

دوسرے دن سلطان محمود نے قلعہ پر چڑھائی کی۔ مگر قلعہ کے فتح ہونے کی کوئی صورت دکھائی  
نہ دی۔ اتنے میں آسمان سے ایک پتھر قلعہ کی دیوار پر گرا، دیوار ٹوٹ گئی۔ مسلمان قلعہ کے  
اندر گھس گئے اور قلعہ فتح ہو گیا۔ بعد ازاں وہ پتھر سلطان محمود کے پاس لایا گیا۔ اس پتھر  
پر یہ الفاظ لکھے تھے۔ شیخ لقمان سرخسی۔“



۵۷۰۔ ایک مرتبہ شمس دبیر نامی ایک شاعر ایک طویل قصیدہ لکھ کر حضرت بابا فرید الدین گنج  
شکر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قصیدہ سنانے کے بعد اس نے آپ سے افلاس



دور کرنے کے لیے دعا کی درخواست کی۔

آپ نے اس کو تھوڑی سی شکر دے کر کہا۔ "بجاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں خوشحال کرے"۔  
ابھی آپ کے یہ کلمات سن کر شاعر گھر پہنچا ہی تھا کہ سلطان غیاث الدین بلبن نے نامہ  
بھیج کر اس کو اپنے پاس بلوا کر اپنا میر منشی مقرر کر دیا۔



۵۶۱۔ ایک دفعہ خلیفہ وقت نے حضرت جنید بغدادی کا امتحان لینے کی غرض سے اپنی ایک  
خاص کنیز کو خوبصورت لباس پہنا کر آپ کی جانب روانہ کیا اور ساتھ ہی اسے یہ ہدایت  
بھی کر دی کہ حضرت جنید کے سامنے پہنچ کر نقاب اٹک کر یہ کہنا کہ میں ایک امیرزادی ہوں  
اگر آپ میرے ساتھ ہم بستر ہو جائیں تو میں آپ کو دولت سے مالا مال کر دوں گی۔ اور  
واقعہ کی نوعیت معلوم کرنے کے لیے ایک غلام کو بھی اس کنیز کے ہمراہ بھیج دیا اور جب  
اس کنیز نے خلیفہ کی ہدایت کے مطابق آپ کے سامنے اظہارِ مدعا کیا تو آپ نے سر جھکا  
کر ایک ایسی سرواہ کھینچی کہ اس کنیز نے وہیں دم توڑ دیا۔

جب غلام نے واپس آ کر خلیفہ سے واقعہ کی نوعیت بیان کی تو خلیفہ کو بہت صدمہ ہوا  
کیوں کہ وہ خود اس کنیز سے محبت کرتا تھا۔

خلیفہ وقت نے آپ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا۔ "یہ بات آپ نے کیسے گوارا کی کہ  
میری محبوب ہستی کو دنیا سے رخصت کر دیا۔"

آپ نے جواب دیا۔ "امیر المؤمنین کی حیثیت سے تمہارا فرض تو مومنین کے ساتھ مہربانی  
کوتاہ ہے۔ لیکن مہربانی کی بجائے تم نے میری چالیس سالہ عبادت کو بلیا میٹ کر کیسے گوارا  
کر لیا؟"



۵۶۲۔ ایک عورت نے گھر کا تنور جلایا۔ جلا کر نماز پڑھنے لگی۔ خیال یہ تھا کہ نماز پڑھ کر روٹی

پکاؤں گی۔ اس عورت کا دو اڑھائی سال کا بچہ تنور کے پاس ہی کھیل رہا تھا۔

شیطان آیا اور اس بچے کو تنور کے بالکل نزدیک پہنچا کر اس عازی عورت کے پاس آ کر کہنے

لگا۔ "دیکھ تیرا بچہ تنور کے نزدیک ہے۔ تو نماز توڑ کر بچے کو وہاں سے اٹھالے، ایسا

نہ ہو کہ بچہ تنور میں گر کر جھل جائے۔"



اس عورت نے بالکل خیال نہ کیا اور بدتور نماز پڑھتی رہی۔ شیطان کو بہت غصہ آیا۔ اس نے بچے کو اٹھایا اور تنور میں پھینک دیا۔ اس کے بعد عورت کے پاس آکر بولا۔ "تو نماز پڑھ رہی ہے اور تیرا بچہ تنور میں گر گیا ہے۔ جلدی دوڑ شاید ابھی جان باقی ہو اور وہ سکتا ہوا مل جائے۔ اری کم نجات! نماز تو تو پھر بھی پڑھ سکتی ہے۔ اگر بچہ مر گیا تو پھر نصیب نہ ہوگا۔"

شیطان نے اپنی طرف سے مانتا کے جذبات کا اظہار کر دیا اور بھی بہت کچھ کہا لیکن عورت پر شیطان کی ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ پورے انہماک کے ساتھ نماز پڑھتی رہی عورت کی ثابت قدمی دیکھ کر شیطان آگ بگولہ ہو گیا اور وہاں سے اپنا منہ لے کر چلا گیا۔ جب وہ عورت نماز سے فارغ ہوئی۔ نہایت اطمینان کے ساتھ تنور کے پاس گئی۔ دیکھا کہ بچہ تنور میں پڑا ہوا ہے۔ آگ بھڑکی ہوئی ہے مگر بچے پر اس آگ کا کوئی اثر نہیں بلکہ وہ انگڑوں سے کھیل رہا ہے۔

مَنْ كَانَ اللَّهُمَّ كَانَ اللَّهُمَّ (جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا) (حدیث)



۵۷۳ - حضرت حاتمِ اصم نے ایک روز فرمایا۔ ایک دفعہ شیطان میرے سامنے آیا اور اس نے مجھے روٹی کپڑے کے لالچ میں پھسلانا چاہا مگر میں نے اس کو ایسا جواب دیا کہ ملعون مایوس ہو کر واپس چلا گیا۔

مردوں نے پوچھا۔ "اس نے کیا کہا۔ اور آپ نے کیا جواب دیا تھا۔"

آپ نے فرمایا۔ شیطان نے مجھ سے کہا کہ کیا کھائے گا۔ میں نے جواب دیا موت!

پھر اس نے پوچھا "تو پہنے گا کیا؟"

میں نے جواب میں کہا۔ "کفن!"

اس نے پھر کہا۔ "رہو گے کہاں؟"

میں نے کہا۔ "قبر میں"

اس پر شیطان مایوس ہو کر میرے پاس سے چلا گیا۔



۵۷۴ - ہرات کے بادشاہ ملک حسین نے حضرت خواجہ نقشبند کی خدمت میں شکار کا گناہ



بھیجا۔ اس وقت آپ کی مجلس میں بہت سے علماء و مشائخ بیٹھے تھے۔ وہ سب کے سب گوشت کھانے لگے مگر آپ نے نہ کھایا۔

علماء نے کہا۔ "شکار کے گوشت میں حرمت کا کسی قسم کا شبہ نہیں ہوتا۔ اس لیے آپ کو یہ گوشت کھالینا چاہیے۔"

آپ نے فرمایا۔ "بادشاہ کے دسترخوان کا کھانا میرے لیے جائز نہیں ہے۔"



۵۷۵۔ کسی شخص کو حضرت ابوالحسن نوری نے دوران نماز داڑھی سے مشغول کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ "اپنا ہاتھ خدا کی داڑھی سے دُور رکھو۔"

آپ کا یہ کلمہ سن کر بعض لوگوں نے خلیفہ وقت سے شکایت کی کہ یہ کلمہ کفر ہے اور جب خلیفہ نے آپ سے سوال کیا کہ تم نے یہ جملہ کیوں کہا؟

تو آپ نے فرمایا "جب بندہ خود خدا کی ملکیت ہے تو اس کی داڑھی بھی خدا کی ملک ہے۔" یہ جواب سن کر خلیفہ نے کہا۔ "خدا کا شکر ہے میں نے آپ کو قتل نہیں کیا۔"



۵۷۶۔ ایک دن بغداد میں حضرت حاتم صم نے خلیفہ وقت سے ملاقات کرتے ہوئے فرمایا۔ "السلام علیکم یا زاید۔"

خلیفہ بولا۔ "میں تو زاید نہیں ہوں بلکہ آپ زاید ہیں۔"

اس پر آپ نے فرمایا۔ "خدا کا یہ فرمان ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ یعنی اسے نبی فرمادیجئے کہ دنیا کی متاع بہت تھوڑی ہے۔" اور چونکہ توفیل شے پر قانع ہو گیا ہے۔ اس لیے ناہد ہے اور میں دنیا و آخرت پر بھی قانع نہ ہو سکا تو پھر میں کیسے زاید ہو گیا۔"



۵۷۷۔ ایک شکستہ حال نوجوان نے مسجد میں حضرت فتح موصلی سے ملاقات ہوئی اس نے آپ سے عرض کیا۔ "میں ایک مسافر ہوں۔ چونکہ مقامی لوگوں کا مسافر کا خیال رکھنا فرض ہے اس لیے میں یہ کہنے حاضر ہوا ہوں کہ کل فلاں مقام پر میری موت واقع ہوگی۔ لہذا آپ غسل دے کر انہیں میرے بوسیدہ کپڑوں میں مجھے دفن کر دیں۔"



اتنا کہنے کے بعد وہ نوجوان چلا گیا۔ اگلے دن آپ مقررہ مقام پر تشریف لے گئے تو اس نوجوان کا انتقال ہو چکا تھا اور آپ اس کی وصیت کے مطابق عمل کر کے جب قبرستان سے واپس ہونے لگے تو قبر میں سے آواز آئی۔

”اے فتح موصلیٰ! اگر مجھے قربِ خداوندی حاصل ہو گیا تو میں آپ کو اس کا صلہ دوں گا۔ مزید یہ کہا۔ ”دنیا میں یوں زندگی بسر کرو کہ حیاتِ ابدی حاصل ہو جائے۔“



۵۷۸۔ حضرت یوسف بن حسینؑ نے حضرت جنید بغدادیؒ کو تحریر کیا۔ ”اگر خدا نے تمہیں نفس کی شدت سے آشنا کر دیا تو کوئی مرتبہ بھی حاصل نہ کر سکو گے اور اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں کچھ امین مقرر کیے ہیں لیکن امتِ محمدیؐ کے امین اولیائے کرام ہیں۔ عورتوں اور لڑکوں کی صحبت صوفیائے کرام کے لیے تباہ کن ہوتی ہے اور جو قلبی لگاؤ سے خدا کو یاد کرتا ہے اس کے قلب سے خود بخود ماسوا اللہ کی یاد نکل جاتی ہے اور صادق وہی ہے جو گوشہ تنہائی میں خدا کو یاد کرتا ہے اور وہ وہ ہے جو خدا کی بارگاہ میں حاضر رہ کر اوامر و نواہی کی پابندی کرتا ہے اور بحرِ توحید میں غرق ہونے والے کی تشنگی کبھی رفع نہیں ہوتی اور زاہد وہی ہے جو خود کو کھو کر خدا کی تلاش کرتا رہے اور بندے کو بندہ ہی کی طرح رہتا سزاوار ہے اور جو غور و فکر کے بعد خدا کو پہچان لیتا ہے وہ عبادت بھی بہت زیادہ کرتا ہے۔“



۵۷۹۔ شیخ شہاب الدینؒ کا لقب حق گو تھا۔ آپ کو حق گو اس لیے کہتے ہیں کہ سلطان محمد تغلق نے حکم دے رکھا تھا کہ مجھے محمد عادل کے نام سے پکارا جائے۔ آپ نے اس کے سامنے اس حکم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم ظالموں کو عادل نہیں کہہ سکتے۔ اس پر سلطان نے حکم دیا کہ آپ کو دہلی کے قلعے پر سے نیچے پھینک دیا جائے۔ چنانچہ سلطان کے حکم کی تعمیل کی گئی۔



۵۸۰۔ مولانا فخر الدین مروزیؒ کلام اللہ کے حافظ تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ حضرت شیخ نظام الدینؒ اولیاء کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے سخت پیاس لگی تھی اور میرے پاس کوئی شخص موجود نہیں تھا جس سے پانی طلب کرتا۔ ایک کوزہ پانی سے بھرا ہوا غائب سے ظاہر ہوا۔ میں



نے اس کو زہ کو توڑ ڈالا اور پانی بہہ گیا۔ میں نے کہا کہ میں کرامت کا پانی نہیں پیوں گا۔  
حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس کو پی لینا چاہیے تھا ایسا ہو جاتا ہے۔  
چنانچہ ایک مرتبہ مولانا کو کنگھی کرنے کی ضرورت ہوئی مگر ان کے پاس کوئی شخص نہیں تھا جو  
کنگھی لاتا۔ اتنے میں دیوار پھٹ گئی اور اس میں سے ایک کنگھی نمودار ہوئی جس کو وہ استعمال  
میں لے آئے۔



۵۸۱۔ حضرت غازی شیخ جلال الدین مجرہ سہروردی سلہٹی کی تعلیم و تربیت کی تکمیل کے بعد حضرت سید  
احمد کبیر سہروردی نے آپ کو اسلام کی تبلیغ کی خاطر ساری دنیا کی خاک چھاننے کی ہدایت کی۔  
رخصت کرتے ہوئے ایک مٹھی بھر مٹی آپ کو دے کر نصیحت فرمائی کہ جس جگہ کی خاک کا  
رنگ مزہ اور خوشبو اس مٹھی بھر خاک سے مل جائے اس کو اپنا مستقل مسکن بنا لیں۔  
چنانچہ آپ اپنے درجن بھر مریدوں کے ہمراہ مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر یمن پہنچے۔ ایک مرید  
کے ذمے یہ فرض تھا کہ وہ ہر جگہ کی خاک کا اس مٹھی بھر خاک سے موازنہ کرتا رہے۔ جب  
حاکم یمن کو آپ کی روحانی شہرت کا علم ہوا تو اس نے آپ کو ملاقات کی دعوت دی اور اس  
دعوت میں اس نے آپ کے روحانی مقام کا امتحان لینا چاہا۔

اس غرض سے اس نے شہرت میں زہر ملا کہ آپ کو پیش کیا۔ حضرت جلال کو اس کے فاسد  
ارادے کا علم ہو گیا۔ آپ نے بغیر کسی تامل کے زہر بلا شہرت یہ کہہ کر نوش فرمایا کہ جو کوئی  
دوسرے کے بارے میں جس طرح سوچتا ہے ویسا ہی پاتا ہے۔ آپ کو تو کچھ نہ ہوا البتہ  
حاکم یمن مر گیا۔ یہ دیکھ کر اس حاکم کے بیٹے نے سب کچھ ٹھکرا کر درویشی اختیار کر لی۔  
آپ جب سلہٹ پہنچے تو وہاں کی مٹی سے ان کی لائی ہوئی مٹی مل گئی چنانچہ آپ نے  
مستقل طور پر سلہٹ ہی میں رہائش اختیار کر لی۔



۵۸۲۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری کے عہد میں لاہور کا ایک منجلا ہندو نوجوان شیر و تفریح  
کی غرض سے شرقپور آیا اور ادھر ادھر گھومتا پھر خانقاہ شریف بھی جا پہنچا۔ حضرت  
میاں صاحب اتفاق سے باہر ہی کھڑے تھے۔

ہندو نوجوان نے ازراہ مذاق پوچھا۔ "بابا جی! تمہارا خدا کہاں رہتا ہے؟"



حضرت میاں صاحب نے آگے بڑھ کر اس کے دل کی جگہ اُنکلی رکھ دی اور فرمایا "یہاں رہتا ہے۔"

ہندو نوجوان چیخ مار کر گر پڑا اور تڑپنے لگا۔ پھر ہوش میں آتے ہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔



۵۸۳۔ ایک روز حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ و پلوکانے مولانا حمید سے فرمایا۔ ہم تجھے قلندر

کہیں یا صوفی۔ قلندر کس طرح کہہ سکتے ہیں کیوں کہ تم ایک طالب علم ہو۔

مولانا حمید نے عرض کیا۔ ایک مرتبہ شیخ نظام الدین اولیاء کے ہاں دسترخوان پکھا ہوا تھا اور شیخ نے روزہ افطار کیا۔ کھانے کے دوران میں ایک روٹی کے دو حصے ہو گئے۔ انہوں

نے ایک ٹکڑا اپنے پاس رکھ لیا دوسرا بندے کے سامنے رکھ دیا۔ بندہ نے اس کا مٹھا کر

آستین میں رکھ لیا۔ جب میں شیخ کی خدمت سے اٹھ کر باہر آیا تو مجھے قلندروں نے آگیا

اور کہنے لگے کہ شیخ زادہ! ہمیں کچھ دو۔ میں نے کہا میرے پاس کیا ہے۔ قلندروں نے

کشف سے کہا۔ "آدھی روٹی جو تم نے شیخ سے لی ہے ہمیں دے دو۔"

میں بچہ تھا حیران رہ گیا کہ ان کو کیسے معلوم ہوا۔ جب کہ ان میں سے کوئی بھی وہاں موجود نہیں

تھا۔ مجبوراً میں نے وہ نصف روٹی آستین سے باہر نکالی اور ان کے حوالے کر دی۔

قلندروں میں مسجد کلیو کھڑی کے نزدیک ایک گھر کی دبیز میں بیٹھ گئے اور اس آدھی روٹی

کے ٹکڑے کر کے سب نے کھالیے۔

اسی اثنا میں بندہ کے والد بزرگوار شیخ کی خدمت سے باہر آئے اور انہوں نے مجھ سے

اسی روٹی کے بارے میں پوچھا۔ میں نے جواب میں کہا کہ وہ روٹی میں نے قلندروں کو

دے دی ہے۔ والد بزرگوار نے غصہ کی نگاہ سے دیکھا اور افسوس سے کہا کہ ان کو کیوں دی

وہ تو نعمت تھی۔

اسی پریشانی میں شیخ کی خدمت میں واپس گئے۔ شیخ کو حقیقت حال معلوم ہو گئی اور اس

معاظے کا ذکر کر کے فرمایا۔ "مولانا تاج الدین! خاطر جمع رکھو۔ یہ لڑکا قلندر ہو گا۔"

یہ سن کر والد بزرگوار کے دل کو سکون آیا۔ اب چونکہ شیخ نے مجھے قلندر کہا تھا، مخدوم

بھی قلندر کہتے ہیں۔"



حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوانے یہ حکایت سنی تو فرمایا "تم حضرت شیخ کے مرید ہو۔ مجھے معلوم نہیں تھا، آؤ گلے مل جاؤ" اس پر مولانا حمید قلندر نزدیکی گئے اور خواجہ نے شفقت سے گلے لگایا۔



۵۸۲۔ جن دنوں حضرت مالک دینار بصرہ میں اقامت گزیرے تھے ان دنوں بصرہ میں آگ لگ گئی۔ جو لوگ اپنے مال کو سمیٹنے لگے وہ آگ میں جل گئے اور بعض مال کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ وہ بچ گئے۔

حضرت مالک دینار کے پاس ایک لاکھی اور ایک چادر تھی آپ نے ان کو اٹھالیا اور کہا "جن کے پاس تھوڑا سا مال تھا وہ نجات پاگئے اور جن کے پاس بہت تھا وہ ہلاک ہوئے" غیب سے آواز آئی۔ "اے مالک! قیامت میں بھی یہی حال ہوگا"



۵۸۵۔ ایک بزرگ فوت ہوئے تو آپ کی میت ہنسی۔ لوگوں نے حیران ہو کر کہا۔ یہ کیا بات ہے؟ آپ زندگی میں کبھی نہ ہنستے تھے اب مرنے کے بعد کیوں ہنستے ہیں۔

فرمایا "میں نے اپنی تمام عمر دوست کے غم میں گزار دی اس لیے کبھی ہنسا نہیں۔ اب اس بات کا یقین ہے کہ خداوند حقیقی سے ملاقات ہوگی بس اسی خیال سے ہنسا ہوں"



۵۸۶۔ ایک روز ابو مطیع بلخی نماز کی پہلی تکبیر میں شامل نہ ہو سکے جس کے غم میں ایک ہفتہ بیٹھے رہے پھر یہ کہتے ہوئے اس شہر سے سفر اختیار کیا کہ میں ایسے شہر میں نہیں رہنا چاہتا جس میں مجھ پر دینی مصیبت نازل ہوئی ہو اور کسی نے میرا حال دریافت نہ کیا ہو۔



۵۸۷۔ حضرت حمید طریڈ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا گھر مسجد کے قریب تھا۔ ایک روز آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کے گھر میں آگ لگ گئی۔ شہر کے آدمی آگ بجھانے کے لیے جمع ہو گئے۔ اسی وقت آپ کی بیوی مسجد میں آ کر آپ کو ملامت کرنے لگی۔ آپ نے فرمایا۔ "خدا کی قسم! مجھے آگ لگنے کا کچھ پتہ نہ چلا" آپ نماز میں اس قدر منہمک ہوئے کہ آپ کو آگ اور شور و غوغا کا پتہ ہی نہ چلا۔





۵۸۸ - حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیت المقدس کے صحرا میں چلا جا رہا تھا کہ ایک آواز میرے کان میں آئی کہ کوئی کہتا ہے -

”اے بے حد اور بے انتہا نعمتوں والے اور اے وجود حقیقی بقا والے میری قلبی نگاہ کو اپنے میدانِ جبروت میں جو لانی دے کہ نفع مند کر اور میری ہمت کو اپنے لطف سے مستقل فرما۔ اور اے رؤف! اپنے جلال کے صدقہ مجھ کو متکبرین اور سرکشوں کی راہوں سے پناہ دے اور تنگی اور فراخی دونوں حالتوں میں مجھے اپنا طالب اور خادم رکھ اور اے میرے دل کے روشن کرنے والے اور اے میرے مطلوب حقیقی! میرے قصد میں بھی میرے ساتھ رہ۔“

حضرت ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ میں اس عجیب مضمون کو سُن کر اس آواز کے پیچھے ہو گیا۔ آگے بڑھ کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ آواز ایک عورت کی تھی۔ جو ریاضات اور مجاہدات کی آگ سے جل کر مثل سوختے ہو چکی تھی۔ اس کے بدن پر ایک اون کا کمرہ اور سر پر بالوں کا دوپٹہ تھا۔ مشقت نے اس کو بالکل لاغر بنا دیا تھا۔ عشقِ الہی نے اسے پگھلا کر رکھ دیا تھا۔

میں نے اس کے قریب ہو کر کہا - ”السلام علیکم“  
اس نے جواب دیا - ”وعلیکم السلام اے ذوالنون!“  
میں نے حیران ہو کر کہا - ”لا الہ الا اللہ - تو نے میرا نام کس طرح جانا کیا تو نے پہلے بھی مجھے دیکھا تھا؟“

وہ بولی - ”ذوالنون! میرے محبوب حقیقی نے اسرار کے پردے مجھ سے اٹھا دیے ہیں اور قلب سے اندھا پن دور کر دیا ہے۔ اس پر مجھے تیرے نام کا علم ہو گیا۔“  
ذوالنونؒ نے فرمایا - ”تو اپنی مناجات ایک بار پھر سنا۔“

میری یہ بات سُن کر اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور کہا - ”اے نور اور رونق والے! میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ جس شے کے شر کو میں ادراک کرتی ہوں اُسے مجھ سے علیحدہ کر دے کیوں کہ میں ایسی زندگی سے متوحش ہوں۔“

یہ کہہ کر ذرا سی دیر کے بعد مردہ ہو کر گر پڑی اور میں حیران اور تھکے کھڑا رہ گیا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک بڑھیا آئی اور اس کے چہرے کو دیکھ کر بولی - ”تمام تعریف اللہ



کو ہے جس نے اس کو معزز فرمایا۔“

میں نے اس بڑھیا سے پوچھا۔ یہ عورت کون ہے، تم کون ہو اور یہ قصہ کیا ہے؟  
اس نے جواب دیا، مجھے زہرا دولہانہ کہتے ہیں اور یہ میری بیٹی ہے۔ بیس برس سے  
اس کی یہی حالت ہے۔ لوگ تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ دیوانی ہو گئی ہے مگر حقیقتِ حال یہ ہے  
کہ شوقِ الہی نے اسے اس حال تک پہنچایا۔ سبحان اللہ۔



۵۸۹۔ جب حضرت شمس الدین ترک پانی پت میں تشریف لائے تو آپ کو علم تھا کہ حضرت شیخ  
بوعلی قلندر بھی اسی شہر میں رہتے ہیں۔ آپ نے دودھ سے بھرا ہوا پیالہ اپنے خادم کے  
ہاتھ شیخ بوعلی قلندر کی خدمت میں بھیجا۔

شیخ بوعلی قلندر خادم کو دیکھ کر مسکرائے۔ چند پھول ان کے سامنے پڑے تھے۔ ان کی  
پنکھڑیاں دودھ میں ڈال کر اسے شمس الدین ترک کے پاس واپس کر دیا۔ وہ پیالے میں  
پھول کی پتیاں دیکھ کر مسکرائے۔

حاضرین مجلس نے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ ”شیخ بوعلی قلندر کے پاس  
دودھ سے بھرا ہوا پیالہ بھیجنے سے مراد یہ تھی کہ یہ ملک میرے شیخ نے مجھ کو عطا کیا ہے۔  
جو مجھ سے پر ہو گیا ہے۔ شیخ بوعلی قلندر نے گلاب کی پنکھڑیاں ڈال کر دودھ کا پیالہ  
واپس کر دیا تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ میرے ملک سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے اور  
یہاں اسی طرح رہیں گے جس طرح دودھ میں گلاب کی پنکھڑیاں ہیں۔“  
شیخ بوعلی قلندر سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا۔ چنانچہ دونوں میں آخرت  
تک اخلاص اور محبت قائم رہی۔



۵۹۰۔ حضرت ابو حفص سداؤ کے محلہ میں کوئی محدث حدیث بیان کیا کرتے تھے اور جب  
اہل محلہ نے آپ کو بھی حدیث سننے کے لیے کہا۔ تو آپ نے فرمایا۔

”تیس برس قبل ایک حدیث سنی تھی اور آج تک اس پر عمل نہ کر سکا۔ پھر مزید حدیث  
سن کر کیا کروں گا۔“

جب لوگوں نے آپ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو آپ نے وہ حدیث سنا



دی۔ "بہترین مرد مسلمان وہی ہے۔ جو ایسی چیزوں کو چھوڑ دے۔ جن میں کوئی اسلامی مفاد مضمّن نہ ہو۔"



۵۹۱۔ احکامِ طریقت کے حکام کہ دنیا جن کے حکم کی محکوم ہے۔ ایسا کہتے ہیں کہ اگر کوئی شیخ بٹی کا محکوم ہو تو وہ اس شخص سے بہتر ہے جو اپنے نفس کا محکوم ہو لہذا ایک سجادہ نشین ہر جمعہ کے دن جب اپنی خانقاہ سے باہر نکلتے تو جس کسی کو دیکھتے اس سے پوچھتے کہ مسجد کا راستہ کون سا ہے۔

ایک بار ایک شخص نے کہا۔ "تم برسوں سے مسجد جاتے ہو لیکن ابھی تک راستہ معلوم نہیں۔" انہوں نے جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے مگر جس راستے پر ہم چل رہے ہیں اس پر محکوم ہوئے چلنا حاکم ہونے سے بہتر ہے۔ ہاں اپنی ذات کو دوسروں کے طفیل سمجھنا ہی اصل کام ہے۔"



۵۹۲۔ حضرت عثمان حیرئیؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب میں حضرت ابو حفص حدادؓ کی خدمت میں پہنچا تو آپ کے سامنے منقے رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں نے بھی اس میں سے ایک اٹھا کر کھا لیا لیکن آپ نے میرا رخسار دباتے ہوئے پوچھا کہ تم نے بلا اجازت منقے کیوں کھایا۔

میں نے عرض کیا۔ "مجھے آپ کی فراخدلی کا علم ہے کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ آپ فقراء میں تقسیم کر دیتے ہیں اس لیے میں نے منقے کھا لیا۔"

آپ نے فرمایا۔ "جب مجھے خود اپنے دل کا حال معلوم نہیں تو پھر تجھ کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟"



۵۹۳۔ ایک رات حضرت منصور عمار گھومتے پھر رہے تھے کہ کسی مکان سے اس قسم کی مناجات کی آواز آئی۔ "اے اللہ! میں نے نافرمان بن کر گناہ نہیں کیا بلکہ ابلیس اور نفس کے فریب میں آکر گناہ کیا۔ لہذا اپنی رحمت سے مجھے معاف فرما دے۔"

یہ سن کر آپ نے اضطرابی کیفیت میں یہ آیت تلاوت کی۔ "اے ایمان والو! خود کو



اور اپنے اہل و نفس کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ جس کا ایندھن آدمی اور تپھر ہیں۔“  
 پھر جب صبح کے قریب آپ اس مکان کے قریب سے گزرے تو اندر سے کسی کے  
 رونے کی آواز سنائی دی۔ آپ نے جب وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ رات کو کسی شخص نے  
 دروازے پر ایک آیت تلاوت کی جس کو سن کر ایک لڑکا خوفِ الہی سے جاں بحق  
 ہو گیا۔“

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اس کا قاتل میں ہوں“



۵۹۴ - حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں ایک بازار میں گیا۔ دیکھا تو وہاں ایک مجنونہ لونڈی  
 فروخت ہو رہی ہے۔ میں نے اُسے سات دینار دے کر خرید لیا اور اپنے گھر لے  
 آیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا میں نے اُسے دیکھا کہ وہ اٹھی اور وضو کر کے نماز شروع  
 کر دی اور نماز میں اس کی حالت یہ تھی کہ آنسوؤں سے اُس کا دم گھٹا جاتا تھا اور یہ  
 مناجات کرتی تھی۔ کہ اے میرے معبود! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر  
 رحم کیجئے۔“

یہ حال اس کا دیکھ کر مجھے اُس کے جنون کی حالت معلوم ہوئی کہ اسے اس قسم کا جنون  
 ہے۔ میں نے اُس کی یہ مناجات سن کر کہا۔ اے لونڈی! تو اس طرح نہ کہہ بلکہ  
 اس طرح کہہ۔ اے اللہ! تجھ کو میری محبت رکھنے کی قسم۔“  
 یہ سن کر وہ مجھ سے بولی۔ چل دو رہو۔ مجھے قسم ہے اُس حق کی اگر اُسے مجھ سے  
 محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ رکھتا۔“

پھر نہایت بلند آواز سے پکاری۔ اے اللہ! میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ  
 رہا اور اب مخلوق کو بھی خبر ہو گئی ہے۔ اب مجھ کو آپ اپنے پاس بلا لیجئے۔“ یہ کہہ  
 زور سے ایک چیخ ماری اور اس کے صدر سے جان دے دی۔



۵۹۵ - حضرت حاتم اہم سے عاصم بن یوسف نے دریافت کیا کہ آپ کس طرح نماز پڑھتے  
 ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ جب نماز کا وقت آتا ہے تو بڑی احتیاط کے ساتھ وضو کرتا  
 ہوں۔ وضو کر کے جائے نماز پر کھڑا ہوتا ہوں۔ کعبہ کو اپنے منہ کے سامنے۔ رب العالمین



کو اپنے سر پر حاضر جانتا ہوں۔ جنت کو اپنی داہنی طرف اور دوزخ کو بائیں طرف۔ ملک الموت کو اپنے پیچھے خیال کرتا ہوں۔ پھر نماز کو اپنی آخری نماز تصور کرتا ہوں۔ بڑی تنظیم سے اللہ اکبر کہتا ہوں۔ نہایت ادب کے ساتھ قرأت پڑھتا ہوں بڑے غور اور تامل کے ساتھ قرآن سنتا اور سمجھتا ہوں۔ پھر نہایت تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں اور انتہائی انکساری اور عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں۔ نہایت انکساری کے ساتھ گروں جھکا کر التحیات پڑھتا ہوں۔ پوری امید کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں۔ خوفِ الہی کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہوں اور نماز قبول ہونے کی امید اور نہ قبول ہونے کا ڈر دل میں رکھ کر نماز سے فارغ ہوتا ہوں اور آئندہ ساری عمر ایسی نماز پڑھنے کا عہد اپنے دل میں کرتا ہوں اور پورے تیس سال سے اسی طرح نماز پڑھتا ہوں۔“

عاصم بن یوسف چیخیں مار مار کر روتے تھے اور افسوس سے کہتے جاتے تھے۔ ہائے ہم سے تو اس طرح کی ایک نماز بھی ادا نہ ہوئی۔“



۵۹۶ - سید محمد گیسو دراز فرماتے ہیں۔ خواجہ محمود بقار، مولانا بربہان الدین غریب کے دوستوں میں سے تھے۔ وہ اور میں بیٹھ کر رسالہ قشیرہ کا مقابلہ کر رہے تھے۔ میں اس وقت بہت چھوٹا تھا۔ حضرت خواجہ تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔

بحث یہ ہو رہی تھی کہ حاتم ام کا قول ہے۔ جب تک کوئی تین موتوں کا مزہ نہ چکھ لے اس کو مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ۱۔ مرگ سفید، ۲۔ مرگ سُرخ اور ۳۔ مرگ سیاہ۔ مرگ سفید مہجوک ہے، مرگ سُرخ تحمل اور مرگ سیاہ فقر ہے۔

حضرت خواجہ نے مجھ سے ازراہ امتحان پوچھا کہ موت سفید، سُرخ اور سیاہ کیسے ہو سکتی ہے۔“

میں نے جواب دیا۔ ”مہجوک کی نسبت صفا سے ہے۔ اس لیے یہ موت سفید ہے۔ تحمل میں خون کے گھونٹ پینے پڑتے ہیں کیوں کہ غضب کی حالت میں خون انتقام کے لیے جوش مارتا ہے اور غضب کو فرو کرنا بربہ دباری ہے۔ اس لیے یہ موت سُرخ ہے لیکن فقر کے بارے میں رسالت مآب نے فرمایا ہے۔ ”فقر کا چہرہ دونوں جہاں میں سیاہ ہے۔“ اور بے شک فقیر لوگوں کے درمیان شرمندہ حجل اور شکستہ حال ہوتا



ہے۔ اس سبب سے یہ موت سیاہ ہے۔



۵۹۷ - شیخ فرید الدین گنج شکر کی خانقاہ میں ایک قلندر آیا۔ شیخ حجرہ کے اندر مشغول بحق تھے اور جب شیخ حجرہ کے اندر چلے جلتے اور کواڑ بند کر لیتے تو پھر کسی کو وہاں ٹھہرنے اور اندر داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ وہ قلندر آیا اور شیخ کے مصلّا پر بیٹھ گیا۔ شیخ بدر الدین اسحاق خادم تھا۔ اس نے احتراماً کچھ نہ کہا۔ پھر تھوڑا کھانا لاکر قلندر کے آگے رکھ دیا۔

قلندر نے کہا: پہلے شیخ کو دیکھوں گا پھر کھانا کھاؤں گا۔ خادم نے کہا: شیخ تو حجرہ کے اندر مشغول عبادت ہیں اور وہاں کسی شخص کے جانے کی مجال نہیں۔ تم یہ کھانا کھا لو پھر تمہیں شیخ کے حضور میں لے جاؤں گا۔ قلندر نے کھانا کھایا پھر اپنے جھولے میں سے وہ گھاس نکالی جو قلندر لوگ کھاتے ہیں۔ اور اس کو کشکول میں گوندھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کے قطرے شیخ کے مصلّا پر گر پڑے۔

بدر الدین اسحاق نے آگے بڑھ کر کہا: بس کرو۔

قلندر غضب آلود ہو گیا اور اس نے بدر الدین اسحاق کو مارنے کے لیے کشکول اٹھایا۔ حضرت شیخ اندر سے بھاگتے ہوئے آگے اور قلندر کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: قلندر مجھے بخش دو۔

قلندر نے کہا: درویش ہاتھ نہیں اٹھاتے اور جب اٹھاتے ہیں تو نیچے نہیں لاتے۔ شیخ نے فرمایا: اس دیوار پر مار دو۔ قلندر نے وہ کشکول پختہ دیوار پر مارا تو دیوار گر پڑی۔



۵۹۸ - ایک بزرگ نے بازار جا کر کچھ خریدنا چاہا۔ دینار کو پہلے گھر میں تو لا۔ جب بازار لے گئے تو دینار گھر کے وزن سے کم نکلا۔ رونے لگے۔ لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا: "جب آج گھر کی بات بازار میں پوچھی نہیں اُترتی تو کل آخرت میں دنیا کی باتوں کا کیا حال ہوگا۔"





۵۹ - حضرت ابو یعقوب بن اسحاق نہر جوآن نے فرمایا - " میں نے ایک کانے شخص کو طواف کے دوران یہ دعا کرتے سنا کہ اے اللہ! میں تجھ سے ہی تیری پناہ کا طالب ہوں اور جب میں نے اس سے اس دعا کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض کیا -

" میں نے ایک حسین شخص کو دیکھ کر قلب میں کہا کہ بہت ہی حسین شخص ہے - یہ کہتے ہی میری وہ آنکھ جس سے میں نے اس کو دیکھا تھا ایک ہوا کے جھونکے کے ساتھ ختم ہو گئی - اور اس کے بعد ندا آئی کہ تجھے اپنے جرم کی سزا مل گئی اور اگر اس سے زیادہ تصور کرتا تو سزا میں بھی اضافہ کر دیا جاتا -



۶۰ - ایک مرتبہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت مدینہ شریف تشریف لے لیے - مدینہ شریف کے لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کون ہیں ؟

آپ نے جواب دیا - " میں سید ہوں "

اہالیان مدینہ شریف نے آپ کو تسلیم کرنے میں کچھ تامل کیا - آپ نے فرمایا کہ مجھے روضہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لے چلیں -

جب آپ بمبعہ سادات مدینہ شریف روضہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہنچے تو آپ نے نہایت ادب سے بارگاہ نبوت میں عرض کیا - اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَدِّي -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب فرمایا - وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا وَلَدِي اَنْتَ مِنِّي وَقَرَّةَ عَيْنِي -

مدینہ شریف کے لوگوں نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے حق میں یہ محبت بھرے الفاظ سنے تو پھر آپ کے معتقد ہو گئے - مدینہ شریف میں مقیم ہونے کی دعوت دی -



۶۰۱ - حضرت سید عبداللطیف شاہ بری امام بچپن میں اپنے خاندان کی بھینسیں چراتے تھے ایک دن آپ ایک درخت کے سائے میں بیٹھے تو نیند آگئی اور بھینسوں نے ایک کھیت میں گھس کر اس کا صفایا کر دیا - کھیت کے مالک نے آپ کے والد سے شکایت کی - وہ



فورا آپ کے پاس آئے اور آپ کو بند سے جگا کر سخت سست کہا۔

حضرت امام نے فرمایا - "اس شخص کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ آپ کھیت میں جا کر دیکھ لیجئے۔" آپ کے والد کسان کو لے کر اس کے کھیت پر گئے۔ اس میں فصل کھڑی لہلہا رہی تھی، ایک پودے کا بھی نقصان نہیں ہوا تھا۔ کسان - کرامت دیکھ کر اسی وقت اپنے خاندان سمیت آپ کا مرید ہو گیا۔



۶۰۲ - خلیفہ متوکل نے سارے علماء کو مع حضرت احمد بن معدل کے اپنے دربار میں طلب کیا اس پر سارے لوگ آکر بیٹھ گئے۔ جب سارے لوگ آگئے تو ان سب کے بعد خلیفہ دربار میں داخل ہوا۔

خلیفہ کے داخلہ پر سارے عوام و خواص اس کی تعظیم کے لیے اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے لیکن حضرت احمد بن معدل اپنی جگہ بیٹھے رہے اور کھڑے نہ ہوئے۔ یہ دیکھ کر خلیفہ نے اپنے وزیر عبید اللہ سے مخاطب ہو کر کہا - "کیا یہ شخص ہماری بیعت نہیں کر چکا؟"

عبید اللہ بولا - "یہ حضرت احمد بن معدل ہیں۔ جو بیعت تو کر چکے ہیں مگر ان کی نظر بہت کمزور ہے۔"

یہ سنا تو حضرت احمد بن معدل فوراً بولے - "میری آنکھیں بالکل ٹھیک ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ کو خداوند کریم کے عذاب کی گرفت سے بچاؤں۔ کیوں کہ حدیث شریف میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ "جو شخص لوگوں سے یہ امید رکھتا ہے کہ وہ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوا کریں۔ اس شخص کا ٹھکانہ دوزخ بنتا ہے۔" خلیفہ متوکل نے یہ سنا تو ان کے برابر بیٹھ گیا۔



۶۰۳ - نقل ہے حضرت سلمان رازی سے کہ ایک مرتبہ میں زیارت انبیا علیہم السلام بیت المقدس جانا چاہتا تھا۔ جب سفر کے لیے روانہ ہوا تو راستے میں ایک لڑکی ملی۔ مجھ سے بولی کہ "اے شیخ کہاں جلتے ہو؟"

میں نے اس پر اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ جس پر وہ بولی کہ "اؤ مصافحہ کر لو اور ساتھ ہی اپنی



آنکھیں بھی بند کر لو۔ چنانچہ میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ جب آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو بیت المقدس میں پایا۔ یہ دیکھ کر میں سخت حیران ہوا۔ اس وقت دو تین درہم اکل حلال سے میرے پاس تھے، اس کو دینے لگا تو اس نے معذرت کی۔ پھر مسکراتے ہوئے بولی۔ ”مجھ کو ان کی حاجت نہیں ہے۔“

اچانک اُس کے ہاتھ پر نظر پڑی تو درہم دو دینار سرخ اس کے ہاتھ پر دکھائی دیے۔ پھر اُس نے کہا۔ ”کیا اللہ پر بھروسہ نہیں تھا، جو گھر سے خرچ لے کر نکلے۔“



۶۰۴۔ ایک دن حضرت مجدد الف ثانیؒ تنہا بیٹھے تھے کہ شہزادہ خرم شاہ جہاں اچھپتا اچھپاتا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت یہ عجیب بات ہے کہ میں نے ہمیشہ آپ کی طرف داری کی مگر آپ نے میرے حق میں وعازہ فرمائی، بادشاہ کے حق میں وعافز مادی۔ آپ نے جواب دیا۔ ”مت گھبرا۔ مجھے اللہ کی طرف سے معلوم ہوا ہے کہ تو عنقریب تخت پر بیٹھے گا اور تیرا لقب شاہ جہاں ہوگا۔“

شہزادہ بہت خوش ہوا اور اس نے تبرک کے طور پر آپ کی دستار لے لی۔ جو عرصے تک مغل بادشاہوں کے خزانے میں محفوظ رہی۔



۶۰۵۔ جب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی عمر سات سال کی ہوئی تو ایک روز آپ کے والد آپ کو شیخ جمال الدین خنداں رو کی خدمت میں لے گئے۔ اُس وقت آپ کی خدمت میں کسی نے کھجوریں بھجوائی تھیں۔

آپ نے حکم دیا کہ کھجوریں حاضرین میں تقسیم کر دی جائیں۔ ایک بزرگ کا تبرک تھا۔ سب حاضرین شوق سے کھانے لگے۔ حضرت مخدوم جہانیاں بھی عقیدت کے ساتھ کھاتے رہے۔ جب کھجوریں ختم ہو گئیں تو آپ نے گٹھلیاں کھانی شروع کر دیں۔

حضرت جلال الدینؒ کچھ دیر تک خاموشی سے دیکھتے رہے پھر آپ نے پوچھا۔ ”بچے گٹھلیاں پھینک دینے کی چیز ہوتی ہیں۔ انہیں کس لیے کھا رہے ہو؟“

حضرت مخدوم چند لمحے سر جھکائے بیٹھے رہے پھر فرمایا۔ ”یہ کھجوریں مجھے آپ کے ہاتھ سے نصیب ہوئی ہیں اس لیے ان کی گٹھلیاں بھی فیض سے خالی نہیں۔“



حضرت مخدوم کا یہ جواب سن کر پوری محفل پر سٹاٹا چھا گیا۔ حضرت خنداںؓ حضرت مخدومؒ کا جواب سن کر مسکرائے اور پھر محبت سے فرمایا۔ "صاحبزادے! خدا کا شکر ہے کہ میری آنکھوں نے دھوکہ نہیں کھایا۔ خدا تمہیں اپنی پناہ میں رکھے اور تم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔"



۶۰۶۔ ایک دن دورانِ وعظہ دو افراد اس خیال سے حضرت قطب الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ سے یہ دعا کروائیں گے کہ ہمیں دنیاوی عیس و عشرت میسر آجائے۔ لیکن آپ نے ان دونوں کو دیکھتے ہی فرمایا۔ کہ مجھ سے صرف خدا کے واسطے ملاقات کے لیے حاضر ہوا کریں۔ دنیا کی طلب لے کر میرے پاس نہ آئیں۔ کیوں کہ اس نیت سے میرے پاس آنے والوں کو کسی قسم کا ثواب حاصل نہیں ہو سکتا۔



۶۰۷۔ ایک یہودی مہمان خود کو مسلمان ظاہر کر کے حضرت قطب الدین اولیاءؒ کے یہاں مقیم ہو گیا اور اس خوف سے کہ کہیں اس کا فریب آپ پر ظاہر نہ ہو جائے مسجد کے ستون کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا اور آپ روزانہ اس کے لیے کھانا بھجوا دیا کرتے۔ لیکن چند روزہ قیام کے بعد جب اس نے رخصت کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا۔ "اے یہودی تجھے یہ جگہ پسند نہیں آئی؟"

اس نے پوچھا کہ آپ کو میرے یہودی ہونے کا علم کیسے ہو گیا اور جانتے بوجھتے آپ نے میری خاطر مدارات کیوں کی؟

آپ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ دنیا میں مسلم و کافر دونوں کو رزق پہنچاتا ہے۔"



۶۰۸۔ حضرت وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملک الموت ایک بہت بڑے ظالم و جاہل کی رُوح قبض کر کے لے گئے۔ وہ جا رہے تھے۔ فرشتوں نے ان سے پوچھا کہ تم نے ہمیشہ جانیں قبض کیں۔ تمہیں کبھی کسی پر رحم بھی آیا۔

انہوں نے کہا۔ کہ سب سے زیادہ ترس مجھے ایک عورت پر آیا جو تنہا جنگل میں تھی جب ہی اس کے بچہ پیدا ہوا تھا۔ مجھے حکم ہوا کہ اس عورت کی جان قبض کر لوں۔ مجھے اس



عورت کی موت اور اس کے بچنے کی تنہائی پر بڑا ترس آیا کہ اس بچے کا اس جنگل میں جہاں کوئی دوسرا نہیں ہے، کیا بنے گا۔

فرشتوں نے کہا۔ "یہ ظالم جس کی رُوح تم لے جا رہے ہو، وہی بچہ ہے۔"  
ملک الموت حیرت میں رہ گئے۔ کہنے لگے۔ "مولیٰ! تو پاک ہے، بڑا مہربان ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"



۶۰۹۔ حضرت موسیٰ اشعریٰ نے اپنی موت سے پہلے سخت ریاضت شروع کر دی تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنے نفس پر کچھ نرمی کریں۔  
آپ نے فرمایا کہ گھوڑ دوڑ میں جب گھوڑے چھٹ کر حد کے قریب پہنچتے ہیں تو اپنا پورا زور لگا دیتے ہیں۔



۶۱۰۔ ایک دن ایک عورت حضرت ابراہیم بن یوسف کی طرف دیکھنے لگی۔ آپ نے فرمایا "کہ تجھے کچھ کام ہے؟"  
اس نے کہا "نہیں" مگر تم علماء کا قول ہے کہ عالم کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ میں بھی اس خیال سے تجھ کو دیکھتی ہوں۔"

یہ سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے پھر فرمایا۔ "اس عورت کی غلطی ہے۔ کیوں کہ جن لوگوں کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ وہ کب کے قبروں میں پڑے ہیں۔"



۶۱۱۔ حضرت ابراہیم بن ادھم کے کسی دوست نے ملنا چھوڑ دیا پھر چند روز کے بعد آپ کی ملاقات کو آیا اور ایک شخص کی غیبت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ "بخدا تیرا نہ ملنا ہی بہتر ہے تو نے میرے دوست کی نسبت میرے دل میں بغض ڈال دیا اور میرے دل کو غافل کر دیا۔"



۶۱۲۔ ایک مرتبہ وزیر کا مصاحب میر ابو الفضل شرابی حضرت قطب الدین اولیاء کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا۔ "شراب نوشی سے توبہ کر لے"



اُس نے جواب دیا۔ میں ضرور تائب ہو جاتا لیکن جب وزیر کی مجلس میں دورِ جام چلتا ہے تو مجبوراً مجھ کو بھی پنی پڑتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جب اس کی محفل میں تجھے شراب نوشی پر مجبور کیا جائے، تو اس وقت میرا تصور کر لیا کرو۔

چنانچہ جب وہ توبہ کر کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ تمام جام و سبوشکستہ پڑے ہیں اور شراب زمین پر بہ رہی ہے۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ بڑا متاثر ہوا اور وزیر کے پوچھنے پر تمام واقعہ بیان کر دیا۔ اس کے بعد سے وزیر نے کبھی اس کو شراب نوشی پر مجبور نہیں کیا۔



۶۱۳۔ حضرت خواجہ عبدالواحد برطے عالی مقام شیخ تھے۔ ایک دفعہ فقرا کی ایک جماعت

پر شدتِ گرسنگی کا غلبہ تھا۔ حضرت کی خدمت میں حاضر تھے۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ حلوا کھانے کو ملے۔ یہاں کچھ بھی نہ تھا۔ آپ نے آسمان کی جانب رُنج کیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس جماعت کے بارے میں دعا کی۔ دعا کرنے کی دیر تھی کہ آسمان سے رُنج سُرخ دیناروں کی بارش ہونے لگی۔

حضرت نے فرمایا۔ حلوہ کے لیے جتنے دینار درکار ہیں اٹھا لو اور حلوہ خرید لاؤ۔ چنانچہ اس کے مطابق عمل کیا گیا۔

ان سب فقرا نے حلوہ کھایا لیکن خواجہ نے اسے ہاتھ تک نہ لگایا۔ بعد میں آپ کے عدم تناول کا سبب معلوم ہوا اور وہ یہ کہ حلوہ چونکہ آپ کی کرامت کے ظہور کا نتیجہ تھا اس لیے آپ نے یہ گوارا نہیں کیا کہ جو شے بزورِ کرامت حاصل کی گئی ہے اسے بطور غذا استعمال کریں۔



۶۱۴۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادہم نے کشتی میں سفر کیا۔ جیب میں پیسے نہ تھے ملاج نے آپ سے کرایہ طلب کیا۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی اور خدا سے دعا مانگی۔ اے اللہ! مجھ سے یہ کچھ مطالبہ کرتے ہیں۔

دریا کے دونوں کناروں پر جو ریت تھی سونے میں منتقل ہو گئی۔ آپ نے



ایک مٹھی بھر سونا لیا اور ملاح کے حوالے کیا۔



۶۱۵۔ جب بابا فرید الدین گنج شکر نے عبادت و ریاضت میں کمال حاصل کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ "جو خدا کرتا ہے، وہی ہوتا ہے۔" ہاتھ نے اعلان کیا، جو کچھ فرید کرتا ہے وہی ہوتا ہے۔"



۶۱۶۔ ایک دفعہ شیخ المشائخ حضرت ابو العمر ابو عباس نے حضرت ابو الحسن خرقانی سے کہا۔ "چلو میں اور تم درخت پر چڑھ کر چھلانگ لگائیں۔"

فرمایا۔ کہ چلیے میں اور آپ فردوس اور جہنم سے بے نیاز ہو کر اور خدا تعالیٰ کا دستِ کرم پکڑ کر چھلانگ لگائیں پھر ایک مرتبہ شیخ المشائخ نے پانی میں ہاتھ ڈال کر زندہ مچھلی پکڑ کر آپ کے سامنے رکھ دی۔

اس کے جواب میں آپ نے تنور میں ہاتھ ڈال کر زندہ مچھلی آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ آگ میں سے زندہ مچھلی پکڑ کر نکالنا پانی میں سے مچھلی نکالنے سے زیادہ معنی خیز ہے۔ پھر ایک دن شیخ المشائخ نے فرمایا۔ کہ چلو ہم دونوں تنور میں کود جائیں پھر دیکھیں زندہ کون نکلتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ "اس طرح نہیں بلکہ ہم دونوں اپنی نیستی میں غوطہ لگا کر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی سے کون باہر آتا ہے۔ یہ سن کر شیخ المشائخ نے سکوت اختیار کر لیا۔"



۶۱۷۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ جس کا علم یقین تک۔ یقین خوف تک۔ خوف عمل تک، عمل ورع تک اور اخلاص مشاہدے تک نہیں پہنچتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔



۶۱۸۔ کہتے ہیں کہ بگ بگ کلاں میں ایک برہمن فات کی لڑکی تھی جو گوڑھ کے مرض میں مبتلا تھی۔ اسے اس کے وارثوں نے لاعلاج جان کر گھر سے نکال دیا۔ وہ سید



ہاشم شاہ پنجابی کے شاعر کے پاس چلی آئی اور انہوں نے اس کا علاج شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ بالکل صحت یاب ہو گئی۔ اس کے گھر والوں کو جب معلوم ہوا تو وہ اسے لینے آئے مگر اس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ وہ اسے زبردستی اپنے ساتھ لے گئے اور زنجیروں سے باندھ دیا مگر ہاشم شاہ کی دعا سے اس کی زنجیریں خود بخود کھل گئیں اور وہ پھر ان کے پاس چلی آئی۔ کیوں کہ وہ ان کی عقیدت مند ہو چکی تھی۔

اس پر اس لڑکی کے وارثوں اور دوسرے برہمن فات کے لوگوں نے راجہ دینا ناتھ دیوان ساون مل اور دیوان ٹیک چند کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ چنانچہ ہاشم شاہ کی گرفتاری کے لیے سپاہی بھیجے گئے مگر آپ کی جلالت دیکھ کر سپاہیوں کو ہمت نہ ہو سکی کہ آپ کو گرفتار کرتے۔

یہ دیکھ کر آپ خود ہی ان کے ساتھ چل دیئے اور انہیں لاہور جیل میں بند کر دیا گیا مگر جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کو پتہ چلا تو اس نے آپ سے معذرت کی اور ایک ہفتے تک اپنے ہاں مہمان رکھا۔



۶۱۹۔ جب ہلاکو نے خوارزم پر یلغار کی تو اس وقت حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کی عمر ساٹھ سے متجاوز تھی۔ شیخ نے اپنے مریدین و اصحاب شیخ سعد الدین جموی اور شیخ رضی الدین علی لالا وغیرہم کو طلب فرما کر یہ ہدایت فرمائی کہ تم اپنے اپنے وطن کی راہ لو مشرق سے آتش سوزاں کے شعلے بھڑکتے ہوئے آرہے ہیں جو مغرب تک صفا یا کر دیں گے مجھے یہیں رہنا ہے۔ یہ منشا خداوندی ہے۔

جب ہلاکو کی فوج حملہ آور ہوئی تو آپ نے نیزہ ہاتھ میں لیا اور کفار سے جنگ شروع کی۔ یہاں تک کہ آپ نے حملہ کرتے ہوئے شہادت نوش کیا۔

روایات میں ہے کہ شہادت کے وقت ایک کافر کے گیسو آپ کے ہاتھوں میں تھے۔ اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ آپ کے ہاتھوں سے انہیں چھڑا سکے۔ آخر کار یہ گیسو تراشے گئے۔





۶۲۰ - ایک دن حضرت جلال الدین رومیؒ چند لڑکوں کے ہمراہ چھت پر تھے کہ ایک لڑکے نے کہا "اُو اس چھت پر کود کر دوسری چھت پر چڑھیں" مولانا نے فرمایا - "اس قسم کی اچھل کود تو بتیاں اور کتے کرتے ہیں۔ اگر انسان بھی ان بے ہودہ اور لغو حرکات کا مرتکب ہو تو اس کو شرم آنی چاہیے۔ ہاں اگر تم کو سکت ہے تو آسمان کی جانب پرواز کرو۔" یہ فرمایا اور آپ سب لڑکوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

لڑکوں نے شور مچانا شروع کر دیا اور لگے فریاد کرنے۔ اتنے میں مولانا لوٹ آئے۔ آپ کی آنکھوں اور چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ فرمایا: "جب میں تم سے مصروف گفتگو تھا تو میں نے دیکھا کہ سبز پوشوں کی ایک جماعت جو میرے قریب آئی اور اس نے مجھے اٹھالیا، آسمان کی سیر کرائی۔ ملکوتی عجائبات کا مشاہدہ بھی کرایا۔ جب میں نے تمہاری فریاد سنی تو واپس چلا آیا۔"

مولانا نے فرمایا کہ جو جانور زمین سے اوپر اڑتا ہے۔ اگرچہ اس کی رسائی آسمان تک نہیں ہو سکتی۔ تاہم وہ جال سے ضرور بچ جاتا ہے اور اس طرح اسے ہلاکت سے نجات مل جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی درویش ہو جاتا ہے تو وہ خواہ اعلیٰ مدارج طے نہ کر سکے پھر بھی وہ عام مخلوق سے ضرور بے نیاز اور ممتاز ہو جاتا ہے۔ دنیا کے مخمضوں سے اسے نجات مل جاتی ہے۔



۶۲۱ - حضرت حمدون قصار نے فرمایا: "توکل کی تعریف یہ ہے کہ مقروض ہونے کی صورت میں بجاٹے بندے کے خدا سے اس کی ادائیگی کی امید رکھو۔ اور اپنے امور خدا کے سپرد کرنے سے قبل ضروری ہے کہ حیلہ و تدبیر بھی اختیار کی جائے۔"

تین چیزیں ابلیس کے لیے وجہ انبساط ہیں۔ اول کسی دنیا دار کا قتل، دوم کسی شخص کا حالت کفر میں مرنا سوم درویشی سے فرار۔



۶۲۲ - حضرت جنید بغدادیؒ کسی درویش کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو وہ مصروف گریہ تھا۔ آپ نے سوال کیا کہ کس کی عطا کردہ اذیت پر گریہ کناں ہے اور کس سے اس کی شکایت کرنا چاہتا ہے؟



دروشیہ سن کر ساکت ہو گیا، تو آپ نے پھر پوچھا کہ خیر کا تعلق کس کے ساتھ ہے۔  
اس نے عرض کیا۔ نہ رونے کی اجازت ہے نہ صبر کی قوت۔



۶۲۳۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ حسین ہمیشہ سرخ لباس پہنتے تھے اس لیے لال حسین کے نام سے مشہور ہو گئے۔ شاہ حسین ابھی چھوٹے ہی تھے کہ ٹکسالی دروازہ کی مسجد کے امام حافظ ابو بکر کے پاس پڑھنے کے لیے بھیج دیے گئے۔ انہوں نے دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا انہی دنوں مشہور صوفی بزرگ حضرت شیخ بہلول دریائی لاہور تشریف لائے اور شاہ حسین ان کے مرید ہو گئے۔ چند برس بعد جب شیخ بہلول لاہور سے جانے لگے تو انہیں حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش مزار پر چھوڑ گئے جہاں انہوں نے دس برس ریاضت و عبادت میں گزار دیے۔ ازال بعد شاہ حسین کئی کئی راتیں دریائے راوی میں کھڑے کھڑے قرآن پڑھتے ہوئے گزار دیتے تھے۔

ریاضت و عبادت کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ ۲۶ سال کی عمر میں یہ مشہور عالم شیخ سعد اللہ لاہوری کے پاس پہنچ گئے جن سے آپ نے تصوف اور فقہ پڑھا۔ ایک روز آپ تفسیر پڑھ رہے تھے کہ یہ آیت آئی۔

وما الحیوۃ الدنیا الا لہو ولعب یہ سننا تھا کہ آپ پر ایک مجذوبانہ کیفیت طاری ہو گئی۔ بے خودی کے عالم میں مکتب سے باہر نکل آئے اور پھر کبھی اس طرف کا رخ نہ کیا۔



۶۲۴۔ ایک دفعہ حضرت ابوالحسن خراسانی کے دسترخوان پر بہت سے مہمان تھے۔ خادم چادر کے نیچے سے روٹیاں لالا کر رکھتا جاتا تھا۔ آپ کی کرامت سے چادر میں ایسی برکت ہو گئی تھی کہ مسلسل روٹیاں نکلتی جا رہی تھیں۔ حالانکہ چادر کے نیچے صرف چند روٹیاں تھیں لیکن جب خادم نے آزمانے کے لیے چادر اٹھا کے دیکھا تو اس میں ایک روٹی بھی نہیں تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے بہت برا کیا۔ اگر چادر نہ اٹھاتا تو قیامت تک روٹیاں نکلتی رہتیں۔





۶۲۵۔ جب شیخ بوعلی سینا حضرت ابوالحسن خرقانی کی شہرت سے متاثر ہو کر بغرض ملاقات خرقان میں آپ کے گھر پہنچے اور آپ کی بیوی سے پوچھا کہ شیخ کہاں ہیں تو بیوی نے جواب دیا کہ تم ایک زندیق و کاذب کو شیخ کہتے ہو۔

پھر غصے کے ساتھ بولی۔ مجھے نہیں معلوم کہ شیخ کہاں ہیں؛ البتہ میرے شوہر تو جنگل سے لکڑیاں لانے گئے ہیں۔

یہ سن کر شیخ بوعلی سینا کو خیال ہوا کہ جب آپ کی بیوی ہی اس قسم کی سُتاخی کرتی ہے تو نہ معلوم آپ کا کیا مرتبہ ہے۔ گو میں نے آپ کی بہت تعریف سنی ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ بہت ادنیٰ قسم کے انسان ہیں۔

پھر جب آپ کی جستجو میں جنگل کی جانب روانہ ہوئے تو دیکھا کہ آپ شیر کی کمر پر لکڑیاں لادے چلے آ رہے ہیں۔ یہ واقعہ دیکھ کر بوعلی سینا کو بڑی حیرت ہوئی اور قدمبوس ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو ایسا بلند مقام عطا فرمایا ہے اور آپ کی بیوی آپ کے متعلق بہت بُری بُری باتیں کہتی ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؛

آپ نے فرمایا کہ اگر میں ایسی بکری کا بوجھ برداشت نہ کر سکوں تو پھر یہ شیر میرا بوجھ کیسے اٹھا سکتا ہے؛ پھر آپ بوعلی سینا کو اپنے گھر لے گئے اور کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد فرمایا کہ اب مجھے اجازت دے دو کیوں کہ میں دیوار تعمیر کرنے کے لیے مٹی بھگو چکا ہوں۔

یہ کہہ کر آپ دیوار پر جا بیٹھے۔ اس وقت آپ کے ہاتھ سے بسولی چھوٹ کر زمین پر گر پڑی اور جب بوعلی سینا اٹھا کر دینے کے لیے آگے بڑھے تو وہ خود بخود زمین سے اُٹھ کر آپ کے ہاتھ میں جا پہنچی۔ یہ کرامت دیکھ کر بوعلی سینا آپ کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔



۶۲۶۔ حضرت علی ہجویری نے فرمایا کہ ایک بزرگ کا فرمودہ ہے کہ یہ دس چیزیں اپنے مقابل دس چیزوں کو کھا لیتی ہیں:-

اول تو بے گناہوں کو کھا جاتی ہے، دوم مہبوت رزق کو چٹ کر جاتا ہے، سوم غیبت عمل کو کھا جاتی ہے، چہارم غم عمر کو کم کر دیتا ہے، پنجم صدقہ با کو کھا کر دور



کر دیتا ہے۔ ششم غصہ عقل کو کھا جاتا ہے، ہفتم پشیمانی سخاوت کو کھا جاتی ہے۔  
ہشتم تکبر علم کو کھا لیتا ہے۔ نہم نیکی بدی کو کھا جاتی ہے۔ دہم ظلم عدل کو کھا جاتا  
ہے۔



۶۲۷۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کی خانقاہ میں تین دن تک کھانا نہ پکا آپ  
اور آپ کے یار تربوز ہی سے افطار کرتے رہے اور گزارہ کرتے رہے۔ جب  
یہ خبر وہاں کے حاکم نے سنی تو کہا کہ وہ ہماری چیز قبول نہیں کرتے، نقدی لے جاؤ  
اور شیخ کے خادم کو دے دو اور خادم سے کہو کہ تھوڑا تھوڑا خرچ کرے اور شیخ  
صاحب سے اس کا ذکر تک نہ کرے۔ چنانچہ حاکم کے نوکر نے آکر کچھ نقدی آپ  
کے خادم کو دے کر کہا۔ مصلحت کے مطابق خرچ کرنا اور شیخ صاحب کو نہ جتاناً  
خادم نے پہلے روز جب ان روپوں میں سے کچھ خرچ کیا تو اسی روز شیخ صاحب  
بے چین ہو گئے۔ خادم کو بلا کر پوچھا کہ جو کھانا تو نے ہمیں دیا وہ کہاں سے آیا تھا؟  
خادم چھپا نہ سکا۔ سارا حال بیان کر دیا۔

اس پر آپ نے فرمایا۔ "جہاں جہاں اس حاکم کے نوکر نے قدم رکھا۔ وہاں سے  
مٹی کھود کر پھینک دو اور جو کچھ بچا ہے وہ کسی اور کو دے دو۔" پھر اس خادم کو  
بھی اس قصور کے عوض خانقاہ سے نکال دیا۔



۶۲۸۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی حج کر کے واپس بغداد  
تشریف لائے۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا شروع ہوئے۔ جو بھی آتا  
کچھ نہ کچھ لے کر آتا۔ ایک بڑھیا آئی اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ اس نے اپنی پرانی  
چادر کے دامن سے ایک درہم نکال کر ان کو پیش کیا۔ انہوں نے قبول کیا اور اس درہم  
کو سب تحائف کے اوپر رکھا۔

بعد ازاں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو جس کو لینا ہو لے لے۔ ہر ایک نے جو  
چاہا اٹھایا پھر آپ نے حضرت جلال الدین تبریزی کو دیکھ کر فرمایا۔ "تم بھی کچھ  
لے لو۔"



آپ یہ اشارہ پا کر اٹھے اور وہ درہم جو بڑھیا نے پیش کیا تھا اٹھالیا۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے یہ دیکھ کر آپ سے فرمایا۔ "تو تو سب کچھ لے گیا۔"



۶۲۹۔ جب کسی کا کوئی غلام بھاگ جاتا تھا تو وہ حضرت خواجہ محمود موئینہ دوز کے پاس آتا تھا، دعا کرواتا تو غلام آجاتا۔

ایک مرتبہ ایک شخص کا غلام بھاگ گیا۔ وہ آپ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا کہ غلام فلاں دن آجائے گا لیکن یہ ضروری ہے کہ غلام کے آنے کی اطلاع کرنا۔

اس شخص کا غلام آگیا لیکن اس سے یہ غلطی ہوئی کہ اس نے غلام کے آنے کی اطلاع آپ کو نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ غلام پھر بھاگ گیا۔ اس نے آپ سے جا کر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا چونکہ پہلے خبر نہ دی تھی اب وہ نہ آئے گا۔ "چنانچہ اس کا غلام دوبارہ واپس نہ آیا۔"



۶۳۰۔ حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری جب ملتان آئے تو ایک روز گرمی سے تنگ آ کر بخارا کے موسم کو یاد کرنے لگے۔ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتان کو کشف سے یہ بات معلوم ہو گئی۔ آپ نے اپنے ایک خادم کو مسجد میں بھیجا اور یہ تاکید فرمائی کہ صفیں لپیٹ کر مسجد کے صحن میں جھاڑو دیں۔

اتنے میں بادل نمودار ہوا، خوب بارش ہوئی، اولے گرے۔ مسجد سے باہر نہ بارش ہوئی نہ اولے گرے۔ ظہر کی نماز کے وقت زکریا ملتان مسجد میں آئے اور حضرت جلال الدین سرخ بخاری سے مسکرا کر فرمایا۔ "کہیے سید! اولے ملتان کے بہتر ہیں یا برف بخارا کا؟ انہوں نے عرض کیا۔ اس صورت میں تو اولے ملتان کے سو درجہ بہتر ہیں۔" آپ نے ان کو اسی روز خرقہ خلافت سے مشرف فرمایا۔



۶۳۱۔ حضرت شاہ دولہ کے ہاں اکثر بے اولاد عورتیں حاضری کے لیے آتیں۔ اللہ نے آپ کی

زبان میں ایسی تاثیر عطا کی تھی کہ آپ جو فرمادیتے وہ ہو کر رہتا۔

ایک دن ایک ایسی خاتون آئی جس کا تعلق کسی ریاست سے تھا۔ آپ نے اس

خاتون سے آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا۔ "اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دیا ہے مگر اولاد



کی نعمت سے محروم ہوں۔ آپ دعا فرمائیں گے تو میری مراد بر آئے گی۔  
حضرت شاہ دولہ نے فرمایا۔ میں دعا تو کر سکتا ہوں مگر اس میں ایک ایسی مشکل بھی ہے جس کو تم کبھی برداشت نہ کرو گی۔

خاتون نے جواب دیا۔ میں ہر مشکل سہنے کے لیے تیار ہوں۔

شاہ دولہ نے فرمایا۔ میں دعا کروں گا اور تمہیں اولاد نصیب ہوگی مگر تمہیں اپنا پہلا بچہ خانقاہ کی نذر کرنا ہوگا۔ اس پر خاتون راضی ہو گئی۔

جب وہ اپنے محل میں پہنچی تو اس کے دماغ میں عجیب عجیب خیالات آنے لگے۔ وہ سوچنے لگی کہ اگر ایک ہی بچہ ہو اور وہ بھی خانقاہ کی نذر کروں تو میری جھولی خالی کی خالی ہی رہے گی۔ پھر اس نے سوچا کہ جب اولاد ہوگی تو اس مسئلہ کو حل کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے گرم سے دس ماہ کے بعد اس عورت کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا مگر اس کا سر بہت چھوٹا تھا۔ ماں کو بچے سے بہت پیار تھا۔ اس لیے اس نے ہر ایک کو منع کر دیا کہ کوئی بھی باہر جا کر خانقاہ میں اس بچے کی پیدائش کا ذکر نہ کرے۔

ایک رات اس عورت نے خواب میں حضرت شاہ دولہ کو دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ اے عورت! تو اپنا وعدہ پورا کر، بد عہدی بہت بڑا گناہ ہے۔

عورت نے جواب دیا۔ حضرت مجھ پر رحم کیجئے۔ میرا بچہ مجھ سے نہ لیجئے۔  
حضرت شاہ دولہ نے فرمایا۔ یہ لینے دینے کی بات نہیں ہے بلکہ وعدہ پورا کرنے کی بات ہے۔ تجھے شاید یہ بات معلوم نہیں کہ تیرے بچے کا سر بہت چھوٹا کیوں ہے، اس لیے کہ وہ عقل سے معذور ہوگا اور تیرے کسی کام نہیں آئے گا۔

وہ خاتون صبح بیدار ہوئی تو سخت پریشان تھی۔ اس نے بچے کے سر کو غور سے دیکھا۔ واقعی وہ بہت چھوٹا تھا۔ پھر اس نے ریاست کے شاہی حکیموں کو بلا کر پوچھا کہ یہ لڑکا چھوٹے سر کی وجہ سے کیا بنے گا۔

انہوں نے معانے کے بعد بتایا کہ یہ عقل سے معذور ہوگا، بالکل جانوروں کی طرح۔  
کئی دن کی پریشانی کے بعد وہ روتے روتے حضرت شاہ دولہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا۔ یہ بچہ ابھی آپ کی نذر کروں یا پال پوس کر آپ کے حوالے کروں۔  
آپ نے فرمایا۔ جیسی تیری مرضی ہو، وہ کہہ۔ مگر رونے دھونے کی ضرورت نہیں



ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تجھے اور اولاد بھی ہوگی۔  
وہ عورت اُس بچے کو اپنے ساتھ لے گئی۔ اُسے خدانے تین سال میں تین لڑکے عطا کیے  
اور وہ پہلا لڑکا مہنسی خوشی خانقاہ کی تذکرہ گئی۔



۶۳۲۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کی وفات پر حضرت گیسو دراز نے انہیں غسل دیا اور جس پلنگ  
پر غسل دیا تھا اس کی ڈوریاں پلنگ سے جدا کر کے اپنی گردن میں ڈال لیں کہ یہی میرا لباس  
ہے۔ مرشد کی وفات کے بعد آپ اُن کے جانشین مقرر ہوئے اور چالیس برس تک دہلی  
میں لوگوں کے سامنے وعظ و تلقین کرتے رہے۔



۶۳۳۔ ایک روز حضرت شیخ صدر الدین عارف دریا کے کنارے تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ  
آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح تھے۔ آپ نے وضو کیا اور نماز ادا  
کی۔ اتنے میں ہرن کا ایک غول ادھر سے گذرا۔ اس غول میں ہرنی کا ایک بچہ بھی تھا۔ شیخ  
رکن الدین ابوالفتح جن کی عمر اس وقت سات سال کی تھی۔ اس بچے کو پکڑنا چاہتے تھے۔  
لیکن وہ بچہ ہاتھ نہ آیا۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ نے حضرت شیخ ابوالفتح کو قرآن شریف کا سبق دیا۔ ان کو  
دس مرتبہ پڑھنے پر بھی یاد نہ ہوا۔ حالانکہ وہ تین مرتبہ پڑھنے پر ہی اپنا سبق یاد کر لیا کرتے  
تھے۔ آپ نے وجہ معلوم کی۔ جب آپ کو ہرن کے غول اور بچے کا اس طرف آنا معلوم  
ہوا، تو آپ نے پوچھا۔ کہ وہ ہرن کا غول کس طرف گیا۔

حضرت شیخ رکن الدین نے سمت بتائی۔ آپ نے اس طرف کچھ پڑھ کے پھونکا غول  
واپس ہوا۔ حضرت رکن الدین نے دوڑ کر اس بچے کو پکڑ لیا اور بہت خوش ہوئے۔ اس  
خوشی میں انہوں نے ایک سیپارہ حفظ کر لیا۔ اس کے بعد ہرنی کو مع بچے کے خانقاہ  
میں لے آئے۔



۶۳۴۔ سرخس میں ایک بے نمازی دیوانہ وار پھرا کرتا تھا اور جب اس سے لوگوں نے نماز  
پڑھنے کے لیے اصرار کیا تو اس نے کہا کہ وضو کرنے کے لیے پانی کہاں ہے؟



یہ سن کر لوگ کنوئیں پر پکڑ کر لے گئے اور اس کے ہاتھ رستی ڈول تھما کر کہا کہ اس میں سے پانی کھینچ کر وضو کر لے۔ لیکن وہ دیوانہ تیرہ یوم تک رستی پکڑے بیٹھا رہا۔ اتفاق سے ایک روز حضرت ابوالفضل حسن رستی کا ادھر سے گذر ہوا۔ تو آپ نے لوگوں سے فرمایا "یہ تو غیر مکلف ہونے کی وجہ سے قیود شریعت سے قطعاً آزاد ہے۔ جاؤ اسے اس کے گھر پہنچا دو۔"



۶۳۵۔ ایک گاؤں میں حضرت شیخ جلال الدین ہانسوی کی ایک شخص نے دعوت کی۔ کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے اجازت چاہی۔ میزبان نے کہا۔ "جب تک بارش نہیں ہوگی۔ نہ جانے دوں گا۔"

اس سال بارش نہیں ہوئی تھی اور قحط کے آثار نمایاں تھے۔ میزبان کے اصرار پر آپ وہیں بیٹھ گئے۔ اسی رات خوب بارش ہوئی۔ صبح آپ گھوڑے پر ہانسی تشریف لے گئے۔



۶۳۶۔ ایک پیرزالہ حضرت سراج الدین محمد شاہ عالم کے حلقہ ارادت میں شامل تھی۔ اس کا چار پانچ سال کا بیٹا ایسا بیمار ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا۔ وہ پیرزالہ بیٹے کی موت کے صدمہ سے اتنی افسردہ دل تھی کہ مغلوب الحال ہو کر اس نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور لگی آہ و فریاد کرنے۔

اس نے گڑ گڑاتے ہوئے کہا۔ جب تک میرا لڑکا مجھے نہیں مل جائے گا۔ میں آپ کا دامن ہرگز نہ چھوڑوں گی۔ جب آپ نے دیکھا کہ اس کی بے قراری انتہا کو پہنچ گئی ہے تو آپ نے اسے تسلی و دلاسا دے کر اندر تشریف لے گئے۔

آپ کا بھی ایک چھوٹا سا لڑکا تھا۔ آپ نے اسے گود میں لے کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور دعا کی۔ "خدا یا اس بڑھیا کے لڑکے کے بجائے یہ لڑکا حاضر ہے۔" اسی وقت آپ کا لڑکا فوت ہو گیا۔ باہر آ کر آپ نے اس ضعیفہ سے فرمایا۔ اپنے گھر جا لڑکا زندہ ہو گیا ہے۔ وہ عودت اپنے گھر پہنچی تو اپنے لڑکے کو زندہ و سلامت پایا۔





۶۳۷ - ایک مرتبہ شہنشاہ اکبر لاہور آیا۔ تو اس نے اپنے وزیر کو شاہ حسین کے پاس بھیجا۔ وزیر نے اتہیں بہت تلاش کیا۔ مگر وہ اسے نہ ملے اور جب وزیر ناکام ہو کر واپس شہنشاہ کے پاس آ گیا۔ تو شاہ حسین خود وہاں پہنچ گئے۔ وہ بھی اس طرح کہ داڑھی منڈی ہوئی اور ہاتھ میں شراب سے بھری ہوئی صراحی تھی۔

اکبر نے حیران ہو کر کہا۔ "یہ کیا؟"

آپ نے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ تو چہرے پر شرع کے مطابق داڑھی موجود تھی اور صراحی میں شراب کی بجائے دودھ بھرا ہوا تھا۔



۶۳۸ - ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی نے ایاز سے یہ وعدہ کیا کہ میں تجھے اپنا لباس پہنا کر اپنی جگہ دے دوں گا اور تیرا لباس پہن کر خود غلام کی جگہ لے لوں گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور پھر حضرت ابوالحسن غرقانی کے در دولت پہنچے۔ پھر باہر سے شیخ کو پیغام بھیجا کہ سلطان غزنی یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ تم گھر سے نکل کر اس کا استقبال کرو اور اگر وہ انکار کریں تو اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم پڑھنا۔

قاصد نے اندر پہنچ کر ایسا ہی کیا۔ آپ نے فرمایا "میں اطیعوا اللہ میں ہی اس قدر محو ہوں کہ اطیعوا الرسول تک نہیں پہنچ سکتا۔ اندرین حالات الوالا امر منکم کا کیا ذکر۔ پھر محمود غزنوی ایاز کو لے کر اندر پہنچا اور سلام کیا۔ شیخ نے جواب دیا مگر تعظیم کو کھڑے نہ ہوئے۔ فرمایا۔ "یہ سب تمہارا حال ہے۔ میں اس میں نہیں پھنس سکتا۔ پھر محمود کا ہاتھ پکڑ کر بٹھایا اور باقی سب کو نکال دیا۔

محمود نے کہا۔ "بایزید کی نسبت کچھ فرمائیے۔"

آپ نے فرمایا۔ "بایزید نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھا وہ شفاعت سے بے خوف ہو گیا۔"

محمود نے عرض کیا۔ "کیا بایزید پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر ہیں۔ ابو جہل، ابو لہب نے ان کو دیکھا مگر ان کی شفاعت نہ کی گئی۔"

آپ نے فرمایا۔ "اوب کرو۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے ان چاروں صحابہ کرام کے اور کسی نے نہ دیکھا تو اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولو ہم فیضرون



ایک وہم لایبصرون

محمود کو یہ بات پسند آئی اور عرض کیا۔ مجھ کو کچھ نصیحت فرمائیں۔

فرمایا۔ چار باتوں کا خیال رکھو۔ ۱۔ ممنوعات سے پرہیز کرو، ۲۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔ ۳۔ سخاوت کو شیوہ بناؤ، ۴۔ خلقِ خدا پر شفقت رکھو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری عاقبت کو محمود رکھے۔

اس نے بعد محمود نے اشرفیوں کی تھیلی آپ کی نذر کی۔ آپ نے فوراً جو کی روٹی جو خشک تھی سامنے رکھ دی۔ اور کھانے کا حکم دیا۔

محمود جب کھانے لگا تو روٹی حلق میں اُٹک گئی۔ آپ نے فرمایا۔ "روٹی حلق میں اُٹکتی ہے۔ محمود نے کہا۔ جی ہاں۔" اس پر آپ نے فرمایا۔ "تم چاہتے ہو کہ تمہاری طرح یہ اشرفیوں کی تھیلی ہمارے حلق میں اُٹکے۔ ہم اس کے خواہش مند نہیں ہیں۔"

پھر محمود نے کہا۔ "اپنی کوئی یادگار عنایت فرمائیے۔"

آپ نے ایک پیرہن دے دیا۔ پھر رخصت کے وقت شیخ نے اُٹھ کر تعظیم دی۔ محمود نے پوچھا۔ "میرے آنے کے وقت آپ نے تعظیم نہیں کی۔ اب کیا سبب ہے؟" فرمایا۔ "اس وقت تم غرورِ شاہی کے ساتھ آئے تھے مگر اب انکسار اور رویشی کے ساتھ جا رہے ہو۔"

چند دن کے بعد جب محمود نے سو منات پر حملہ کیا اور اپنی افواج کو میدان میں کمزور دیکھا اور خوف ہوا کہ شکست نہ ہو جائے تو زمین پر سر بسجود گرو پڑا اور وہی پیراہن جو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ نکال کر سامنے رکھ لیا۔ اور دعا کی۔ "خدا وندا! اس پیراہن والے کی طفیل فتح و نصرت عطا کر۔"

جب دعا کے بعد محمود اٹھا تو اس کی فوج کی حالت کچھ سے کچھ ہو چکی تھی۔ دفعۃً حملہ کیا اور میدان کو فتح کر لیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ شیخ فرما رہے ہیں "محمود! تم نے ہمارے پیراہن کی آبرو درگاہِ الہی میں کھو دی۔ اگر تم چاہتے تو تمام کافر مسلمان ہو جاتے۔"



۶۳۹۔ بزرگوں میں ایک بزرگ کو ایک مرتبہ طہارت خانہ میں بیٹھے بیٹھے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اپنا پیراہن کسی درویش کو دے دیا جائے۔ اس خیال کے دل میں آتے ہی فوراً ایک



مرید کو بلایا، گرتے جسم سے اُتارا اور اس کے حوالے کر دیا۔  
 مرید نے کہا۔ اے شیخ! طہارت خانہ سے باہر آنے تک صبر کیوں نہ کر سکے۔  
 شیخ نے کہا۔ میں ڈر گیا کہ مبادا کوئی دوسرا خیال میرے دل میں پیدا ہو جائے اور مجھے اس  
 نیک خیال سے باز رہنے پر مجبور کر دے۔



۶۲۰۔ حضرت ابو عمر و نخیل فرماتے ہیں کہ شخص مخلوق کے سامنے جاہ و مرتبت ترک کر دینے پر قادر  
 ہوتا ہے اس کے نزدیک ترک دنیا بھی دشوار نہیں رہتی۔ ذاتِ خداوندی سے وابستہ  
 رہنے والا کبھی بُری خصلتوں کا مرتکب نہیں ہو سکتا اور جو بُری خصلتوں کو اپنالیتا ہے وہ  
 خدا سے وابستہ نہیں رہ سکتا۔



۶۲۱۔ فیروز شاہ ایک مرتبہ احمد خان خانان سے خفا ہو گیا۔ اُس نے احمد خاں کو زندھا کرنا چاہا۔ احمد خاں  
 مقابلہ کے لیے تیار ہوا۔ احمد خاں نے انہی دنوں میں ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک  
 نورانی صورت بزرگ نے اس کے سر پر تاجِ ترکی رکھا اور اُس کو سلطنت کی بشارت دی۔  
 احمد خاں بادشاہ کے مقابلہ میں کامیاب ہوا اور اس کو تاج و تخت نصیب ہوا۔  
 کچھ دنوں کے بعد حضرت نعمت اللہ ولی کی کرامات کا چرچا ہونے لگا۔ احمد خاں نے آپ کو  
 خراجِ عقیدت پیش کرنا چاہا۔ اس نے شیخ حبیب اللہ جنیدی کو کچھ تحائف دے کر آپ  
 کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے تحائف قبول فرمائے۔ اس کے بعد حضرت نعمت اللہ ولی  
 نے اپنے پوتے شاہ نور اللہ بن خلیل اللہ کے ذریعے سبز رنگ کا تاجِ ترکی احمد خاں کو بھیجا  
 احمد خاں نے جب وہ تاجِ ترکی دیکھا تو بے چین ہو گیا۔

اس نے فوراً اس تاجِ ترکی کو پہچان لیا کہ یہ وہی تاج ہے جو اس کے سر پر ایک بزرگ نے رکھا  
 تھا اور بزرگ نے اس کو دکن کی سلطنت کی بشارت دی تھی۔ اس پر احمد خاں نے آپ  
 کے پوتے نور اللہ کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ اُس نے شاہ نور اللہ کی شادی اپنی لڑکی سے  
 بھی کر دی۔



۶۲۲۔ ایک رات حضرت ابوالحسن نرقانی نے لوگوں سے فرمایا کہ اس وقت فلاں جنگل میں ایک



قافلہ لوٹ کر قزاقوں نے بہت سے افراد کو مجروح کر دیا ہے لیکن یہ تعجب کی بات ہے کہ اسی شب کسی نے آپ کے صاحبزادے کا سر کاٹ کر گھر کی چوکھٹ پر رکھ دیا تھا اور آپ کو اس بات کا قطعی علم نہ ہوا اور جب یہ دونوں واقعات آپ کی بیوی کے علم میں آئے۔ تو اس نے آپ کی ولایت سے انکار کر دیا اور کہا۔ "ایسے شخص کا ذکر ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ کہ جس کو دُور کی اطلاع تو ہو جاٹے لیکن گھر کے دروازے کا علم نہ ہو سکے۔"

لیکن آپ نے یہ جواب دیا کہ جس وقت قافلہ لوٹا گیا اس وقت تمام حجابات میرے سامنے سے اٹھا دیئے گئے تھے اور جس وقت لڑکے کو قتل کیا تھا اس وقت حجابات باقی تھے۔ جس کی وجہ سے مجھے اس کے قتل کا علم نہ ہو سکا۔

جب آپ کی بیوی نے لڑکے کا سر دروازے پر دیکھا تو شفقتِ مادری کی وجہ سے بے چین ہو کر روتے پٹیتے ہوئے اپنے بال کاٹ کر لڑکے کے سر پر ڈال دیئے اور انسانی تقاضے کے طور پر حضرت ابوالحسنؑ کو بھی اپنے صاحبزادے کے قتل کا رنج ہوا اور آپ نے بھی اپنی داڑھی کے بال صاحبزادے کے سر پر ڈالتے ہوئے بیوی سے فرمایا۔ کہ یہ بیج ہم تم دونوں نے مل کر بویا تھا اور تم نے اپنے بال کاٹ کر اور میں نے اپنی داڑھی کے بال اس پیکے سر پر ڈال دیئے۔ اس طرح ہم دونوں برابر ہو گئے۔



۶۴۳۔ ایک دن حضرت مشاد دینوری نے فرمایا کہ میں کچھ غنودگی کے عالم میں تھا تو میں نے اپنے آپ کو مسجد میں دیکھا۔ کوئی کہنے والا مجھ سے یہ کہہ رہا تھا کہ اگر تو اولیاء اللہ میں سے کسی کی زیارت کا مشلق ہے تو اٹھ اور توبہ کے ٹیلے پر جا۔

میں بیدار ہوا۔ اس وقت برفباری ہو رہی تھی، وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم خواصؑ کو دیکھا جو آلتی پالتی مارے بیٹھے ہوئے تھے۔ صرف اتنی جگہ برف سے خالی تھی جہاں آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ چاروں طرف برف کے تودے ہی تودے تھے۔ میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور اس سوچ میں پڑ گیا کہ انہیں یہ درجہ کیسے حاصل ہوا ہے۔

آپ نے میری بولی کیفیت بھانپتے ہوئے فرمایا۔ یہ مرتبہ فقرہ کی خدمت کے صلہ میں قدرت نے مجھے مرحمت فرمایا ہے۔





۶۲۳ - حضرت شیخ بنان محمد الحمال فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مکہ معظمہ میں بیٹھا تھا - میرے پاس ہی ایک جوان تھا - ایک شخص نے اس نوجوان کے سامنے کچھ درہم لاکر رکھے اور کہا - مجھے ان کی حاجت نہیں ہے -  
 نوجوان نے کہا کہ مساکین و فقرا میں اسے تقسیم کر دو - اس نے اس بات پر عمل کیا  
 کو میں نے اسے دیکھا کہ ایک وادی میں اپنے لیے کسی چیز کو جمع کر رہا ہے -  
 میں نے اس سے کہا - کاش تو ان درہموں میں سے کچھ بچا کر رکھ لیتا -  
 اس نے جواب دیا - مجھے کیا معلوم تھا کہ میں اس وقت تک زندہ بھی رہوں گا یا نہیں -



۶۲۵ - حضرت ابوالحسن نوری کی علالت کے دوران حضرت جنید بغدادی مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوئے - آپ نے کچھ پھل اور مچھول پیش کیے - اس کے بعد جب آپ حضرت جنید کی بیماری میں اپنے ارادت مندوں کے ہمراہ مزاج پرسی کے لیے تشریف لے گئے تو اپنے مریدوں سے فرمایا - کہ سب لوگ جنید کا مرض اپنے اوپر تقسیم کر لو - یہ کہتے ہی حضرت جنید تندرست ہو گئے -  
 آپ نے ان سے فرمایا کہ پھل اور مچھول کی بجائے اس طرح عبادت کو جانا چاہیے -



۶۲۶ - حضرت شیخ شمس الدین ترک کلیر سے آکر پانی پت میں مقیم ہوئے - ایک روز ان کا مرید کسی کام سے حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر کے مکان کے سامنے سے گزرا اس نے دیکھا کہ آپ شیر کی صورت میں بیٹھے ہیں - اس مرید نے اس بات کا ذکر حضرت شمس الدین ترک سے کیا -  
 انہوں نے اپنے مرید کو حکم دیا کہ وہ حضرت بوعلی قلندر کے مکان پر جائے اور ان کا سلام کہے اور اگر پھر ان کو شیر کی شکل میں بیٹھا دیکھے تو یہ پیغام ان کو پہنچائے کہ شیر کی جگہ جنگل میں ہے -

وہ مرید حکم بجالایا - جب وہ حضرت بوعلی قلندر کے پاس پہنچا تو آپ کو پھر شیر کی شکل میں بیٹھا پایا - اس نے حضرت شمس الدین ترک کا پیغام آپ کو سنایا - آپ وہاں سے شیر کی صورت میں اٹھے اور باگھوئے میں جا کر قیام فرمایا - ربا گھوئے پانی پت سے باہر



ایک جگہ کا نام ہے)



۶۲۷ - ایک دن حضرت جنید بغدادی کی زوجہ محترمہ اپنے گھر میں بیٹھی لنگھی کر رہی تھیں کہ اسی دوران حضرت ابو بکر شبلیؒ بھی وہاں جا پہنچے اور جب انہوں نے پردہ کرنے کا قصد کیا تو حضرت جنید نے فرمایا کہ پردے کی اس لیے ضرورت نہیں کہ جماعتِ صوفیاء کے مستوں کو فردوسِ جنہم تک کی تو خبر موعتی نہیں پھر وہ بھلا کسی عورت پر کیا نظر ڈال سکتے ہیں اور جب کچھ وقفہ کے بعد حضرت شبلیؒ نے رونا شروع کیا تو حضرت جنید نے اپنی زوجہ کو پردے میں چلے جانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ اب یہ اصلی حالت پر لوٹ رہے ہیں۔ چنانچہ وہ اسی وقت پردے میں چلی گئیں۔



۶۲۸ - جب حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح چار سال کے تھے کہ آپ کے دادا حضرت بہاؤ الدین زکریا تمیمہ لگائے پلنگ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی دستار پلنگ کے پائے پر رکھی ہوئی تھی۔ حضرت شیخ رکن الدین کے والد حضرت صدر الدین عارف پلنگ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ کھیلتے ہوئے پلنگ کے پائے کی طرف پہنچے اور دستار پائے پر سے اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔

آپ کے والد ماجد نے آپ کو منع فرمایا اور آپ کو دستار اتارنے کو کہا۔ آپ کے دادا حضرت بہاؤ الدین زکریا نے آپ کے والد سے فرمایا۔ بیٹا صدر الدین! تم اس کو منع نہ کرو کیوں کہ اس نے دستار بطور حق کے اپنے سر پر رکھی ہے۔ میں نے یہ دستار اس کو دی۔ اپنے والد کی وفات کے بعد جب آپ سجادہ نشین ہوئے تو آپ نے وہی دستار سر پر رکھی اور حضرت شیخ شہاب الدین سروردی کا خرقہ جو آپ کو والد سے ملا تھا زیب تن فرمایا۔



۶۲۹ - کسی وزیر کو شیخ ابو علی سیاہ سے بڑی عقیدت تھی۔ اس نے ہر چند چاہا کہ آپ کی خدمت میں کوئی نذر عقیدت پیش کرے لیکن آپ نے اس سے کوئی چیز قبول نہیں فرمائی۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے آپ کے پاس پیغام بھیجا۔ چونکہ آپ تو کوئی چیز قبول نہیں فرماتے تھے اس لیے میں نے یہ کیا کہ آپ کی خاطر اور بہ نیت ثواب میں نے



چند غلام آزاد کر دیئے ہیں۔  
 شیخ نے پیغام کے جواب میں یہ کہلا بھیجا۔ ”تمہارے احسان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن  
 غلاموں کو آزاد کرانا میرا طریق نہیں ہے۔ میرا مشرب تو یہ ہے کہ جو آزاد ہیں انہیں  
 مہر و مروت اور احسان سے غلام بناؤں۔“



۶۵۰۔ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح کی کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ جب پالکی میں نکلتے تو آپ  
 کے دونوں ہاتھ باہر نکلے ہوئے ہوتے۔ آپ اس لیے ایسا کرتے تھے کہ شاید کسی نخستے  
 ہونے کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے لگ جائے تو آپ بھی نخستے ہوئے ہو جائیں۔



۶۵۱۔ حضرت شیخ صدر الدین احمد طبیب دکنیا سے بے نیاز تھے۔ ایک مرتبہ پریاں ایک  
 پری زاو کے علاج کے واسطے آپ کو لے گئیں۔ وہ پری زاو آپ کے علاج سے اچھا ہوا  
 پریوں نے ایک خط آپ کو دیا اور کہا۔ ”شہر سے باہر فلاں کوچہ میں اس قسم کا ایک  
 کتا ہے۔ یہ خط اس کتے کو دکھا دینا۔“

آپ نے وہ خط لیا، کتا تلاش کیا۔ جب وہ خط کتے کو دکھایا تو وہ کتا اٹھا اور شہر  
 سے باہر جا کر ایک جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ اس مقام پر وہ کتا زمین کھودنے لگا۔ آپ اشارہ  
 سمجھ گئے۔ آپ نے اس مقام سے خزانہ نکالا اور راہِ خدا میں لٹا دیا۔



۶۵۲۔ ایک کیمیاگر حضرت جلال الدین محمد کبیر الاولیاء کے ایک صاحبزادے کے پاس آیا اور  
 ان کا فقر و فاقہ دیکھ کر ان کو کیمیا سکھانے کا وعدہ کیا۔  
 انہوں نے آپ سے فکر کیا۔ آپ نے بیٹے کی بات سننے کے بعد حجرے کی دیوار پر  
 تھوکا۔ حجرہ سونے کا ہو گیا۔

آپ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا۔ ”کیمیائے سعادت سیکھنا سب سے بہتر ہے۔“



۶۵۳۔ ایک فلندرجس کا نام علی تھا بہت سے تانہوں تو ہمراہ لے کر حضرت پیر شیدا شرف  
 جہانگیر سمٹانی کے پاس آیا اور آپ سے دریافت کیا کہ جہانگیری کہاں سے مانی؟



آپ نے جواب دیا کہ اپنے پیرومرشد سے۔

اُس نے کہا کہ اس کا کیا ثبوت ہے؟

یہ سن کر آپ کو غصہ آیا۔ وہ قلندر آپ کے غصے کی تاب نہ لاکر زمین پر گرا اور مر گیا۔



۶۵۴۔ حضرت جنید بغدادی سے سوال کیا گیا۔ کیا وجہ ہے کہ آدمی سکون سے ہوتا ہے

پھر جب سماع سنتا ہے تو بے قرار ہو جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ارواح کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ

کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا بللی یعنی ہاں تو ہمارا رب ہے۔

اس قول کی حلاوت ارواح میں رچ گئی۔ اس لیے جب لوگ سماع سنتے ہیں تو وہی

حلاوت یاد آتی ہے اور بے قرار کر دیتی ہے۔



۶۵۵۔ حضرت شیخ ابوبکر کتانی فرماتے ہیں کہ میرے ہمراہ ایک ایسا شخص رہتا تھا جس کا وجود

میرے لیے بارِ خاطر تھا لیکن محض مخالفتِ نفس کی عرض سے میں اس کے ساتھ نہایت

حسنِ سلوک سے پیش آتا رہا اور ایک دن جب میں اپنی جائزہ کمائی سے دو سو درہم

لے کر اس کے پاس پہنچا تو وہ مصروفِ عبادت تھا۔ چنانچہ میں نے وہ درہم اس کے

مصلے کے نیچے رکھتے ہوئے کہا۔ تم اپنے صرفہ میں لے آنا۔

مگر اس نے غلصہ پناک ہو کر کہا کہ جو لمحات میں نے ستر ہزار درہم کے معاوضہ میں

خریدے ہیں انہیں تو دو سو درہم کے معاوضہ میں خریدنا چاہتا ہے۔ جا مجھے تیرے

درہم کی ضرورت نہیں۔

چنانچہ ندامت کے ساتھ میں نے اپنے درہم واپس لے لیے اور اس وقت مجھے جتنا اپنی

ذلت اور اس کی عظمت کا احساس ہوا اس سے قبل کبھی نہیں ہوا تھا۔



۶۵۶۔ جب لوگ خلیجی بادشاہوں کے سامنے جاتے تھے تو لوگ جھک کر اور انگشت شہادت

کو زمین پر رکھ کر سلام کرتے تھے۔ حضرت شیخ احمد مجدد شیبانی پہلہ شاہ کے روبرو

حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ آپ کو جس طرح سلام کیا جاتا ہے وہ اسلامی تعلیم کے



خلاف ہے اور یہ طریقہ بدعت ہے۔  
اس کے بعد آپ نے بادشاہ کو سلام کیا اور اس کے برابر جا بیٹھے۔



۶۵۷۔ سلیمان بن عبد الملک خلیفہ تھا۔ وہ جب مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت ابو حازم کو اپنے پاس بلوایا جو کہ بہت بڑے عالم دین تھے اور پوچھا۔ آخر کیا بات ہے کہ ہم موت سے اس درجہ ناخوش ہوتے ہیں؟

ابو حازم نے فرمایا۔ اس لیے کہ تم نے دنیا کو بڑے چاؤ اور رغبت سے آباد کر رکھا ہے اور عاقبت کو غفلت و تساہل سے اُجاڑ دیا ہوا ہے اور جو شخص آبادی سے ویران اور سنان جگہ پر جائے وہ ناخوش ہوا ہی کرتا ہے۔

پھر خلیفہ نے سوال کیا "لوگ جب اللہ کے حضور جائیں گے تو ان کا کیا حال ہوگا؟" آپ نے فرمایا۔ نیک لوگوں کا وہاں جانا تو ایسا ہی ہوگا جیسا کہ سفر سے واپس آنے والے کسی شخص کا اپنے عزیزوں کے ہاں جانا ہوتا ہے اور بدکار شخص وہاں ایسے جائے گا جیسے کوئی بھاگا ہوا غلام ہو جسے زبردستی پکڑ کر اس کے مالک کے پاس لے جایا جا رہا ہو۔

خلیفہ نے کہا۔ "اے کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ میرا کیا حال ہوگا؟"

آپ نے فرمایا۔ "قرآن شریف دیکھ لے تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ ارشاد باری تعالیٰ کس قدر واضح ہے کہ نیک لوگ بے شک آسائش میں ہوں گے اور بدکار لوگ دکا فریبے شک دوزخ میں ہوں گے۔"

خلیفہ نے پھر پوچھا "اللہ تعالیٰ کی رحمت کہاں ہوگی؟"

فرمایا۔ "بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہے، نیک کام کرنے والوں کے لیے۔"



۶۵۸۔ یہ مثل مشہور ہے کہ "مرتے کو مارے زندہ شاہ مدار" جب کوئی شخص کسی تکلیف یا مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے اور اس پر کوئی نئی مصیبت یا تکلیف وارد ہوتی ہے یا اس پر مزید کوئی ظلم ہوتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ "مرتے کو ماریں زندہ شاہ مدار" اس مثل کے مضمرات سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت بدیع الدین مدار کو یہ قدرت حاصل تھی کہ جو صوفی مرتبہ



فنا میں ہوتے تھے آپ ان کو اس مقام سے نکال کر مرتبہ فنار الفنا میں پہنچا دیتے۔



۶۵۹۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری بی بی پر بچہ کی ولادت مشکل ہو گئی کسی طرح سے خلاصی نہیں ہوتی تھی۔ میں حضرت ابوالحسن دینوریؒ کے پاس ایک شیشہ کا گلاس لے کر گیا تاکہ آپ کی تحریر کی برکت سے کامیابی ہو جائے۔

جب آپ نے اس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تو فوراً گلاس ٹوٹ گیا اور شیخ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ میں دوسرا گلاس لے آیا۔ وہی ہو جو پہلے ہوا تھا۔ پھر تیسرا پھر چوتھا پھر پانچواں لانا گیا اور وہی حالت ہوتی گئی۔

آخر آپ نے فرمایا۔ "اے شخص! کسی اور سے لکھوا لے میرے پاس جس قدر گلاس لاٹے گا سب ٹوٹ جائیں گے۔ کیوں کہ میں ایک بندہ ہوں۔ جب اپنے مولا کو یاد کرتا ہوں تو ہیبت اور حضور کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔"



۶۶۰۔ ایک دن حضرت ابوبکر وراقؓ نے لوگوں سے فرمایا۔ "تمام بمائیوں کی جڑ صرف نفس ہے مخلوق سے مخلوق کا میل ملاپ یہی عظیم فتنہ ہے۔ اس لیے گوشہ نشینی ہی وجہ سکون ہے نہ تو منہ سے بُری بات نکالو۔ نہ کانوں سے خراب بات سنو، نہ آنکھوں سے بُری شے کو دیکھو۔ نہ ٹانگوں سے بُری جگہ جاؤ۔ نہ ہاتھوں سے بُری شے کو چھوؤ بلکہ ہمہ وقت ذکر الہی میں مشغول رہو۔"



۶۶۱۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالقدوسؒ موضع چھاج پور میں مقیم تھے۔ عین مشغولی کی حالت میں آپ نے باآواز بلند فرمایا کہ گاؤں کے لوگوں کو چاہیے کہ اپنا مال و اسباب لے کر گھروں سے باہر نکل جائیں۔ گاؤں میں آگ لگنے والی ہے۔

تھوڑی دیر بعد گاؤں میں آگ لگ گئی اور جن لوگوں نے آپ کی ہدایات پر عمل نہیں کیا تھا۔ انہیں پریشانی اور نقصان برداشت کرنا پڑا۔



۶۶۲۔ ایک مرتبہ رات کے وقت ایک بزرگ کی نعلین کا تسمہ کھل گیا۔ عین اسی وقت کچھ



لوگ بادشاہ کی شعلیں اٹھائے ہوئے وہاں سے گزرے۔ بزرگ نے تسمہ درست کرتے کرتے ہاتھ روک لیا اور مناسب نہ جانا کہ اس روشنی میں تسمہ درست کیا جائے اور اس سے پرہیز ہی بہتر سمجھا۔



۶۶۳۔ حضرت شاہ مینا مادر زاد ولی تھے۔ پانچ سال کی عمر میں آپ کو مکتب میں داخل کرایا گیا۔ آپ نے استاد نے آپ کو الف پڑھنے کے لیے کہا۔ آپ نے کہا۔ "الف" پھر آپ نے استاد نے کہا۔ "کہو ب"۔ آپ نے انکار کیا۔ جب استاد نے دوبارہ کہا تو آپ نے جواب دیا۔ "الف پڑھ لیا ہے۔ یہی کافی ہے۔ ب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"



۶۶۴۔ شیخ علی رو دباری فرماتے ہیں کہ ایک دن میرا گذر ایک محل کے پاس سے ہوا۔ کیا دیکھا ہوا کہ ایک خوب صورت جوان پڑا ہے اور اس کے گرد لوگ جمع ہیں۔ میں نے لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو جواب ملا، یہ شخص اس راستہ سے جا رہا تھا کہ محل سے کسی لہندی کے یہ اشعار سنائی دیئے۔  
(ترجمہ) بڑی ہمت ہے اس بندہ کی جو تیرے دیکھنے کی طمع رکھتا ہے۔ کیا آنکھ کے لیے یہ کافی نہیں کہ تیرے دیکھنے والے کو دیکھ لے۔  
یہ اشعار سنتے ہی اس جوان نے ایک چیخ ماری۔ گرا اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔



۶۶۵۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ منازل نے ابوعلی ثقفی سے فرمایا۔ "کہ مرنے کے لیے تیار رہو" انہوں نے آپ سے کہا۔ "آپ کو تیری کرنی چاہیے۔" چنانچہ آپ سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر دراز ہو گئے اور فرمایا کہ لو میں مر گیا۔" یہ کہتے ہی حقیقت میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

اس واقعہ سے ابوعلی بہت نادوم ہوئے کیوں کہ ان کے اندر عبداللہ منازل جیسی قوت اس لیے نہیں تھی کہ وہ عیالدار تھے اور آپ مجرّد۔ حضرت عبداللہ منازل اکثر یہ فرمایا



کرتے تھے کہ بوعلی مخلوق سے ہٹ کر صرف اپنے مفاد کی بات کرتے ہیں۔



۶۶۶۔ حضرت مولانا شیخ جمالیؒ جب ہرات پہنچے تو پریشان حال تھے۔ آپ کے جسم مبارک

پر صرف ایک تہبند تھا۔ کوئی دوسرا کپڑا نہیں تھا۔ آپ حضرت جامیؒ سے اسی حال میں ملنے چلے گئے۔ سلام عتیک کر کے حضرت جامیؒ کے برابر جا بیٹھے۔

یہ بات حضرت جامیؒ کو ناگوار گزری۔ انہوں نے آپ سے کہا۔ ”گدھے میں اور تجھ

میں کیا فرق ہے؟“

یہ سن کر آپ نے بالشت بیچ میں رکھ دی حضرت جامیؒ نے حیران ہو کر پوچھا۔ ”تم کون

ہو؟ کیا تمہیں جمالیؒ کی کوئی چیز یاد ہے؟“

اس پر آپ نے حضرت جامیؒ کو کچھ اشعار سنائے۔ پھر حضرت جامیؒ نے آپ سے

دریافت کیا۔ ”تم بھی کچھ شعر کہتے ہو۔“

آپ نے حسبِ حال شعر کہا۔

مارا ز خاکِ کویت پیرا من است بر تن

آنہم ز آبِ ویدہ صد چاک تابہ دامن

آپ نے یہ شعر پڑھا اور اس کے ساتھ ہی آپ کی آنکھوں سے ایک سیلابِ اشک

روان ہو گیا۔

حضرت جامیؒ سمجھ گئے یہی جمالیؒ ہیں۔ وہ اٹھ کر آپ سے بغل گیر ہوئے اور تعظیم

و تکریم کی۔



۶۶۷۔ خلفاء میں سے کسی خلیفہ نے دس ہزار درہم حضرت مالک بن دینار کے پاس بھجوائے

اور کہا کہ انہیں تقسیم کر دیجئے۔

آپ نے لیے اور تقسیم کر دیے اور ایک درہم بھی اپنے پاس نہ چھوڑا۔ حضرت محمدؐ

بن واسع کا آپ سے ملنا ہوا تو پوچھا۔ ”سچ کہیے کہ خلیفہ کے اس رقم بھجھنے سے تمہارے

دل میں اس لیے محبت بڑھ گئی ہے یا نہیں؟“

آپ نے کہا۔ ”ہاں بڑھ تو گئی ہے۔“



حضرت واسع نے کہا۔ "آہ! مجھے بھی یہی خدشہ لاحق ہو رہا تھا۔ آخر اس مال کی نحوست تمہارے محلے میں یہ رنگ لائی۔"



۶۶۸۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت شاہ مدار دریا کے کنارے رونق افروز تھے۔ ایک سوداگر اپنا مال کشتی میں رکھ کر روانہ ہوا۔ کچھ دور جا کر وہ کشتی دریا میں ڈوب گئی۔ ایک شخص نے جو وہاں موجود تھا اس حادثے کی خبر آپ کو دی۔

آپ نے ایک مٹھی خاک اس کو دی اور دریا میں ڈالنے کی تاکید فرمائی۔ اس نے وہ خاک دریا میں ڈال دی کشتی برآمد ہو گئی۔



۶۶۹۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن یحییٰ سے توکل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو اژدہ کے منہ میں ہاتھ ڈالے اور وہ تمہیں پیچھے تک نکل جائے تو بھی اللہ کے سوا غیر سے تجھے اندیشہ نہ ہو۔

اس کے بعد میں ابو یزید سے توکل کے متعلق سوال کرنے چلا اور ان کے دروازے پر دستک دی۔ آپ نے فرمایا۔ "کیا تجھے عبدالرحمن کا قول کافی نہیں ہوا جو مجھ سے توکل کے بارے میں پوچھنے چلا آیا۔"

میں نے عرض کیا "دروازہ تو کھولے۔"

آپ نے فرمایا۔ "تو میری زیارت کو نہیں آیا ہے۔"

غرض دروازہ نہ کھولا۔ میں وہاں سے واپس لوٹا اور ایک سال کے بعد پھر گیا۔ دیکھ کر فرمایا۔ "مرحبا۔ اب تم زیارت ہی کے واسطے آئے ہو۔"



۶۷۰۔ حضرت شیخ ابوالحسن شنجی فرماتے ہیں کہ جو خود کو صاحب عزت تصور کرتا ہے خدا اس کو ذلت دیتا ہے۔ بندہ کو چاہیے کہ ہر فنہ پر نظر رکھے۔

اگر آپ کی قبر پر کوئی دنیا طلب دعویش ہوتا تو آپ رات کو خواب میں اُسے فرماتے۔ "اگر دنیا طلب کرنی ہے تو بادشاہوں کے مزاروں پر جا اور اگر عقبی کا خواہش مند ہے تو ہم سے رجوع کرو۔"





۶۶۱۔ مولانا چندن حضرت شیخ عبدالقدوس کے صاحبزادے شیخ رکن الدین کے استاد تھے اور آپ حضرت عبدالقدوس سے بیعت تھے۔

ایک مرتبہ کپڑے دھونے تالاب پر گئے۔ وہاں ایک حسین عورت کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گئے۔ قبل اس کے کہ وہ دراز دستی کریں انہوں نے دیکھا کہ آپ کے پیروم شد حضرت عبدالقدوس تالاب میں عصابیے کھڑے ہیں۔

مولانا چندن تالاب میں آپ کو کھڑا دیکھ کر اپنے خیالاتِ فاسدہ سے شرمندہ ہوئے اور جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے مسکرا کر فرمایا: "کچھ دہشت کی بات نہیں ہے۔ پیر محافظِ وقت ہوتے ہیں۔"



۶۶۲۔ شہنشاہ اکبر کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ حضرت شیخ سلیم حشتی سے دعا کا طالب ہوا۔ آپ نے مراقبہ کرنے کے بعد فرمایا: "افسوس ہے تیری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے۔"

شہنشاہ اکبر نے یہ سُن کر آپ سے عرض کیا: "چونکہ میری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے اسی لیے تو آپ سے دعا کے لیے عرض کیا ہے۔"

اس پر آپ نے پھر مراقبہ کیا اور فرمایا: "اچھا کل بادشاہ بیگم کو میری بیوی کے پاس بھیج دینا۔"

دوسرے دن جب بادشاہ بیگم آپ کے یہاں آئی تو آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کو رانی کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھنے کا حکم دیا۔ جب آپ کی اہلیہ مبارک رانی کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھیں تو آپ نے اپنی چادر دونوں پر ڈال دی پھر اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ اپنا ہونے والا فرزند رانی کو دے دو۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد بادشاہ بیگم کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اس لڑکے کا نام اپنے نام پر سلیم رکھا۔ شہزادہ سلیم (جہانگیر) کو آپ پیار سے شیخو بابا بھی کہا کرتے تھے۔



۶۶۳۔ حضرت عبدالواحد بن زید فرماتے ہیں کہ میں چین میں ایک راہب کے صومعہ پر سے گذرا میں نے اُسے پکارا لیکن اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے دوسری مرتبہ پھر پکارا۔ پھر بھی اس نے جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ اس نے جھانک کر دیکھا اور کہا: "اے شخص! میں



راہب نہیں ہوں۔ راہب وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو اور آسمانوں پر ہے اور اس کی کبریائی کی تعظیم کرتا ہو اور اس کی بلاؤں پر صبر کرتا ہو اور اس کی قضا پر راضی ہو اور اس کی بخششوں پر حمد کرے۔ اس کی نعمتوں کا شکر کرے۔ اس کی لذت کے سامنے ذلت اختیار کرے۔ اس کی قدرت کو تسلیم کرے۔ اس کی ہیبت کے آگے سر جھکائے اور اس کے حساب و کتاب میں فکر کرتا رہا۔ اپنا دن روزہ میں اور شب قیام میں گزارے۔ اسے دوزخ کے اور سوال و جواب کے ذکر نے بیدار کر رکھا ہو اور میری ذات تو ایک پھاڑ کھلنے والے کتے جیسی ہے جس نے اپنے آپ کو صومعہ میں قید کر رکھا ہے تاکہ کسی کو اپنی زبان سے نہ پھاڑ کھاؤں۔

میں نے اس سے سوال کیا۔ "اے راہب! کس چیز نے مخلوق کو اللہ کی طرف سے بہکا رکھا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "اے بھائی! اللہ کی معرفت کے بعد جس نے اس سے لوگوں کو بہکایا ہے۔ وہ حُبِ دُنیا ہے اور زینتِ دُنیا ہے کیوں کہ یہی چیزیں گناہ اور نافرمانی کی جڑ ہیں۔ عاقل ہے جو اس کو قلب سے نکال دے اور اپنے گناہوں سے اللہ کے حضور میں توبہ کرے اور اللہ سے قریب کرنے والی اشیاء کی طرف متوجہ ہو جائے۔"



۶۷۴۔ نظر آباد میں حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کا مذاق اڑانے کی غرض سے کچھ لوگ ایک زندہ شخص کو کفن پہنا کر اور پنگ پر لٹا کر آپ کے پاس لائے اور آپ سے درخواست کی کہ نمازِ جنازہ پڑھائیں۔

آپ نے اول تو انکار کیا لیکن جب وہ لوگ نہ مانے تو آپ نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب تکبیر پڑھیا کہ طے ہوا تھا کہ وہ شخص اٹھ بیٹھے گا، وہ نہیں اٹھا تو لوگوں نے پاس جا کر دیکھا۔ تو اس شخص کو مردہ پایا۔



۶۷۵۔ کسی مسافر کو حضرت عبداللہ تحفیفؒ کے یہاں حاضری کے بعد دست آنے شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ رات گئے تک اس کو پچاس مرتبہ رفع حاجت کے لیے لے جایا گیا لیکن جب رات کے آخری حصہ میں آپ کی آنکھ لگ گئی اور اس کو رفع حاجت کی ضرورت



پیش آئی تو اس نے آپ کو آواز دی اور جب نیند آ جانے کی وجہ سے آپ کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو اس مسافر نے چیخ کر کہا۔

”اوشیخ! کہاں چلا گیا۔ تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔“

یہ جملہ سن کر لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ نے اس کی خدمت اور پاسداری کیوں کی؟

آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے شراب بات سننے کے لیے کان عطا نہیں کیے ہیں نے تو اس کو یہ کہتے سنا کہ تیرے اوپر رحمت ہو۔“



۶۶۶ - حضرت شاہ کمال کتیلوی بہت جلالی تھے۔ کوئی صاحبِ ولایت کتیل کے قریب بغیر آپ کی اجازت کے نہیں آ سکتا تھا۔ اگر کوئی ہمت کرتا تو آپ اس کی ساری صلاحیتیں سلب کر لیتے تھے۔

آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے شاہ عماد الدین کی صلاحیتیں ان سے کرامت سرزد ہونے پر سلب کر لیں۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے نور الدین سے جب کرامت سرزد ہوئی تو آپ نے ان کے سینے پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ ہاتھ پھیرنا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔



۶۶۷ - احنف بن قیس سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے یہ غیر معمولی تحمل و بردباری کہاں سے سیکھی؟

آپ نے فرمایا۔ قیس بن عاصم سے کہ ان کی کنیز بکری کا بھٹنا ہوا بچہ سینچ پر لگائے ان کی طرف لا رہی تھی کہ وہ اس کے ہاتھ سے گر کر آپ کے ننھے بچے پر آ پڑا اور اس نے وہیں دم توڑ دیا۔ کنیز ڈر کے مارے بے ہوش ہو گئی۔

قیس بن عاصم نے فرمایا۔ ”گھبراتی کیوں ہو؟ پرسکون رہو۔ تمہارا اس میں کیا حرم ہے کہ یہ تو تقدیر کے کرشمے ہیں۔ جاؤ میں نے حق تعالیٰ کی راہ میں تجھے آزاد کیا۔“



۶۶۸ - ایک دن حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی نے ایک دیگ پکانی اور اس دیگ کو راستے



میں رکھ دیا۔ ہر شخص کو اجازت تھی کہ اس میں سے کھانے اور کھائے۔  
تین روز تک ہزاروں آدمی اس میں سے کھانا لیتے رہے اور کھاتے رہے۔ کھانا  
کم نہیں ہوا۔ تین دن کے بعد آپ نے اس دیگ کو اٹھا لیا۔



۶۷۹۔ ایک دن لوگوں نے حضرت ذوالنون مصریٰ سے سماع کے بارے میں پوچھا تو آپ  
نے فرمایا۔ سچا وجد ہی دل ہلاتا ہے۔ اگر کوئی حق کے واسطے سنے تو لطف پیدا ہوتا ہے اور  
فسق کے سبب سے سنے تو زندیق ہوتا ہے۔



۶۸۰۔ سلطان غیاث الدین خلجی نے حضرت خواجہ حسین ناگوریٰ کو کئی مرتبہ بلایا لیکن آپ تشریف  
نہیں لے گئے۔ سلطان غیاث الدین خلجی کے پاس سرد عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ  
علیہ وسلم کا موئے مبارک کہیں سے آیا۔ سلطان نے آپ کو خبر کرائی۔ آپ منڈو تشریف  
لے لیے اور موئے مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔  
کہا جاتا ہے کہ آپ کے دیکھتے ہی موئے مبارک آپ کے ہاتھ میں آگیا۔



۶۸۱۔ ایک مرتبہ حضرت سلیم چشتیؒ اپنے حجرہ سے نماز کے واسطے مسجد جا رہے تھے کہ ایک  
فقیر کو سوتے ہوئے دیکھا۔

آپ نے اُسے جگا کر فرمایا۔ فقیروں کو کسی سے لڑنا نہیں چاہیے۔  
وہ فقیر یہ سنکر شرمندہ ہوا اور اقرار کیا کہ واقعی وہ خواب میں لڑ رہا تھا۔



۶۸۲۔ حضرت عون بن عبداللہ کا غلام جب بھی نافرمانی کرتا تو آپ ہمیشہ اُسے ہی کہتے۔ تو  
نے بھی اپنے آقا کی یعنی میری عادت اختیار کر لی ہے کہ جس طرح میں اپنے مولا کا  
گناہ گار ہوں، تو بھی مجھ سے ایسا ہی کرتا ہے۔



۶۸۳۔ ایک شخص نے عبداللہ بن مبارکؒ سے کہا کہ میرا ہمسایہ میرے غلام کی شکایت کیا  
کرتا ہے۔ اب اگر بلا وجہ غلام کو پیٹوں تو گناہ گار ہوں گا اور چپ رہوں تو ہمسایہ



کی تکلیف کا موجب بنوں۔ آخر کروں تو کیا کروں؟“  
 آپ نے فرمایا۔ تھوڑا انتظار کرو تا آنکہ غلام سے کوئی ایسی حماقت سرزد ہو جائے۔  
 جو قابل سزا ہو اور پھر سزا دینے میں تم صبر کرو، تاکہ ہمسایہ پھر اس کی شکایت کرے۔  
 تب اسے سزا دے لینا اور اس طرح دونوں کے حقوق کا فرض ادا ہو جائے گا۔“



۶۸۴۔ شیخ کبیر جن کا نام جوہر بھی ہے۔ کسی زمانے میں غلام تھے۔ جب آزاد ہوئے تو بازاروں  
 میں خرید و فروخت کا دھندا شروع کر دیا اور فقراء کی مجلسوں میں آتے جاتے تھے اور  
 ان سے اعتقاد رکھتے تھے۔ وہ ان پڑھ تھے۔

جب شیخ کبیر حضرت سعد حداد کی وفات کے وقت ان کے قریب پہنچے تو آپ نے  
 ان سے دریافت کیا کہ آپ کے بعد شیخ کون ہوں گے؟“  
 حضرت سعد حداد نے فرمایا۔ ”میری موت کے تیسرے دن جس کے سر پر سبز پندہ گرے گا  
 وہی شیخ ہوگا۔“

اس کے بعد حضرت سعد حداد وفات پا گئے۔ تیسرے دن تمام فقراء عبادت و ذکر سے فارغ  
 ہو کر بیٹھ گئے کہ دیکھیں شیخ کے فرمانے کے مطابق قدرت کی طرف سے کیا ظہور میں آتا  
 ہے۔ فقراء اسی انتظار ابد میں تھے کہ ایک سبز پندہ شیخ کبیر کے سر پر آ کر گرا۔  
 حالانکہ انہیں اپنی ذات کے بارے میں ایسا کوئی خیال نہیں تھا کہ وہ شیخ بنیں گے۔  
 فقراء یہ دیکھ کر آپ کی طرف دوڑے تاکہ انہیں سجادہ نشین کریں اور شیخ بنائیں۔ آپ  
 روتے ہوئے کہتے لگے۔

”میں شیخ بننے کے قابل نہیں ہوں۔ میں ایک بازاری آدمی ہوں اور ان پڑھ ہوں  
 فقراء کے طور طریقوں سے بے گانہ ہوں۔ میں بازاروں میں لین دین کا دھندا کرتا  
 ہوں۔ اس کے سوا مجھے کچھ نہیں آتا۔“

انہوں نے کہا۔ ”یہ حکم آسمانی ہے جو نازل ہوا ہے۔ حق تعالیٰ تیری تعلیم میں معاونت  
 اور سرپرستی کریں گے۔ وہی ذات پاک بزرگوں کی سرپرست ہے۔“  
 اس پر انہوں نے فرمایا۔ ”تھوڑی دیر کے لیے مجھے چھوڑ دو تاکہ اپنے مکان پر جا کر  
 لوگوں کے حقوق سے بری ہو آؤں۔ انہوں نے چھوڑ دیا۔“



اس کے بعد آپ نے اپنے مکان پر جا کر جملہ حق داروں کا حق ادا کیا۔ پھر بازار چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے اور ان کے پاس فقرا بھی آگئے۔ حتیٰ کہ اپنے نام کے مثل جوہر ہی ہو گئے۔ آپ کا مدفن عدن میں ہے۔



۶۸۵۔ ایک دن حضرت شیخ جلال الدین محمد کبیر الاولیاء دریا کے کنارے تشریف لے گئے۔ وہاں ایک جوگی آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔

آپ کے وہاں پہنچنے پر جوگی نے آنکھیں کھولیں اور آپ کو سنگ پارس دیا۔ آپ نے اس پتھر کو دریا میں بھنکا۔ دیا۔ جوگی خفا ہوا

آپ نے جوگی سے دیا میں جا کر اپنا پتھر لے آئے لیکن اس کے علاوہ اور کوئی پتھر نہ لے۔ جب جوگی دریا میں گیا تو اس نے وہاں ہزاروں اس قسم کے پتھر پائے۔ اس نے اپنے پتھر کے علاوہ ایک اور پتھر اٹھایا اور باہر چلا آیا۔

آپ نے اس سے فرمایا کہ وہ دوسرا پتھر کیوں چھپا کر لایا۔ جوگی نے یہ سنا تو اس نے دونوں پتھر نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیئے پھر تائب ہوا اور آپ کا مرید ہو گیا۔



۶۸۶۔ ایک سال ماہ رمضان میں حضرت شیخ جلال الدین بخاری نے اُچ کی جامع مسجد میں اعتکاف فرمایا۔ ایک دن اُچ کا حاکم جس کا نام سومرہ تھا، جامع مسجد میں آیا۔ اُس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے۔ حاکم نے اس سب کو جامع مسجد سے باہر نکال دیا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری۔ آپ نے سومرہ سے فرمایا۔ "اے سومرہ! کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے کہ درویشوں کو تنگ کرتا ہے۔"

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ سومرہ دیوانہ ہو گیا۔ سومرہ کی ماں اس کو آپ کے پاس لائی اور آپ سے معافی کی خواست گار ہوئی۔

آپ نے اسے ہدایت فرمائی۔ کہ سومرہ کو غسل دے اور کپڑے پہنا کر حضرت جمال الدین خنداں کے مزار پر لے جائے اور پھر آپ کے پاس لائے۔

اس کی ماں نے ایسا ہی کیا۔ سومرہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے آپ سے اور درویشوں سے معذرت چاہی۔ اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھا۔ آپ



آپ کی دعا سے وہ بالکل اچھا ہو گیا۔

○

۶۸۷۔ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر شبلیؓ ہاتھ میں آگ لیے ہوئے پھر رہے تھے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آگ کیوں لے رکھی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں اس سے کعبہ کو پھونک دینا چاہتا ہوں، تاکہ مخلوق کعبہ والے کی جانب متوجہ ہو جائے۔

ایک دن آپ نے فرمایا۔ "خدا شناس کبھی خدا کے سوا کسی سے نہیں بتا، عارف وہی ہے جو نہ تو خدا کے سوا کسی کا مشاہدہ کرے اور نہ کسی سے محبت اور بات کرے۔ اور نہ کسی کو اپنے نفس کا محافظ تصور کرے۔"

○

۶۸۸۔ ایک مرتبہ حضرت جلال الدین محمد کبیر الاولیاءؒ کا گذر ایک گاؤں سے ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ گاؤں والے اپنا سامان اٹھائے چلے جا رہے ہیں۔

آپ نے وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا کہ گاؤں میں ترالہ زوگی کی وجہ سے فصل خراب ہو گئی ہے۔ لگان ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ حاکم سخت ہے۔

آپ نے فرمایا۔ "اگر اس گاؤں کو ہمارے ہاتھ فروخت کرو اور ہمارے نام سے اس کا نام جلال آباد رکھو تو تمہارا لگان بھی ادا ہو جائے اور تم لوگوں کو اچھی خاصی رقم بھی بچ جائے جس سے تم اپنے کھیتوں کو درست بھی کر سکتے ہو۔"

آپ کی اس بات سے لوگ راضی ہو گئے۔ آپ نے ان لوگوں سے لوہا اور لوہے کا سامان لانے کو فرمایا۔ اور لکڑی جمع کرنے کی تاکید فرمائی۔

ان لوگوں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر آپ نے لکڑی کے جلانے اور لوہا اس میں ڈالنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ نے یہ بھی تاکید فرمائی کہ صبح کو آکر دیکھیں کہ اس میں کیا موجود ہے۔ اسی رات کو آپ اس گاؤں سے چل دیے۔

صبح کو جب گاؤں والے وہاں گئے تو ان کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ سارا لوہا زرخاں بنا ہوا ہے۔ انہوں نے اس سے اپنا اپنا لگان ادا کیا اور باقی روپیہ اپنے خرچ میں لائے اور اپنے گاؤں کا نام جلال آباد رکھ دیا۔

○



۶۸۹ - حضرت شیخ کبیر عارف ربانی مرتبی عیسیٰ تہاریمینیؒ کا گذر ایک طوائف کے مکان کے پاس سے ہوا۔ آپ نے اس طوائف سے فرمایا "ہم بعد نماز عشاء تمہارے پاس آئیں گے۔"

طوائف یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور خوب بناؤ سنگار کر کے شیخ کے انتظار میں بیٹھ گئی۔ جن لوگوں نے یہ سنا، تعجب ہوا۔ حسب وعدہ آپ اس کے ہاں تشریف لائے اور دو رکعت نماز اس کے مکان میں ادا کر کے نکل کھڑے ہوئے۔

اس طوائف نے کہا - "آپ تو جا رہے ہیں۔"

اس پر آپ نے اس کی جانب دیکھ کر فرمایا - "نیک بخت میرا مقصد حاصل ہو گیا ہے۔" آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ اس طوائف کی حالت بدل گئی۔ اس نے اسی وقت شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی اور کل اپنا مال و اسباب چھوڑ دیا۔ حضرت نے اس کا نکاح ایک فقیر سے کر دیا اور فرمایا کہ ولیمہ میں صرف روٹیاں پکواؤ، سالن کی ضرورت نہیں ہے۔

انہوں نے حسب الارشاد روٹی پکوا کر شیخ کے پاس حاضر کی۔ اس طوائف کا ایک امیر یار تھا۔ اس سے ایک شخص نے جا کر کہا - "فلاں زندگی نے توبہ کر لی ہے اور اس نے ایک شخص کے ساتھ نکاح بھی کر لیا ہے اور اس کا آج اس وقت ولیمہ بھی ہے جس میں صرف روٹیاں ہیں سالن نہیں ہے۔"

وہ امیر آدمی یہ سن کر بڑا حیران ہوا پھر اس نے فقرا کا مذاق اور انہیں شرمندہ کرنے کی غرض سے اس شخص کو شراب کی دو بوتلیں دیتے ہوئے کہا - "تو جا کر شیخ کبیر عارف ربانی کو میرا سلام کہیو۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ میں نے طوائف کی توبہ کا واقعہ سنا جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ولیمہ میں سالن کا انتظام نہیں ہے۔ اس وجہ سے یہ شراب روانہ کر رہا ہوں۔ اس کو آپ سالن کی جگہ استعمال میں لاسکتے ہیں۔"

وہ شخص شراب کی بوتلیں لے کر جب شیخ کی خدمت میں پہنچا تو شیخ نے اسے دیکھ کر فرمایا "تم نے آنے میں بہت دیر لگا دی۔" اس نے بعد انہوں نے شراب کی ایک بوتل لے کر اسے خوب ہلایا اور اسے ایک پیلے میں اٹیل دیا۔ پھر دوسری بوتل کو بھی ایسا ہی کیا۔ پھر اس شخص سے کہا کہ تو بھی بیٹھ کر کھالے۔



اس شخص نے بیٹھ کر کھایا تو وہ ایسا عمدہ گھی بن گیا تھا کہ اس سے قبل اس نے کبھی نہیں کھایا تھا۔ اس نے یہ سارا قصہ جا کر امیر کو سنایا تو وہ سن کر بڑا حیران ہوا۔ اس نے جا کر شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔



۶۹۰۔ حضرت حاتم اسم فرماتے ہیں کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں۔ اول ابلیس سے ایسا جہاد جس سے وہ زچ ہو جائے۔ دوم "علانیہ جہاد" یعنی فرض کی ادائیگی کے لیے، سوم کفار سے اس طرح جہاد کہہ دو کہ یا تو خود ختم ہو جاؤ یا نہیں ختم ہو دو۔ کسی شخص نے آپ سے کہا: فلاں شخص نے بہت دولت جمع کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اس نے زندگی کا بھی ذخیرہ کر لیا ہے؟ کیوں کہ مردوں کا دولت جمع کرنا قطعاً بے سود ہے۔



۶۹۱۔ ایک شخص حضرت سلمان کے ہاں وارد ہوا۔ انہوں نے جو کی روٹی اور نمک اس کے سامنے رکھا۔ اس شخص نے کہا کہ اگر اس کے ساتھ سقہ (ایک خاص قسم کی پتی) ہوتی تو اس نمک سے بہتر رہتی۔

سلمان کے پتے میں اس وقت کچھ بھی نہ تھا لیکن اس کی دلداری بہر حال لازم تھی اس لیے آفتاب گروی رکھ کر اس کی فرمائش پوری کر دی۔ اس شخص نے کھانا کھا کر کہا: "شکر ہے حق تعالیٰ کا جس نے مجھے دیئے ہوئے رزق پر قناعت عطا فرمائی۔"

حضرت سلمان نے کہا: "اگر تو قانع ہوتا تو مجھے آفتاب گروی رکھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔"



۶۹۲۔ حضرت میاں میر کے ایک خادم غیاث الدین کے ہاں بچہ نہیں ہوتا تھا۔ اس نے دوسری شادی کرنا چاہی۔ آپ نے منع فرمایا اور اس کو یہ خوش خبری دی کہ اس کے یہاں کئی لڑکے پیدا ہوں گے۔ چنانچہ اسی بیوی سے دس بچے ہوئے۔



۶۹۳۔ حضرت یحییٰ بن معین نے حضرت احمد بن حنبل سے کہا: کہ میں کسی سے کوئی چیز لینے کا



روادار نہیں ہوں لیکن اگر بادشاہ مجھے کچھ دے تو کیا لے لوں؟  
 اس پر آپ سخت ناراض ہوئے اور یچی سے بول چال بھی ترک کر دی۔ یہاں تک  
 کہ انہوں نے معافی مانگی اور کہا کہ میں نے تو یوں ہی مذاق میں کہہ دیا تھا۔ آپ نے  
 فرمایا۔ "حلال روزی حاصل کرنا مور دین میں شامل ہے اور دین سے ہنسی مذاق  
 تو نہ کیا کرو۔"



۶۹۴۔ ایک دن حضرت شاہ امیر ابو العالی کی ملاقات جمنائے کے پار ایک جوگی سے ہوئی۔ اُس  
 جوگی نے ایک ڈبیہ آپ کو پیش کی۔

آپ نے جوگی سے دریافت کیا کہ ڈبیہ میں کیلے ہے؟  
 جوگی نے جواب دیا۔ کہ اکیر ہے اور اکیر کی صفت یہ ہے کہ ایک رتی بھرتا بے پر ملنے  
 سے تانبا سونا ہو جاتا ہے۔

آپ نے وہ ڈبیہ دریائے جمنائے میں پھینک دی اور جوگی سے فرمایا۔ کہ انسان تو خود اکیر ہے  
 ایسی صورت میں دوسری اکیر کی تدبیر کرنا انسان کی تحقیر ہے۔  
 جوگی کو اس بات سے رنج ہوا۔ آپ سے کہنے لگا۔ افسوس میری ساری عمر کی کمائی جمنائے  
 میں لٹا دی۔

آپ نے اس جوگی سے پوچھا کہ اچھا یہ بتاؤ۔ اکیر کیسی ہوتی ہے؟  
 جوگی نے جواب دیا۔ "خاک سی۔"

آپ نے جوگی سے فرمایا۔ خاک کی یہ دھاک۔ یہ افسوس اور یہ ملال۔ ادھر دیکھو جمنائے  
 کی یہ ریت سب خاک ہے۔ جتنی چاہے تو وہ تو ایک چھوٹی سی ڈبیہ تھی۔ بڑے شوق  
 سے ڈبیہ بھرو اور بے تکلف اس سے سونا بنا لو۔

سادھو کو یقین نہ آیا پھر بھی اُس نے تھوڑی سی ریت بطور آزمائش لے کر تانبے پر  
 ملی۔ تانبا زرخالص ہو گیا۔ سادھو آپ کی یہ کرامت دیکھ کر آپ کا پیروکار ہو گیا۔



۶۹۵۔ حضرت فتح موصلیؒ اپنے ایک دوست کے ہاں گئے وہ گھر پر نہ تھا۔ اس کی لونڈی سے  
 کہا کہ: برائے کسی کا صندوقچہ تو اٹھا لاؤ۔ وہ لے آئی تو اپنی ضرورت کے مطابق رقم



اس میں سے لی اور چلے آئے۔ دوست گھر آیا اور یہ ماجرا سنا تو اس قدر خوش ہوا کہ کنیز کو آزاد کر دیا۔



۶۹۶ - علی بن الموفق جو بزرگوں میں سے ایک بزرگ گذرے ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک سال میں تے حج کیا۔ عرفہ کی رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو فرشتے سبز لباس میں لمبوس آسمان سے اترے۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ کیا تم جانتے ہو کہ اس سال کتنے حاجیوں نے فریضہ حج ادا کیا؟

دوسرے نے جواباً کہا۔ نہیں۔

پہلے نے کہا۔ ”چھ لاکھ افراد نے حج ادا کیا ہے اور پھر دوسرے سے پوچھا کہ جانتے بھی ہو کہ ان میں سے کتنے افراد کا حج قبول ہوا ہے؟“

دوسرے نے پھر نفی میں جواب دیا تو پہلے نے بتایا کہ صرف چھ افراد کو شرف قبولیت حاصل ہوا ہے۔

علی بن الموفق کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی مارے خوف کے میں چونک کر اٹھ بیٹھا۔ اور رنج و اندوہ مجھ پر بڑی طرح طاری ہو گیا۔ رنجیدہ خاطر ہو کر میں نے دل میں کہا کہ میں تو کسی صورت میں بھی ان چھ خوش نصیبوں میں سے نہیں ہو سکتا۔

اسی اندیشے میں مستغرق شعرا محرام جا پہنچا اور پھر خواب میں انہی دو فرشتوں کو دیکھا کہ وہی باتیں کر رہے ہیں اور ایک نے دوسرے سے سوال کیا۔ کہ جانتے ہو کہ آج رات اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے خلاق کے لیے کیا حکم نازل ہوا ہے؟

دوسرے نے لاعلمی کا اظہار کیا تو اس نے بتایا کہ ان چھ افراد میں سے ہر ایک کی خاطر ایک ایک لاکھ افراد کو بخش دیا گیا ہے۔ یعنی ان چھ افراد کے بدلے میں چھ لاکھ حج قبول کر لیا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی میں خوشی سے جاگ اٹھا اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔



۶۹۷ - ایک مرتبہ ملا شاہ ایک عالم و عامل ملا نعمت اللہ کے ہمراہ حضرت شاہ ابوالمعالی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور ایک تہیج آپ کی خدمت میں پیش کی۔



وہ تسبیح دیکھ کر ملا نعمت اللہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ آپ کی کرامت ہوگی اگر آپ ان کی خواہش سے بذریعہ کشف مطلع ہوں اور وہ تسبیح ان کو عطا کریں — اس کے بعد جب وہ آپ سے رخصت ہونے لگے تو آپ نے وہ تسبیح ان کو دیتے ہوئے فرمایا - " ہر روز سو مرتبہ صلوٰۃ پڑھا کریں "۔



۶۹۸ - بصرہ کے ایک بزرگ نے بادشاہ سے مال لے کر تقسیم کر دیا۔ لوگوں نے کہا - " کیا آپ اس بات سے پریشان نہیں ہوتے کہ بادشاہ کی دوستی کہیں آپ کے دل میں گھرنے کرے؟ " آپ نے فرمایا - " اگر کوئی شخص میرا ہاتھ پکڑے اور بہشت میں پہنچا دے۔ اور پھر گناہ کرے تو میں اس کو اپنا دشمن تصور کروں گا اور نہ صرف اس شخص کو بلکہ اس شخص کو بھی اپنا دشمن کہوں گا جس نے میرا ہاتھ اس شخص کے ہاتھ میں دے دیا تھا کہ مجھے بہشت میں لے جائے۔ یعنی تم محض مال کی خاطر دوستی کا خدشہ ظاہر کر رہے ہو، یہاں تو گناہ گار کی دی ہوئی جنت بھی قبول نہیں۔ (مطلب یہ کہ ہمارے زہد و ورع کو بادشاہوں کا مال گمراہ نہیں کر سکتا)



۶۹۹ - حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں - توبہ کی چھ قسمیں ہیں - اول دل اور زبان سے توبہ کرنا۔ دوسرے آنکھ کی - تیسرے کان کی - چوتھے ہاتھ کی، پانچویں پاؤں کی - چھٹے نفس کی - محبت کے ساتھ سو مقام ہیں - پہلا مقام یہ ہے کہ جو بلا دوست کی جانب سے اس پر نازل ہو اس پر صبر کرے - آدمیوں میں سب سے زیادہ غنی قناعت کرنے والا ہے -



۷۰۰ - حضرت ابراہیم بن یسارؒ نے ایک دن حضرت ابراہیم ادھمؒ سے کہا کہ میں آج مٹی کے کام پر جا رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا - " اے ابن یسار! تو مٹی ڈھونڈ رہا ہے اور ادھر خود مٹی لڑھکتی تیری تلاش میں ہے اور ظاہر ہے کہ جو چیز تمہاری تلاش میں ہے۔ تم اس سے چھوٹ نہیں سکتے لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ جس چیز کے تم متلاشی ہو وہ بھی تم سے یہ چھوٹ سکے۔ شاید یہ بات تمہارے مشاہدے سے نہیں گذری کہ حریض کو محرومی سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور کابلوں کو صاحب رزق بھی بنا دیا کرتے ہیں۔ "



انہوں نے جواب دیا کہ اس وقت میرے پاس صرف ایک درہم ہے اور وہ بھی ایک بقال سے وصول کرنا ہے۔

حضرت ابراہیم ادہم نے کہا کہ افسوس ہے۔ تیری مسلمانیاں پر کہ ایک درہم رکھتے بھی ہو اور پھر بھی مٹی کے کام پر چلے جا رہے ہو۔



۶۰۱۔ مادھو ایک ہندو لڑکا تھا جس سے شاہ حسین کو پیار تھا اور خود بادھو بھی ان کو چاہتا تھا۔ مادھو دریائے راوی کے پار شاہدرہ میں رہتا تھا اور شاہ حسین کسی صورت اپنے سے جدا نہ ہونے دیتے تھے۔ ایک بار اس کے والدین گنگا اشنان کے لیے جانے لگے تو انہوں نے مادھو سے کہا۔ تم ہمارے بعد آ جانا۔

مادھو شاہ حسین کے پاس گیا اور اجازت چاہی لیکن شاہ حسین کو اس کی جدائی منظور نہ تھی چنانچہ آپ نے کہا۔ تم اس قدر دراز سفر کی تکلیف نہ اٹھاؤ، گنگا خود تمہارے پاس چلی آئے گی۔

پھر آپ نے مادھو کو آنکھیں بند کرنے کو کہا۔ مادھو نے اپنی آنکھیں بند کیں تو دیکھا کہ دریائے گنگا کے کنارے کھڑا ہے اور اس کے والدین بھی وہاں موجود ہیں۔ اس نے اپنے باپ کے ساتھ گنگا میں اشنان کیا اور اس کے بعد آنکھیں کھول لیں اور اپنے آپ کو شاہ حسین کے قریب پایا۔

بعد میں جب اس کے والدین گنگا اشنان سے واپس لاہور آئے تو انہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ مادھو نے اس کے ساتھ گنگا میں اشنان کیا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ اس کرامت کا مادھو پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور مادھو شیخ مادھو بن گیا۔ ادھر اس کے پیار میں شاہ حسین مادھو لال حسین بن گئے۔



۶۰۲۔ ایک عورت کسی شیخ کے پاس گئی اور کہا کہ میرے لڑکے کو اہل روم نے گرفتار کر لیا ہے میرے پاس ایک جھونپڑے کے سوا کچھ نہیں ہے، میں اس جھونپڑے کو بیچ نہیں سکتی نقد مال بھی میرے پاس نہیں ہے۔ اگر آپ کسی سے کہہ دیتے تو وہ فدیہ ادا کر کے اسے چھڑوا لانا۔ کیوں کہ مجھے اس کے بغیر کسی پل بھی چین نہیں ہے۔



انہوں نے کہا۔ " اچھا تم جاؤ۔ میں اُس کے متعلق سوچوں گا۔ " اتنا کہتے کے بعد زمین کی طرف نظر کر کے لبِ مبارک کو حرکت دی۔

پھر ایک مدت کے بعد وہ عورت بیٹے کو لیے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور دعائیں دینے لگی اور کہا کہ میرا بیٹا سلامتی سے آگیا ہے۔ اور اسے ایک عجیب واقعہ پیش آیا ہے۔ جس کو وہ خود آپ کے سامنے بیان کرے گا۔

لڑکے نے کہا۔ " میں بادشاہ روم کے پاس بہت سے قیدیوں کے ہمراہ تھا۔ بادشاہ کا ایک مقرب ہم سے خدمت لیتا تھا۔ وہ ہر روز ہمیں جنگل میں لے جاتا تھا اور ہم سے کام لیتا تھا اور شام کو واپس لوٹا لاتا تھا۔ ہمیں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک دن ایک محافظ کے ساتھ لوٹ کر آ رہا تھا۔ ناگاہ بیڑی میری پاؤں سے کھل کر گر پڑی جب لڑکے نے دن اور گھڑی بتلائی تو یہ وہی وقت تھا جب کہ شیخ نے دعا کی تھی۔ جب بیڑی کھلی تو میرا محافظ مجھ پر چلا آیا کہ تو نے بیڑیاں کھول لیں۔

میں نے کہا۔ وہ اپنے آپ کھل گئیں۔ اس نے افسر سے کہا اور اسی وقت لوہار کو بلا کر اس سے سخت بیڑیاں پہنائیں۔ چند قدم چلا تھا کہ وہ بھی کھل کر گر پڑیں۔ یہ دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی۔ انہوں نے اپنے ایک راہب کو بلایا۔ راہب نے مجھ سے پوچھا۔ " کیا تیری ماں ہے؟ "

میں نے کہا۔ " ہاں، اس نے کہا۔ اُس کی دعا مقبول ہوئی ہے۔ تجھے اللہ نے آزاد کر دیا ہے۔ اس لیے اب ہم تمہیں قید نہیں کر سکتے۔ "



۷۰۳۔ ایک بزرگ نکاح سے گریزان رہتے تھے۔ جتنی کہ ایک رات کو خواب میں کیا دیکھتے ہیں، کہ میدانِ قیامت میں کھڑے ہیں اور ہر طرف لوگ پیاس کے باعث سختہ حال ہو رہے ہیں اور بچوں کا ایک گروہ ہے کہ ان میں سے ہر بچہ سونے چاندی کے پیالے میں پانی لیے ہوئے ہے اور پیاسوں کے ایک گروہ کو پانی پلایا جا رہا ہے۔

انہوں نے بھی پانی مانگا لیکن کسی بچے نے انہیں پانی نہ دیا اور کہا کہ تیرا کوئی بچہ ہمارے درمیان ہے ہی نہیں تو پھر تجھے پانی کون دے گا؟ " پس اُن بزرگ نے خواب سے بیدار ہوتے ہی نکاح کر لیا۔





۶۰۴۔ ساتی نے شہنشاہ جہانگیر کو جام پیش کیا۔ اس وقت حضرت سیدنا شاہ امیر ابو العالیؒ بادشاہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے وہ جام آپ کو دے دیا۔

آپ نے بہ پاس ادب جام لے تو لیا لیکن وہیں پھینک دیا۔ جہانگیر نے دوسرا جام آپ کو پیش کیا۔ آپ نے لے کر پھر پہلے کی طرح پھینک دیا۔

جہانگیر تاب نہ لاسکا۔ نشہ کی حالت میں آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ کیا تم غضبِ سلطانی سے نہیں ڈرتے۔

آپ نے جواب دیا۔ "غضبِ سلطانی سے نہیں ڈرتا، قہرِ بانی سے ڈرتا ہوں۔" اس کے بعد آپ اپنے مکان پر تشریف لائے۔ اپنا مال و متاع تقسیم کیا۔ نقد و جنس میں سے اپنے پاس کچھ نہ رکھا۔ جہانگیر نے ہر چند آپ کو بلایا لیکن آپ نہیں گئے۔



۶۰۵۔ حضرت ابو علی رباطیؒ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جنگل میں عبداللہ رازیؒ میرے ہم سفر تھے۔ آغاز سفر سے قبل انہوں نے فرمایا کہ دورانِ سفر ہم میں سے ایک کو امیر اور دوسرے کو اس کا تابع رہنا چاہیے۔ اب بتاؤ کہ تم میرے امیر ہو یا میں تمہارا امیر ہوں؟ میں نے کہا کہ آپ ہیں۔

فرمایا۔ "تو سنو! جو کچھ میں کہوں تمہیں ویسا ہی کرنا ہوگا۔"

میں نے کہا۔ "جو حکم سنوں گا بجالاؤں گا۔"

پھر فرمایا۔ "جاؤ، ایک تو برہ لے آؤ۔"

میں نے اسی وقت ایک توبرہ حاضر کر دیا۔ انہوں نے میرے تمام کپڑے لٹا کر جو بھی سامان تھا سب کچھ اس توبرے میں ڈال دیا اور پھر اُسے اپنی پشت پر رکھ کر چل کھڑے ہوئے۔ میں نے بہترا کہا کہ بوجھ زیادہ ہے۔ کم سے کم میرا سامان تو مجھے اٹھانے دیجئے، کیوں کہ اس طرح آپ بہت تھک جائیں گے۔ لیکن آپ یہی جواب دیتے رہے کہ دیکھو کہ میں امیر ہوں اور تمہیں امیر پر حکم چلانے کا کوئی اختیار نہیں۔ تمہارا کام یہ ہے کہ حکم کی تعمیل کرتے رہو۔

ایک رات دورانِ سفر بارش نے آگھیرا۔ ساری رات ایک کبل میرے اوپر تان کر کھڑے رہے اور بارش کا ایک قطرہ تک مجھ پر نہ گرنے دیتے تھے۔ حالانکہ خود شرا بہ ہو



رہے تھے اور میں کچھ کہنے کی کوشش کرتا تو وہی بات دہرا دیتے کہ میں امیر ہوں۔ تم فرمانبردار رہو۔

میں رہ رہ کر دل ہی دل میں کہتا تھا کہ اے کاش! میں نے ان سے امیر بننے کے لیے نہ کہا ہوتا۔



۶۰۶۔ دارا شکوہ کے دل میں حضرت ملا شاہؒ کا مرید ہونے سے قبل یہ خیال آیا کہ جب آپ کی خدمت میں جائیں گے تو آپ سے عرض کریں گے کہ چونکہ دنیا میں آپ کے ہمسایہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس لیے یہ امید کرتا ہے جانے ہوگا کہ آپ مہربانی فرما کر اور توجہ کر کے آخرت میں بھی اپنا ہمسایہ بنائیں گے۔

اس کے بعد شہزادہ دارا شکوہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بغیر ان کے کچھ کہے ہوئے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ

”اے عزیز! میں نے اپنے کسی مرید اور دوست سے اس قسم کا مصافحہ نہیں کیا اور میں کہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی تمہاری مدد کروں گا۔“



۶۰۷۔ حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑ گیا۔ کسی مرتبہ دعائے باران کی گئی لیکن قبولیت حاصل نہ ہو سکی آخر ان کے پیغمبر زمانہ پر وحی نازل ہوئی کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ شرم تو نہیں آتی۔ دعائے لیے باہر نکلے ہو، ہمارے دل پلید اور پیٹ حرام مال سے بھرے ہوئے ہیں، ہاتھ منگولوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں تمہارا اس طرح باہر آنا میرے رحم کو نہیں بلکہ قہر و غضب کو زیادہ کرتا ہے۔ جاؤ، مجھ سے دفع دور ہو جاؤ۔“



۶۰۸۔ ملا نعمت اللہؒ کو ایک دن خیال آیا کہ حضرت شاہ ابو المعالیؒ کو جو اعتقاد اور محبت

حضرت غوث الاعظمؒ سے ہے اس کی خبر غوث الاعظمؒ کو بھی ہوگی یا نہیں۔

اُسی رات کو ملا نعمت اللہؒ نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی کام میں در ماندہ ہیں اور ننگے

سہریں۔ حضرت غوث الاعظمؒ وہاں تشریف لائے اور سفید دستار ان کو مرحمت



فرمائی اور اُن سے فرمایا۔ ”ملا نعمت! ہم تمہارے حال سے خبردار ہیں۔“  
دوسرے دن شاہ ابوالمعالی نے اُن کو بلایا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ  
نے اُن کو سفید دستار عطا کی اور فرمایا کہ یہ وہی دستار ہے۔



۷۰۹۔ کسی عورت نے ایک روٹی سائل کو خیرات دی۔ پھر اپنے خاوند کی روٹی لے کر کھیت کی جانب  
چل پڑی۔ اُس کا خاوند کھیت میں کٹائی کر رہا تھا۔ اُس عورت کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔  
جب وہ ایک باغ پر سے گذر رہی تھی۔ تو ایک درندہ نے اس کے بچے کو پکڑ لیا۔ ناگاہ ایک  
ہاتھ نکلا اور بھڑیئے کو ایک طمانچہ مار کر بچہ اُس سے چھین لیا پھر اُس نے کسی کو یہ کہتے  
ہوئے سنا۔ اپنا بچہ لے جا۔ ہم نے روٹی کے ایک لقمہ کے عوض بچہ کا لقمہ چھین کر  
تیرے حوالے کر دیا ہے۔



۷۱۰۔ ایک جوان حضرت جنید کی صحبت میں رہا کرتا تھا۔ اس کی عادت تھی کہ جو نہی سماع  
کی آواز کان میں پڑتی تو چہینا شروع کر دیتا۔  
آخر آپ نے اس سے کہا کہ اگر آئندہ کبھی ایسا کیا تو میری صحبت میں نہ رہ سکے گا۔  
اس پر نوجوان نے صبر سے کام لینا شروع کر دیا اور حینی جہد و جہد کر سکتا تھا کرتا رہا  
آخر ایک دن اسی کش مکش میں بے اختیار نعرہ مارا کہ پیٹ پھٹ گیا اور وہیں جان  
دے دی۔



۷۱۱۔ ایک دفعہ حق تعالیٰ نے ایک فرشتے کو حکم دیا کہ جاؤ اور فلاں شہر کو تباہ و برباد کر دو۔  
اس فرشتے نے عرض کیا کہ بارِ خدایا! فلاں آدمی بھی تو اسی شہر میں رہتا ہے جس نے کبھی  
پلک جھپکنے کے برابر بھی گناہ نہیں کیا، پھر اب کیا کروں؟  
حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تباہ کر دو اُس کو بھی کہ دوسروں کے گناہ کو کرتے دیکھتا رہا اور  
ایک لمحہ کے لیے بھی کبھی تشرش رونی تک اختیار نہ کی۔



۷۱۲۔ حضرت شید دوست محمد صاحب کمال، رفیع الحال، صاحب تخلیق و تعریف بزرگ

؟



تھے۔ جب آپ پر جذبہ شوق غالب ہوتا۔ آپ جنگل میں نکل جاتے۔ آپ کے نعرہ کی آواز سے درندے اور پرندے رقص کرنے لگتے۔ کبھی کبھی آپ کے نعرہ سے جنگل میں آگ بھی لگ جایا کرتی تھی۔



۷۱۳۔ ایک بزرگ وہب ابن الورد گزرے ہیں۔ آپ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاتے تھے اور نہ پیتے تھے جب تک یہ اطمینان نہ ہو جاتا کہ وہ چیز ان تک کن ذرائع سے پہنچی ہے ایک دن ان کی والدہ نے دودھ کا پیالہ پینے کو دیا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا۔ اس کی قیمت کہاں سے ادا کی گئی ہے اور کس شخص سے خریدا گیا ہے ؟

یہ سب کچھ معلوم کرنے کے باوجود اطمینان نہ ہوا پھر پوچھا کہ اس بکری نے چارہ کہاں سے کھایا تھا۔ اس پر انہیں معلوم ہوا کہ اس بکری نے ایک ایسی چراگاہ سے گھاس کھائی تھی جس پر مسلمانوں کا کسی بھی طرح سے کوئی حق نہیں تھا۔ اس پر آپ نے دودھ پینے سے انکار کر دیا۔

ماں نے بہت برا کہا کہ بٹیا! پی لو۔ اللہ تم پر رحمت کرے گا۔  
آپ نے فرمایا۔ "اے ماورِ مہربان! وہ اگرچہ رحیم ہے، رحمت کرے گا لیکن میں یہ دودھ بہر حال نہیں پیوں گا کیوں کہ ایک گناہ سے آلودہ ہونے کے بعد جو رحمت مجھے حاصل ہوگی اس میں گناہ کی آلائش لا محالہ ہوگی اور یہ مجھے پسند نہیں کہ اس کی رحمت کو گناہ سے آلودہ کروں۔"



۷۱۴۔ حضرت شیخ جلال الدین متھانیسری کے ایک مرید کا واقعہ ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں چند سال رہا لیکن اس کو حالتِ جذب و کیف محسوس نہ ہوئی۔ جب اس نے کوئی فائدہ نہ دیکھا تو ایک روز دل میں کہنے لگا کہ پہلے زمانے میں حکیم الدین کیری ایسے صاحبِ عظمت اور صاحبِ حال بزرگ تھے جو درسی دیر میں مرتبہ ولایت پر پہنچا دیتے تھے اور آج اس قسم کا کوئی بزرگ نہیں ہے۔

آپ بذریعہ کشف اس کے خیال سے آگاہ ہوئے۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا



کہ آج بھی ایسے لوگ ہیں کہ ان کی ایک نگاہ سے مرتبہ ولایت حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی وقت وہ مرید بے خود ہوا اور اعلیٰ درجہ پر پہنچا۔  
تھوڑے دنوں میں اس کا انتقال ہو گیا۔ آپ کو جب اس نے انتقال کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا: ”ہر شخص کو اس کام کے برداشت کی تاب نہیں ہے۔“



۷۱۵۔ سیدنا امیر ابو العلیٰ کے عہد میں ایک بدست ہاتھی لوگوں کو پریشان کرتا تھا۔ اس کے خوف سے لوگ چھپ جاتے تھے۔  
ایک دن سیدنا امیر ابو العلیٰ جامع مسجد سے خانقاہ جا رہے تھے آپ نے شور مٹانا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ شور کیسا ہے؟  
مریدوں نے عرض کیا: ”ایک بدست ہاتھی آ رہا ہے۔ اس سے بچنے کی تدبیر ضروری ہے کسی گلی میں جانا مناسب ہے۔“

آپ نے یہ سن کر فرمایا: ”بابا ابو العلیٰ اپنی راہ جاتا ہے وہ اپنی راہ جائے۔“  
جب وہ بدست ہاتھی سامنے آیا۔ آپ نے اس کی طرف بعود دیکھا۔ ہاتھی ایک دم حرکت کر کھڑا ہو گیا۔ آپ اس بدست ہاتھی کے برابر سے نکل کر چلے گئے۔  
کچھ دنوں کے بعد آپ کو اطلاع ملی کہ وہ بدست ہاتھی خانقاہ کے دروازے پر کھڑا ہے آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا کہ مخلوق کو پریشان کرنا اچھا نہیں بہتر یہ ہے کہ راج گھاٹ جا کر لوگوں کو دریا پار کراؤ۔  
وہ ہاتھی راج گھاٹ گیا اور لوگوں کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر دریا پار اتارنے لگا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد وہ ہاتھی میر صاحب کا ہاتھی کہلایا۔



۷۱۶۔ بزرگانِ سلف میں سے ایک بزرگ نے اپنے وکیل کے ذریعے کچھ اناج بصرہ میں فروخت کرنے کے لیے بھیجا۔ وکیل اس اناج کو لے کر بصرہ میں پہنچا تو دیکھا کہ وہاں غلہ بہت سستا بک رہا ہے اور اس خیال سے کہ کہیں نقصان ہی نہ اٹھا پڑے، اس نے ایک ہفتہ تک انتظار کیا۔ دریں اثنا غلہ کا بھاؤ چڑھ گیا۔ وکیل نے دگنے بھاؤ پر غلہ فروخت کیا اور مالک کو لکھ بھیجا کہ میں نے ایسا کیا ہے۔



بزرگ کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ اس نے جواب میں لکھا کہ ہم نے تھوڑے نفع پر قناعت کا ارادہ کیا تھا جس سے دین کی سلامتی پر قرار رہے۔ تو یہ کب مناسب تھا کہ تم ہمارے دین کو نسبتاً زیادہ دنیاوی منافع کے عوض بیچ ڈالو۔ یہ تم نے کیا کر دیا؛ یہ تو تم نے بہت بڑا گناہ مول لے لیا ہے۔ اب یہی ہو سکتا ہے کہ جس قدر رقم اس سے حاصل ہوئی وہ سب کی سب نفع سمیت صدقہ میں دے ڈالو کہ اس کا کفارہ ادا ہو جائے۔ اگرچہ پھر بھی ضروری نہیں کہ اس شومی سے ہمیں خلاصی نصیب ہو ہی جائے۔



۷۱۷۔ حضرت ملا عمر کو سماع میں کیفیت ہوئی۔ انہوں نے اسی حالت میں اپنی جان شیریں جان آفرین کے سپرد فرمائی۔ جب ان کو سیدنا امیر ابو العالی کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے ان پر ایک نگاہ ڈالی۔ ملا عمر اٹھ کر بیٹھ گئے اور پھر حالت وجد میں رقص کرنے لگے۔



۷۱۸۔ حضرت ربیع بن خثیم نے جن کا مزار طوس میں ہے۔ اپنے لیے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی اور جب کبھی انہیں محسوس ہوتا کہ وہ تساہل و تغافل کا شکار ہوئے جا رہے ہیں تو جا کر قبر میں لیٹ جاتے اور تھوڑی دیر اس میں پڑے رہنے کے بعد کہتے کہ اے پروردگار! مجھے ایک بار پھر دنیا میں بھیج دے تاکہ میں اپنی خطا کی تلافی کر سکوں اور تب وہاں سے اٹھتے اور اپنے آپ سے کہتے۔

”اے ربیع! دیکھ تجھے نئی زندگی دے کر دوبارہ دنیا میں بھیج رہے ہیں۔ اب کوشش کرنا کہ جو نیک عمل کر سکتے ہو کر لو۔ پشتر اس کے کہ آخر وہ وقت آئے کہ دوبارہ واپسی کا موقعہ تجھے نہ مل سکے اور پھر ہمیشہ کے لیے واقعی اس قبر میں سونا پڑے۔“



۷۱۹۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ذوالنون کو دیکھا کہ ان کے پاس دو شخص حاضر ہوئے۔ ان میں ایک فوجی تھا اور دوسرا رعیت سے تعلق رکھتا تھا۔

کچھ دن پہلے عام آدمی نے فوجی کے ساتھ لڑائی میں اس کے سارے دانت ہلا ڈالے تھے وہ اسے بادشاہ کے پاس لے جانے پر رضد تھا مگر لوگوں نے کہہ کہا کہ ان دونوں کو حضرت



ذوالنون مصری کے سامنے پیش کر دیا۔

جب آپ نے فوجی کی بات سنی تو آپ نے اس کے دانتوں کو اپنا لعاب مبارک لگا دیا۔  
جب اُس فوجی نے اپنی زبان منہ کے اندر گھمائی تو اس نے اپنے دانتوں کو مضبوطی سے اپنی اپنی  
جگہ پر جما ہوا پایا۔ وہ اسی وقت آپ کا متعقد ہو گیا۔



۷۲۰۔ کہتے ہیں کہ حضرت سرمد شہیدؒ کی شہادت کے بعد آپ کے سر سے تین بار لاَ اِلٰہَ اِلَّا  
اللہ کی آواز سنائی دی۔ آپ کے سر نے صرف کلمہ ہی نہیں پڑھا بلکہ کچھ دیر حمدِ یاری  
تعالیٰ میں بھی مصروف رہا۔

اورنگ زیب نے آپ کی شہادت کے بعد تقریباً اڑتالیس سال تک حکومت کی مگر اسے کبھی  
چلین و سکون نصیب نہ ہوا۔ دکن کی لڑائیوں میں کافی وقت گزارا اور وہیں انتقال کیا۔



۷۲۱۔ حضرت محمد بن الکنکدرؒ دکاندار تھے۔ ان کے پاس بیچنے کے لیے کچھ پارچات تھے جن میں سے  
بعض کی قیمت دس دینار تھی اور بعض کی پانچ۔

ایک دن ان کی غیر موجودگی میں ان کے ایک شاگرد نے پانچ دینار والا کپڑا ایک اعرابی کے  
ہاتھ دس دینار میں بیچ ڈالا۔ جب واپس آئے اور حقیقتِ حال سے آگاہ ہوئے تو فوراً نکل  
کھڑے ہوئے اور دس دینار بھر اس اعرابی کو ڈھونڈتے پھرے۔ آخر وہ مل ہی گیا۔  
آپ نے اس سے فرمایا۔ کہ وہ کپڑا جو تم خرید لائے ہو پانچ دینار سے زیادہ کا نہیں ہے۔  
اعرابی نے جواب دیا۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن وہ میں نے اپنی مرضی اور رضا و رغبت سے  
خریدا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تم نے رضامندی سے خریدا ہوگا لیکن میں جو چیز اپنے لیے پسند نہیں کرتا۔  
اسے کسی بھی مسلمان کے پسند نہیں کرتا ہوں۔ اس لیے یہ سو داختم کر دو یا پانچ دینار مجھ  
سے واپس لے لو یا پھر میرے ساتھ دکان تک چلو تاکہ میں تمہیں اس سے بہتر کپڑا دے دوں  
جس کی قیمت واقعی دس دینار ہوگی۔

اعرابی نے پانچ دینار واپس لے لیے۔ جب آپ تشریف لے گئے تو اعرابی نے لوگوں سے پوچھا  
یہ مرد خدا کون ہے؟



لوگوں نے کہا۔ ”یٰ محمد المنکدرؐ میں۔“  
 اعرابی نے کہا ”سبحان اللہ! یہ تو ایسا مرد ہے کہ اگر کبھی بادیاہ میں خشک سالی ہو جائے تو نمازِ باران  
 کے لیے کھڑے ہو کر اس شخص کا نام لینے سے بارش ہونے لگے۔“



۷۲۲۔ حضرت شاہ حسین کے قلندرانہ مشرب کی شکایت اکبر کے پاس پہنچی۔ اکبر نے آپ کو دربار میں بلایا  
 اور دریافت کیا۔ ”اے درویش! سنا ہے تم خدا رسیدہ ہو۔“  
 آپ نے جواب دیا۔ ”اس میں کیا شک۔“  
 اکبر نے پوچھا۔ ”اچھا یہ تو بتائیے کہ آپ خدا تک کس طرح پہنچے؟“  
 آپ نے جواب دیا۔ ”اے بادشاہ! میں خدا تک نہیں پہنچا بلکہ خدا مجھ تک پہنچا ہے۔“  
 ایک درباری نے آپ سے ثبوت مانگا۔ آپ نے اکبر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ”اے  
 ہندوستان کے سیاہ و سپید کے مالک! موٹی کسی بات ہے۔ اگر آپ نہ چاہتے تو یہ گدا آپ  
 تک کیسے پہنچتا؟“  
 اکبر آپ کا جواب سن کر خوش ہوا اور آپ کو عزت و احترام سے رخصت کیا۔



۷۲۳۔ حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں طلب کیں لیکن ان پانچ چیزوں کو  
 پانچ دوسری چیزوں میں پایا۔  
 روزی کی برکت طلب کی وہ نماز چاشت میں ملی، قبر کی روشنی طلب کی اُسے تہجد کی  
 نماز میں پایا۔ ہم نے منکر و نکیر کے سوالوں کا جواب طلب کیا تو اسے قرأت و قرآن میں پایا  
 ہم نے پل صراط کا پار ہونا طلب کیا تو اسے روزہ و صدقہ میں پایا اور ہم نے عرس کا سایہ  
 طلب کیا تو اسے خلوت میں پایا۔



۷۲۴۔ ایک بزرگ نے بتی پال رکھی تھی جس کے لیے وہ ہر روز قصائی سے چھ پھڑے لیا کرتے تھے۔  
 ایک دن انہوں نے قصاب کو ایک ایسی حرکت ہوئے دیکھا جس پر احتساب لازم تھا آپ  
 فوراً گھر پہنچے، بتی کو نکال باہر کیا اور پھر قصائی سے محاسبہ کرنے لگے۔  
 قصائی نے کہا کہ اب کبھی چھ پھڑے مانگ کر دیکھنا۔“



بزرگ نے جواب دیا کہ میں بی بی کو گھر سے نکال کر ہی احتساب کرنے چلا تھا۔ پس جو شخص بر کسی کو دوست رکھنا چاہتا ہو۔ تاکہ ہر کوئی اس کی تعریف کیا کرے اور ہر کوئی اس سے خوش رہے تو ایسا شخص کبھی احتساب کرنے کا اہل نہیں ہو سکتا۔



۶۲۵۔ حضرت یونس ابن عبید کے بلدے میں حکایت ہے کہ آپ ریشم کا کاروبار کرتے تھے اور اپنے مال کی تعریف کبھی نہیں کرتے تھے۔ ایک دن کسی خریدار کے سامنے ریشم نکال رہے تھے کہ ایک شاگرد نے کہہ دیا۔ "اے اللہ! مجھے بہشت کا لباس عطا فرما۔" آپ نے ریشم نکالنا بند کر دیا۔ اور جو نکال چکے تھے۔ اسے بھی فروخت نہ کیا کیوں کہ انہیں یہ خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ شاگرد نے جو بات کی ہے وہ ان کے مال کی تعریف میں تھی۔



۶۲۶۔ ایک دن قاضی مخدوم الملک نے حضرت شاہ حسینؒ کو ڈھول پرناچتے ہوئے دیکھا۔ قاضی کو یہ بات ناگوار گذری۔ اس نے آپ کو سرزنش کرنے کی خاطر اپنے پاس بلوایا۔ آپ نے قاضی سے فرمایا: "کیوں قاضی صاحب! ارکانِ اسلام پارچے ہیں نا۔ پہلا کلمہ توحید اور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار۔ اس میں تو ہم دونوں شریک ہیں۔ دوسرا نماز اور روزہ۔ ان دونوں کو میں نے ترک کیا۔ چوتھا زکوٰۃ پانچواں حج، ان دونوں کو تم نے ترک کیا پھر کیا بات ہے کہ حسین ہی کو فقط مستوجبِ سزا قرار دیا جائے۔" قاضی نے مسکراتے ہوئے آپ کو زحمت کر دیا۔



۶۲۷۔ حضرت ابراہیمؑ خواص فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں تھا۔ وہاں میں نے ایک فقیر کو دیکھا کہ تین دن سے ساکت تھا۔ نہ اس نے کھانا نہ پیا اور نہ ہی کہیں حرکت کی۔ میں اس کی تاک میں تھا۔

میں نے بھی اپنے سارے کام چھوڑ کر صبر کیا لیکن میں عاجز آ گیا۔ پھر میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کیا کھاؤ گے۔

اس نے کہہ کر مٹی اور کباب۔ میں نے مسجد سے نکل کر دن بھر اس کی تلاش میں تکلیف



اٹھائی نگر مجھے روٹی اور کباب کہیں سے میسر نہ آیا۔ آخر تھک ہار کر مسجد کا دروازہ بند کرنے کے بعد بیٹھ گیا۔

کچھ رات گزری تھی کہ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دروازہ کھولا تو ایک شخص گرم روٹی اور کباب لیے دروازے پر کھڑا تھا۔ میں نے روٹی اور کباب لانے کی وجہ پوچھی تو وہ بولا۔ "روٹی اور کباب کھانے کے سلسلے میں میرے بچوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ اس پر میں نے قسم کھائی کہ یہ ہم میں سے کوئی نہیں کھائے گا۔ یہ مسجد والے کھائیں گے۔"

میں نے دل میں کہا۔ الہی! جب آپ اس فقیر کو یہی کھلانا چاہتے تھے تو مجھے دن بھر کیوں پریشان کیا۔



۷۲۸۔ حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ میں خلیفہ وقت کی بات سے انکار کرنا چاہتا تھا اور میں جانتا تھا کہ مجھے مروا دیا جائے گا لیکن مجھے اس کا قطعاً خوف نہ تھا اور ظاہر ہے کہ یہ جہاد تھا اور کارِ ثواب بھی تھا لیکن وہاں لوگوں کا بہت بڑا ہجوم تھا اور میں ڈر گیا کہ یہ مجھے دیکھیں گے تو میری صداقت و شجاعت اور بے باکی پر واہ واہ کے دو تکرے برسائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ یہ داد و تحسین میرے دل میں خود پسندی کے فتنہ خوابیدہ کو بیدار کر دے اور میں بے اخلاص مارا جاؤں۔



۷۲۹۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں۔ شکم سیر کو حکمت حاصل نہیں ہوتی۔ معصیت سے تائب ہو کر دوبارہ ارتکابِ معصیت دروغ گوئی ہے۔ سب سے بڑا دولت مند وہ ہے جو تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہو۔ قلیل کھانا جسمانی توانائی کا ذریعہ اور قلیل گناہ روحانی توانائی کا ذریعہ ہے۔



۷۳۰۔ یہ دولت مند نے یہ اصول بنا رکھا تھا کہ صوفیوں کے علاوہ کسی کو صدقہ میں کچھ نہیں دیتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حق تعالیٰ کے سوا اور کسی کا خیال نہیں ہوتا اور اگر انہیں کسی شے کی حاجت لاحق ہو جائے تو ظاہر ہے وہ خیال جو صرف اللہ کے لیے وقف



ہے، پراگندہ ہو کر رہ جائے گا اور اس دل کو جو حق تعالیٰ کا دوست ہے ایسے سینکڑوں  
دلوں پر فضیلت دیتا ہوں جو دنیا کے خیال میں گرفتار ہوں۔

اس کی یہ بات جب حضرت جنیدؒ کو بتائی گئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ اولیائے حق میں سے  
کسی ولی کی کہی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے۔

اب ہوا یہ کہ مذکورہ شخص پشے کے لحاظ سے بقال تھا اور رفتہ رفتہ مفلس ہو گیا۔  
کیوں کہ درویش اس سے جو چیز خریدتے وہ اس کی قیمت وصول نہ کرتا تھا۔  
آخر حضرت جنیدؒ نے اسے مال دیا۔ تاکہ اپنی تجارت جاری رکھ سکے اور ساتھ ہی کہا۔  
کہ تجھ جیسے شخص کو آخرت کی تجارت میں خسارہ نہیں ہو سکتا۔



۷۳۱۔ ایک مرتبہ موضع منڈیا کے نمبر دار نے حضرت شاہ حسینؒ اور آپ کے ساتھیوں کو ایک  
کمرے میں بند کر دیا اور کہا جب تک بارش نہ ہوگی، رہائی ناممکن ہے۔

آپ نے نمبر دار سے فرمایا کہ اچھی بات ہے لیکن نان اور مرغ کھلاؤ پھر دعا کریں گے۔  
نمبر دار نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ پھر نان اور مرغ کھانے کے بعد آپ نے  
آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اب کیا دیر ہے؟"  
آپ کا یہ کہنا تھا کہ ابر گھر کر آیا اور خوب بارش ہوئی۔



۷۳۲۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ میں ساحل سمندر پر سے گذر رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں  
کہ ایک لڑکی کھلے سر زرد چہرہ چلی آرہی ہے۔

میں نے کہا۔ "اے لڑکی! اپنے سر پر دوپٹہ اوڑھ لے۔"

اُس نے جواب دیا۔ "میں ایسے منہ پر دوپٹہ اوڑھوں جس پر ذلت پرستی ہے۔ دوپٹہ کی  
کیا ضرورت ہے۔" پھر کہا۔ "اے بے ہودہ! میرے پاس سے ہٹ جا۔ گذشتہ شب  
میں نے جامِ محبت نوش کیا ہے۔ جس سے رات بھر طرب میں گذری اور اس کی مستی  
میں نے صبح کی ہے۔"

میں نے کہا۔ "اے لڑکی! مجھے کچھ نصیحت کر۔"

اس نے کہا۔ "اے ذوالنون! خاموشی گوشہ نشینی اور قوتِ لامیوت پر رضامندی اختیار



کو۔ یہاں تک کہ موت آجائے۔“

۶۳۳۔ ایک شخص نے ایک عورت کو پکڑ رکھا تھا اور چھری نکال رکھی تھی اور کسی کو اس کے سامنے آنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ ادھر عورت پجاری اس کے تشدد سے چنچ رہی تھی۔ ناگاہ حضرت بشر حافیؒ کا گذر ادھر سے ہوا۔ اس شخص کے بالکل قریب کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو گئے۔ دفعتاً وہ شخص بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور عورت کو اس کے چنگل سے رہائی مل گئی۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو لوگوں نے پوچھا۔ ”تجھے کیا کیا ہو گیا تھا؟“ وہ بولا۔ ”مجھے تو اتنا ہی یاد ہے کہ کسی نے آکر میرے جسم سے جسم ملاتے ہوئے بس یہ کہا تھا کہ اوفلانے! اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے کہ تو کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ اس کا یہ کہنا تھا کہ میرے دل پر ایک ہیبت سی طاری ہوئی اور میں بے ہوش ہو گیا۔“ لوگوں نے بتایا۔ ”وہ حضرت بشر حافی تھے۔“

اس نے کہا۔ ”آہ! اس ندامت اور خجالت کے ساتھ کس منہ سے ان کی زیارت کو جاؤں اور یہ کہتے کہتے اسے ایسا تپ چڑھا کہ ایک ہفتہ کے اندر پیغامِ اجل آ پہنچا۔“

۶۳۴۔ حضرت اوزاعیؒ نے حضرت ابراہیمؑ اور اسم کو دیکھا کہ ایندھن کا ایک گٹھا سر پر اٹھا چلے جا رہے ہیں۔

آپ نے کہا۔ ”آپ کب تک اس کسب کا بار اٹھائے رہیں گے؟ آخر تو آپ کے بھائی بھی اس محنت و مشقت میں آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔“

حضرت ابراہیمؑ اور اسم نے فرمایا۔ ”یس چپ رہیے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے کہ بہشت اس شخص پر واجب ہو جاتی ہے جو اپنی محنت و مزدوری پر قائم رہتا ہے اور مشقت کی ذلت برداشت کرتا ہے۔“

۶۳۵۔ ایک دن حضرت سیدنا شاہ امیر ابو العالیؒ نے امیر نور العلاء سے فرمایا۔ ”کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ جہاں بادشاہ کے دربار میں اس وقت خون ریزی ہو رہی ہے۔“



تھوڑی ہی دیر کے بعد نواب صداقت خاں کے قتل کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔

○

۷۳۶۔ دو بندگانِ دین کا آپس میں یار نہ تھا۔ ایک اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کسی حسین پرفتنہ ہو گیا اور اپنے دوست سے کہنے لگا کہ میرا دل تو بیمار ہو چکا، اب تیری مرضی ہے، مجھ سے دوستی رکھ یا نہ رکھ۔

دوسرے نے کہا۔ "تو بہ کرو بھائی! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تمہارے ایک گناہ کے باعث تم سے تعلقات ہی توڑ لوں۔" اور پھر اس نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ جب تک حق تعالیٰ میرے دوست کو اس بلائے عشق سے رہائی نہ دلاوے اُس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ پیوں گا۔

چالیس دن اس نے یوں ہی بھوک اور پیاس میں گزار دیئے اور پھر اپنے دوست سے اس کا حال پوچھا۔ اُس نے کہا۔ "جیسا تھا ویسا ہی ہے۔"

تب بھی وہ ہمت نہ ہارا اور صابر رہا۔ بھوک کی وجہ سے سُوکھ کر کاٹا ہوا جارا ہوا تھا لیکن دُعا جاری رکھی۔ آخر ایک دن دفعۃً اُس کے مبتلائے عشق دوست نے آکر کہا کہ حق تعالیٰ نے اپنی عنایت و کرم سے میرے دل کو اس عشق سے نجات دلا دی ہے اور جب کہیں جا کر اُس نے کھایا پیا۔

○

۷۳۷۔ حضرت سرمد شہید کو ایک مجلس کے سامنے بلایا گیا۔ اس مجلس میں علاوہ اورنگ زیب کے علماء و فضلاء عصر بھی موجود تھے۔

اورنگ زیب نے آپ سے دریافت کیا۔ "لوگ کہتے ہیں کہ تم نے دارا شکوہ کو مشرکہ سلطنت دیا تھا، کیا یہ سچ ہے؟"

"آپ نے جواب دیا۔ "ہاں سچ ہے اور وہ مشرکہ درست نکلا کہ اسے ابدی سلطنت کی تاج پوشی نصیب ہوئی۔"

علماء نے پوچھا۔ "تم ننگے کیوں رہتے ہو؟"

اس کا جواب آپ نے ایک رباعی میں دیا۔

خوش بااے کردہ چنیں پست مرا چشمے بد و جام بردہ از دست مرا



او در بغل من است زمن در طلبش دزدے عجبے بر متہ کردہ است مرا  
 علمائے آپ کو کپڑے پہننے کو کہا لیکن آپ نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور نگ زیب نے علماء کو  
 مخاطب کر کے کہا۔ "محض برہنگی وجہ قتل نہیں ہو سکتی، اس سے کہو کہ کلمہ طیبہ پڑھے۔"  
 آپ سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا۔ آپ نے عادت کے موافق لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا۔ جب علمائے  
 جملہ نفی سنا تو سخت برہم ہوئے۔

آپ نے جواب دیا۔ "ابھی تو میں نفی میں مستغرق ہوں، مرتبہ اثبات تک نہیں پہنچا ہوں  
 اگر اِلَّا اللہ کہوں گا جھوٹ ہوگا۔"

اس پر علمائے آپس میں طے کیا کہ آپ کا یہ فعل کفر ہے۔ اس فعل سے توبہ لازمی ہے لیکن  
 آپ نے توبہ نہ کی۔ علمائے فتویٰ دیا کہ قتل جائز ہے۔

دوسرے دن آپ قتل گاہ میں لے جائے گئے۔ جب جلاؤں چمکتی تلوار لے کر آپ کے پاس  
 آیا۔ آپ اسے دیکھ کر مسکرائے۔ نظر اٹھائی اور نظر ملائی اور یہ تاریخی الفاظ فرمائے۔  
 "میں تیرے قربان ہوں۔ آ۔ آ کہ توجس صورت میں بھی آئے میں تجھ کو خوب پہچانتا ہوں"  
 پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

(ترجمہ) شور ہوا اور ہم نے خوابِ عدم سے آنکھ کھولی۔ دیکھا کہ شبِ فتنہ باقی ہے  
 سو گئے۔

یہ شعر پڑھ کر سر تسلیم خم کر دیا اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۷۳۸۔ حضرت ابن مبارک کو ایک دفعہ ایک بدٹھو کی معیت میں تھوڑی دیر راستہ چلنا پڑا۔ جب

وہ آپ سے جدا ہوا تو خوش ہونے کی بجائے آپ نے رونا شروع کر دیا۔

لوگوں نے پوچھا۔ اس میں رونے کی کیا بات ہے۔

آپ نے جواب دیا۔ "روتا اس لیے ہوں کہ وہ بچا خود تو چلا گیا لیکن اس کی بدخلقی بھی  
 افسوس کہ اس کے ساتھ ہی چلی گئی اور اس سے جھلانہ ہوئی۔ جس طرح کہ میں اس سے  
 جدا ہو گیا۔"

۷۳۹۔ حضرت علی بن موسیٰ الرضیٰ کی رنگت سیاہی مائل تھی لیکن بہت بڑے بزرگ تھے نیشاپور



میں جہاں آپ رہتے تھے دروازے کے قریب ہی ایک حمام تھا۔ آپ جب کبھی حمام میں تشریف لے جاتے تو لوگ ازراہ احترام حمام خالی کر دیتے تھے۔

ایک دن آپ وہاں گئے۔ لوگوں نے حسب معمول حمام خالی کر دیا اور آپ اندر داخل ہو گئے۔ حمامی سے اتفاقاً غلطی ہو گئی اور ناگاہ ایک دیہقان حمام کے اندر جا گھسا۔ وہاں آپ کو جو دیکھا تو سمجھا کہ خازموں میں سے کوئی حبشی غلام ہے۔

کہنے لگا۔ "اٹھو پانی لاؤ"۔ آپ لے آئے۔

پھر کہا۔ "جاؤ مٹی لے آؤ"۔ آپ وہ بھی لے آئے۔

غرض اسی طرح وہ کام بتاتا رہا اور آپ کرتے رہے۔ آخر حمامی بھی آپہنچا اور ایک دیہقان کو جو آپ سے مخاطب پایا تو اتنا خفا ہوا کہ وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ آپ باہر تشریف لائے تو لوگوں نے بتایا کہ حمامی بھی اس واقعہ کے خوف سے بھاگ گیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ "اُسے کہہ دو کہ بھاگنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس میں بھلا اس کا کیا قصور ہے۔ یہ جرم اس کا ہے جس نے نخم فرزند ایک سیاہ قام کنیز کے رحم میں ڈالا۔"



۶۲۰۔ حضرت اوس قرنیؓ کو راہ چلتے میں رزکے پتھر مارا کرتے تھے اور آپ ان سے صرف یہ کہا کرتے تھے کہ ذرا چھوٹے پتھر مارا کرو تا کہ میری پنڈلی نہ ٹوٹ جائے اور میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے کی سعادت سے عاجز آ جاؤں۔



۶۲۱۔ حضرت احنف بن قیس کو ایک شخص گالیاں دینے لگا۔ آپ چپکے رہے لیکن وہ نہ شرمایا

اور گالیاں بکتا ہوا آپ کے ساتھ چلا جاتا تھا۔

جب آپ اپنے اہل قبیلے کے گھروں کے نزدیک پہنچے تو وہیں کچھ فاصلے پر رک گئے اور اس سے فرمایا کہ اگر کچھ گالیاں باقی رہ گئی ہوں تو یہیں پر سنا لے کیوں کہ اگر میرے قبیلہ والوں نے مجھے گالیاں دیتے ہوئے سن لیا تو مجھے تکلیف پہنچائیں گے۔"



۶۲۲۔ ایک بزرگ نے خلیفہ ہارون الرشید کو میدان عرفات میں دیکھا کہ ننگے سر اور ننگے

پاؤں گرم ریت اور تپھروں پر ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑا ہے اور گڑگڑا کر یہ کہہ رہا ہے کہ



بارخدا یا! تو تو ہے اور میں میں ہوں۔ میرا کام یہ ہے کہ ہر وقت برسرگناہ رہوں اور  
میرا کام ہمہ وقت عفو و بخشش ہے۔ اے رحمان و رحیم! مجھ پر رحم فرما۔“  
اس بزرگ نے کہا۔ ”دیکھئے یہ جبار زمین اس جبار آسماں کے سامنے کس طرح رو  
رو کر فریاد کر رہا ہے۔“



۷۴۳۔ ایک دن حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کی خانقاہ میں عرس کی تقریبات ہو  
رہی تھیں۔ قوال عربی کے اشعار گارہے تھے۔ اتنے میں ایک اجنبی شخص آیا۔ اس نے  
ایک شعر پر بحث و مباحثہ کرنا شروع کر دیا۔

وہ ایک جواب دے کر آپ نے اس شخص سے فرمایا۔ کہ یہ وقت بحث کا نہیں ہے سماع  
سننے کا ہے۔ جب آپ نے اس کا نام دریافت کیا تو اس شخص نے اپنا نام عبد الغنی  
بتایا۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا ”فقیروں سے جھوٹ بولنا اچھی بات نہیں۔ دوبارہ اس  
نے اپنا نام عبد اللہ بتایا۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ شخص چلا گیا۔“

کچھ دنوں بعد وہ شخص پھر آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ کچھ پی مرتبہ جب وہ آیا تھا۔ تو  
سماع ہو رہا تھا اور اس وجہ سے اس کی تسلی و تسفی نہ ہو سکی۔ اب جو کچھ اس کے شک  
و شبہات ہوں بیان کرے۔“

اس شخص نے عرض کیا کہ اس کی تسلی اسی دن ہو گئی تھی اور اب تو وہ معافی مانگنے کے  
لیے آیا ہے۔

آپ مسکرائے اور فرمایا کہ نہ تو تمہارا نام عبد اللہ ہے اور نہ عبد الغنی۔ پھر آپ نے اس  
کا اصلی نام اور اور اس کی جائے رہائش اور اس کی تعلیم کے متعلق جو فرمایا، تو وہ شخص  
سن کر شرمندہ اور حیران ہوا اور آپ کا ہمیشہ کے لیے معتقد ہو گیا۔



۷۴۴۔ ابو جعفر خلیفہ تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک زانی کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ حضرت مبارک  
بن فقاہ بھی وہاں موجود تھے۔ خلیفہ سے کہا۔ ”اے امیر المومنین! پیشتر اس کے کہ  
اس حکم پر عملدرآمد ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ میں سے بھی  
کچھ سن لیجئے۔“



خلیفہ کے استفسار پر آپ نے کہا - "حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جب کہ تمام لوگ ایک صحرا میں جمع کیے جائیں گے - منادی والا آواز دے گا کہ جس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کی ہمت ہو - وہ آٹھ کرکھڑا ہو جائے اور یہ جو صلہ انہی کو نصیب ہو سکے گا جنہوں نے اس دنیا میں عضو و درگزر سے کام لیا ہوگا۔"

یہ سن کر خلیفہ نے اس شخص کی رہائی کا حکم دے دیا اور اسے مغفوت بھی کر دیا۔



۷۴۵ - حضرت ابن عطاء فرماتے ہیں - "خدا کے سوا اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے سکون حاصل کرتا ہے تو آخر کار وہی دوسرا اس کے لیے ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے - وسائل پر اعتماد کرنے سے تکبر جنم لیتا ہے۔"



۷۴۶ - ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت فضیل بن عیاض کو بتایا کہ حضرت سفیان یمنیہ بادشاہ سے خلعت لیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا "کوئی بات نہیں - ان کا حق بھی تو بیت المال پر زیادہ ہے۔" لیکن بعد میں جب تمنہانی میں سفیان سے ملاقات ہوئی تو ان سے سخت ناراض ہوئے اور ملامت کی۔

سفیان نے کہا - "اے ابا علی! میں صنالحین میں سے بے شک نہیں ہوں لیکن صنالحین سے محبت ضرور رکھتا ہوں۔"



۷۴۷ - ہشام بن مک نے ایک مرتبہ حضرت ابو حازم سے سوال کیا کہ اس کا حکمرانی سے

پوری طرح عمدہ برآ ہونے کا کیا طریقہ ہے۔

حضرت ابو حازم نے کہا - "ہر درہم جو تم کسی سے وصول کرو اور پھر اسے ایسی جگہ خرچ کرو جہاں خرچ کرنے کا حق ہو۔"

خلیفہ نے کہا - "اس طرح کون خرچ کر سکتا ہے؟"

آپ نے فرمایا - "وہ جیسے ذاب دوزخ کی طاقت نہ ہو اور بہشت کو دوست



رکھتا ہو۔

۴۴۸۔ حضرت میران سید شاہ کے پیرومرشد کے حجرے کی چھت خراب ہو گئی۔ سب مریدوں نے چھت کی مرمت کی لیکن چھت ٹھیک نہیں ہوئی۔ آپ کے پیرومرشد نے مسکرا کر فرمایا کہ میراں جی سے چھت درست ہوگی۔ حضرت میران سید شاہ اس زمانہ میں چلہ میں تھے۔ آپ کو بلایا گیا، آپ چلہ سے باہر آئے اور چھت درست کرنے میں مصروف ہوئے۔ آپ نے گھاس اٹھاری پھر مٹی اور پانی ڈال کر چھت کو کوٹنا شروع کیا۔ جتنی بار کوٹتے تھے۔ ہر بار ہر ضرب پر ایک مقام ظاہر ہوتا تھا۔

۴۴۹۔ سلیمان بن عبدالملک خلیفہ تھا۔ ایک دن اس نے دل ہی دل میں سوچا کہ اس دنیا میں جو اتنے عیش و عشرت سے زندگی گزار رہا ہوں تو آخر قیامت میں میرا کیا حال ہوگا۔ پس اسی وقت اپنے کسی آدمی کو حضرت ابو حازم کے پاس بھیجا اور انہیں کہلوا بھیجا۔ بس چیز سے آپ روزہ افطار کرتے ہیں وہ تھوڑی سی مجھے بھی بھجوادیکھئے گا۔ آپ کے یہوں کے آٹے کا تھوڑا چھان بھون کر اسے بھج دیا اور کہلوا بھیجا۔ کہ میں تو رات کو یہی کچھ کھاتا ہوں۔

سلیمان نے جو دیکھا تو بہت رویا اور اس چیز نے اس کے دل پر اتنا گہرا اثر کیا کہ تین دن مسلسل روزہ رکھا اور کچھ نہ کھایا اور تیسری شام کو روزہ اسی چھان سے افطار کیا۔ کہتے ہیں کہ اسی رات کو اپنی اہلیہ سے صحبت کی جس سے اس کے ہاں عبدالعزیز پیدا ہوئے اور یہ وہی عبدالعزیز ہیں جن کے گھر میں عمر پیدا ہوئے اور جو بعد میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے نام سے چاروانگ عالم میں مشہور ہوئے کہ عدل و انصاف میں حضرت عمر بن خطاب کے عہد زریں کی یاد تازہ کر دی اور کہتے ہیں کہ یہ اسی نیک نیتی اور اسی طعام کی برکت تھی۔

۴۵۰۔ حضرت ابو بکر واسطی نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ دونوں



جہان کے وسائل و اسباب سے بے نیاز ہو کر صرف نگاہ اُسی کی طرف رکھے۔ توحید شناس وہی ہے جو عرش سے فرشتہ تک تمام چیزوں کو توحید کے آئینے میں دیکھتے ہوئے خدا کی وحدانیت کے راز معلوم کرے۔



۷۵۱۔ حضرت بکر بن عبداللہ المزنیؓ کہتے ہیں کہ ایک قصاب اپنے پڑوسی کی کنیز پر دل و جان سے فدا تھا۔ ایک دن پڑوسیوں نے کنیز کو کسی کام سے کھیتوں میں بھیجا۔ وہ عاشق زار بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو گیا اور کھیت میں جا کر اس سے لپٹ گیا۔ وہ کہنے لگی۔ اے جوانمرد! میں تجھ پر تجھ سے بھی زیادہ مرتی ہوں لیکن اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہوں۔

وہ بولا۔ اگر تو ڈرتی ہے تو میں کیوں نہ ڈروں؟

یہ کہہ کر توبہ کر لی اور اسے چھوڑ کر واپس چل دیا۔ راستہ چلتے چلتے اسے پیاس نے ستانا شروع کیا اور پیاس اس قدر غالب ہو گئی کہ اس کے ہلاک ہونے کا خطرہ تھا۔ عین اس وقت ایک شخص جو پیغمبر وقت کا قاصد تھا اور کسی کام سے کہیں جا رہا تھا۔ اس قصاب سے ملا اور کہا کہ تجھ پر کیا آفت ٹوٹ پڑی ہے جو اس طرح نڈھال ہوا جا رہا ہے۔

قصاب نے جواب دیا کہ پیاس کے مارے میرا برا حال ہوا جا رہا ہے۔ اس قاصد نے کہا کہ آؤ ہم دونوں مل کر دعا کریں کہ جب تک ہم شہر میں نہ پہنچ جائیں بادل ہم پر سایہ کیسے رہیں۔

قصاب نے کہا۔ میری دعا کیا قبول ہوگی۔ میں نے تو کبھی بھول کر بھی عبادت نہیں کی۔ ہاں البتہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ تم دعا مانگو اور میں آمین آمین کہتا جاؤں گا۔ قصہ کوتاہ قاصد نے دعا کہنی شروع کی اور قصاب آمین کہتا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بدلی سی آسمان پر نمودار ہو گئی اور اس کا سایہ ان کے عین اوپر پڑنے لگا اور وہ اس کے نیچے نیچے چلتے گئے۔ آخر وہاں تک پہنچ گئے جہاں سے ان کے راستے الگ ہو جاتے تھے۔

قصاب کے سر پر توبادول نے بدستور سایہ کیے رکھا اور قاصد ہمارہ سورج کی نمازت



میں رہ گیا۔ تب اُس نے قصاب سے کہا کہ آتے جو عمرو! تو نے کہا تھا کہ میں عابد نہیں ہوں لیکن اب یہ راز کھلا کہ بادل تو تیرے لیے ہی چھایا تھا۔ اپنا اصل حال تو بیان کر دو۔ اس نے کہا۔ ”میں سوائے اس کے کچھ نہیں جانتا کہ ابھی تھوڑی دیر قبل میں نے توبہ کی تھی اور وہ بھی اس کنیز کی بات سن کر۔“

قاصد نے کہا۔ ہاں واقعی یہ معاملہ ایسا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو شرفِ قبولیت توبہ کرنے والے کو حاصل ہے وہ کسی اور شخص کو نہیں ہو سکتی۔



۷۵۲۔ جب شیخ جلال الدین تبریزی بدایوں میں پہنچے تو ایک دن گھر کی دہلیز پر بیٹھے تھے۔ ایک شخص وہی بیچنے والا سر پر وہی کاکوٹا رکھے دروازے کے سامنے سے گذر رہا تھا۔ یہ وہی بیچنے والا ڈاکوؤں کے ایک گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔

اس کی نظر شیخ جلال الدین کے چہرہ مبارک پر پڑی تو ایک ہی جھلک میں اس کا باطن فنا ہو گیا۔ جب شیخ نے اس کو تیز نگاہ سے دیکھا تو کہنے لگا۔ ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں ایسے صاحبِ کمال بھی ہیں۔“ اور پھر اسی وقت ایمان لے آیا۔

شیخ نے اس کا نام علی رکھا۔ مسلمان ہونے کے بعد وہ اپنے گھر گیا اور ایک لاکھ چیتل لے کر خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ نے قبول کر لیے اور فرمایا کہ ان چاندی کے سکوں کو اپنے پاس ہی رکھو۔ جہاں میں کہوں گا خرچ کرنا۔

القصد اس نے اس چاندی کی بخشش شروع کی اور کسی کو سو درہم دیتا تھا اور کسی کو پچاس، کسی کو زیادہ اور کسی کو کم اور جس کو تھوڑا دینے کا حکم ہوتا اس کو پانچ چیتل دیتا۔ شیخ کا کم سے کم صدقہ پانچ چیتل ہوتا تھا۔ تھوڑے عرصہ میں وہ سب چاندی ختم ہو گئی۔ صرف ایک چیتل باقی رہ گیا۔

علی کہتا ہے کہ میرے دل میں خیال آیا کہ اب میرے پاس ایک چیتل سے زیادہ نہیں۔ اور شیخ کی کم سے کم بخشش پانچ چیتل کی ہے۔ اگر وہ کسی کو کچھ بخشنے کا حکم دیں تو میں کیا کروں گا۔ اسی اندیشہ میں تھا کہ ایک سائل آیا اور سوال کیا۔ شیخ نے مجھ کو حکم دیا کہ ایک چیتل اس کو دے دو۔



۷۵۲۔ حضرت حماد بن ابی حنیفہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت واؤد طائی کے دروازے پر پہنچا۔ تو اندر سے آپ کی آواز سنائی دے رہی تھی اور آپ فرما رہے تھے کہ تو نے ایک بار گاجر کی فرمائش کی اور میں نے تجھے لا کر دے دی۔ اب تو ایسا ہی سر چڑھنے لگا کہ خرما کی فرمائش کر رہا ہے۔ لیکن یاد رکھ تو اسے ہرگز نہ پائے گا اور نہ ہی مزے لے لے کر کھا سکے گا۔ تو نے اپنے آپ کو سمجھا کیا ہے؟

میں جب اندر داخل ہوا تو وہاں آپ کے سوا کوئی نہ تھا اور آپ اپنے آپ سے مخاطب تھے۔ (یعنی اپنے نفس کو تنبیہ کر رہے تھے)



۷۵۳۔ حضرت ابن عمروؓ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک جوان نہایت حسین اور بہت اور مجاہدہ کرنے والا زاہد تھا، قبیلہ نضیح میں ایک قوم کے پڑوس میں آیا اور ان کی ایک لڑکی کو دیکھ کر عاشق ہو گیا۔ اور اس کی عقل زائل ہو گئی اور اس لڑکی کا بھی وہی حال ہوا جو اس کا تھا۔ اس جوان نے اس کے باپ سے رجوع کیا۔ اس نے کہا کہ اس کی منگنی تو اس کے چچا زاد بھائی سے ہو چکی ہے۔

ان دونوں کو بوجہ عشق سخت تکلیف ہوئی۔ لڑکی نے اس کے پاس قاصد بھیجا کہ میں نے تمہارے عشق کا حال اور مصیبت کی داستان سنی ہے۔ میں بھی تمہاری طرح محبت میں مبتلا ہوں۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس آ جاؤں یا تمہارے آنے کے اسباب بہم پہنچاؤں۔

اس نے قاصد سے کہا۔ "مجھے ان میں سے کوئی طریقہ پسند نہیں ہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ اگر اس کی نافرمانی کروں تو بڑے عذاب کا اندیشہ ہے۔ میں ایسی آگ سے ڈرتا ہوں کہ نہ اس کی تیزی کم ہوتی ہے، نہ اس کے شعلے بجھتے ہیں۔"

جب قاصد نے لوٹ کر یہ واقعہ اس لڑکی کو سنایا۔ سن کر کہنے لگی۔ "باوجود اس حسن کے وہ پدہیزگار بھی ہے۔ قسم ہے اللہ پاک کی خوفِ خدا سب بندوں کو یکساں ہونا چاہیے اسی وقت اس نے دنیا ترک کی اور سارے معاملات پس پشت ڈال دیے اور ٹاٹ کالباس پہن کر عبادت میں مصروف ہو گئی لیکن اس جوان کی محبت میں پھلتی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ اس کی محبت میں مر گئی۔"



وہ شخص اس کی قبر پر جایا کرتا تھا۔ ایک بار اُسے خواب میں دیکھا۔ وہ بہت اچھی حالت میں تھی۔ پوچھا: "تُو نے کیا کیا دیکھا اور تیرا کیا حال ہے۔" اُس نے یہ شعر سنایا۔  
(ترجمہ) ایسی نعمت اور عیش میں ہوں جس کو زوال ہی نہیں ہے۔ جنت ایسا ملک ہے جسے فنا نہیں ہے۔"

اس جوان نے کہا "مجھے وہاں یاد رکھ۔ میں بھی تجھے ابھی تک نہیں بھولا ہوں۔" کہنے لگی۔ "واللہ! میں بھی تجھے نہیں بھولتی ہوں۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے۔ تو محنت و اجتہاد کر کے میری مدد کر۔"

جب وہ اتنا کہنے کے بعد جانے لگی تو جوان نے کہا۔ "میں تجھے پھر کب دیکھوں گا۔" بولی "عنقریب تم میرے پاس آؤ گے۔"

اس خواب کے بعد وہ شخص صرف سات روز زندہ رہا۔



۷۵۵۔ ایک دیہاتی کابل سے حضرت شاہ نیاز احمدؒ سے بیعت کرنے کی غرض سے بریلی آیا۔ شہر سے باہر دریا کے کنارے اُس دیہاتی کی ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ باتوں باتوں میں اس دیہاتی نے اپنے آنے کی وجہ ظاہر کی۔

اس شخص نے یہ سن کر کہا کہ جس شخص کے پاس تم جاتے ہو، وہ نیاز احمدؒ میں ہی ہوں۔ وہ شخص وہیں بیعت سے مشرف ہوا۔ پھر اس شخص سے فرمایا کہ تم خانقاہ چلو، میں بھی وہیں آتا ہوں۔"

وہ شخص جب خانقاہ میں آیا تو دیکھا کہ حضرت شاہ نیازؒ کے موسم کی فاتحہ ہو رہی۔ اب اس شخص کو معلوم ہوا کہ آپ نے اسے وصال کے بعد بیعت کیا تھا۔



۷۵۶۔ ایک صوفی نے ایک راہب سے بخت کرتے ہوئے سوال کیا کہ تم آخر رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیوں نہیں لے آتے؟

وہ بولا۔ ہم اس لیے آپ کے رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان نہیں لاتے، کہ عیسیٰ علیہ السلام نے چالیس روز تک کچھ بھی نہیں کھایا تھا اور یہ ان کے سچا نبی ہونے

جب کہ تمہارے پیغمبر نے ایسا کبھی نہیں کیا۔"



اس صاحبِ تصوف نے کہا۔ "میں اپنے عظیم پیامبر کا محض ایک عام امتی ہوں۔ اگر چالیس روز تک کچھ نہ کھاؤں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے۔"  
اس نے کہا۔ "ہاں لے آؤں گا۔"

وہ صوفی چالیس چھوڑ چھوڑ پچاس دن تک بغیر کچھ کھائے وہیں بیٹھے رہے اور کہا۔ "اگر چاہو تو اور بھی صبر کر کے دکھاؤں۔"  
وہ بولا۔ "ہاں دکھاؤ تو بھلا؟"

چنانچہ وہ ساٹھ روز تک بیٹھے رہے اور کچھ بھی نہ کھایا۔ آخر وہ رات بے ایمان آیا۔



۷۵۷۔ حضرت اصفیٰ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں جامع مسجد بصرہ سے آ رہا تھا۔ میں بعض گلیوں ہی میں تھا کہ ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی۔ جو نہایت ڈبلا پتلا تھا اور اپنی اونٹنی پر سوار تھا۔ اس کے گلے میں تلوار پڑی ہوئی تھی اور ہاتھ میں کمان تھی۔ قریب آ کر مجھے سلام کیا اور کہا۔ "تم کن لوگوں میں سے ہو؟"  
میں نے کہا۔ "قبیلہ اصف سے۔"  
وہ بولا۔ "اصمعی تم ہی ہو۔"

میں نے کہا۔ "ہاں۔"  
پھر اس نے پوچھا۔ "کہاں سے آرہے ہو؟"  
میں نے جواب دیا۔ "ایسی جگہ سے آ رہا ہوں جہاں اللہ کا کلام پڑھا جا رہا تھا۔"  
کہا۔ "رحمن کا بھی کوئی کلام ہے جسے آدمی پڑھتے ہیں۔"  
میں نے کہا۔ "ہاں۔"  
کہنے لگا۔ "کچھ مجھے بھی پڑھ کر سناوے۔"  
میں نے کہا۔ "سواری سے اتر جا۔"

وہ سواری سے اتر گیا۔ میں نے سورہ والذاریات شروع کی۔ حتیٰ کہ اس آیت پر پہنچا۔  
یعنی "تمہارا رزق جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آسمان پر ہے۔"  
وہ سن کر بولا۔ "اے اصفیٰ! کیا یہ کلام اللہ عز و جل کا ہے۔"  
میں نے کہا۔ "قسم ہے اس کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی کر کے بھیجا۔ یہ کلام



اسی کا ہے جسے اس نے اپنے نبی پر نازل فرمایا۔ پھر کہا۔ "بس کرو۔" پھر کھڑے ہو کر اپنی سواری کے اونٹ کو زبح کیا اور کھال سمیت اس کے ٹکڑے کئے۔ اور کہا کہ اس کی تقسیم میں میری بدو کرو۔ ہم نے آنے جانے والوں پر تقسیم کر دیا۔ پھر تلوار اور کمان کے ٹکڑے کیئے اور ریت میں دبا کر جنگل کی جانب روانہ ہوا اور کتا جاتا تھا۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝

میں نے اپنے آپ پر ملامت کی کہ جس کلام سے یہ شخص بیدار ہو گیا تو اس سے کیوں نہیں بیدار ہوتا۔

جب میں ہارون الرشید کے ساتھ حج کے لیے گیا اور میں طواف کر رہا تھا کہ مجھے کسی نے نرم آواز سے بلایا۔ میں نے پیٹھ پھیر کر دیکھا تو وہی اعرابی تھا جو بالکل لاغر اور زرو ہو گیا تھا۔ اس نے سلام کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مقام ابراہیم کے پیچھے مجھے بٹھایا اور کہا "کچھ کلام اللہ پڑھ کر سناوے۔"

میں نے پھر پہلے والی سورت سنائی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ یعنی تمہارا رزق جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آسمان پر ہے۔ سن کر اعرابی نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ ہم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا۔ پھر کہا۔ "اور بھی کچھ ہے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں، آگے فرماتے ہیں۔"

(ترجمہ آیت) قسم ہے پروردگارِ آسمان و زمین کی کہ یہ ایسا سچ ہے جیسا کہ تم آپس میں گفت گو کرتے ہو۔

یہ سنتے ہی اس اعرابی نے ایک چیخ ماری اور کہا۔ "سبحان اللہ۔ اللہ جبل جلالہ کو کس نے غصہ دلایا۔ حتیٰ کہ قسم فرمائی۔ کیا اس کی لوگوں نے تصدیق نہ کی اور اسے قسم کھانے پر مجبور کیا۔" تین بار یہی بات مکرر کہتا رہا۔ اسی تکرار میں اس کی رُوح قفسِ عنصری سے بہاؤ کر گئی۔



۷۵۸۔ ایک شخص کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی مفلسی و بے زاری کا رونا رونے لگا۔ بزرگ نے پوچھا۔ کیا تجھے منظور ہے کہ تیری آنکھ پھوٹ جائے اور تجھے دس ہزار



درہم مل جائیں ؟

اُس نے جواب دیا - " نہیں "۔

بزرگ نے کہا - " اگر تیرے کان ہاتھ اور پاؤں میں سے ہر ایک کے عوض تجھے

دس دس ہزار درہم مل جائیں تو . . . . . ؟ "

اُس نے کہا - " نہیں ، یہ بھی مجھے منظور نہیں ۔ "

بزرگ نے کہا - " اچھا چلو، اپنی عقل کے بدلے میں دس ہزار درہم لے لو ۔ "

اُس نے کہا - " نہیں ، یوں بھی نہیں ۔ "

تب اس بزرگ نے کہا - کہ سچا اس ہزار درہم کا مال تو یہی تیرے پاس موجود ہے ، پھر

مفلسی کی شکایت کیسی ؟ اور یہ تو یہ اگر لوگوں سے کہا جائے کہ وہ اپنا حال ایک دوسرے

سے بدل لیں تو بہت بھاری تعداد ان لوگوں کی نکلے گی جو اس پر مرزا مند ہونے سے انکار کر

دیں اور ہرگز اس پر آمادگی ظاہر نہ کریں - پس جب حق تعالیٰ نے اسے وہ کچھ عنایت نہیں

کیا تو یقیناً اسے حق تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے ۔



۷۵۹ - حضرت حسن بصری سے لوگوں نے پوچھا ، ان لوگوں کی مجلس کے بارے میں آپ کی کیا

دائے ہے ؟ جو ہمیں ڈرا ڈرا کر ہمارے دل کے ٹکڑے کیے دیتے ہیں ؟

آپ نے فرمایا - " ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا جو تمہیں آج ڈرا کر کل کے خوف سے

نجات دلا دیں ، ان لوگوں کی صحبت سے بدرجہا بہتر ہے جو آج تمہیں بے خوفی کا سکون

بہم پہنچا کر کل قیامت کے دن دروناک خوف میں مبتلا کر دیں ۔ "



۷۶۰ - حضرت عطا سلمیٰ اہل خوف میں سے تھے - پورے چالیس برس تک تہقہم لگانا تو در

کنار کبھی تبسم تک نہ فرمایا - اور نہ کبھی آسمان کی طرف دیکھا - اور جب ایک مرتبہ آسمان

پر نگاہ جا پڑی تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور اس کے بعد عادت ہو گئی کہ ہر رات کو

کئی مرتبہ اپنے آپ کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا کرتے کہ کہیں کوئی حصّہ مسخ تو نہیں ہو گیا -

اگر لوگوں پر قحط یا زلزلہ جیسی کوئی مصیبت نازل ہو جاتی تو آپ فرمایا کرتے -

" یہ سب میری شامت اعمال اور بدبختی کا وبال ہے جو زمانے پر ٹوٹ پڑا ہے اگر



میں نہ رہوں تو لوگوں کو آفت و بلا سے رہائی مل جائے۔



۷۶۱۔ حضرت مسور بن محزمہؓ میں قرآن سننے کی تاب نہ تھی۔ ایک دن کسی اجنبی نے جیسے ان

کی اس بات کا علم نہ تھا۔ ان کے سامنے یہ آیت پڑھ دی۔

(ترجمہ آیت) جس روز ہم متقیوں کو رحمن کے دارالنعیم کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں

گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف ہانکیں گے۔

تو بے اختیار ہو کر کہنے لگے کہ میں کہاں کا متقی ہوں۔ میں تو مجرموں میں سے ہوں۔ اور

کہا۔ ذرا ایک بار پھر سے تو دوہراؤ۔

اجنبی نے دوبارہ جب یہ آیت پڑھی تو آپ نے ایک نعرہ ملا اور جان جان آفریں کے

سپر دکردی۔



۷۶۲۔ ایک بار ایک بڑھیا گنگا تری حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے پاس حاضر ہوئی۔ اس

بے چاری کا بیٹا گم ہوئے ہیں سال ہو چکے تھے۔ رات بکرتے تک آنکھیں تھک گئی تھیں۔

عرض کی کہ اگر میرا بیٹا مل جائے تو بڑھاپے کا سہارا بن سکتا ہے۔ میری مدد فرمائیے۔

حضرت بابا اس کی فریاد سے بڑے متاثر ہوئے اور کچھ دیر مراقبہ کے بعد فرمایا۔ جاؤ

تمہارا بیٹا گھر آ گیا ہے۔

آپ کا ارشاد سن کر بڑھیا گھر چلی گئی۔ دروازے پر قدم رکھتے ہی بیٹا نظر آیا پتھر مار

کر گلے لگا لیا اور بلا میں لینے لگی۔ حال پوچھا تو بیٹے نے بتایا کہ میں ایک ویرانے میں

حیران و پریشان کھڑا تھا۔ راستہ گم تھا اور نجات کی کوئی صورت دکھائی نہ دیتی تھی! چاک

ایک مسلمان بزرگ ظاہر ہوئے اور میرا حال پوچھا۔ جب میں نے عرض کیا کہ میں اب اپنے

گھر جانا چاہتا ہوں تو آپ نے آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا۔ ادھر میں نے آنکھیں بند کیں

اور جب دوبارہ کھولیں تو اپنے آپ کو گھر کی دہلیز پہ پایا۔

بڑھیا نے بزرگ کا حلیہ پوچھا تو بیٹے نے وہی حلیہ بتایا جو حضرت بابا جی کا تھا۔ فوراً

اپنے بیٹے کو لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور اسلام قبول کر لیا۔





۷۶۳ - ایک دفعہ خشک میوؤں کا ایک تاجر اپنا سامان لے قندھار سے دہلی جا رہا تھا۔ وہ اجودھن (پاک پتن) کے پاس سے گذرا، تو حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے اس سے پوچھا۔  
"میاں! کیا لے جا رہے ہو؟"

سو داگر نے ازراہ مذاق جواب دیا کہ پتھر ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ "بھئی، یوں ہی سہی۔"

کچھ دور جا کر سو داگر کو معلوم ہوا کہ سارا میوہ پتھروں میں تبدیل ہو چکا ہے۔ وہ فوراً بھاگا اور آپ سے معافی کا خواست گارٹوا۔ اس نے بطور نمونہ پتھر میں تبدیل شدہ میوے بھی آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ کو رحم آگیا اور اس کو معاف فرما دیا۔ سو داگر نے واپس جا کر دیکھا تو اس کے میوے اپنی اصلی حالت پر آچکے تھے۔ پتھر کے وہ میوے آستانہ عالیہ میں اب بھی موجود ہیں۔



۷۶۴ - حضرت شیخ ابوالزبیر مالفیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک شب شیخ ابی محمد سید ابن علی الفخارؒ کے ساتھ تھا اور میں ادباً جب تک آپ تہجد کے لیے کھڑے نہیں ہو جاتے تھے۔ اپنا وظیفہ نہیں شروع کرتا تھا۔ چنانچہ اس رات آپ بیدار ہوئے اور وضو کیا۔ میں اپنے بستر پر پڑا جاگ رہا تھا۔ آپ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اپنے وظیفہ میں تلاوت قرآن کرنے لگے۔

میں نے دیکھا کہ دیوار شق ہوئی اور اس میں سے ایک شخص نکلا جس کے ہاتھ میں ایک سفیدی تھی جتنی جس کے اندر شہد تھا۔ اور جب آپ قرآن پڑھنے کے لیے منہ کھولتے تھے تو وہ شخص آپ کو چٹاتا تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہوا اور اپنا وظیفہ چھوڑ کر اسی کے دیکھنے میں مشغول ہو گیا۔ صبح کو میں نے آپ سے اپنا دیکھا ہوا قصہ بیان کیا۔ تو شیخ کے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا۔ "اے ابوسلیمان! یہ قرآن کی لطافت ہے۔"



۷۶۵ - حضرت بکر بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ہمیشہ بادشاہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ اور ہر روز اس کے سامنے کھڑے ہو کر یہی الفاظ دوہراتا کہ نیکوں کے ساتھ نیکی کرتے رہو اور بدوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، کہ ان کی بدکرداری بجائے خود ان کے لیے کافی



ہے اور اس کی اسی بات نے اسے بادشاہ کا منظورِ نظر بنا رکھا تھا۔  
 ایک حاسد کی رگِ حسد جو پھڑکی تو اس نے بادشاہ کے کان میں یہ پھونک دیا کہ حضور!  
 والا! آپ کا وہ منظورِ نظر کہا کرتا ہے کہ بادشاہ کے منہ سے بدبو آتی ہے۔  
 بادشاہ نے کہا۔ ”تمہارے اس بیان کے صحیح ہونے کا کیا ثبوت ہے۔“  
 اس نے کہا کہ اب کے اسے اپنے ذرا قریب بٹھا کر دیکھ لیجئے تو ملاحظہ فرمائیے گا کہ وہ  
 اپنے ناک پر ہاتھ رکھے رہے گا تاکہ بدبو سے بچا رہے۔

بادشاہ کے کان بھرنے کے بعد وہ حاسد اس نیک آدمی کے پاس گیا اور اسے کھانا کھلایا۔  
 جس میں لہسن کی بو خاصی تیز تھی۔ اتنے میں بادشاہ نے اُسے بلوا بھیجا۔

اس مرد نیک نے اس خیال سے کہ لہسن کی بو بادشاہ تک نہ پہنچے، واقعی اپنے منہ پر ہاتھ  
 رکھ لیا۔ تب تو بادشاہ کو اس حاسد کی بات کا پورا یقین ہو گیا۔

اس بادشاہ کی عادت تھی کہ اپنے ہاتھ سے خلعت و انعام کا فرمان تحریر کرنے کے علاوہ کبھی  
 کچھ نہ لکھتا تھا لیکن اس روز انتہائی غصہ کے تحت اپنے ایک عامل کو لکھا، ”حامل فرمان  
 ہذا کا سر کاٹ کر اور اس کی کھال میں بھس بھرا کر میرے پاس بھیج دو۔“

یہ حکم لکھ کر اس پر مہر ثبت کر دی اور بند لفاہ اس مردِ خدا کے حوالے کر دیا۔ وہ بادشاہ  
 سے رخصت ہو کر دربار سے باہر آیا تو حاسد نے پوچھا کہ تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟  
 اس نے کہا کہ خلعت کا فرمان ہے۔

حاسد نے کہا۔ ”یہ مجھے دے دو کہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔“  
 اس نے وہ فرمان حاسد کے ہاتھ میں دے دیا۔ حاسد اُسے لیے ہوئے عامل کے پاس  
 پہنچا۔ اس نے پڑھنے کے بعد کہا۔ ”اس میں یہ حکم درج ہے کہ میں تمہارا سر قلم کر کے  
 تمہاری کھال میں بھس بھرا دوں۔“

حاسد نے کہا۔ ”یہ حکم کسی اور کے لیے ہے۔ تم بے شک بادشاہ سے دوبارہ معلوم  
 کروالو۔“

عامل نے کہا۔ ”شاہی فرمان کی مکرر تصدیق نہیں کروایا کرتے۔ یہ کہہ کر حاسد کا سر قلم کر  
 دیا۔ وہ مرد نیک دوسرے دن حسبِ معمول بادشاہ کی خدمت میں جا حاضر ہوا۔ اور  
 بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر وہی الفاظ پھر ایک مرتبہ دوہرائے۔



بادشاہ اسے صحیح سلامت دیکھ کر بے حد متعجب ہوا اور پوچھا کہ وہ خط کہاں گیا؟  
 اس نے جواب دیا۔ کہ فلاں شخص نے مجھ سے لے لیا تھا۔  
 بادشاہ نے کہا۔ یہ تو تم اسی شخص کا کہہ رہے ہو کہ جس نے مجھے بتایا تھا کہ تم میرے خلاف  
 یوں کہا کرتے ہو۔

وہ بولا۔ کہ میں نے کبھی ایسے الفاظ اپنے منہ سے نہیں نکالے۔  
 بادشاہ نے کہا۔ اگر تم نے نہیں کہے تھے تو پھر تمہیں اپنے منہ اور ناک پر ہاتھ رکھنے کی کیا  
 ضرورت تھی۔

اس نے کہا۔ اس لیے کہ اس حاسد نے مجھے کھانے میں اس قدر سن کھلا دیا تھا کہ خود میرے  
 منہ سے بدبو آرہی تھی اور میں نے احتیاطاً اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔  
 بادشاہ نے کہا کہ تو جو ہر روز کہا کرتا ہے کہ بدکردار کے لیے اس کی بدکرداری ہی کافی رہتی  
 ہے۔ آج واقعی دیکھ لیا کہ اس بدکردار کی بدی ہی اس کے سامنے آگئی۔



۷۶۶ - حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ ایک روز مجھے بدخوابی ہوئی۔ میں  
 اپنا وظیفہ پورا کرنے کے قصد سے کھڑا ہوا تو اس میں ہمیشہ کی طرح حلاوت نہ پائی۔ پھر  
 سونے کا قصد کیا، نیند نہ آئی۔ اُسٹھ بیٹھا تو بیٹھا بھی نہ گیا۔ دروازہ کھول کر باہر نکلا تو  
 کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ اپنی عبا میں لپٹے ہوئے راستہ میں پڑے ہیں۔  
 میری آہٹ سن کر انہوں نے سر اٹھایا اور کہا کہ اے ابوالقاسم! تھوڑی دیر کے لیے میرے  
 پاس آ جاؤ۔

میں نے کہا۔ جناب بغیر کسی اطلاع ہی کے۔  
 کہا۔ ہاں۔ میں نے اللہ محرک القلوب سے سوال کیا تھا کہ تمہارے قلب کو میری  
 جانب حرکت دے۔

میں نے کہا۔ یہ تو اللہ نے کیا لیکن آپ کو مجھ سے کیا کام ہے؟  
 بولا۔ نفس کی بیماری کسی وقت خود ہی علاج بن جاتی ہے۔  
 میں نے کہا۔ جب نفس اپنی خواہشات کی مخالفت کرنے لگتا ہے۔ تو اس کی بیماری  
 خود ہی دور ہو جاتی ہے۔



پھر انہوں نے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہا - "سُن میں نے سات مرتبہ تجھے یہی جواب دیا تھا اور تو نے نہ مانا اور جنیدؒ ہی سے سننے کا قصد کیا۔ اب تو تو نے اُن سے بھی سُن لیا۔" پھر وہ چلے گئے۔ میں نہ اُن سے واقف تھا، نہ میں نے اُنہیں پہچانا۔

Q

۷۶۷ - ایک روز آدھی رات گئے ایک مقام پر ستر آدمی جمع تھے۔ دورانِ گفت گو حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی کرامت کا تذکرہ ہوا۔

اُن میں سے ایک شخص بولا کہ ہم تو اُن کی کرامت کے جب قائل ہوں کہ وہ ہم ستر آدمیوں کو حسبِ خواہش کھانا کھلوائیں۔ یعنی جو کھانا ہم اپنے دل میں سوچیں وہی پائیں۔ سب نے کہا کہ بس اسی بات پر رہو اور چلو اُن کو آزمالو۔ وہاں سے اُٹھ کر وہ سب کے سب حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کو دیکھتے ہی فرمایا۔

واللہم یہدی من یشاء الی صراطٍ مستقیمہ پھر ان سب کو اپنے پاس بٹھا کر لُحْمُ اللِّیْلِ الرُّحْمٰنِ الرُّحْمِیْمِہٗ پڑھی اور اپنے دونوں دست مبارک آسمان کی جانب اٹھائے اور خداوند تعالیٰ سے رجوع کیا۔ اُسی وقت ایک نخوان کھانوں کا جس میں ستر قسم کے کھانے ہر ایک کی حسبِ خواہش موجود تھے غیب سے نمودار ہوا۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر ہر ایک دل و جان سے آپ کا مرید ہو گیا۔

O

۷۶۸ - ایک مرتبہ ایک شخص حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا مرید ہونے کے لیے دہلی سے پاک پٹن (اجودھن) روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک فاحشہ عورت سے ملاقات ہوئی تو اس کی نیت میں فتور آگیا لیکن آپ کی بصیرت نے اپنے ہونے والے مرید کو گناہ سے بچالیا۔ غیب سے اچانک ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اُس شخص کے منہ پر زلتے دار تھپڑ رسید کیا اور ساتھ ہی آواز آئی - "فرید کے مرید ہونے کی نیت ہے اور ارادہ گناہ کا کرتا ہے۔" جب وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا "دیکھو تمہیں اللہ تعالیٰ نے اُس روز کتنی بڑی مصیبت سے بچالیا۔"

O

۷۶۹ - حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ کوہ لبنان میں میری ملاقات ایک عورت سے ہوئی



جو پرانی مشک کی طرح سُکھی ہوئی اور قبر سے نکلی ہوئی دکھائی دی۔ وہ بڑی عبادت گزار عورت تھی۔ ویسی عورت میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔  
میں نے اس سے پوچھا۔ ”تمہارا وطن کون سا ہے؟“  
اس نے جواب دیا۔ ”میرا کوئی وطن نہیں ہے سوائے دوزخ کے مگر یہ کہ حق تعالیٰ عزیر وغفار میری مغفرت کرے۔“

میں نے کہا ”خدا تم پر رحم کرے مجھے کچھ پند و نصیحت کر دو۔“

اُس نے کہا۔ ”کتاب اللہ کو خوانِ نعمت بناؤ اور اس کے وعدے وعید کی صحبت اختیار کرو اور نیک ارادوں کے پورا کرنے کے لیے دامن اٹھا کر تیار ہو جاؤ اور بے ہودہ لوگوں کی جھوٹی اُمیدوں کو ترک کر دو جس کا کوئی وجود نہیں ہے اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ قسم ہے اللہ کی۔ اس منزل پر وہی پہنچتے ہیں جو اہل دل ہیں اور اس سے آگے وہی لوگ پہنچتے ہیں جو مجاہد ہیں۔ اے بھائی! اپنے نفس کے واسطے جو کچھ حاصل کرنا ممکن ہو حاصل کر لے، تو یہی مطلوب ہے عقلمند بن جا۔“  
میں نے کہا۔ ”میرے واسطے دعا کیجئے۔“

اس پر اس نے اللہ کی حمد اس طور سے کی کہ میں نے ایسی حمد پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔



۶۶۰۔ حضرت حاتم اَصْمُ فرماتے ہیں کہ خوب صورت مکان پر نہ اتراؤ کہ بہشت سے بڑھ کر کون سی جگہ خوب صورت ہو سکتی ہے لیکن آدم نے اس کا کیا دیکھا؟ اور کثرتِ عبادت پر بھی مت بھولو کہ ابلیس کی مثال تمہارے سامنے ہے کہ ہزاروں برس عبادت کی تھی جو ایک لمحہ میں اکارت ہو گئی اور بہت زیادہ عالم و فاضل ہونے پر بھی غرانے کی ضرورت نہیں کہ بلغم باعور علم میں اس درجہ تک پہنچ گیا تھا کہ حق تعالیٰ کا اسمِ اعظم تک اس کے علم میں تھا اور اس کی جو حالت ہوئی تھی اس کا ذکر قرآن پاک میں یوں کیا گیا ہے۔  
”اس کی حالت کتنے کی سی ہو گئی۔ اگر تو اس پر حملہ کرے تو بھی ہانپے اور اگر اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔“

اور نیک لوگوں کے دیدار و زیارت پر بھی بھول بیٹھنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ حضور پاک کے کتنے ہی عزیزوں اور رشتہ داروں تک نے آپ کو بار بار دیکھا لیکن ایمان سے بے نصیب



۷۷۱۔ حضرت احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دعا کی کہ بارِ خدایا! خوف کا ایک دروازہ مجھ پر کھول دے۔ میری دعا تو قبول ہو گئی لیکن پھر میں ڈرا کہ کہیں میری عقل ہی نہ حجاب دے۔ پس دعا کی کہ بارِ خدایا! اس دروازے کو میری تاب و طاقت کے مطابق ہی کشادہ کیجیو۔ تب کہیں جا کر میرے دل کو سکون ہوا۔

۷۷۲۔ حضرت بشر حافیؒ سے ایک شخص نے درخواست کی کہ میرے حق میں دعا فرمائیے کیوں کہ میں عیالدار ہوں اور مفلس و نادار ہوں۔  
 آپ نے فرمایا۔ "اے شخص! جب تیرے بیوی بچے کہیں کہ روٹی نہیں ہے اور گھر میں اٹھا بھی نہیں ہے اور تو خود کو اس کے فراہم کرنے میں عاجز پائے اور شدتِ اندوہ سے بے چارگی کے بادل تیرے دل پر چھا جائیں تو اللہ اس وقت میرے حق میں دعا کیجیو کہ اس وقت تیری دعا میری دعا سے بدرجہا افضل ہوگی۔"

۷۷۳۔ حضرت فتح موصلیؒ کے پاس ایک شخص پچاس ہزار درہم لے کر حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا۔ "از روئے حدیث جس شخص کو بلا سوال کچھ دیا جائے اور وہ اسے رد کر دے تو گویا اس نے خدا کے دین کو رد کیا۔"  
 یہ کہہ کر ایک درہم اٹھا لیا اور باقی واپس کر دیے۔

۷۷۴۔ جب حضرت منصور حلاجؒ کو سوئی کے نیچے لے گئے تو آپ نے باب الطاق سے سوئی کو بوسہ دیا اور سیڑھی کے پائے پر قدم رکھا۔  
 لوگوں نے پوچھا۔ کیا حال ہے؟  
 آپ نے فرمایا۔ "مردوں کی معراج سردار ہے۔"  
 اس وقت آپ ایک چادر کمر پر باندھے ہوئے تھے اور دوسری کندھے پر پڑی تھی آپ نے ہاتھ اٹھائے اور قبلہ رو ہو کر مناجات کی اور فرمایا "جو کچھ چاہا پایا۔"



جب آپ کو سولی پر پڑھایا گیا تو آپ کے مریدوں نے پوچھا۔ ہم لوگ جو آپ کے مقررین ہیں اور وہ لوگ جو آپ کے منکرین اور آپ کو سولی پڑھا رہے ہیں۔ دونوں گروہوں کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تم کو ایک ثواب اور ان کو دوسرا ثواب ملے گا۔ چونکہ تم کو میرے ساتھ ایک نیک گمان ہے اور وہ لوگ توحید کی قوت اور شریعت کی سختی سے لرز رہے ہیں اور شریعت میں توحید اصل ہے اور حسن ظن فرع ہے۔

حضرت ابو بکر شبلیؓ آپ کے سامنے تشریف لائے اور فرمایا اَلْحَمْدُ لِنَهْكَ عَنِ الْعُلَمَاءِ اور پوچھا۔ حلاج! تصوف کیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ کمترین درجہ تصوف کا یہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔  
پوچھا۔ بلند ترین درجہ کون سا ہے۔

فرمایا۔ تیری وہاں تک رسائی نہیں ہے۔

پھر لوگوں نے آپ پر پتھر پھینکنے شروع کر دیئے۔ حضرت شبلیؓ نے بھی آپ کی طرف ایک چھوٹا سا ڈھیلا مارا جس پر منصور حلاجؒ نے آہ بھری۔

لوگوں نے پوچھا۔ آپ کے اتنے پتھر مارے گئے مگر آپ نے اُن تک نہ کی اور شبلی کے ایک چھوٹے سے ڈھیلے پر آپ آہ کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ وہ لوگ نہیں جانتے اس وجہ سے معذور ہیں اور شبلی جانتے ہیں اس لیے انہیں ڈھیلا نہیں پھینکنا چاہیے تھا۔

بعد ازاں دار کی سیڑھی پر آپ کے ہاتھ کاٹے گئے، تو آپ ہنسنے لگے۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ یہ ہنسنے کا کون سا موقع ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ ہاتھ کاٹنے آسان ہیں۔ ایسے مرد آئیں جو ہمارے صفات کے ہاتھوں کو کاٹیں جن سے ہمت کا تاج عرش کے سر سے اتارا ہے۔

اس کے بعد جب آپ کے دونوں پاؤں کاٹے تو آپ مسکرائے اور فرمایا۔ اگرچہ میں نے دنیا کا سفر ان پاؤں سے کیا ہے لیکن ان کے علاوہ دوسرے قدم بھی رکھتا ہوں۔ جو اب بھی دونوں جہاں کا سفر کر سکتے ہیں۔ اگر تم قدرت رکھتے ہو تو ان قدموں کو قطع کر کے دکھاؤ۔ پھر دونوں خون آلود ہاتھ منہ پر ملنے لگے یہاں تک کہ کلاسیاں اور چہرہ



خون سے لٹھڑ گیا۔

لوگوں نے پوچھا۔ "ایسا کیوں کرتے ہیں؟"

آپ نے جواب دیا "میرے جسم سے خون بہت نکل چکا ہے اور میرا خیال ہے کہ میرا چہرہ زرد ہو گیا ہوگا اور شاید تم یہ خیال کرو کہ یہ خوف کی وجہ سے زرد ہو گیا ہے۔ اس لیے منہ پر خون مل رہا ہوں تاکہ تمہاری نظروں میں سُرخ رونظر آؤں۔"

لوگوں نے پوچھا۔ "کلائیوں پر کیوں مل رہے ہیں؟"

آپ نے فرمایا۔ "وضو کر رہا ہوں۔ چونکہ منزلِ عشق میں ڈور کھت ایسی ہیں کہ ان کا وضو خون سے درست ہوتا ہے۔"

اس کے بعد جب آپ کی آنکھیں نکالی گئیں تو لوگوں میں ایک حشر برپا ہو گیا۔ پھر آپ کی زبان نکالنی چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ "ذرا ٹھہر جاؤ، میں ایک بات کہوں۔"

آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ "الہی! اتنا رنج یہ لوگ تیرے لیے مجھے دے رہے ہیں تو ان کو بد نصیب نہ کرنا اور فرمایا۔ "الحمد للہ! اگر میرے ہاتھ پاؤں کاٹے تو تیری راہ میں کاٹے اور اگر میرا تن سر سے جدا کر رہے ہیں تو دار کے سر پر تیرے جلال کے شاہدے میں کر رہے ہیں۔"

اس کے بعد آپ کے کان اور ناک کاٹے گئے۔ آپ کا آخری کلام یہ تھا۔ "یکتا کی دوستی یکتا کو یکتائی سے یکتا کر کے دیکھتی ہے۔"

اس کے بعد آپ کی زبان کاٹی گئی۔ عین مغرب کے وقت خلیفہ وقت مقتدر باللہ کا حکم آیا کہ اس کا سرتن سے جدا کر دو۔ جب سر کاٹا گیا تو آپ نے ایک تہقہ مارا اور جاں بحق ہو گئے۔ آپ کے ہر عضو سے انا الحق کا شور برپا ہو گیا۔ آپ کے تمام اعضاء کو کاٹ دیا گیا۔

دوسرے روز آپ کے تمام اعضاء کو اکٹھا کر کے جلا یا گیا اور خاک کو دجلہ میں بہا دیا گیا درویشانِ فنا فی اللہ کا حال ایسا ہی ہوتا ہے۔



۷۷۵ - ایک مرتبہ حضرت ابو عثمان حیرمی نے حضرت ابو عبد اللہ محمد بن فضل سے خط کے ذریعے دریافت کیا کہ شقاوت کی علامت کیا ہے۔



آپ نے جواب میں تحریر کیا۔ "تین چیزیں شقاوت کی علامت ہیں۔ اول علم بے عمل، دوم عمل بے اخلاص، سوم بزرگوں کی تعظیم سے محرومی۔"  
اس جواب کے بعد حضرت عثمان چیرٹی نے تحریر کیا کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو زندگی بھر آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتا رہتا۔



۷۷۶۔ حضرت ابو محمد الغنایڈی روزانہ صرف نصف مانگ (دو دمڑی) کھاتے تھے جس سے اپنی غذا فراہم کرتے۔ ایک دمڑی کی مٹھوسی خرید لیتے اور اس سے دو روٹیاں پکاتے ایک روٹی وہ خود کھاتے اور دوسری روٹی خیرات کر دیتے تھے۔  
شیخ عبداللہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اُن کی خدمت میں گیا۔ ان کے پاس صرف ایک کپڑا تھا، جس کو چوہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ میں نے کہا۔ کہ شیخ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا۔ "میں خود بھی چوہوں سے پریشان ہوں۔ رات کو یہ میرے سر اور منہ پر دوڑتے پھرتے ہیں۔"

میں نے کہا کہ رات کو آپ چراغ کیوں نہیں جلاتے۔ روشنی میں چوہے نہیں آئیں گے۔"

آپ نے فرمایا۔ "چالیس سال ہو گئے ہیں میں نے چراغ نہیں جلایا ہے۔ یعنی میں اس کے حساب سے ڈرتا ہوں کہ اس کے جلانے کے لیے کتنا کمانا چاہیے کیوں کہ ہر چیز کا حساب ہو گا۔"



۷۷۷۔ شیخ ذوالنون مصری کہتے ہیں کہ یہ ایک سیاہ فام (حبش لوندی رحمہا اللہ) لوندی تھی۔ میں نے دیکھا کہ لڑکے اس کو پتھر مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بے دینیہ کہتی ہے کہ "میں خدا کو دیکھتی ہوں۔"

میں اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ اس نے خود مجھ کو آواز دی۔ "اے ذوالنون!"

میں نے کہا "تم نے مجھ کو کیسے پہچان لیا؟"

وہ بولی۔ "اس کے دوستوں کی جانیں اُس کے سپاہی ہیں جو ایک دوسرے سے واقف ہیں۔"



میں نے کہا۔ یہ کیا بات ہے کہ جو بچے کہتے ہیں۔

اُس نے پوچھا۔ کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا۔ ”بچے یہ کہتے ہیں کہ تم کہتی ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتی ہوں۔“

فرمایا۔ ”وہ سچ کہتے ہیں۔ جب سے میں نے اس کو پہچان لیا ہے کبھی پردے میں نہیں ہوتی۔“



۷۷۸۔ جب کوئی بیمار ہوتا یا درو میں مبتلا ہو جاتا۔ تو شیخ خیرچہ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ وہ الحمد

للہ پڑھ کر دم کر دیتے۔ اسی وقت آرام آ جاتا۔

ایک دفعہ ایک عالم کے دانتوں میں شدید درد ہوا۔ وہ شیخ کی خدمت میں گئے۔ انہوں نے

حسب معمول الحمد للہ پڑھ کر دم کیا اور وہ اچھے ہو گئے۔

عالم نے درو سے آرام پا کر کہا کہ ”اے شیخ تم ”الحمد“ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ میں تم

کو صحیح کرا دیتا ہوں۔“

شیخ خیرچہ نے جواب دیا۔ اس کے بجائے تم اپنے دل کو صحیح اور درست کرو۔“



۷۷۹۔ شیخ نجیب الدین علی بزغش (سہروردی) فرماتے ہیں کہ ایک عورت قریہ گلپایگان سے شیراز

میں آئی۔ وہ اکثر ہمارے گھر آتی تھی۔ بہت بانہر خاتون (امراة فارسیہ رحمہا اللہ تعالیٰ)

تھیں۔ ایک بار چند دن تک ہمارے گھر میں مقیم رہیں۔ اس زمانے میں میرا ہاتھ تنگ

تھا اور اس پر یہ حال روشن تھا۔

گھر میں چند برتن تھے۔ جب کبھی اللہ تعالیٰ گھول، جو وغیرہ بھیج دیتا تھا تو وہ غلہ ان

برتنوں میں ڈال دیا جاتا تھا۔ آج کل وہ برتن خالی تھے۔ وہ صرف ڈھکے ہوئے تھے۔

تاکہ گرد و غبار سے پاک رہیں۔

اس خاتون نے سمجھا کہ شاید ان برتنوں میں غلہ ہے۔ کہا کہ آج کل جب کہ ہاتھ تنگ

ہے، ان برتنوں سے غلہ کیوں خرچ نہیں کرتے؟

میں نے کہا۔ ”وہ تو خالی ہیں۔“

وہ خاتون اٹھیں اور ان کے سر پوش اٹھا کر الگ رکھ دیئے اور کہا۔ ”یہ اس لیے اب

تنگ خالی ہیں کہ ان کا منہ بند تھا۔ جب ان کا منہ کھلا ہوگا تو اس منہ کی طرح ہوگا جو کھلا ہو



اور بھوکا ہوا اور پھر اس کو خداوند تعالیٰ غذا پہنچاتا ہے۔ چونکہ ان برتنوں کی غذا غلہ ہے۔ جب ان کے پیٹ خالی ہوں گے تو غلہ اور اناج سے بھر جائیں گے۔ جب اس خاتون نے یہ تصرف کیا تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس قدر گہیوں بھیجے کہ وہ تمام برتن بھر گئے۔ بے شک وہ خاتون اولیاء اللہ میں سے تھیں۔



۷۸۰۔ حضرت ذوالنون مصریٰ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے لوگوں نے ایک عابدہ کنیز (جاریہ مجہولہ) کی تعریف کی۔ میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک ویران دیر میں پڑی رہتی ہے۔ میں اس سے ملنے وہاں گیا تو دیکھا کہ ایک بہت لاغر و کمزور کنیز ہے جس کو رات دن کی بے خوابی نے ایسا کر دیا ہے۔

میں نے اس سے کہا۔ اے کنیز! تم اس دیر میں رہتی ہو۔

اس نے کہا۔ ”سر اٹھاؤ۔ کیا خداوند تعالیٰ کے سوا دونوں جہاں میں تم کو کچھ اور بھی نظر آرہا ہے۔“

میں نے کہا۔ ”نہیں۔“

پھر میں نے اس سے پوچھا۔ ”اس طرح تمہارے ہنسنے سے تم کو وحشت نہیں ہوتی۔“

اس نے کہا۔ ”جاؤ میرے پاس سے دور ہو جاؤ۔ تم کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو اپنی حکمت کے لطیفوں سے اور اپنی محبت سے اس قدر معمور کر دیا ہے اور اپنے دیدار کا اس قدر شوق مجھ کو دیا ہے کہ اپنے دل میں کوئی جگہ میں اس کے غیر کے لیے نہیں پاتی۔ (پھر تنہائی کیسی؟)

میں نے کہا۔ ”تم مجھے حکیمہ نظر آتی ہو، تم مجھے اس تنگی سے نکال دو اور سیدھا راستہ دکھا دو۔“

اس نے کہا کہ اے جوانمرد! تقویٰ کو اپنا زادراہ، زہد کو اپنا طریقہ اور پرہیزگاری کو اپنی سواری بنا لے اور خدا سے ڈرنے والوں کے راستہ پر چل، تاکہ تو ایسے دروازے پر پہنچ جائے کہ نہ وہاں کوئی حجاب ہوگا، نہ دربان۔ وہ اپنے عالموں سے مدد فرما دے گا کہ کسی کام میں تیری نافرمانی نہ کریں۔





۷۸۱۔ ایک دفعہ شیخ ابراہیم الخواص مسجد میں مصلتے پر تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے مٹھی بھر درہم آپ کے مصلتے پر رکھ دیئے۔ آپ فوراً مصلتے پر سے اٹھے اور اسے جھاڑ دیا۔ اور ان درہموں کو مٹی میں بلا دیا اور فرمایا۔ ”یہ مصلتے اس مال سے پہلے میرے پاس آیا ہے۔“

وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اُن جیسا معزز اور غیور کسی کو نہیں پایا کہ انہوں نے مال کو اس طرح ٹھکرا دیا اور اس وقت میں نے خود سے زیادہ ذلیل کسی کو نہیں پایا کہ میں ان درہموں کو مٹی سے چُن چُن کر اٹھا رہا تھا۔



۷۸۲۔ حضرت فعالنون مصریٰ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ کا طواف کر رہا تھا کہ اس اثنا میں ایک نور چمکا جس کی تابانی آسمان تک پہنچ رہی تھی۔ مجھے بہت ہی تعجب ہوا جب میں اپنا طواف پورا کر چکا تو میں دیوارِ کعبہ سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گیا اور اس نور کے بارے میں سوچتا رہا۔ یک بارگی ایک غمزہ آواز میرے کانوں میں پہنچی۔ میں اس آواز کی طرف بڑھا۔ دیکھا تو ایک کنیز راحۃ مہولہ رحمہا اللہ ہے جو کعبہ کے پردوں سے لٹک رہی ہے اور کہتی ہے۔

”اے میرے حبیب تو جانتا ہے۔ تو خوب ہی واقف ہے کہ جسم کی لاغری اور یہ آنسوؤں دوپٹوں پوشیدہ طور پر فریاد کر رہے ہیں کہ میں نے محبت کو چھپایا اور یہاں تک چھپایا کہ چھپانے سے میرا سینہ تنگ ہو گیا۔“

یہ سن کر میں ایک طرف کو ہو گیا اور اس کے درو سے خود رونے لگا۔

اس نے پھر کہا۔ ”الہی وسیدی و مولائی بحبک لی الاعفرتنی“  
یہ سن کر میں اس کے پاس گیا اور کہا۔ ”اے کنیز! تو نے یہ کہا کہ بحبک لی دجھے اس محبت کی قسم جو میرے ساتھ ہے (کیا یہ کافی نہیں تھا کہ تو یوں کہتی بحبک لی لا اس محبت کی قسم جو مجھے تیرے ساتھ ہے تجھے کیا معلوم ہے کہ وہ تجھ کو دوست رکھتا ہے۔“  
اُس نے کہا کہ خدا کے ایسے خاص بندے بھی ہیں جن کو وہ دوست رکھتا ہے پھر وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ کیا تم نے خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا۔ فَسَوْنِ يٰۤاٰتِي اللّٰهُ بِفَوْزٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَ، یعنی قریب ہے کہ خداوند تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا



جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اس کو دوست رکھتے ہیں (خداوند تعالیٰ کی جو محبت ان سے ہے وہ پہلے ہے اس محبت سے جو ان کو خداوند تعالیٰ سے ہے۔“  
 میں نے کہا۔ ”میں تم کو بہت ہی لاغر اور ضعیف دیکھ رہا ہوں، کیا تم بیمار ہو؟“  
 کنیز نے کہا۔ ”خدا کا محبت دنیا میں بیمار رہتا ہے اس کی بیماری طویل ہے۔ اس کا علاج اس کی بیماری کے سوا کچھ نہیں۔ ایسا ہی وہ شخص ہے جو اس کا محبت ہے کہ اس کے ذکر سے سرگرداں ہے یہاں تک کہ وہ اس کو دیکھ لے۔“  
 اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ معلوم نہیں کہ وہ کہاں چلی گئی۔



۷۸۳۔ ایک دن ایک درویش خواجہ عبدالخالق مجدوانی کے روبرو کہنے لگا کہ اگر خداوند تعالیٰ مجھے جہت یا دوزخ میں جانے کا مختار بنا دے تو میں دوزخ میں جانے کو پسند کروں گا۔ کیوں کہ میں نے تمام عمر اپنے نفس کی خواہش کی مخالفت کی ہے اور اس صورت میں یقیناً میرے نفس کی خواہش ہوگی کہ وہ بہشت میں جائے اور دوزخ میں جانا خداوند تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔

خواجہ نے اس درویش کی بات کو رد کیا اور فرمایا کہ بندے کو اپنے اختیار سے کیا کام وہ جہاں جانے کا حکم دے گا وہاں ہم جائیں گے اور جہاں فرمائے گا کہ یہاں رہو وہاں رہیں گے۔ یہ نہیں جو تم کہتے ہو۔“

اس درویش نے کہا کہ شیطان کو سالک پر کچھ قابو ہے یا نہیں۔“

خواجہ نے جواب دیا۔ ”اسے سالک پر اس کو قابو ہے جو فنا کے نفس کی حد تک نہ پہنچا ہو۔ جب ایسے سالک کو غصہ آتا ہے تو شیطان اس پر قابو پالیتا ہے لیکن ایسا سالک جو فنا کے نفس کی حد تک پہنچ گیا ہے، شیطان سے مغلوب نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ ایسے سالک کو غصہ نہیں آتا بلکہ اس کو غیرت ہوتی ہے اور جہاں غیرت ہوتی ہے وہاں سے شیطان بھاگتا ہے اور یہ وصف ایسے شخص کے لیے مستم ہے جو خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اس کے دائیں ہاتھ میں کتاب الہی ہوتی ہے اور بائیں ہاتھ میں وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لیے ہوتا ہے اور ان دونوں روشنیوں میں وہ راستہ طے کرتا ہے۔“





۷۸۲ - حضرت بی بی امّ محمد رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی کی پھوپھی ہیں بہت نیک بخت خاتون تھیں۔

ایک بار گیلان میں سخت قحط پڑا۔ لوگ نماز استسقا پڑھنے کیلئے میدان میں گئے۔ نماز استسقا پڑھی مگر بارش نہ ہوئی۔ تب تمام لوگ امّ محمد کے مکان پر گئے اور بارش کے لیے اُن سے دعا کے طالب ہوئے۔

وہ اس وقت مکان کے صحن میں جھاڑو دے رہی تھیں۔ انہوں نے کہا: "خداوند! میں نے جھاڑو دے دی ہے اب تو چھڑکاؤ کر دے۔" تھوڑی دیر گزری تھی کہ اس قدر بارش ہوئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ مشکوں کے دھانے کھول دیئے گئے ہیں۔



۷۸۵ - ایک روز بی بی فاطمہ نیشاپوری رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ذوالنون مصری کے پاس کچھ بھیجا۔ انہوں نے قبول نہیں کیا اور کہلا بھیجا: "عورتوں کا ہدیہ قبول کرنے میں ذلت اور نقصان ہے۔"

اس کے جواب میں فاطمہ نے کہا: "دنیا میں کوئی صوفی اس سے بہتر اور بزرگ تر نہیں جو سیدپ کو درمیان میں نہیں دیکھتا۔" اور ذوالنون مصری نے سیدپ کو درمیان میں دیکھا۔



۷۸۶ - ایک مرتبہ حضرت عبداللہ گارزونی سفر کے ارادے سے نیشاپور میں آئے۔ ایک دن وہ مسجد میں تھے کہ ایک بزرگ نے بڑے پر رعب انداز میں اُن سے کہا کہ کہاں جاتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ سفر پر۔

پھر پوچھا: تمہارے پاس زادراہ بھی ہے؟  
بولے: "نہیں۔"

پیر مرد نے کہا: "پھر کیسے سفر کرو گے؟"

انہوں نے جواب دیا: "جہاں ضرورت پڑے گی وہاں مانگ لوں گا۔"

پیر مرد نے فرمایا: "تم کو اُن دو ہستیوں میں سے کون زیادہ پسند ہے۔ وہ جو تم کو کچھ



یا وہ جو کچھ بھی نہ دے؛

انہوں نے جواب دیا، میں اس کو دوست سمجھوں گا جو مجھے کچھ دے۔

پیر مرد نے کہا۔ "ابھی تم خام ہو۔ دوست اس کو سمجھنا چاہیے جو کچھ نہ دے۔ اس لیے کہ جو کوئی تم کو کچھ دیتا ہے تو وہ تم کو خدا سے ہٹا کر اپنی طرف بلاتا ہے (اس سے تمہارا دل اس کا گرویدہ ہو جائے گا) اور جو شخص تم کو کچھ نہیں دیتا، وہ تم کو خدا کی طرف بھیج رہا ہے۔ پس اسی کو دوست سمجھنا چاہیے۔ جو خدا کی طرف بھیجے کہ وہ تم کو خدا کا راستہ دکھا رہا ہے۔"

اس کے بعد شیخ کارزونی فرماتے ہیں کہ میں سفر کے ارادے سے باز رہا۔ تاکہ میں اپنے اس معاملہ کو پہلے درست کر لوں۔

چنانچہ وہ آگے نہ بڑھے اور پھر باقی زندگی جس طرح بھی گزری وہیں گزار دی۔

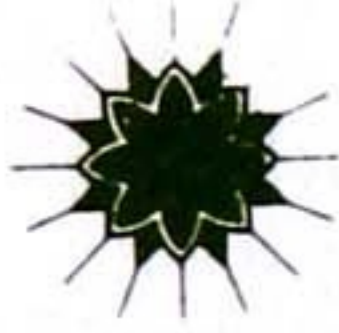




بزرگانِ دین  
کے

۷۷۷

اقوال و ارشادات





فصل اول  
در بیان کلیات

در بیان کلیات



## بزرگان دین کے

# ۷۸۶ اقوال و ارشادات

۱- سر بلندی عاجزی میں ہے - سرداری سچائی میں ہے - فخر فقر میں ہے - نسبت پر ہمیزگاری میں ہے - بزرگی قناعت میں ہے - استغنا توکل میں ہے - حضرت اولیں قرنیؓ

۲- جو شخص محبت کا دعویٰ کرے اور محبت کی محبت کے علاوہ کسی دوسری چیز کی طرف دھیان کرے تو وہ محبوب کا مذاق اڑاتا ہے - حضرت ابو بکر شبلیؓ

۳- عارف کی نشانی یہ ہے - وہ تفکر کرے اور ہر شے سے عبرت کا سبق سیکھے اور خداوند کریم کی صفت و ثنا کرتا رہے - حضرت ابراہیم ادہمؓ

۴- عافیت تنہائی میں ہے اور سلامتی خاموشی میں - حضرت ابوالحسن خرقانیؓ

۵- فقر کی انتہا تصوف کی ابتداء ہے اور تصوف کے معنی یہ ہیں کہ حالت کو پنہاں رکھا جائے - حضرت ابوالعباس نہاوندیؓ

۶- تقویٰ یہ ہے کہ نہ آنکھوں سے دنیا کی طرف دیکھو اور نہ دل میں اس کے متعلق فکر کرو - حضرت احمد سرورؓ

۷- تمام برکات کی کلید مقام اولوت میں صبر ہے - اگر ارادت درست ہو گئی تو پہلی برکت کشادہ ہو گئی - حضرت ابو بکر وراقؓ

۸- زاہد کا ایشا بے نیازی کے وقت ظاہر ہوا کرتا ہے - جو ان مرد لوگوں کا ایشا حاجت کے وقت ظاہر ہوتا ہے - حضرت عبداللہ محمد بن فضلؓ



۹۔ تین قسم کے لوگ کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔ ۱۔ نجیل ۲۔ کابل ۳۔ ملول

حضرت اسحاق ابراہیم بن شہریارہ گارونیؒ

۱۰۔ ایمان خاص ہے۔ اسلام عام۔

۱۱۔ جو اپنے کام خدا کے سوا کسی اور سے طلب کرتا ہے وہ ہمیشہ نامراد رہے گا۔

حضرت ابو یعقوب بن اسحاق النہر جو

۱۲۔ جس کی امیری مال سے ہے وہ ہمیشہ مفلس رہے گا۔

۱۳۔ جو چیز بندے کو آخرت سے باز رکھنے والی ہے وہ دنیا ہے۔ حضرت ابن عطاءؒ

۱۴۔ زاہد وہ ہے جس کے نزدیک آدمیوں کی مدح یا ہجو یکساں ہو اور دنیا کو چشم زوال سے

دیکھے اور حقیر سمجھے۔ حضرت ابو عبد اللہ جبارؒ

۱۵۔ تصوف دنیا کی دشمنی اور مولا کی دوستی کا نام ہے۔ حضرت ابو الحسن نوریؒ

۱۶۔ گناہ کرنے سے تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا کہ کسی مسلمان بھائی کو ذلیل و خوار کرنے سے۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ

۱۷۔ سب سے افضل وہ وقت ہے جب کہ دل میں دوسو سوں کا گزرنے ہو۔

۱۸۔ دوستی وہ ہے جسے تو دل سے کرے نہ کہ زبان سے۔ جن چیزوں سے تجھے لگاؤ ہے ان سے

اپنا معاملہ ترک کر دے اس وقت تو عرس کے گرواگرہ و طواف کرنے لگے گا۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

۱۹۔ بدن کی سلامتی کم کھانے میں، روح کی سلامتی ترک گناہ میں اور دین کی سلامتی حضرت خیر

الانام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ہے۔ حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ

۲۰۔ ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جہاں اللہ کی ذات نہیں۔ مرد کو چاہیے کہ نصیب دنیا و آخرت سے

باہر آئے اور نفسانی لذتوں کو چھوڑے پھر جہاں کہیں ہوگا اس کے ساتھ ہوگا اور جہاں

جائے گا اس کا سامنا ہوگا اور جو کچھ کہے گا اس کی زبان سے کہے گا اور جو کچھ ڈھونڈے گا

اس سے ڈھونڈے گا۔ خبر وار! یہ نہ سمجھو کہ حق تعالیٰ تجھ سے دور ہے بلکہ تو اس سے دور

ہے۔ جب تو اپنی خودی کے بغیر اپنے آپ میں محو ہو گیا۔ پھر تجھ پر وہ دروازہ کھل جائے گا۔

حضرت حمید الدین ناگوریؒ

جو کسی پر نہیں کھد

۲۱۔ اس سے رزق شخص ہے جو کھانے میں درپنتے میں مشغول رہے۔

حضرت فرید الدین گنج شکرؒ



- ۲۲ - سماع ایک موزوں آواز ہے۔ وہ کیوں کر حرام ہو سکتا ہے لیکن سماع مزامیر حرام ہے۔  
حضرت نظام الدین اولیاءؒ
- ۲۳ - کوئی سانس ذکر کے بغیر باہر نہ نکلنا چاہیے کیوں کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کوئی ذکر کے بغیر سانس لیتا ہے وہ اپنا حال ضائع کرتا ہے۔ ذکر کے وقت وسوسہ اور حدیثِ نفس سے گریز کرنا چاہیے۔  
حضرت صد الدینؒ
- ۲۴ - دولت کو ایک نذاب جان اور اس کو اہلِ فاقہ لوگوں کو دے دے اور تصدق کر۔  
کیوں کہ آخر قبر میں کیڑے کھائیں گے اور اگر تونے یہ بخشش میں دے دی تو وہ تیرے دوست دار رہیں گے۔  
حضرت علی ہجویری گنج بخشؒ
- ۲۵ - جس نے شہوت پرستی کی وہ کبھی فلاح نہیں پاتا۔  
حضرت جلال الدین تبریزیؒ
- ۲۶ - اگر زندگی ہے تو علم میں ہے۔ اگر راحت ہے تو معرفت میں ہے۔ اگر شوق ہے۔ تو محبت میں ہے۔ اگر ذوق ہے تو ذکر میں ہے۔  
حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ
- ۲۷ - صحتِ ایمانی کی نشانی یہ ہے کہ نیکی سے خوشی حاصل ہو اور بدی بُری معلوم ہو۔  
حضرت صدر الدینؒ
- ۲۸ - راہِ توحید جو مردوں کا دین ہے ایک دریائے محیط ہے۔ وہاں علم و عقل غرق ہیں۔ لکھنا کہاں، بات کرنا کہاں، جو کوئی اس دریا میں گرا گویا عالم حیرت میں ڈوب گیا۔  
حضرت شیخ شرف الدین احمد کبھی امیریؒ
- ۲۹ - اپنی طاقت میں رہ اور اپنے آپ کو سچاں۔ جب تو اپنے نفس کو سچاں لے گا تو عشق کو جان لے گا۔ جب عشق کو اپنے حُسن پر معائنہ کرے گا تو زبان کو گونگا پائے گا۔ عاشق ہو کر معشوق کو اپنے آغوش میں دیکھے گا اور حُسن کا معائنہ اپنے دل کے آئینہ میں کرے گا۔  
حضرت شرف الدین بوعلی قلندرؒ
- ۳۰ - جو شخص کہ طالبِ حق نہیں ہے۔ حقیقت میں وہ بطل ہے۔  
حضرت رکن الدین ابوالفتحؒ
- ۳۱ - پانچ چیزیں دل کی دُعا ہیں۔ اول پیٹ کو خالی رکھنا، دوم اہلِ اصلاح کی ہم نشینی، سوم تہجد کی نماز، چہارم گریہِ صباحی، پنجم تلاوتِ قرآنِ پاک۔  
حضرت احمد بن عاصم الانطاکیؒ



۳۲ - وہ شخص اندھا ہے جو اشیاء سے خدا کو پہچانتا ہے اور بینا وہ ہے جو خدا سے تمام کائنات کو سمجھتا ہے۔  
حضرت ابو حفص حدادؒ

۳۳ - تین چیزوں کو لوگ دوست رکھتے ہیں مگر وہ تینوں چیزیں ان کی نہیں۔

۱۔ نفس ، ۲۔ روح ، ۳۔ مال  
حضرت ابو تراب الحسنیؒ

۳۴ - خدا سے زیادہ نزدیک وہ ہے جس کا اخلاق زیادہ ہے۔  
حضرت احمد حضوریہؒ

۳۵ - اللہ نے خالقیت سے کام لے کر خلق کو پیدا کیا، تاکہ لوگ اس کو جانیں۔ رازقیت سے

سے رزق دیا تاکہ اس کو پہچانیں۔ موت دی تاکہ قرالہی کو سمجھیں، دوبارہ زندہ کیا، تاکہ

اس کی قدرت کو پہچانیں  
حضرت احمد عربؒ

۳۶ - جو شخص سیر ہو کر کھاتا ہے اس سے چھ باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

۱۔ عبادت میں مزا نہیں آتا۔ ۲۔ قوتِ حافظہ کمزور ہو جائے گی۔ ۳۔ خلقتِ پرفیقت

کرنے سے محروم ہو جائے گا۔ ۴۔ شہوتِ زیادہ ہوتی جائے گی۔ ۵۔ عبادت گراں گزرے

گی۔ ۶۔ بھوکا رہنا خداوند کریم کے نزدیک ایک خزانہ ہے جسے وہ اسی کو دیتا ہے

جو دوست ہو۔

جب آدمی سیر ہو جاتے ہیں تو تمام اعضاء شہوت کے بھوکے ہوتے ہیں۔ تو شہوت سیر

ہوتی ہے۔ یعنی جب تک پیٹ نہ بھرے گا۔ کسی شہوت کی آرزو نہ ہوگی۔

حضرت ابوسلیمان داؤدیؒ

۳۷ - یا تو تم اپنے آپ کو ایسا ظاہر کرو جیسے کہ تم ہو اور یا ایسے بن جاؤ جیسا کہ اپنے آپ کو

ظاہر کرتے ہو۔  
حضرت بایزید بسطامیؒ

۳۸ - دوزخ اس شخص کے لیے عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا اور خدا شناس لوگ دوزخ

کے لیے عذاب ہیں۔  
حضرت بایزید بسطامیؒ

۳۹ - حق تک پہنچنے کے لیے گونگے، بہرے اور اندھے بن جاؤ۔

۴۰ - اہل دنیا کو سلام کرو لیکن ان سے سلام کی توقع نہ رکھو۔  
حضرت بشر حافیؒ

۴۱ - بخیل کو دیکھنے سے دل سخت ہو جاتا ہے۔

۴۲ - اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طاقت نہیں۔ تو پھر گناہ بھی نہ کرو۔

۴۳ - خلق چار چیزوں کا نام ہے:-



۱۔ سخاوت ، ۲۔ الفت ، ۳۔ نصیحت ، ۴۔ شفقت حضرت جنید بغدادیؒ

۲۲۔ نیک عادت ، فاسق کی صحبت ، بد خو عالم کی صحبت سے اچھی ہے۔

۲۵۔ جو امر دی یہ ہے کہ اپنا بوجھ دوسرے پر نہ رکھو اور جو کچھ پاس ہو اس کو خرچ کرو۔

حضرت جنید بغدادیؒ

۲۶۔ جس میں کوئی نیک حاصلت دیکھو اس سے جدا نہ ہو۔ حضرت حمدون قصارؒ

۲۷۔ میں گنہگار کے سوا کسی کو نیک خود اور نجیل کے سوا کسی کو بد خو نہیں سمجھتا۔

حضرت حمدون قصارؒ

۲۸۔ تین وقت نفس کی حفاظت کرو۔ (۱) کام کے وقت اس بات کی کہ خدائے تم کو دیکھتا ہے

۲۔ بات کرو، تو سمجھو کہ خدا سنتا ہے۔ ۳۔ خاموش رہو، تو یاد رکھو خدا جانتا

ہے۔ حضرت حاتم اصمؒ

۲۹۔ جو عمل دنیا میں پھل نہ دے۔ اس کا حصہ عقبیٰ میں نہ ہوگا۔ حضرت سید جلال الدین بخاریؒ

۵۰۔ مومن پر واجب ہے کہ پہلے علم حاصل کرے۔ بعد اس کے عمل میں مشغول ہو۔

حضرت سید جلال الدین بخاریؒ

۵۱۔ جو شخص ریاضت و مجاہدہ نہ کرے اس کو دولتِ مشاہدہ نہیں حاصل ہو سکتی۔

حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ

۵۲۔ نفس پر جو کام دشوار ہو اس کو مزید اختیار کرے۔ اگر ذکر و مراقبہ سے کشادگی پیدا ہو، تو

اس کو زیادہ کرے۔ حضرت سید محمد گیسو درازؒ

۵۳۔ جو لوگ دنیا کی حقیقت سے آگاہ ہیں، وہ جانتے ہیں کہ دنیا طھول کا پول ہے۔ اور کچھ

نہیں۔ حضرت سید محمد گیسو درازؒ

۵۴۔ تین چیزیں اگر مل جائیں تو ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

۱۔ باوفا دوست ۲۔ باوفا امانت ۳۔ باوفا شفقت حضرت حارث محاسبیؒ

۵۵۔ جس میں مروت نہیں، اس کی عبادت بھی نہیں۔ حضرت داؤد طائیؒ

۵۶۔ بدترین حجاب نفس پرستی ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ

۵۷۔ صحت تھوڑا کھانے میں ہے اور روح کی صحت تھوڑا گناہ کرنے میں۔

۵۸۔ جو چیز حق تعالیٰ سے غافل کر دیتی ہے وہ دنیا ہے۔



۵۹ - جو گناہ شہوت کی وجہ سے ہوگا اس کی بخشش کی امید ہے لیکن جو گناہ غرور و تکبر کے باعث ہوگا۔ اس کی کوئی امید نہیں کہ بخشا جائے۔  
حضرت سری سقطیؒ

۶۰ - دنیا میں سب سے زیادہ طاقت ور وہ ہے جو اپنے غصے پر غالب آجائے۔

حضرت سری سقطیؒ

۶۱ - جب تک نفس مردہ نہ ہو دل زندہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ  
۶۲ - اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کر کے فرمایا۔ راز مجھ سے کہو۔ اگر راز نہ کہو تو مجھ پر نظر رکھو  
اگر یہ بھی نہ ہو تو جا جت مجھ سے طلب کرو۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ  
۶۳ - صدق کی تین علامتیں ہیں :-

۱ - دنیا کی قدر قطعی طور پر دل سے اٹھ جائے، سونا اور مٹی یکساں نظر آئے۔ جب زر و  
سیم ہاتھ میں آئے، تو اس طرح جھاڑو جیسے خاک کو جھاڑ دیا جاتا ہے۔

۲ - خلقت کی تعریف اور مروت تمہاری نظروں میں یکساں ہو۔

۳ - شہوت کا پورا کرنا دل سے اس طرح گزر جائے جیسے کہ اہل دنیا شہوت پوری کرنے کے  
بعد خوش ہوتے ہیں۔  
حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ

۶۴ - جھوٹ، غیبت اور خیانت سے بچو اور جو چاہے کام کرو۔

۶۵ - صفائی قلب جو روحانی ترقی کے لیے از بس ضروری ہے۔ بغیر اتباع شریعت کے حاصل  
نہیں ہوتی۔  
حضرت سلیمان تونسویؒ

۶۶ - خواہشاتِ نفس کی دو قسمیں ہیں :

۱ - لذت اور شہوت ۲ - جاہ طلبی

اول الذکر کے فتنہ سے خلق محفوظ رہتی ہے لیکن موخر الذکر سے خلق کے درمیان فتنہ  
ہوتا ہے۔ خصوصاً جب یہ جاہ طلبی خائفا ہوں میں ہو۔

حضرت ابوالحسن علی ہجویری داتا گنج بخشؒ

۶۷ - وہ شخص سب سے بڑا فاسق و فاجر ہے۔ جو چھوٹے بڑے سبھی گناہ کیے چلا جاتا ہے۔ مگر  
کہتا جاتا ہے کہ کوئی خطرے کی بات نہیں۔ وہ بخشنہا سب کے گناہ بخشنے والا ہے۔  
میرے لیے کوئی کھٹکا نہیں۔  
حضرت حسن بصریؒ

۶۸ - بادشاہوں سے میل جول نہ بڑھاؤ، نہ ان کی عنایات پر بھروسہ کرو۔ کیوں کہ انہیں آنکھ



بدلتے دیر نہیں لگتی۔ کسی نامحرم عورت کے ساتھ خلوت میں نہ بیٹھو۔ چاہے تم اسے قرآن حکیم ہی کی تعلیم کیوں نہ دو۔ دنیا کے کسی راگ رنگ میں نہ پڑو۔ جس نے ان باتوں پر عمل کیا اس نے ہدایت پائی۔

حضرت حسن بصریؒ

۶۹۔ بدوں کی صحبت سے پرہیز کرو، ورنہ تھوڑی بہت جو اچھائیاں ہیں وہ بھی ہاتھ سے جلی جائیں گی۔

حضرت حسن بصریؒ

۷۰۔ دنیا میں کوئی سرکش گھوڑا تیرے نفس سے زیادہ سخت لگام دینے کے قابل نہیں۔

حضرت حسن بصریؒ

۷۱۔ جس دل میں دنیا کی محبت ہے وہ زندہ نہیں مردہ ہے۔

۷۲۔ جو خاموشی اختیار کرتا ہے اس کا دل ناطق ہو جاتا ہے اور زبان پراثر ہو جاتی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ

۷۳۔ جو شخص دوسروں کی برائیاں تیرے سامنے کرتا ہے۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ تیری برائیاں دوسروں کے سامنے نہ کرتا ہوگا۔

حضرت حسن بصریؒ

۷۴۔ بھینٹ بکریاں انسانوں سے زیادہ باخبر ہوتی ہیں کیوں کہ چرواہے کی ایک آواز پر چرنا چھوڑ دیتی ہیں اور انسان اپنی خواہشات کی خاطر احکام الہی کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔

حضرت حسن بصریؒ

۷۵۔ جس نے حسد سے اپنے آپ کو بچایا اس نے محبت حاصل کر لی۔

۷۶۔ تین افراد کی غیبت درست ہے۔

اول لالچی کی، دوم فاسق کی، سوم ظالم بادشاہ کی۔

۷۷۔ جو دنیا کو محبوب تصور نہیں کرتے، نجات انہیں کے نصیب میں ہے۔

۷۸۔ اگر راحت میں ثنا کرے تو تکلیف کے وقت بھی صبر و رضا سے کام لو۔

حضرت رابعہ بصریؒ

۷۹۔ دنیا کو منافق کے سوا کوئی نہیں طلب کرتا۔

۸۰۔ عاصی اس وقت تک توبہ نہیں کر سکتا جب تک خدا توفیق نہ دے۔

۸۱۔ زبانی توبہ کرنا کاذب لوگوں کا فعل ہے کیوں کہ اگر صدق دلی سے توبہ کی جائے تو دوبارہ

حضرت رابعہ بصریؒ

کبھی توبہ کی ضرورت پیش ہی نہ آئے۔



۸۲- اگر خدا کے ڈر سے ایک آنسو بھی نکل پڑے تو وہ عمر بھر کے اُس رونے سے بہتر ہے جس میں خوفِ الہی شامل نہ ہو۔  
حضرت سفیان ثوریؒ

۸۳- سلاطین و امراء سے منسک رہنے والا عابد ریاکار ہوتا ہے۔

۸۴- اگر کوئی تمہیں اچھا کہے تو ناگواری کے ساتھ ٹھکرا دو۔

۸۵- وسواسِ شیطانی سے نفس کے وسوس اس لیے شدید ترین ہوتے ہیں کہ وسواسِ شیطانی تو لا حول سے دُور ہو جاتے ہیں لیکن نفس کے وسوس کا دُور کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔  
حضرت جنید بغدادیؒ

۸۶- انسان سیرت سے انسان ہوتا ہے بلکہ صورت سے۔

۸۷- تکلیف پر شکایت نہ کرتے ہوئے صبر کرنا، بندگی کی بہترین علامت ہے۔

۸۸- صوفی وہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ سے خلیل ہونے کا درس اور حضرت اسمعیلؑ سے تسلیم کا

درس اور حضرت داؤدؑ سے غم کا درس اور حضرت ایوبؑ سے صبر کا درس اور حضرت موسیٰؑ سے شوق کا درس اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاص کا درس حاصل کرے۔  
حضرت جنید بغدادیؒ

۸۹- اخلاص کی تعریف یہ ہے کہ اپنے بہترین اعمال کو قابلِ قبول تصور نہ کرتے ہوئے نفس کو فنا کر ڈالے اور شفقت کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی پسندیدہ شے دوسرے کے حوالے کر کے

احسان نہ جتائے۔  
حضرت جنید بغدادیؒ

۹۰- حُبِ الہی کا دعویدار خدا کے سوا کسی اور شے کا طالب ہو تو وہ محبت کے بجائے خدا کا مذاق اڑاتا ہے۔  
حضرت ابو بکر شبلیؒ

۹۱- عارف وہ ہے جو نہ تو خدا کے سوا کسی کا مشاہدہ کرے، نہ کسی سے محبت اور بات کرے۔ اور نہ کسی کو اپنے نفس کا محافظ تصور کرے۔  
حضرت ابو بکر شبلیؒ

۹۲- صادق وہ ہے جو حرام شے کو اپنی زبان پر نہ رکھے۔

۹۳- جو خدا سے دُور ہو جاتا ہے۔ خدا بھی اس سے بُعداختیار کر لیتا ہے۔

۹۴- اللہ تعالیٰ کی رضا مندی چار چیزوں میں ہے:

۱- روزی میں امن، ۲- کام میں خلوص، ۳- شیطان سے دشمنی، ۴- موت کی تیاری

حضرت شفیق بلخیؒ



۹۵- دنیا میں چار چیزوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے :

۱- آنکھ ، ۲- زبان ، ۳- دل ، ۴- خواہش

آنکھ سے ایسی جگہ نہ دیکھو جو شایانِ شان نہ ہو۔ زبان سے کوئی ایسی بات نہ کرو۔ جو حکمِ خدا کے خلاف ہو۔ دل کو خیانت اور تکبر سے محفوظ رکھو۔ حرص کی نظر سے کسی قسم کی خواہش نہ کرو۔ اگر صفاتِ مندرجہ بالا حاصل نہ ہوں تو لعنت بھیجو۔ کیوں کہ سراسر شقاوت ہے۔  
حضرت عبداللہ جبیتیؒ

۹۶- نرم کپڑے اور لذیذ کھانے کی عادت نہ ڈالو۔ کیونکہ کل کو اس کی لذت اور عادت سے محروم کیے جاؤ گے۔  
حضرت فضیل بن عیاضؒ

۹۷- دو خصلتیں انسان کے دل کو سیاہ کر دیتی ہیں۔ بہت کھانا اور بہت سونا۔  
حضرت فضیل بن عیاضؒ

۹۸- جو شخص کسی سے ڈرتا ہے۔ وہ اس سے نفرت کرتا اور بھاگتا ہے لیکن جو خدا سے ڈرتا ہے وہ خدا ہی کی طرف بھاگتا ہے۔  
حضرت محمد علی ترمذیؒ

۹۹- جب تک انسان میں تین صفات نہ ہوں وہ حکیم نہیں کہلا سکتا۔

۱- امیروں کو نصیحت کرنے کے خیال سے دیکھے نہ کہ حسد کی رو سے۔

۲- عورتوں کو شفقت اور مہربانی کی نظر سے دیکھے۔ نہ کہ شہوت کی نظر سے۔

۳- درویشوں کو تواضع کی نظر سے دیکھے نہ کہ تکبر کی نظر سے۔  
حضرت یحییٰ معاذ رازیؒ

۱۰۰- توبہ کے دس مقام ہیں :

۱- جاہلوں سے دُور رہنا ، ۲- خراب لوگوں سے بچنا ، ۳- متکبروں سے الگ رہنا

۴- اچھی باتوں میں مصروف رہنا ، ۵- نیک کاموں میں جلدی کرنا ، ۶- توبہ کا درست

کرنا ، ۷- توبہ پر قائم رہنا ، ۸- حقوق العباد کا درست کرنا ، ۹- غنیمت کو طلب

کرنا ، ۱۰- قوت کا ضائع کر دینا۔  
حضرت یوسف اسباطؒ

۱۰۱- وہ قوت جس سے انسان احکامِ خداوندی کی اطاعت کرتا ہے توفیق کہلاتی ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ

۱۰۲- علم کا کمال یہ ہے کہ پڑھتے پڑھتے اس درجہ پر پہنچ جاؤ کہ بالآخر تمہیں یہ کہنا پڑے کہ ہم کچھ نہیں جانتے۔  
حضرت علی ہجویریؒ



- ۱۰۳ - عمل کے بغیر علم مطلق فائدہ نہیں پہنچاتا - عامل بنو، جان بوجھ کر جاہل نہ بنو۔ عامل باعمل  
نائبِ خدا ہے۔  
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
- ۱۰۴ - اپنے جائز کسب سے کماؤ۔ دین کے ذریعے سے ہرگز نہ کماؤ اور کھاؤ اور اس سے دوسروں  
کی غم خواری بھی کرو۔  
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
- ۱۰۵ - جو شخص خواہشاتِ دنیا کی طرف دوڑتا ہے، شیطان اُسے فریب دینے کی اس لیے فکر  
نہیں کرتا کہ وہ تو خود ہی گمراہ ہے۔  
حضرت مالک بن دینارؒ
- ۱۰۶ - دنیا میں رہتے ہوئے زہد اختیار کرو اور حرص کو ترک کرو اور پوری مخلوق کو محتاج  
تصور کر کے کبھی کسی سے اپنی احتیاج کا ذکر نہ کرو اور تم اُن چیزوں کے پابند ہو گے  
تو مستغنی ہو جاؤ گے اور اس نصیحت پر عمل کرنے والے کو دونوں جہاں کی سلطنت حاصل  
ہو جائے گی۔  
حضرت محمد واسعؒ
- ۱۰۷ - دنیا میں ایسی کوئی شے نہیں جس کا انجام غم و اندوہ نہ ہو۔  
حضرت ابو حازم مکیؒ
- ۱۰۸ - دنیا کی حقیر سے حقیر شے بھی انسان کو اپنی جانب اس درجہ مائل کر لیتی ہے کہ جنت  
کی بڑی چیز بھی توجہ کا باعث نہیں بنتی۔  
حضرت ابو حازم مکیؒ
- ۱۰۹ - غنی خدا کا نام ہے۔ مخلوق اس نام کی مستحق نہیں ہو سکتی۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۱۱۰ - عزت و حقیقت وہ ہوتی ہے جو بندے کو خدا کے دربار میں حاضر کرے اور ذلت  
وہ ہے جو بندے کو خدا سے غائب اور غافل کر دے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۱۱۱ - احمق انسان کو زندہ خیال نہ کرو۔  
حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ
- ۱۱۲ - وہ شے جو خریدی نہ جاتی ہو اُسے فروخت نہ کرو۔  
” ”
- ۱۱۳ - جن لوگوں نے اپنے اخلاق اور معاملات کو مہذب بنایا اور اپنے باطن کو کفر اور شرک  
کی آلودگیوں سے پاک کیا گیا اُن کا نام صوفی رکھا گیا۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۱۱۴ - تمام چیزوں کا دار و مدار صرف دو چیزوں پر منحصر ہے۔  
ایک تو وہ جو میرے لیے ہے اور دوسری وہ جو میرے لیے نہیں ہے۔ جو میرے لیے  
ہے اُس سے کتنا ہی گریزاں کیوں نہ ہوں پھر بھی وہ مجھ تک پہنچے گی اور جو دوسروں  
کے لیے ہے، خواہ میں اس کے حصول میں کتنی ہی سعی کیوں نہ کروں وہ مجھے ہرگز حاصل  
نہیں ہو سکتی۔  
حضرت ابو حازم مکیؒ



- ۱۱۵ - دنیا چند روزہ ہے۔ اگر یہاں کی تکالیف سے قیامت کی تکالیف کا ازالہ ہو جائے تو بڑی خوش بختی ہوگی۔  
حضرت عقبہ بن غلامؓ
- ۱۱۶ - جو بندہ خوفِ جہنم اور امیدِ فردوس کی وجہ سے بندگی کرتا ہے وہ بہت ہی بُرا ہے۔  
حضرت رابعہ بصریؓ
- ۱۱۷ - جو شخص محض اعمال پر گرفت کو کرتا ہے اس کی گرفت گولغوا اور بے سود ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتا ہے اس کی زبان گنگ ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ دوست کو نعم اور دشمن کو عیش عطا کرتا ہے۔  
حضرت فضیل بن عیاضؓ
- ۱۱۸ - جس طرح جنت میں روزا عجیب سی بات ہے۔ اسی طرح دنیا میں ہنسنا بھی تعجب انگیز ہے کیوں نہ تو جنت رونے کی جگہ ہے اور نہ دنیا ہنسنے کی جگہ۔  
حضرت فضیل بن عیاضؓ
- ۱۱۹ - اللہ تعالیٰ سے بندوں کا شکوہ نہ کرو۔ جب تک زندگی کا دروازہ کھلا ہے، اسے غنیمت جانو۔  
حضرت فضیل بن عیاضؓ
- ۱۲۰ - دشمن کی دشمنی اس سے مشورہ کرنے سے ختم ہو جاتی ہے۔  
حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ
- ۱۲۱ - درویشوں کے لیے فاقہ سے مرنا لذتِ نفس کے لیے قرض لینے سے بہتر ہے۔  
حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ
- ۱۲۲ - دوست وہ ہے جو اپنی صفت کی رو سے فانی ہو اور دوست کی صفت کے ساتھ باقی ہو۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۱۲۳ - تصوفِ خوش اخلاقی کا نام ہے۔  
" "
- ۱۲۴ - جاہ پرستی اور نفس کی پیروی علماء کو فسق و فجور میں مبتلا کر دیتی ہے۔  
" "
- ۱۲۵ - تمام احوال میں طالب کو چاہیے کہ وہ علم اور شریعت کا تابع ہو۔  
" "
- ۱۲۶ - جو شخص فنا فی اللہ ہوا۔ اس سے نفس و طبیعت کی تمام آفات اٹھ گئیں اور اب اس کے نزدیک صوفی یا غیر صوفی کہلانا ایک جیسا ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۱۲۷ - بندے کے زہد کی مقدار اسی قدر ہوتی ہے جتنا اسے آخرت سے لگاؤ ہوتا ہے۔  
حضرت فضیل بن عیاضؓ
- ۱۲۸ - جسم بندے کے لیے ایک قید خانہ ہے اور جب تک وہ اس سے باہر نہیں آ



- جاتا، سکون حاصل نہیں ہو سکتا۔  
حضرت ابوالقاسم نصرآبادی
- ۱۲۹ - شریر لوگوں کی صحبت نیک لوگوں کے ساتھ بطنی پیدا کرتی ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ
- ۱۳۰ - اگر جسم پر مصیبت ہو اور دل میں بقا ہو تو مصیبت جسم پر بھلی معلوم ہوتی ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۱۳۱ - دنیا اور اس کی تمام اشیاء ہیچ ہیں۔ اس کی عارضی زیب و زینت پر مفتون ہونا ابدی زندگی سے ہاتھ دھونا ہے۔  
حضرت سید غوث علی شاہؒ
- ۱۳۲ - دنیا موار ہے اور اس کے طلب کرنے والے کتوں کی خاصیت رکھتے ہیں۔  
حضرت سید غوث علی شاہؒ
- ۱۳۳ - طمع بے ذلت اور قناعت سے عزت ہوتی ہے۔  
حضرت سید غوث علی شاہؒ
- ۱۳۴ - بہت سے لوگ غسل کے بعد پاک ہو جاتے ہیں لیکن بہت سے بد باطن حج و زیارت کعبہ کے بعد بھی نجس لوٹتے ہیں۔  
حضرت فضیل بن عیاضؒ
- ۱۳۵ - اس شخص کا حال کیا پوچھنا جسے لازماً پہلے تو مرنا ہو اور پھر اٹھنا ہو اور حساب پیش کرنا ہو۔  
حضرت حسان بن سنانؒ
- ۱۳۶ - جو چیز حق تعالیٰ سے دُوری کا باعث ہو، اسے ترک کر دینا ہی اصل زہد ہے۔  
حضرت ابوسلمان دارانیؒ
- ۱۳۷ - سلیم دل وہ ہے جس میں حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو۔  
حضرت سید غوث علی شاہؒ
- ۱۳۸ - کسی پھٹے ہوئے کپڑوں والے کو حقیر و ذلیل مت جان کیوں کہ اس کا اور تیرا خدا ایک ہی ہے۔  
حضرت لقمانؒ
- ۱۳۹ - منافقت بھی انجام بد کی دلیل ہے۔  
امام غزالیؒ
- ۱۴۰ - مسکین آدمی اگر دوزخ سے بھی اتنا ہی ڈرے جتنا کہ وہ مفلسی سے ڈرتا ہے تو جنتی ہو جائے۔  
حضرت ابوبکر شبلیؒ
- ۱۴۱ - جس دل میں خوف خدا نہیں، وہ محض ایک ویرانہ ہے۔  
حضرت ابوسلمان دارانیؒ
- ۱۴۲ - ایمان کا غم کھانا چاہیے۔ درپے قیامت نہ ہونا چاہیے۔ حیران ہوں کہ خلق بے مشاہدہ کیوں کہ جنتی ہے۔  
حضرت نصیر الدین محمودؒ
- ۱۴۳ - دنیا کی محبت میں مت بیٹھو۔ اس سے محبت نہ کی جا سکتی ہے۔  
حضرت سید غوث علی شاہؒ



حافظ محمد علی خیر آبادیؒ

- ۱۴۴ - اہل دنیا "سفید چشم" اور "بے وفا" ہوتے ہیں۔ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو پیر و فقیر کی تلاش میں پھرتے ہیں اور آہ وزاری کرتے ہیں لیکن ویسے بلا مطلب وہ کبھی فقراء کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ
- ۱۴۵ - ظالم حکمران کا مسلط ہونا۔ لوگوں کی بد اعمالی کی دلیل ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ
- ۱۴۶ - دین اور دنیا دونوں میں کامیابی کا انحصار رسول پاکؐ کے اتباع میں ہے۔ بے متابعت حصول مقصد ناممکن ہے۔ حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ
- ۱۴۷ - پہلے زمانے میں قاضی صاحب نسبت ہوتے تھے۔ اب رشوت خور ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ
- ۱۴۸ - غرور و نخوت سے نہ صرف دینی کام میں رکاوٹ پڑتی ہے بلکہ خود انسان کے اندر روحانی ترقی کی صلاحیتیں مردہ ہو جاتی ہیں۔ حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ
- ۱۴۹ - مسلمان اپنا مال راہِ حق میں خرچ کرے اور باطل میں خرچ کرنے سے بچے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ
- ۱۵۰ - اپنے دل کو حرصِ دنیا کا صندوق اور اپنے پیٹ کو حرام کا برتن نہ بنا کیوں کہ لوگوں کی تباہی ان ہی دو چیزوں میں ہے اور ان کی نجات ان ہی دو چیزوں کی حفاظت میں ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ
- ۱۵۱ - نہ کسی سے محبت کرنے میں جلدی کر، نہ عداوت و نفرت میں۔ پہلے قرآن و حدیث کی کسوٹی پر اس کو پرکھ کر دیکھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ تم نفس کی شرارت سے کسی پر بدگمانی کر بیٹھو، کہ یہ گناہ ہے۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ
- ۱۵۲ - خدا کو چھوڑ کر جو دوسروں سے مانگتا ہے۔ وہ خدا کے رتبہ اور درجہ کو نہیں پہچانتا۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ
- ۱۵۳ - تمام خوبیوں کا مجموعہ یہ ہے کہ علم سیکھو اور اس پر عمل کرو۔ پھر اوروں کو سکھاؤ۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ
- ۱۵۴ - تنہائی اور گمنامی کو پسند کرو کہ اس میں تباہی کی نسبت بڑا امن ہے۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ



۱۵۵۔ اگر تمہاری طبیعت میں اترانا اور غصہ کرنا باقی ہے تو اپنے آپ کو اہل علم میں شمار نہ کرو۔

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ

۱۵۶۔ انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ دنیا و آخرت ہر دو کو اپنا دوست نہ رکھے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ

۱۵۷۔ اگر قرعون بھوکا ہوتا تو ان کا رَبُّكُمْ الاعلیٰ (میں خدا تعالیٰ ہوں) ہرگز نہ کہتا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ

۱۵۸۔ اپنے آپ کو اتنا ہی ظاہر کر جتنا تو ہے۔ یا ویسا ہو جیسا اپنے آپ کو ظاہر کرے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ

۱۵۹۔ توکل یہ ہے کہ تو زندگی کو ایک دن کے لیے جانے اور کل کی فکر نہ کرے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ

۱۶۰۔ گناہ کے بعد ندامت بھی توبہ کا ایک حصہ ہے۔

۱۶۱۔ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل آزاری ہے۔ خواہ کسی مومن کی ہو یا کافر کی۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ

۱۶۲۔ کمزور پر حملہ کرنا بزدلی ہے۔ ہم پلہ پر بد خلقی ہے اور زبردست پر شوخ چٹمی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ

۱۶۳۔ خلق کی صحبت سے بچو۔ کم کھاؤ اور کم بولو۔

۱۶۴۔ چار چیزوں کو دنیا میں تلاش کیا اور انہیں پایا۔

اول عالم بے طمع خدا تعالیٰ کو پایا۔ دوم یارِ موافق قرآن شریف کو پایا۔ سوم طاعتِ

بے ریا طاعتِ شب کو اور چہارم لقمہ حلال غصہ کو کھانے میں پایا۔ خواجہ ابوالفتحؒ

۱۶۵۔ جب تمہیں نصیحت کا تسلیم کرنا معلوم نہ ہو۔ اس وقت تک نصیحت نہ کرو ورنہ

اکثر دفعہ یہ خیر خواہی نہ ہو۔ دے گی کہ برداشت بھی نہ کر سکو گے۔ حضرت حامد لفاقؒ

۱۶۶۔ خالی تمنا حماقت کا جنگل ہے۔ جس میں احمق ہی مارا مارا پھرتا ہے۔

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ

۱۶۷۔ یاد رکھو خداوند تعالیٰ کے رحم و کرم پر مغرور ہونا اور عضو کی امید پر گناہ کرنا شیطان کا

کھلم کھلا فریب ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ



۱۶۸۔ لوگوں کے ساتھ بے رُخی سے رہنا دشمنی اور عداوت پیدا کرتا ہے اور ان کے ساتھ خوشی سے ملنا بُرے ہم نشین پیدا کرتا ہے۔ لہذا تم دونوں کے بین بین رہو۔

حضرت اکثم بن صیفیؓ

۱۶۹۔ حادثات اور آفات دُنیا کو بُرا بھلا کہنا، خداوند تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔ امام غزالیؒ

۱۷۰۔ دُنیا کی محبت کو ترک کرو۔ کیوں کہ اگر دُنیا کی ذرا سی چیز بھی تمہارے دل میں ہوگی تو سجدہ کہنے میں بھی تم اُس کو بھول نہ سکو گے۔

حضرت معروف کرخیؓ

۱۷۱۔ سالم اعتقاد کے بغیر عبادت بے سود ہے۔

۱۷۲۔ بھوک کام کی رُکن ہے۔ جو بنیاد رکھی جاتی ہے، بھوک ہی پر رکھی جاتی ہے۔ بھوک

سب کاموں کی رُکن ہے۔ اس کو کسی حال میں نہ چھوڑنا چاہیے۔ حضرت شیخ حسینؓ

۱۷۳۔ جہاں تک میں نے دُنیا پر نظر ڈالی۔ میں نے دیکھا کہ آدمی کسی نہ کسی کو اپنا محبوب بنائے

ہوئے ہے اور اس سے محبت کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ مر جاتا ہے اور قبر میں دفن

کر دیا جاتا ہے لیکن اس کا وہ محبوب اُسے قبر میں اکیلا چھوڑ دیتا ہے۔ پس میں نے

صرف نیکیوں کو اپنا محبوب بنایا کہ یہ قبر میں بھی میرے ساتھ رہیں گی اور مجھے کہیں اکیلا

نہ چھوڑیں گی۔

۱۷۴۔ سب سے بڑا عالم وہ ہے جو دوسروں کے علم سے برابر اپنے علم میں اضافہ کرتا

رہتا ہے۔

۱۷۵۔ جو لوگ ہمیں بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور خود کورے ہیں۔ وہ حقیقت میں دیوانے

ہیں۔ اگرچہ بظاہر وہ دیوانوں کی طرح ہم پر حملہ نہیں کرتے۔

۱۷۶۔ حق تعالیٰ کی خالص محبت نفس اور اس کی خواہش کی دشمنی سے پیدا ہوتی ہے۔

حضرت علی ہجویریؓ

۱۷۷۔ اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔ اگر مخلوق کو تیری روزی کا سبب بناوے تو اس سبب کو نہ

دیکھ اور جان لے کہ وہ تیری روزی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تجھے پہنچا دی۔

حضرت علی ہجویریؓ

۱۷۸۔ اخلاص عمل کے لیے بالکل ایسا ہے۔ جیسے رُوح جسم کے لیے

۱۷۹۔ اگر نبی آدم کے تمام اعمال نیک ہوتے تو اس بات کا کبراً نہیں ہلاک کر دیتا۔

حضرت رابعہ بصریؓ



- ۱۸۰۔ کسی کی کم عقلی کا اندازہ اس کے کثرتِ کلام سے لگاؤ۔  
 بوعلی سیناؒ
- ۱۸۱۔ نظر اس وقت تک پاک ہے جب تک یہ اٹھائی نہ جائے۔  
 " "
- ۱۸۲۔ عقلمند وہ ہے کہ دنیا سے دست بردار ہو جائے۔ اس سے پہلے کہ دنیا اس سے  
 دست بردار ہو۔  
 حضرت شفیق بلخیؒ
- ۱۸۳۔ جوشے خدانے تمہارے اُد پر لازمی قرار دی ہے۔ اس کی ادائیگی میں نہ تو کوتاہی کرو اور  
 نہ ہی اس کو ضائع ہونے دو۔  
 حضرت ابوالفتح ابراہیمؒ
- ۱۸۴۔ فقیر کو پاپیے کہ کسی کی چیز کو خیانت کی نظر سے نہ دیکھے۔  
 " "
- ۱۸۵۔ خدا ہر چیز کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہے۔ خیر و شر اسی کی جانب سے ہے مگر تصدیق  
 اس کی مشکل ہے۔  
 حضرت وارث علی شاہؒ
- ۱۸۶۔ ایمان خدا کی محبت کا نام ہے۔  
 " "
- ۱۸۷۔ مَنْ وَتُوْكَاهُكَرَّاجائے، تو خدائی کا جلوہ نظر آئے  
 " "
- ۱۸۸۔ جو شخص جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے۔  
 حضرت وارث علی شاہؒ
- ۱۸۹۔ حشر میں وہی عمل وزنی ہوگا جو دنیا میں گراں محسوس ہوتا ہے۔  
 حضرت ابراہیمؒ
- ۱۹۰۔ دنیاوی نمود کا خواہشِ مہلذتِ آخرت سے محروم رہتا ہے۔  
 حضرت بشر حافیؒ
- ۱۹۱۔ جس پر نشہ دنیا سوار ہو اُسے نصیحت کرنا بے سود ہے۔  
 حضرت ذوالنون مصریؒ
- ۱۹۲۔ جس چیز پر خود عمل پیرا ہو کر نصیحت کرے اس کو صوفی کہتے ہیں۔  
 " "
- ۱۹۳۔ صحبتِ الہی کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیزیں اس سے دور کر دینے والی ہوں ان سے کنارہ  
 کش رہے۔  
 حضرت ذوالنون مصریؒ
- ۱۹۴۔ عوامِ معصیت سے اور خواصِ غفلت سے توبہ کرتے ہیں لیکن توبہ کی بھی دو قسمیں ہیں  
 اول توبہ انابت یعنی انسان کا خدا سے ڈر کر توبہ کرنا۔ دوم توبہ استجابت، بندے کا  
 ندامت کی وجہ سے تائب ہونا یعنی اس پر نادم ہونا کہ میری ریاضت و عظمتِ خداوندی  
 کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔  
 حضرت ذوالنون مصریؒ
- ۱۹۵۔ اگر تمہیں حق بات پر تھوڑا سا بھی رنج ہوتا ہے تو یہ اس چیز کی علامت ہے کہ تمہارے  
 حضرت ذوالنون مصریؒ  
 نزدیکِ حق کا درجہ بہت کم ہے۔



- ۱۹۶ - مجھے خدا کی بارگاہ سے حیرت و ہیبت کے علاوہ کچھ نہ مل سکا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ
- ۱۹۷ - ایک رات صبح تک اپنے قلب کی جستجو کرتا رہا لیکن نہیں ملا اور صبح کو یہ نداؤں غیبی آئی کہ تجھے دل سے کیا غرض تو ہمارے سوائے کسی کو تلاش نہ کر۔ حضرت بایزید بسطامیؒ
- ۱۹۸ - اگر اللہ تعالیٰ مجھے جہنم میں جھونک دے اور میں صبر بھی کر لوں۔ جب بھی اس کی محبت کا حق ادا نہیں ہوتا اور اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو پوری کائنات بخش دے جب بھی اس کی رحمت کے مقابلہ میں قلیل ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ
- ۱۹۹ - خدا کا طالب آخرت کی جانب بھی متوجہ نہیں ہوتا اور خدا سے محبت کرنے والا اپنی محبت کی بنا پر خدا ہی کی طرح یکتا ہو جاتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ
- ۲۰۰ - خدا شناس خدا کو ضرور دوست رکھتا ہے کیوں کہ محبت کے بغیر معرفت بے معنی ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ
- ۲۰۱ - اللہ تعالیٰ جس کو مقبولیت عطا فرماتا ہے اس پر ایک ایسا فرعون مقرر کر دیتا ہے جو ہمہ وقت اذیت پہنچاتا رہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ
- ۲۰۲ - گفت گوارا آواز و حرکت سب پر دے سے باہر کی چیزیں ہیں لیکن پردے میں سوائے ہیبت و رعب اور خموشی کے کچھ بھی نہیں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ
- ۲۰۳ - عارف وہ ہے جس کی نظر میں ہر برائی اچھائی میں تبدیل ہو جائے اور خدا شناس جہنم کے لیے عذاب ہے اور نا خدا شناس کے لیے جہنم عذاب ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ
- ۲۰۴ - جب تک ندی نالے بہتے رہتے ہیں۔ اس وقت تک ان میں شور ہوتا ہے اور جب دریا سے مل جاتے ہیں تو تمام شور ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ
- ۲۰۵ - یہی مناسب ہے کہ بندہ خود کو کم تر سمجھتے ہوئے کبھی اپنے علم و عمل کی زیادتی پر نازاں نہ ہو کیوں کہ جس وقت تک بندہ خود کو کم تر تصور نہ کرے واصل الی اللہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ
- ۲۰۶ - علم و خبر ایسے فرد سے سیکھو اور سنانو جو علم سے معلوم تک اور خبر سے خبر تک رسائی حاصل کر چکا ہو اور جو اعزاز دنیاوی کے لیے علم حاصل کرے اس کی حیثیت سے کنارہ کش رہو۔ اس لیے کہ اس کا علم خود اس کے لیے سود مند نہیں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ
- ۲۰۷ - بھوک ایک ایسا برہے جس سے رحمت کی بارش ہوتی رہتی ہے۔



- ۲۰۸ - "میں نے وسائلِ دنیاوی کو زنجیرِ قناعت میں جکڑ کر اور صدق کے صندوق میں بند کر کے مایوسیوں کے دریا میں غرق کر دیا تھا۔" حضرت بایزیدؒ
- ۲۰۹ - دوسرے لوگوں نے تو مردوں سے علم حاصل کیا لیکن میں نے ایسی زندہ ہستی سے علم حاصل کیا کہ جس کو موت ہی نہیں ہے۔ حضرت بایزیدؒ
- ۲۱۰ - "خدا شناسی کے بعد میں نے خدا کو اپنے لیے کافی سمجھ لیا۔"
- ۲۱۱ - اگر پوری زندگی میں مجھ سے ایک بھی نیک کام ہو جاتا۔ تو میں خوفزدہ نہ رہتا۔ حضرت بایزیدؒ
- ۲۱۲ - خدا سے ڈرتے رہو کیوں کہ وہ تمہارے ہر حال سے باخبر ہے۔
- ۲۱۳ - فقیر وہ ہے۔ جو اپنی بستی میں رہ کر خوشی و اقربا کا ممنون نہ ہو۔ سید وارث علی شاہؒ
- ۲۱۴ - فقیری حضرت فاطمہؑ سے ہے اور امام حسینؑ کے ذریعہ سے یہ فیض جاری ہوا۔ سید وارث علی شاہؒ
- ۲۱۵ - فقیر وہ ہے جس کے پاس بجز خدا کے کچھ نہ ہو۔
- ۲۱۶ - فقیر کو لازم ہے کہ دنیا کے واسطے کوئی کام نہ کرے اور خدا کے واسطے جان دے دے۔ سید وارث علی شاہؒ
- ۲۱۷ - جس کے تصور میں مروجے۔ اسی کے ساتھ حشر ہوگا۔
- ۲۱۸ - جو شخص ہوائے نفسانی سے آشنا ہو۔ وہ خدا تعالیٰ سے جدا ہوتا ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ
- ۲۱۹ - خدا کی رضا اس دل میں ہے۔ جس میں نفاق کا غبار نہیں ہے۔
- ۲۲۰ - ماں کے حق کی حفاظت کرنا حج ادا کرنے سے بہتر ہے۔
- ۲۲۱ - اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے دلوں پر آرام حرام ہے۔
- ۲۲۲ - امارت قیامت کے روز شرمندگی کا سبب ہوگی۔
- ۲۲۳ - جیب ابلیس انسان سے چار باتوں میں سے ایک حاصل کر لیتا ہے تو کتنا ہے مجھے اور کی ضرورت نہیں۔
- اول اس کا تکبر کرنا۔ دوم اپنے اعمال کو زیادہ سمجھنا۔ سوم اپنے گناہوں کو بھول جانا۔ چہارم پیٹ بھر کر کھانا کہ یہ سب کی جڑ ہے باقی تینوں باتیں اسی سے پیدا



ہوتی ہیں - حضرت فضیل بن عیاضؓ

- ۲۲۳ - جس کا غصہ زیادہ ہے - اس کے دوست کم ہیں -  
 ۲۲۵ - جس نے کسی سے سوال کیا اس نے ذلت اٹھائی -  
 ۲۲۶ - جس کسی نے بے عمل سے علم سیکھا - اس نے اس کی جہالت کو ترقی دی -  
 ۲۲۷ - جس کسی نے ناشکر گزار پر احسان کیا - اس نے اپنی نیکی برباد کی -  
 ۲۲۸ - خدا کے دشمنوں سے محبت رکھنا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی ہے -

حضرت مجدد الف ثانیؒ

۲۲۹ - جس شخص میں محبت غالب ہوگی - اس میں درد و عزن زیادہ ہوگا -

حضرت مجدد الف ثانیؒ

- ۲۳۰ - دولت سے زیادہ کوئی چیز ایمان میں خصل نہیں ڈالتی -  
 ۲۳۱ - دنیا دار اور دولت مند بڑی بلا ہیں گرفتار ہیں - ایسے لوگ دنیا کی عارضی مسترتوں کو دیکھتے ہیں لیکن دائمی مسترتیں ان سے پوشیدہ ہیں -  
 ۲۳۲ - اسلام غریبوں میں ظاہر ہوا اور عنقریب غریبوں ہی میں رہ جائے گا -

حضرت مجدد الف ثانیؒ

۲۳۳ - سچائی اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کی تلوار ہے کہ جس چیز پر لگتی ہے - اس کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے -  
 حضرت علیؓ بجزیریؒ

- ۲۳۴ - اگلے جہاں کے عیش و عشرت اس جہاں کی توبہ میں ہیں -  
 ۲۳۵ - اللہ تعالیٰ کو اپنا دوست بنالے اور لوگوں کو ایک طرف چھوڑ دے -  
 ۲۳۶ - کہو تو اللہ کے لیے، ورنہ کچھ بھی نہ کہو -  
 ۲۳۷ - زبان کی حفاظت سچ بولنے سے کرو -  
 ۲۳۸ - اگر عیالدار شخص بچوں کی نگرانی اور پرورش کے ساتھ علم دین بھی سیکھاتا ہے - تو اس کا اجر جہاد سے بھی فزوں ہے -  
 حضرت عبداللہ بن مبارکؒ  
 ۲۳۹ - جس کو دنیا والے عزت و وقعت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں - اس کو چاہیے کہ وہ خود کو بے وقعت تصور کرتے ہوئے خود فریبی میں مبتلا نہ ہو -  
 حضرت عبداللہ بن مبارکؒ  
 ۲۴۰ - ادب نام ہے نفس شناسی کا -



- ۲۴۱۔ تو واضح کا مفہوم یہ ہے کہ انسان امر سے غرور اور فقر سے عجز کے ساتھ پیش آئے اور جو دنیاوی مراتب کے اعتبار سے تم سے برتر ہو اس کے ساتھ تکبر سے پیش آؤ اور جو تم سے کم تر ہو۔ اس کے ساتھ عاجزی اختیار کرو۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؓ
- ۲۴۲۔ ظاہری و باطنی مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ جو قلب سے خوف دور کر کے سکون عطا کر دے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؓ
- ۲۴۳۔ نفس پر شریعت کی پابندی سے زیادہ کوئی چیز دشوار نہیں ہے۔ حضرت محمد الف تانیؓ
- ۲۴۴۔ بُرائی سے مُردوں کو یاد نہ کرو۔ وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکے ہیں۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؓ
- ۲۴۵۔ خواہش پر غالب آنا فرشتوں کی صفت ہے اور خواہش سے مغلوب ہونا چوپایوں کی۔ حضرت امام غزالیؓ
- ۲۴۶۔ امیروں کی صحبت کے نقصانات احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ ان سے ہمیشہ بچو۔ حضرت معروف کرخیؓ
- ۲۴۷۔ کوئی گناہ کسی کی رضا مندی سے حلال نہیں ہوتا۔ حضرت شفیق بلخیؓ
- ۲۴۸۔ فقیر وہ ہے کہ اس کی خاموشی فکر کے ساتھ اور اس کی گفت گو ذکر کے ساتھ ہو۔ حضرت ابوعلی سیناؓ
- ۲۴۹۔ جب کسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنا راستہ دکھانا ہوتا ہے تو اس کیلئے راہِ مولا پر چلنا بہت آسان ہو جاتا ہے اور جو شخص خدا کا راستہ دلائل اور واسطے سے اختیار کرنا چاہتا ہے، وہ کبھی تو صحیح راستہ پر آجاتا ہے اور کبھی غلط راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ (حضرت ابو حمزہؓ)
- ۲۵۰۔ حکومت اور عورت کی صحبت کو چھوڑنا صبر سے زیادہ مشکل ہے۔
- ۲۵۱۔ مصیبت کی شکایت سے پرہیز کرو۔ کیوں کہ اس سے خدا تعالیٰ ناراض۔ دشمن خوش اور دوست غمگین ہوتا ہے۔ حضرت محمد بن حنفیہؓ
- ۲۵۲۔ اُمرا میں سے بُرے وہ ہیں۔ جو عالموں سے دور ہوں اور عالموں میں سے بُرے وہ ہیں۔ جو اُمرا کے قریب ہوں۔ حضرت اسمعیؓ
- ۲۵۳۔ جو شخص لوگوں سے بکثرت ملتا ہے۔ وہ ان کی نظروں میں حقیر ہو جاتا ہے اور لوگ اس کو کمینگی و غفلت میں اپنے برابر جانتے ہیں۔ امام شعرانیؓ



۲۵۴- جب درہم و دینار پر مہر لگائی جاتی ہے۔ تو شیطان اس کو بوسہ دیتا ہے اور کہتا ہے۔ جو تجھ سے محبت کرے وہ میرا سچا غلام ہے۔ حضرت مسلم بخاریؒ

۲۵۵- جب شکم سیر ہو جاتا ہے۔ تو تمام دوسرے اعضاء شہوت کے بھوکے ہوتے ہیں۔ اور جب شکم بھوکا ہوتا ہے۔ تو اعضاء شہوت سے سیر ہوتے ہیں۔

ابو سالمان دارانیؒ

۲۵۶- قیامت کو جو کچھ انسان کے ساتھ ہوگا۔ جانور دیکھیں گے تو کہیں گے، شکر ہے، اُس خدا کا جس نے ہمیں انسان نہیں بنایا۔ حضرت ابو عثمان جونیؒ

۲۵۷- مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیوں کو بُرائی کی طرح مخفی رکھے۔ حضرت ابراہیم تیمیؒ

۲۵۸- بغیر باطن کے صرف ظاہر اچھا ہونا اس پاخانہ کی طرح ہے جس کی بیرونی طرف خوب

آراستہ ہو اور اس کی اندرونی طرف بدبو اور پلیدی ہو۔ حضرت میمون بن مہرانؒ

۲۵۹- ہزار دوست کی دوستی ایک شخص کی عداوت کے بدلے نہ خریدو۔ امام شافعیؒ

۲۶۰- علم کثرتِ روایات سے نہیں۔ وہ تو ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں رکھ دیتا ہے۔ حضرت امام مالکؒ

۲۶۱- انسان کے لیے اسبابِ جہنم اس کے ہاتھ پاؤں، آنکھ، دل اور خصوصاً زبان ہے۔

حضرت شاہ احمد کاشانیؒ

۲۶۲- ایماندار تاجر عابد سے بہتر ہے کیوں کہ تجارت میں امانت سخت مشکل کام ہے۔

حضرت امام شافعیؒ

۲۶۳- ”دُنیا والوں کی حالت پر جہاں تک میں نے غور کیا۔ یہی نظر آیا کہ جس کے پاس بھی کوئی اچھی یا قیمتی شے ہے وہ اُسے سینت سینت کر حفاظت سے رکھتا ہے۔ پھر میری نظر سے یہ آیت گذری۔

(ترجمہ) ”جو کچھ تمہارے پاس ہے ایک دن ختم ہو جائے گا اور جو خدا کے پاس ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے۔“

اب یہ حال ہے کہ جو اچھی چیز بھی میرے ہاتھ لگتی ہے، اسے اللہ کے حوالے کر دیتا ہوں۔ کیوں کہ میرے پاس رہے گی تو فنا ہو جائے گی۔ اللہ کے یہاں رہے گی تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے باقی رہے گی۔

حضرت حاتمِ اصمؒ



- ۲۶۳۔ محسوسات سے حاصل کیے ہوئے علم کو باہر نکالے بغیر علم باطن حاصل نہیں ہوتا۔  
امام غزالیؒ
- ۲۶۵۔ آدمی کی نیک نختی کا راز معروف الہی میں مضمر ہے۔  
حضرت وارث علی شاہؒ
- ۲۶۶۔ اپنی ہستی کو مٹانا عین فقیری ہے۔  
۲۶۷۔ محبت کرو، کسب سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ محبت ہے تو سب کچھ ہے۔ محبت نہیں ہے تو ریاضت بے کار ہے۔  
حضرت وارث علی شاہؒ
- ۲۶۸۔ جس کو اپنی خواہشات کی خبر ہے وہ عشق سے بے خبر ہے۔  
۲۶۹۔ کسی کی عداوت کو دل میں جگہ نہ دو۔  
۲۷۰۔ دشمن سے بدلہ نہ لو۔ دشمن کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ حضرت علی شیر خداؒ کا شیوہ ہے۔  
حضرت وارث علی شاہؒ
- ۲۷۱۔ جس دل کو محبت سے سروکار ہوتا ہے اس میں عداوت کی گنجائش نہیں ہوتی۔  
حضرت وارث علی شاہؒ
- ۲۷۲۔ دنیا داری کا نڈاری ہے۔  
۲۷۳۔ حقیقی متوکل وہ ہے کہ مخلوق کی جانب سے جو اذیت و رنج پہنچے اس کا کوئی اثر نہ لے۔ نہ اس کی کسی سے شکایت کرے، نہ حکایت۔  
حضرت معین الدین چشتیؒ
- ۲۷۴۔ جو انسان جس قدر معرفت میں زیادہ ہوگا اسی قدر متحیر ہوگا۔  
۲۷۵۔ عاشق کا دل محبت کی آگ کا آتش کدہ ہے۔ حق کے سوا جو اس کے دل میں آتا ہے وہ جل کر خاکستر و ناپید ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ آتش محبت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی آگ نہیں ہے۔  
حضرت معین الدین چشتیؒ
- ۲۷۶۔ جو شخص سچ بولے وہ خواہش زبان سے نکچ جاتا ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۲۷۷۔ علم دین میں آسانی طلب کرنا عوام کا درجہ ہے۔  
۲۷۸۔ علماء خواص ہیں اور جب خاص لوگ عام لوگوں کے درجہ پر راضی ہو جائیں تو ان سے کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۲۷۹۔ اخلاص یہ ہے کہ اعمال کی خرابیوں سے تو نجات حاصل کرے۔  
۲۸۰۔ تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کا نام رضا ہے۔



۲۸۱ - دنیا سے محبت کرنے والا اُس سے الگ نہیں ہوتا اور نہ اُسے کسی حال میں چھوڑتا ہے۔

حضرت علیؑ

۲۸۲ - راستہ واضح ہے۔ حق ظاہر ہے اور نگہبان بہت بڑا سُننے والا ہے۔ پس اس کے بعد حیرانی

حضرت علیؑ

صرف اندھے پن کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔

۲۸۳ - درویشی کی عزت کو خلقت سے پوشیدہ رکھ۔

۲۸۴ - ایک درہم قرضِ حسنہ دینا ایک ہزار درہم خیرات کر دینے سے زیادہ موجبِ ثواب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؑ

۲۸۵ - ناجائز مال کا حصّہ لینے والا بھی توکل سے محروم رہتا ہے۔

۲۸۶ - توکل وہ ہے جس کو تمہارا نفس نہیں بلکہ خدا تعالیٰ توکل خیال کرے۔

۲۸۷ - توکل کسب کے لیے مانع نہیں بلکہ کسب و توکل دونوں ہی داخلِ عبادت ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؑ

۲۸۸ - جس کی رجا میں خوف کا عنصر نہ ہو وہ بہت جلد ختم ہو جائے گا۔

۲۸۹ - غیبت بندے کا گناہ ہے جس کو بندہ معاف نہیں کرتا۔

۲۹۰ - اہل دنیا کا سونا بیداری سے اس لیے افضل ہے کہ وہ نیند کی حالت میں دنیا سے دور

حضرت سفیان ثوریؑ

رہتے ہیں۔

۲۹۱ - زاہدوں کی صحبت اختیار کرنے والا بادشاہ اس زاہد سے بہتر ہے جس کو بادشاہ کا قرب

حضرت سفیان ثوریؑ

حاصل ہو۔

۲۹۲ - موت لاشیٰ ٹیک کر دنیا میں سفر کرنے سے کہیں زیادہ دشوار ہے۔

حضرت سفیان ثوریؑ

۲۹۳ - مسلمان کی غیبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی نے مردار کا گوشت کھا لیا اور اہل غیبت کو

حضرت سفیان ثوریؑ

خدا تعالیٰ دشمن خیال کرتا ہے۔

حضرت غوث الاعظمؑ

۲۹۴ - تیرے سب سے بڑے دشمن تیرے ہم نشین ہیں۔

۲۹۵ - جو حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ تمام چیزیں اس سے ڈرتی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ سے نہیں

حضرت فضیل بن عیاضؑ

ڈرتا کوئی شے اس سے نہیں ڈرتی۔

حضرت بایزید بسطامیؑ

۲۹۶ - بڑے اعمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ صریح دشمنی کے مترادف ہے۔



- ۲۹۷ - دولت مندی سے زیادہ کوئی چیز ایمان میں حلال انداز نہیں ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ
- ۲۹۸ - بہت روؤ اور مت ہنسو، بہت خاموش رہو اور بات نہ کرو۔ بہت دو اور کم کھاؤ  
بہت جاگو اور کم سوؤ۔  
حضرت ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ
- ۲۹۹ - غیبت اس کو کہتے ہیں کہ کسی شخص کا ذکر اس کی پیٹھ پیچھے اس طریقہ پر کیا جائے کہ اگر وہ  
سنے تو اسے رنج ہو۔  
امام غزالی رحمہ اللہ
- ۳۰۰ - وہ بنیاد جو کبھی ویران نہ ہو، عدل ہے۔ وہ تلخی کہ جن کا آخر شیرینی ہو، صبر ہے۔ وہ شیرینی  
جن کا آخر تلخ ہو، شہوت ہے۔ وہ بلا جن سے لوگوں کو بھانگنا چاہیے عیش ہے  
حضرت عبدالغفور مدنی رحمہ اللہ
- ۳۰۱ - کسی سے بدلہ لینے میں جلدی نہ کرو اور کسی کے ساتھ نیکی کرنے میں تاخیر نہ کرو۔  
حضرت شفیق بلخی رحمہ اللہ
- ۳۰۲ - حقیر شخص جو بات تجھے کہے اُسے حقیر نہ سمجھو کیوں کہ شہد کی ماٹھی گو مکھی ہے مگر شہد کا پرند  
ہے۔  
ایک بزرگ
- ۳۰۳ - ناقص عقل گناہ کے وقت محافظت نہیں کر سکتی۔  
حضرت بوعلی سینا
- ۳۰۴ - خلق کی صحبت سے بچو، کم کھاؤ اور کم بولو۔  
حضرت فتح موصلی
- ۳۰۵ - جب تم کسی عالم کو بلا ضرورت حکام یا امرا کے پاس جاتے دیکھو تو اسے بھلا خیال نہ کرو۔  
نہ اُسے سلام کہو اور اس کے مذہب کو مشتبہ سمجھو۔  
حضرت سفیان ثوری
- ۳۰۶ - امراء میں سے بُرے وہ ہیں جو عالموں سے دُور ہوں اور عالموں میں سے بُرے وہ ہیں  
جو امراء کے قریب ہوں۔  
حضرت اصمعی
- ۳۰۷ - اگر تم اپنے دوست کی امداد یا اس کے غم کی برداشت یاد دہانا نہیں چاہتے تو دوست  
سے اس کی حالت ہرگز دریافت نہ کرو۔ کیوں کہ یہ منافقت ہے۔  
حضرت علی خواجہ
- ۳۰۸ - حسد کو چھوڑنے کی دوا ترک کونیا ہے لیکن جو دنیا کی طرف راعب ہو۔ اس کو حسد لازم  
ہے، خواہ مانے یا نہ مانے۔  
حضرت ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ
- ۳۰۹ - لوگوں کو آگ فرض کرو اور بلا ضرورت ان کے پاس نہ جاؤ اور جب ان کے قریب جاؤ۔  
تو آگ کی طرح ان سے ڈرو۔  
حضرت حاتم امم
- ۳۱۰ - انسان کو ہمیشہ تکلیف واقف سے ہی پہنچتی ہے اجنبی سے نہیں۔  
حضرت سفیان ثوری



- ۳۱۱ - عاقل کی دنیا طلبی جاہل کے ترکِ دنیا سے بہتر ہے۔  
حضرت ربیع بن حیثمؓ
- ۳۱۲ - انسان رات کو کوئی بھی گناہ کرے صبح کو اس کے چہرے پر ذلت ہوتی ہے۔ حضرت حسن بصریؓ
- ۳۱۳ - تم غور کرو کہ اپنے اعمال نامے میں کیا لکھوا رہے ہو۔ سب کچھ تمہارے پروردگار کے سامنے پیش ہوگا۔  
حضرت بشر حافیؓ
- ۳۱۴ - مجھے اپنے مال میں سے وہ چیز بہت پیاری ہے۔ جس سے اپنے دوست کی دل جوئی کروا  
اور سب سے بُری چیز وہ ہے۔ جو پیچھے چھوڑ جاؤں۔  
حضرت بکر بن مزنیؓ
- ۳۱۵ - بھوکے کے پیٹ میں ایک لقمہ جانا یا کسی محتاج کی حاجت روائی کرنا۔ میرے خیال میں مسجد بنانے سے بہتر ہے۔  
حضرت عبداللہ بن مبارکؓ
- ۳۱۶ - مظلوموں کی دعا سے خائف رہ۔ کیوں کہ ان کی دعا رو نہیں ہوتی۔ اگرچہ فاجر و گناہ گار  
اور کافر ہی کیوں نہ ہو۔  
حضرت ابوالعالیہؓ
- ۳۱۷ - بناوٹی زاہد کی یہ علامت ہے کہ اگر کوئی اس کی ضیافت کرے۔ تو حضرت ابراہیمؑ  
کی سخاوت کا بیان سُنائے۔ اگر وہ کسی کی ضیافت کرے تو حضرت عیسیٰؑ کے زہد کا ذکر  
سُنائے۔  
حضرت حامد لغانؓ
- ۳۱۸ - ہزاروں ستوں کی موجودگی سے خوش نہ ہو بلکہ ایک دشمنِ غائب سے خائف رہ۔  
حضرت امام شافعیؒ
- ۳۱۹ - باعزت وہ بندہ ہے کہ مسبب الاسباب اسے اسباب کا محتاج نہ رکھے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۲۰ - جو شخص اپنی خواہش اور نفس کے مطابق کلام کرتا ہے۔ اس میں ذلت اور رسوائی  
ہوتی ہے۔ خلقت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس کا نہ بولنا اس کے بولنے  
سے بہتر ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۲۱ - جو منعم حقیقی کا مشاہدہ کرتا ہے، اگرچہ وہ فقیر ہو، غنی ہوتا ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۲۲ - طامع آدمی اپنے طمع میں مڑوہ ہوتا ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۲۳ - لالچِ دل پر ایسا ہوتا ہے جیسے دل پر نہر لگی ہو اور نہر لگا ہوا دل لامحالہ مڑوہ ہوتا  
ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۲۴ - اللہ تعالیٰ نے دل کے لیے ایک عزت اور ایک ذلت پیدا کی ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ



- ۳۲۵ - ایمان کو حق تعالیٰ سے انس ہوتا ہے اور غیر سے وحشت۔ حضرت علی ہجویریؓ
- ۳۲۶ - طمع کرنے والے سے ہر کوئی وحشت و نفرت کرتا ہے۔
- ۳۲۷ - انسان اُس کا دشمن ہوتا ہے جو اس کی خواہش نفس کا مخالف ہو اور اس کا دوست ہوتا ہے جو اس کی خواہش کے مطابق ہو۔ حضرت علی ہجویریؓ
- ۳۲۸ - حق سے ملنا اس کے غیر سے علیحدگی ہے۔
- ۳۲۹ - غیر اللہ سے علیحدہ ہونا حق تعالیٰ سے ملنا ہے۔
- ۳۳۰ - جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی معرفت سے عزیز کر دے تو پھر وہ گناہ سے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ حضرت علی ہجویریؓ
- ۳۳۱ - عارف کو سوائے معرفتِ الہی کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا۔
- ۳۳۲ - محبت سے بڑھ کر کوئی چیز نازک نہیں۔
- ۳۳۳ - تین چیزیں تقویٰ کی پہچان ہیں :  
فرستادن ، منع کردن ، سخن گفتن۔
- فرستادن کا مطلب یہ ہے کہ تم خدا کے فرستادہ ہو، لہذا اسی احکام کی تعمیل کرو  
منع کردن کا مطلب یہ ہے کہ کسی سے کچھ طلب نہ کرو اور سخن گفتن سے مراد یہ ہے  
کہ ایسی بات کہو جو دین و دنیا میں سود مند ہو۔ حضرت ابو علی شفیق بلخیؒ
- ۳۳۴ - اپنے قول کا معقول جواب سوچے بغیر کوئی بات منہ سے نہ نکالو اور جب تک تمہارے اندر بات نہ کہنے کی طاقت موجود ہے خاموشی اختیار کرو۔
- حضرت ابو علی شفیق بلخیؒ
- ۳۳۵ - علم پر عمل پیرا ہو۔ کیوں کہ علم بلا عمل ایسا ہے جیسے جسم بغیر روح کے۔
- حضرت امام ابو حنیفہؒ
- ۳۳۶ - دوسروں کے برابر دولت جمع کرنے کی کوشش نہ کرو بلکہ عبادت میں برابر ہی کی کوشش کرتے رہو۔ کیوں کہ دولت تو دنیا میں رہ جاتی ہے اور عبادت قبر کی ساتھی ہے۔
- امام شافعیؒ
- ۳۳۷ - کسی مردے سے حسد نہ کرو۔ کیونکہ دنیا میں سب مرتے کے لیے آئے ہیں۔
- ۳۳۸ - اعمال کی مشقتوں سے چھٹکارا پانے کا نام اخلاص ہے اور خدا پر اعتماد توکل ہے اور



- تمام امور کو خدا کے سپرد کر دینے کا نام رضا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ
- ۳۳۹۔ عوام کا زہد حرام اشیاء کو ترک کر دینا ہے اور خواص کا زہد حلال چیزوں میں زیادتی کی طمع نہ کرنا ہے اور عارفین کے زہد کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ امام احمد بن حنبلؒ
- ۳۴۰۔ ایک تو وہ عالم ہیں جو اپنے علم سے خود تو زندگی حاصل کر لیتے ہیں لیکن دوسرے لوگوں کو ان کے علم سے کوئی زندگی نہیں ملتی۔ حضرت ابو قلابہؒ
- ۳۴۱۔ دنیا میں ایسے عالم بھی ہیں جن کے علم سے دوسرے لوگ تو فائدہ اٹھاتے ہیں اور زندگی حاصل کرتے ہیں لیکن وہ خود محروم رہتے ہیں۔ حضرت ابو قلابہؒ
- ۳۴۲۔ عالموں کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ جو نہ اپنی زندگی سے خود فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ دوسرے ہی اس سے کوئی زندگی حاصل کرتے ہیں۔ حضرت ابو قلابہؒ
- ۳۴۳۔ شریف آدمی چار باتوں سے کبھی نہیں بچکچاتا:
- ۱۔ اپنے ماں باپ کی خدمت اور تعظیم سے۔
  - ۲۔ مہمان کی خاطر تواضع اور خدمت سے۔
  - ۳۔ اپنے گھوڑے کی دیکھ بھال سے چاہے نوکر بھی موجود ہو۔
  - ۴۔ اپنے استاد کی خدمت سے۔
- حضرت عثمان دامانیؒ
- ۳۴۴۔ علم کا چھپانا ہلاکت ہے اور عمل کا چھپانا نجات ہے۔
- ۳۴۵۔ زیادہ بحث مباحثے سے عمل کم ہو جاتا ہے۔
- ۳۴۶۔ عالموں کی صحبت میں بیٹھو۔ اچھائیاں دیکھیں گے تو خوش ہوں گے۔ برائیاں دیکھیں گے تو معاف کر دیں گے۔ غلطی کرو گے تو بھڑکی نہ دیں گے۔ بے عقلی کے کام کرو گے تو علم سکھائیں گے اور اگر گواہی کا موقع آیا تو سچی گواہی دے کر فائدہ پہنچائیں گے۔
- حضرت شعبیؒ
- ۳۴۷۔ لوگوں کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کسی نے کمزور چیزوں پر بھروسہ کر رکھا ہے۔ کوئی اپنے مال اور سامان پر بھروسہ کیے ہوئے ہے۔ کوئی اپنی کاریگری پر۔ کوئی اپنی صحت و قوت پر۔ یہ حالت دیکھ کر میں نے خدا کے اس سچے فرمان کو دل سے لگایا۔

(ترجمہ) "اے جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔"



پس میں نے ہر چیز سے نظر ہٹا کر صرف خدا پر بھروسہ کیا اور واقعی خدا میرے لیے کافی ہے۔  
حضرت حاتم اصمؓ

۳۴۸ - حق تعالیٰ کے ایسے دوست بھی ہیں کہ اگر ایک لمحہ دنیا میں غفلت کا پردہ اُن پر پڑ جائے تو وہ نیست و نابود ہو جائیں۔  
حضرت عثمان ہارونیؓ

۳۴۹ - فقیر وہ ہے جس کے پاس بجز خدا کے کچھ نہ ہو۔  
حضرت وارث علی شاہؓ

۳۵۰ - جس کو صدق نہیں اس کا ایمان نہیں۔  
" "

۳۵۱ - بھائی بھائی میں باہمی محبت ہونا اس کی دلیل ہے کہ ان کو باپ سے محبت ہے۔  
حضرت وارث علی شاہؓ

۳۵۲ - عاشق دین و دنیا دونوں سے بے خبر و بے نیاز ہے۔  
" "

۳۵۳ - عاشق کبھی بے ایمان نہیں مرتا۔  
" "

۳۵۴ - فقیر کا کوئی گھر نہیں اور سب گھر فقیر کے ہیں۔  
" "

۳۵۵ - حضرت امام حسینؓ نے ایک رضائے معشوق کے لیے تمام خاندان کو میدانِ کربلا میں شہید کرا دیا۔  
حضرت وارث علی شاہؓ

۳۵۶ - خدا اپنی تقدیر کا مختار ہے۔ کوئی اس میں دخل دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ نہ کسی کی یہ مجال ہے کہ اس پر زور دے کر مقدر بدلوالے۔ جس کا یہ عقیدہ ہے وہ گمراہ ہے۔  
حضرت غوث الاعظمؓ

۳۵۷ - منافق کی علامت یہ ہے کہ وہ غیر موجود صفت پر خوش ہوتا ہے اور موجود عیوب کی مذمت پر خفا ہوتا ہے۔  
حضرت فضیل بن عیاضؓ

۳۵۸ - تم اپنے عالموں کی تعریف کس طرح کرتے ہو۔ حالانکہ اُن کی گردنیں موٹی، اُن کے جسم فریب، اُن کے لباس باریک اور اُن کی خوراک مرغن غذائیں ہیں۔  
حضرت فضیل بن عیاضؓ

۳۵۹ - انجام کی خرابی برائی کی ابتدا سے ہوتی ہے۔ لہذا ہمیشہ ابتدا کو اچھا بناؤ۔  
" "

۳۶۰ - جس شخص کو تنہائی سے وحشت اور مخلوق سے مواسست ہے وہ سلامتی سے بعید ہے۔  
حضرت فضیل بن عیاضؓ

۳۶۱ - عقلمندوں کے ساتھ جنگ کرنا بے وقوفوں کے ساتھ حلوا کھانے سے زیادہ آسان



حضرت فضیل بن عیاضؓ

ہے۔

۳۶۲ - جو نیکی فی الفور کسی نور یا علم کا پھل نہ دے اس کو نیکی نہ گن اور جس گناہ کے بعد فوراً

اللہ تعالیٰ کا خوف اور توبہ متیسرے آجے اس کو گناہ شمار نہ کرو۔ حضرت بایزید بسطامیؓ

۳۶۳ - معرفت یہ ہے کہ تو مخلوق کی حرکات و سکنات کو بواسطہ خالق جانے۔

۳۶۴ - تو واضح یہ ہے کہ درویشوں سے تو واضح کرے اور امیروں سے تکبر۔

۳۶۵ - نیک بخت وہ ہے کہ نیکی کرے اور ڈرے اور بد بخت وہ ہے کہ بدی کرے اور

مقبولیت کی امید رکھے۔ حضرت بایزید بسطامیؓ

۳۶۶ - وہ زمانہ غربتِ اسلام کا ہے جس میں علماء مضنون دنیا ہوں۔

۳۶۷ - جیسا تم خدا کو کل کے لیے چاہتے ہو۔ تم آج اس کے لیے ویسے بن جاؤ۔

حضرت بایزید بسطامیؓ

۳۶۸ - علم بکثرت حکایت کرنے کا نام نہیں۔ بلکہ علم وہ ہے جو عالم کو مفید ہو اور وہ اس پر

عامل ہو۔ حضرت امام مالکؓ

۳۶۹ - توبہ کے بعد ایک صغیرہ گناہ قبل از توبہ کے ستر کبیرہ گناہوں سے برا ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذؓ

۳۷۰ - جو خواہشاتِ نفسانی پر غالب آئے وہ فرشتوں سے بھی اچھا ہے کیوں کہ فرشتہ کو محض

عقل ہے۔ اس کو شہوت نہیں ہے اور جس پر شہوت غالب آئے وہ جانوروں سے

بدتر ہے کیوں کہ وہ محض شہوت ہیں۔ عقل نہیں رکھتے۔ حضرت وہبؓ

۳۷۱ - خواہشاتِ دنیا کی تحریک کا سب سے بڑا ذریعہ آنکھیں ہیں۔ گوشہ نشینی سے آنکھ محفوظ

رہتی ہے اور انسان تمام گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ حضرت ابو بکر وراقؓ

۳۷۲ - ایک لغو کلمے کو چھوڑنا نفس کے لیے ایک دن کے روزے سے مشکل ہے۔ کیوں کہ

انسان بسا اوقات سخت گرمی میں روزہ رکھ لیتا ہے لیکن لغو کلمے سے نہیں رک سکتا۔

حضرت یونس بن عبیدؓ

۳۷۳ - فقیر کی فکرتی ہے۔ ذاتِ الہی میں فنا ہو جا اور ما سوا اللہ سے دل کو فارغ کر لے

ق کہتا ہے اپنے قلب کو خدا کی قدرت سے مضبوط کر افس اس کی رضا مندی اور رضا

جوئی میں قائم ہو جا۔ ی چاہتی ہے خدا سے امید دار رہے اور اس کا خوف دل میں رکھے۔



اور رکی خواہش ہے رقتِ قلب اور جوعِ علی اللہ یعنی نفسانی خواہشوں سے دامن  
بچا کر خدا کی طرف رجوع ہو جا۔

حضرت غوث الاعظم

۳۷۴ - خدا اور رسول کی اطاعت کرو۔ بدعات سے بچو، فرمانبردار رہو، صبر کو شیوہ بناؤ  
سنجھتی کے بعد راحت کا آنا لازمی جانو۔ تکلیف میں ناامید نہ ہو جا یا کرو۔ خدا کے  
ذکر پر جمع ہو جاؤ۔ پر اگندہ نہ رہو۔ توبہ سے گناہوں کو دھو ڈالا کرو۔ اپنے مولا کے  
در سے کبھی نہ ہٹو۔

حضرت غوث الاعظم

۳۷۵ - اپنے دل کے دروازے پر دربان بن جاؤ۔ جس کے جانے کا خدا حکم دے۔ اُس کو اندر  
جانے دو جس کو منع کرے اُس کو روک دو۔

حضرت غوث الاعظم

۳۷۶ - دلوں کی خواہشوں کو زیادہ نہ بڑھاؤ۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

۳۷۷ - سب کو دے۔ جو تیرے خیال میں مستحق ہوں۔ ان کو بھی اور جو غیر مستحق ہوں  
تاکہ خداوند تعالیٰ تجھ کو وہ دے جس کا تو مستحق ہے اور وہ نہ دے جس کا تو مستحق نہیں  
ہے۔

حضرت غوث الاعظم

۳۷۸ - اے طلب گار توبہ کر باسْمِ خدا۔ اخلاص حاصل کر باسْمِ خدا۔ ایک ہفتہ میں خدا  
تک جا۔ نہیں ہو سکتا تو ایک ماہ میں جا۔ نہیں ہو سکتا تو ایک سال میں جا۔ یہ بھی نہ  
ہو سکے تو ساری عمر میں ایک دفعہ تو اس تک جا اور لے اسی کے پاس سب کچھ ہے۔

حضرت غوث الاعظم

۳۷۹ - "اے میرے معبود!"

اگر میں تیری عبادت جہنم کے ڈر سے کرتی ہوں تو تو مجھے نارِ جہنم کا لقمہ بنا دے۔ اگر میں  
تیری عبادت جنت کے لالچ میں کرتی ہوں تو تو مجھے اس سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دے  
اور اگر میں صرف تجھ سے 'تیری ذات سے' تیرے لیے محبت کرتی ہوں تو اے میرے  
مولا! مجھے اپنے جمالِ ازلی سے محروم نہ کیجئے۔

حضرت رابعہ بصری

۳۸۰ - دنیا میں آدمی جتنی طول و غم گین زندگی بسر کرے گا۔ اسی مناسبت سے اس کے عمل صالح  
کی آبیاری ہوگی۔

حضرت حسن بصری

۳۸۱ - عمل صالح کی تربیت، نشوونما اور تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ آدمی ہنسے کم اور روئے  
زیادہ۔

حضرت حسن بصری



- ۳۸۲۔ اے اللہ! تیری رُوح میری رُوح میں اس طرح سما گئی ہے جس طرح شراب، آبِ زلال میں۔ جب کوئی چیز کچھ مَس ہوتی ہے تو مجھے بھی مَس ہوتی ہے۔ کیوں کہ تو اور میں ہر حال میں ایک ہیں۔  
حضرت منصور حلاجؒ
- ۳۸۳۔ شریعت کا رد کرنا الحاد اور حقیقت کا رد کرنا شرک ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۸۴۔ جو شخص حق سے زیادہ نزدیک ہو وہ اس کا حکم بجالانے کا زیادہ حریص ہوتا ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۸۵۔ جو معرفتِ نفس کا طریقہ نہیں جانتا وہ معرفتِ الہی کا بھی طریقہ نہیں جانتا۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۸۶۔ امرِ الہی میں کوتاہی نہ کر کیوں کہ ترکِ فرمان تیرے لیے عذاب کا سبب ہوگا۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۸۷۔ شہوتِ نفس کی پیروی کرنا اور غیر محرم کو نظرِ شہوت سے دیکھنا خدا سے غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۸۸۔ بڑی مصیبت اہلِ غفلت کے لیے یہ ہے کہ وہ اپنے عیوب سے غافل ہوتے ہیں۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۸۹۔ رزق موجود ہونے پر خوش نہ ہو اور اُس کے نہ ہونے پر غم گین نہ ہو۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۹۰۔ جو شخص حق تعالیٰ کو چاہتا ہے وہ اس بات کے سوا کچھ نہیں چاہے گا۔ جس کو اللہ تعالیٰ چاہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۹۱۔ وہ شخص جسے خدا چاہے وہ سوائے حق تعالیٰ کے کچھ نہیں چاہے گا۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۹۲۔ مرید وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے لیے وہی بات چاہے۔ جس کو اللہ اُس کے لیے چاہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۹۳۔ جب تو نے طبیعت کی خرابی کو دیکھ لیا۔ تو توحید کی حقیقت کو پا لیا۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۹۴۔ نیکی کی توفیق اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۹۵۔ اہلِ علم کو خواہ مخواہ اللہ کی تقدیر پر راضی رہنا چاہیے ورنہ وہ رنج میں رہیں گے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۹۶۔ حق تعالیٰ سے اُنس کرنا غیر سے وحشت کرتا ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۹۷۔ رضا زہد سے افضل ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ
- ۳۹۸۔ رضا سے آگے اور کوئی منزل نہیں۔  
حضرت علی ہجویریؒ



- ۳۹۹ - حق تعالیٰ سے راضی ہونا بادشاہی ہے۔  
 حضرت علی ہجویریؑ
- ۴۰۰ - غیر سے راضی ہونا بڑی ہلاکت ہے۔  
 " "
- ۴۰۱ - محبت کرنے والا اس بات پر راضی ہوتا ہے جو محبوب کرے۔  
 " "
- ۴۰۲ - مقاماتِ تصوف میں اول مقام توبہ ہے۔  
 " "
- ۴۰۳ - حرام سے آنکھ بند رکھو۔  
 حضرت مجددِ وارف ثانیؑ
- ۴۰۴ - بڑی فقیری یہ ہے کہ مر جائے مگر کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔  
 حضرت وارث علی شاہؑ
- ۴۰۵ - فقیر کو چاہیے کہ نہ تکلیف سے گھبرائے اور نہ شکایت کرے کیوں کہ محبوب کی دی ہوئی چیز سے گھبرانا محبت کے منافی ہے اور محبوب کی شکایت مشربِ عشق میں کفر ہے۔  
 حضرت وارث علی شاہؑ
- ۴۰۶ - فقیر جہاں رہے لاطمع رہے۔  
 " "
- ۴۰۷ - سلسلہ فقر اہل بیت کرام علیہم السلام سے ہے۔  
 " "
- ۴۰۸ - فقیر وہ ہے جس کی کوئی سانس اللہ کے ذکر سے اخالی نہ جائے۔  
 " "
- ۴۰۹ - خدا تم میں ہے مگر دیکھ نہیں سکتے۔  
 " "
- ۴۱۰ - موحد ہونا مشکل ہے۔  
 " "
- ۴۱۱ - ایک صعوبت کو پکڑ لو۔ وہی تمہارے ساتھ یہاں بھی رہے گی اور وہی قبر میں اور وہی حشر میں ساتھ ہوگی۔  
 حضرت وارث علی شاہؑ
- ۴۱۲ - محبت میں شاہ و گدا کا فرق نہیں رہتا۔  
 " "
- ۴۱۳ - دنیا کی محبت دل سے نکال دو۔ کیوں کہ اس حالت میں جو سجدہ بھی کرو گے اسی کو کرو گے۔  
 حضرت معروف کرخیؑ
- ۴۱۴ - جس کی ہمت دین کی طرف مصروف ہوگی۔ اس کے سب کام اس کی برکت سے درست ہو جائیں گے۔ اور جس کی ہمت دنیا کی طرف ہوگی۔ اس کے سب کام اس کی شامت سے تباہ ہو جائیں گے۔  
 حضرت محمد علی حکیم ترمذیؑ
- ۴۱۵ - دنیاوی عمارت کا خواہش مند ہمیشہ نوار ہوتا ہے۔  
 حضرت فضیل بن عیاضؑ
- ۴۱۶ - رضا کا طالب اپنے اصل مرتبہ سے زیادہ کا طالب نہیں ہوتا۔  
 " "
- ۴۱۷ - دنیا کی کوئی چیز کسی انسان کو نہیں دی جاتی جب تک کہ آخرت کے توشے میں سے



کچھ کم نہیں کر لیا جاتا۔  
حضرت فضیل بن عیاضؓ

۴۱۸۔ نرم کپڑے اور لذیذ کھانے کی عادت نہ ڈالو۔ کیوں کہ کل کو اس کی لذت اور عادت سے محروم کر دیے جاؤ گے۔  
حضرت فضیل بن عیاضؓ

۴۱۹۔ تین چیزوں کی تلاش نہ کرو۔ کیوں کہ مل نہیں سکتیں۔

ایسا عالم جس کا علم میزان میں پورا اترے۔ اگر تم ایسا عالم تلاش کرتے رہو گے تو بے علم رہ جاؤ گے۔ دوسرے ایسا عالم مت ڈھونڈو جو مخلص ہو، ورنہ بے عمل رہ جاؤ گے تیسرے بے عیب بھائی کی تلاش نہ کرو ورنہ بغیر بھائی کے رہ جاؤ گے۔

حضرت فضیل بن عیاضؓ

۴۲۰۔ جو نامروی یہ ہے کہ کسی سے کسی قسم کی مدد کا طالب نہ ہو۔ توکل یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے کوئی اُمید نہ رکھے اور نہ کسی سے ڈرے۔  
حضرت فضیل بن عیاضؓ

۴۲۱۔ متوکل وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ پر یقین اور اعتبار کامل ہو۔

۴۲۲۔ اگر حق تعالیٰ کہے کہ تیری ایک دعا قبول کروں گا تو میں صرف بادشاہ کے حق میں دعا کروں گا۔ کیوں کہ بادشاہ کی اصلاح سے خلقِ خدا کی اصلاح ہوگی اور اپنی اصلاح سے صرف میں ہی فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔  
حضرت فضیل بن عیاضؓ

۴۲۳۔ سب سے زیادہ نافع وہ خوف ہے جو گناہ سے باز رکھے اور سب سے زیادہ نافع وہ اُمید ہے جو کام کو آسان کر دے۔  
حضرت عبداللہ خبیبیؓ

۴۲۴۔ عمل میں اخلاص عمل کی نسبت زیادہ سخت ہے اور عمل ایک ایسی چیز ہے جس کے ادا کرنے سے لوگ عاجز ہیں۔ اخلاص تو اس کے بعد ہے۔ حضرت عبداللہ خبیبیؓ

۴۲۵۔ بہترین عمل دوسروں کو دینا ہے نہ کہ دوسروں سے لینا۔  
حضرت غوث الاعظمؓ

۴۲۶۔ خلوت میں خاموش رہنا مراد انگی نہیں، خلوت میں خاموش رہنا مراد انگی ہے۔

حضرت غوث الاعظمؓ

۴۲۷۔ اگر تُو نے اللہ تعالیٰ بھی بلند آواز سے کہا ہے تو اس کی بھی تجھ سے باز پرس ہوگی، کہ خالصتاً کہا ہے یا ریاسے۔  
حضرت غوث الاعظمؓ

۴۲۸۔ تیرا عمل تیرے عقائد کی دلیل ہے اور تیرا ظاہر تیرے باطن کی علامت ہے۔

۴۲۹۔ اگر دوست نے تجھ سے کچھ لیا ہے تو اس کا احسان مند ہو۔ کیوں کہ اگر وہ نہ لیتا، تو



تجھے ثواب نہ ہوتا۔  
حضرت فضیل بن عیاضؓ

۴۳۰۔ اگر انسان چالیس سال کی عمر تک پہنچ کر بھی گناہ نہ چھوڑے اور اپنی سرکشی سے تائب نہ

ہو تو شیطان اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہے کہ نجات نہ پانے والے چہرے پر میں

فدا ہوں۔  
حضرت فضیل بن عیاضؓ

۴۳۱۔ نفس ایک ایسی شے ہے جو ہمیشہ باطل کی طرف رخ کرتی ہے۔  
حضرت بایزید بٹامیؓ

۴۳۲۔ گناہ کے بعد ندامت بھی توبہ کی شاخ ہے۔  
حضرت مجدد الف ثانیؒ

۴۳۳۔ ابن وعتیال کے ساتھ حد سے زیادہ محبت مت کر کہ اس سے ضروری امور میں

فتور پیدا ہوتا ہے۔  
حضرت مجدد الف ثانیؒ

۴۳۴۔ آخرت کا کام آج کر۔ دنیا کا کام کل پر چھوڑ دے۔

۴۳۵۔ سرود و نغمہ ایک زہر ہے جو شہد میں ملا ہوا ہے اور گانا بجانا زنا کا منتر ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ

۴۳۶۔ جس نے دولت مند کی تواضع اس کی دولت مندی کے سبب سے کی۔ اس نے دو حقتہ

دین برباد کر ڈالا۔  
حضرت مجدد الف ثانیؒ

۴۳۷۔ ناراض ہونے کے خیال سے حق بات دوست کو نہ بتلانا حق دوستی نہیں۔

۴۳۸۔ احسان سب جگہ بہتر ہے لیکن ہمسایہ کے ساتھ بہترین ہے۔

۴۳۹۔ دنیا ایک ایسی نجاست ہے جو سونے میں چھپائی گئی ہو۔

۴۴۰۔ تمام مخلوقات میں زیادہ محتاج انسان ہے۔

۴۴۱۔ سب سے زیادہ عذاب عالم بے عمل پر ہوگا۔

۴۴۲۔ فقر کا قرار بے قراری میں ہے اور راحت جراثیم میں۔  
حضرت ابوالحسن خرقانیؒ

۴۴۳۔ صدق یہ ہے کہ جو بات دل میں ہو وہی کرے۔

۴۴۴۔ نماز روزہ اچھی چیز ہے لیکن غرور و حسد دل سے دور کرنا ان کو زیادہ اچھا بنا دیتا ہے۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ

۴۴۵۔ تین چیزیں خباثتِ دل کو ظاہر کرتی ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ

۱۔ حسد ۲۔ ریا ۳۔ عجب

۴۴۶۔ ریاکار گویا خدا تعالیٰ کی نسبت لوگوں کو زیادہ عزیز رکھتا ہے۔



- ۴۲۷ - کلام میں نرمی اختیار کر، کیوں کہ الفاظ کی نسبت لہجے کا زیادہ اثر پڑتا ہے۔ امام غزالیؒ
- ۴۲۸ - بد خلقی سے دشمنی پیدا ہوتی ہے اور دشمنی سے جفا کاری۔
- ۴۲۹ - عقلمند وہ ہے کہ خدا کی خوش نودی حاصل کرے، اس سے پیشتر کہ خدا کے روبرو بلایا جائے۔
- حضرت شفیق بلخیؒ
- ۴۵۰ - عارف باللہ پر سب سے زیادہ گراں مخلوق کے ساتھ تکلم اور ان کے پاس بیٹھنا ہے
- حضرت شفیق بلخیؒ
- ۴۵۱ - بدترین شخص وہ ہے جو توبہ کی امید پر گناہ کرتا ہے۔ اور زندگانی کی امید پر توبہ
- ۴۵۲ - جب تک مومن اپنی ذلت پر اس طرح صبر نہیں کرتا جس طرح اپنی عزت پر صابر رہتا ہے
- اس وقت تک اس کے ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔
- حضرت ابوالعباس السیاریؒ
- ۴۵۳ - سچے لوگوں کی زبان پر اللہ تعالیٰ علم و حکمت کا اجرا کر دیتا ہے۔
- ۴۵۴ - انبیاء کو خطرات، اولیاء کو دوسواں، عوام کو افکار اور مشاق کے لیے عزائم ہوا کرتے ہیں۔
- حضرت ابوالعباس السیاریؒ
- ۴۵۵ - جس پر خدا کی مہربانی ہوتی ہے اس پر لوگ بھی مہربان رہتے ہیں لیکن جس پر قہر نازل ہوتا ہے۔ لوگ بھی اس سے دور بھاگتے ہیں۔
- حضرت ابوالعباس السیاریؒ
- ۴۵۶ - میں تو خدا کے در کا گدا ہوں اور گدا کو جو کچھ بھی مل جائے، وہی اس کے لیے غنیمت ہے۔
- حضرت ابوالعباس السیاریؒ
- ۴۵۷ - مرید کے لیے شریعت کے احکام پر صبر، ممنوعہ اشیاء سے احتراز اور صالحین کی صحبت افضل ترین ریاضتیں ہیں۔
- حضرت ابوالعباس السیاریؒ
- ۴۵۸ - جس کو خدا کی موافقت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ کبھی اس کی مخالفت نہیں کرتا۔
- حضرت ابوالفضل حسن سرخسیؒ
- ۴۵۹ - چونکہ اصحاب کھف بلا واسطہ خدا پر ایمان لائے اس لیے وہ جہاں مرد کھلانے کے مستحق ہیں۔
- حضرت ابوالفضل حسن سرخسیؒ
- ۴۶۰ - مصنوعات کا وجود ہی صانع کی دلیل ہے۔
- ۴۶۱ - جو شخص خود اپنے نفس کو مودب نہ بنا سکے اس کو واقفِ ادب نہیں کہا جاسکتا۔
- حضرت ابوالفضل حسن سرخسیؒ



۴۶۲ - خدا تعالیٰ کا بار صفت وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں۔ جو اس کا بار اٹھانے کے قابل ہیں۔

حضرت ابوالقاسم نصر آبادیؒ

۴۶۳ - جس نے خود کو خدا کے ساتھ وابستہ کر لیا۔ وہ فتنہ و فساد اور وساوس شیطانی سے نجات

پا گیا اور جس میں خدا کو یاد رکھنے کی صلاحیت و قدرت ہوتی ہے وہ کبھی پریشان نہیں

ہوتا۔  
حضرت ابوالقاسم نصر آبادیؒ

۴۶۴ - جب بندے پر من جانب اللہ کوئی حالی وارد ہونے لگے تو اس کے لیے فرودیں و جہنم

کو نظر انداز کر دینا ضروری ہے اور جب اس حال سے واپس ہو تو ہر اس شے کو

عزیز خیال کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت عطا کی ہو۔  
حضرت ابوالقاسم نصر آبادیؒ

۴۶۵ - اہل محبت آتش عشق میں بھی اُن لوگوں سے زیادہ خوش رہتے ہیں جو حبّت کے عیش سے

خوش ہوتے ہیں۔  
حضرت شیخ ابوالحسن صائغؒ

۴۶۶ - اپنی ذات کو محبوب رکھنا ہلاکت کی نشانی ہے۔

۴۶۷ - فساد طبع کی علامت یہ ہے کہ خواہشات و آرزو میں گرفتار رہے۔

۴۶۸ - تصوّف نام ہے اپنے مراتب کے اخفا اور مسلمانوں کی عزت کرنے کا۔

حضرت شیخ ابوالعباس نہاوندیؒ

۴۶۹ - عارف و ذاکر کے سو مدارج موت سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ کیوں کہ موت بھی ان کو

ذکر و معرفت سے علیحدہ نہیں کر سکتی۔  
حضرت شیخ ابوعثمان مغربیؒ

۴۷۰ - جو شخص خلوت اختیار کرنا چاہے اس کے لیے ضروری ہے کہ یاد الہی کے لیے ہر شے کی

یاد کو اپنے قلب سے خارج کر دے اور رضائے الہی کا طالب ہو کر خواہشات نفس کو

ترک کر دے اور جو ان چیزوں پر کار بند نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے خلوت مصیبت

بن جاتی ہے۔  
حضرت شیخ ابوعثمان مغربیؒ

۴۷۱ - جس وقت تک قلب طالب میں ذرہ برابر بھی نفس و دنیا کی محبت باقی رہتی ہے۔ اس

کو خاصانِ خدا کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔  
حضرت شیخ ابوعثمان مغربیؒ

۴۷۲ - فقر سے محبت منقطع کر کے مالداروں سے محبت کرنے والوں کو اندھا کر دیا جاتا ہے۔

حضرت شیخ ابوعثمان مغربیؒ

۴۷۳ - خالق و مخلوق کی ماہیت سے واقفیت کا نام معرفت ہے۔



۲۷۴۔ اعلیٰ ترین خصلت یہ ہے کہ جس شے کو تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند نہ کرو۔ اور جو شے تمہارے پاس موجود ہو اس کو پیش کر دو لیکن خود اس سے کچھ طلب نہ کرو اور خود ظلم سے احتراز کرتے ہوئے اس کے ظلم پر صبر و تحمل سے کام لو اور خود اس کی خدمت کرتے رہو لیکن خود اس سے کوئی خدمت نہ لو۔

حضرت شیخ ابو عثمان مغربیؒ

۲۷۵۔ بہترین عمل وہ ہے جو علم کے مطابق ہو۔

۲۷۶۔ سب سے بڑا اعتکاف یہ ہے کہ ہمیشہ امر و نواہی کو ملحوظ رکھا جائے۔

۲۷۷۔ ہر شے کو اس کی ضد ہی سے پہچانا جاتا ہے۔ اس لیے جب تک صاحبِ اخلاص ریا کی بُرائی سے واقف نہ ہو۔ اخلاص کی اچھائی کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔

حضرت شیخ ابو عثمان مغربیؒ

۲۷۸۔ مرد وہی ہے جو خوف کی جگہ خوف اور رجا کی جگہ رجا اختیار کرے۔

۲۷۹۔ عیش و راحت میں موت کو یاد رکھنا شوق کی علامت ہے۔

۲۸۰۔ عارفین کو وہ نور اور علم معرفت عطا کیا جاتا ہے کہ جس کے ذریعے وہ عجائباتِ قدرت کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

حضرت شیخ ابو عثمان مغربیؒ

۲۸۱۔ اولیاءِ کرامؑ کے ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ اولیاءِ کرامؑ ہی میں شامل کر دیتا ہے۔

حضرت شیخ ابو عثمان مغربیؒ

۲۸۲۔ ”نہ تو خدا کے سوا کسی سے خواہش کا اظہار کرتا ہوں اور نہ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت ہے۔“

حضرت شیخ ابو عثمان مغربیؒ

۲۸۳۔ ”جب میں نے اپنے قلب پر نظر ڈالی تو سب سے بلند اپنے کو پایا اور جب اہلِ عزت پر نگاہ ڈالی تو سب سے زیادہ اپنی عزت کو پایا۔“

شیخ ابوالحسن علی جعفریؒ

۲۸۴۔ جو شخص حقیقتِ اشیا کا دعویٰ دے ہو۔ اس کے دلائل و شواہد اس کو جھوٹ ثابت کر دیتے ہیں۔

شیخ ابوالحسن علی جعفریؒ

۲۸۵۔ حالتِ مشاہدہ میں ایک لمحہ کی فکر بھی ہزار مقبول حجوں سے افضل ہے۔

۲۸۶۔ پریشانیاں اور تفرقہ صرف مہستی کے ساتھ ہی وابستہ ہے لیکن جب صوفی نیت

ہو جاتا ہے۔ تو اس کو خدا کے سوا نہ تو کچھ نظر آتا ہے اور نہ کسی سے بات کرتا ہے۔

شیخ ابوالحسن علی جعفریؒ



۲۸۷- جب تک اشیاء کو جیسی کہ وہ ہیں نہ دیکھیں گے، عبرت نہیں پکڑیں گے۔

حضرت علی ہجویریؒ

۲۸۸- درویشوں کے لیے صحبت فرض ہے اور گوشہ نشینی ناپسندیدہ ہے۔

۲۸۹- جب کسی کی جان ہی اللہ کی راہ میں خرچ ہو جائے تو مال اور جان اور لقمہ اور فرقہ

حضرت علی ہجویریؒ

کی کیا وقعت ہے۔

۲۹۰- تصوف اللہ کی راہ میں جان خرچ کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

۲۹۱- سب گناہ اوصاف ظاہری ہوتے ہیں۔

۲۹۲- بُرے اخلاق اوصاف باطنی ہیں۔

۲۹۳- ریاضت افعال ظاہری سے ہے۔

۲۹۴- توبہ اوصاف باطنی سے ہے۔

۲۹۵- جو شخص اپنی حقیقت سے جاہل ہے وہ غیر کی حقیقت سے زیادہ جاہل ہے۔

۲۹۶- اپنے فنا سے حق تعالیٰ کے بقا کو معلوم کر۔

۲۹۷- جس نے اپنے نفس کو فنا سے پہچان لیا اس نے اپنے رب کو بقا سے پہچان لیا۔

حضرت علی ہجویریؒ

۲۹۸- جس نے اپنے نفس کو ذلت سے پہچان لیا اس نے اپنے رب کو عزت سے پہچان لیا۔

حضرت علی ہجویریؒ

۳۹۹- عقل کی تدبیر و رست ہے اور خواہش کی تدبیر خطا۔

۵۰۰- لڑائی شروع کرنے والا زیادہ ظالم ہوتا ہے۔

۵۰۱- شیطان درحقیقت بندہ کا نفس اور اس کی خواہش ہے۔

۵۰۲- کوئی کام بغیر تقدیر کے ہو نہیں سکتا۔

۵۰۳- اگر پرہیز مقدر سے کرنا چاہیں تو کر نہیں سکتے۔

۵۰۴- بندہ مرید اور اللہ تعالیٰ مراد ہے۔

۵۰۵- ادنیٰ لباس استعمال کرنے والا، نفس پر ظلم کرنے والا، تارک الدنیا اور دوس فاقوں

کے بعد خدا کی ناشکری نہ کرنے والا صوفی ہوتا ہے۔ حضرت ابو علی احمد بن محمدؒ

رودباری



- ۵۰۶۔ در الہی کے علاوہ تمام در چھوڑ دینے کا نام تصوف ہے۔ حضرت ابو علی احمد بن محمد رودباری
- ۵۰۷۔ صوفی وہ ہے۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ سو مرتبہ سے بھی زیادہ مرتبہ رازدہ درگاہ کر دے لیکن وہ خدا سے اپنا رشتہ قائم رکھے۔ حضرت ابو علی احمد بن محمد رودباری
- ۵۰۸۔ خدا کے سوا کسی غیر سے خوفزدہ نہ ہونے کا نام بیم ہے اور کسی سے توقع نہ رکھنے کا نام رجا ہے۔ حضرت ابو علی احمد بن محمد رودباری
- ۵۰۹۔ اولیائے کرام ہمت کو اس لیے محبوب رکھتے ہیں کہ اہل ہمت ان کو محبوب تصور کرتے ہیں۔ حضرت ابو علی احمد بن محمد رودباری
- ۵۱۰۔ راہ توحید پر گامزن ہونے والے مہنم سے نجات حاصل کر لیتے ہیں۔
- ۵۱۱۔ قلب کو حکمت اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب کوئی دنیا اور دولت دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو علی احمد بن محمد رودباری
- ۵۱۲۔ نفس کے ذریعہ مذمت اور روح کے ذریعہ مکاشفہ حاصل ہوتا ہے۔
- ۵۱۳۔ مرید وہ ہے۔ جو خدا کی رضا پر راضی رہے اور جواں مرو وہ ہے جو دونوں عالم میں خدا کے سوا کسی کا طالب نہ ہو۔ حضرت ابو علی احمد بن محمد رودباری
- ۵۱۴۔ بروں کی صحبت نیکیوں کے لیے آفت ہے۔
- ۵۱۵۔ جو خود راستی سے آگاہ نہ ہو۔ اس سے راستی کی امید رکھنا بے سود ہے۔
- حضرت شیخ ابو علی محمد بن عبدالوہاب ثقفی
- ۵۱۶۔ جو ادب سے ناواقف ہو۔ اس سے ادب طلب کرنا مہمل اور بے معنی ہے۔
- حضرت شیخ ابو علی محمد بن عبدالوہاب ثقفی
- ۵۱۷۔ جو شخص مرشد کی صحبت میں رہنے کے باوجود مرشد کا ادب نہیں کرتا۔ وہ مرشد کے فیوض و برکات سے محروم رہتا ہے۔ حضرت شیخ ابو علی محمد بن عبدالوہاب ثقفی
- ۵۱۸۔ جو شخص اعمال و افعال کی دستگی اور اتباع سنت کا خواہاں ہو۔ اس کے لیے باطنی خلوص کا حصول بہت ضروری ہے۔ حضرت شیخ ابو علی محمد بن عبدالوہاب ثقفی
- ۵۱۹۔ مردانِ حق کے لیے چار باتیں بہت ضروری ہیں۔ اول قول میں صداقت۔ دوم موافقت میں صداقت۔ سوم امانت میں صداقت چہارم عمل میں صداقت۔ حضرت شیخ ابو علی محمد بن عبدالوہاب ثقفی
- ۵۲۰۔ دنیا میں مشغولیت تباہی ہے اور دنیا سے منہ پھیر لینا مسرت ہے۔



۵۲۱ - دین کو دنیا کے معاوضہ میں فروخت نہ کرو۔ حضرت شیخ ابوعلی محمد بن عبدالوہاب ثقفی

۵۲۲ - ایک ایسا دور بھی آنے والا ہے جب منافقین کی صحبت سے مومنین مسرور ہوں گے۔

حضرت شیخ ابوعلی محمد بن عبدالوہاب ثقفی

۵۲۳ - اس مردے کی طرح زندگی بسر کرو۔ جس کو مرے ہوئے بھی تین دن گذر چکے ہوں۔

حضرت ابوعلی دقاق

۵۲۴ - جو محبوب کے مکان کا جاروب کش نہ بن سکے۔ اس کا شمار عشاق میں نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابوعلی دقاق

۵۲۵ - جو خدا کے سوا کسی سے انس رکھتا ہو، وہ خدا کے انس کو قطع کر دینے والا ہے اور ذکر الہی کو چھوڑ کر کسی اور کا ذکر کرنا لغو اور بے سود ہے۔

حضرت ابوعلی دقاق

۵۲۶ - مراتب تین قسم کے ہیں۔ اول سوال، دوم دعا، سوم ثنا۔

سوال تو دنیا طلب کرنے والوں کے لیے ہے۔ دعا آخرت کے طالبین کے لیے ہے اور

حضرت ابوعلی دقاق

ثنا صرف خدا کی طلب کے واسطے۔

۵۲۷ - سخاوت کے تین درجے ہیں۔ اول سخا، دوم جود، سوم ایثار۔

جو شخص خدا کو اپنے نفس کے لیے قبول کرے اس کو صاحب سخا کہا جائے گا۔

جو خدا کو اپنے قلب کے لیے طلب کرے اس کو صاحب جود کہا جائے گا۔ اور

حضرت ابوعلی دقاق

جو اللہ کو اپنی جان کے لیے قبول کرے وہ صاحب ایثار ہے۔

۵۲۸ - حق گوئی سے خاموش رہنے والا گونگے شیطان کی طرح ہوتا ہے۔

۵۲۹ - شاہوں کی صحبت سے احتراز کرو کیوں کہ ان کا مزاج بچوں جیسا ہوتا ہے اور ان کا

حضرت ابوعلی دقاق

دبدبہ شیر جیسا۔

۵۳۰ - مرید اس کو کہا جائے گا جو ہوائے نفس اور سونے کو ترک کر دے۔

۵۳۱ - جس کو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے تین چیزیں عطا فرمادے وہ بہت سی بلاؤں سے نجات

پا جاتا ہے۔

اول خالی پیٹ رہنا، دوم قناعت اختیار کرنا، سوم ہمیشہ فقر پر قائم رہنا۔

حضرت ابو حمزہ محمد بن ابراہیم بغدادی

۵۳۲ - تم نے اس وقت حقوق کی ادائیگی کی۔ جب تمہارے نفس نے تم سے سلامتی حاصل کر لی

حضرت ابو حمزہ محمد بن ابراہیم بغدادی



۵۳۳۔ سچے صوفی کی شناخت یہ ہے کہ وہ عت کے بعد فزت امارت کے بعد فقر اور شہرت کے بعد گناہی اختیار کرے اور جو اس کے برعکس ہو وہ جھوٹا صوفی ہے۔

حضرت ابو حمزہ محمد بن ابراہیم بغدادیؒ

۵۳۴۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو کارخانہ حکمت بنایا ہے اور ہر مرد اپنی استعداد و کشف کے مطابق فیوض سے بہرہ ور ہوتا رہتا ہے۔

حضرت ابو بکر صید لانیؒ

۵۳۵۔ انسان کے لیے خدا کی صحبت اختیار کرنا بہت ضروری ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا دوست ہوں اور اس کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا کر دونوں عالم کی مرادیں پوری کروا سکیں۔

حضرت ابو بکر صید لانیؒ

۵۳۶۔ عالم امر و نواہی کی پابندی کے ساتھ اپنے علم کی روشنی میں جہالت کی تاریکیوں سے دور ہو جاتا ہے۔ لیکن جو علوم خدا سے جدا کر دیں۔ ان کی جانب کبھی متوجہ نہ ہونا چاہیے۔

اس لیے کہ ان کا حصول تباہی و بربادی کا باعث بن جاتا ہے۔

۵۳۷۔ جس نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے مابین صدق اختیار کیا وہ مخلوق سے چھٹکارا پا گیا۔

حضرت ابو بکر صید لانیؒ

۵۳۸۔ آخرت کے دروازوں میں سے موت بھی ایک دروازہ ہے جس کے بغیر خدا تک رسائی ممکن نہیں۔

حضرت ابو بکر صید لانیؒ

۵۳۹۔ جس نیک کام میں نمود و ریا کی جھلک ہو اس پر فخر نہ کرو۔

۵۴۰۔ ہمیشہ ہمت پر نظر رکھو۔ کیوں کہ ہمت ہی ہر شے کی پیش رو ہے اور ہمت ہی

پر تمام کاروبار کا انحصار ہے اور تمام چیزیں صرف ہمت ہی کے ذریعے حاصل کی

جا سکتی ہیں۔

۵۴۱۔ صرف زبانی اخلاص کا دعویٰ کرنا چھوڑو کہ اپنی عبادت میں خلوص پیدا نہیں کر سکتا۔ اس لیے اللہ

تعالیٰ اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے اور دنیا کی نگاہوں میں رسوا بنا دیتا ہے۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم شیبانیؒ

۵۴۲۔ صحبت اولیا سے کنارہ کشی کرنے والا ایسے جھوٹے دعویٰ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کہ

اس کی وجہ سے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۵۴۳۔ جو شخص خدا سے نہیں ڈرتا اور احسان کرنے کے بعد احسان جاتا ہے وہ نہایت کمیتہ



ہے۔ حضرت ابواسحاق ابراہیم شیبانیؒ

- ۵۴۲۔ تواضع بزرگی کی اور قناعت آزادی کی ضامن ہے۔  
 ۵۴۵۔ خائف رہنے والے قلب میں دنیا کی محبت اور شہوت باقی نہیں رہتی۔  
 ۵۴۶۔ بتوں کی بھی مختلف قسمیں ہیں۔ بعض لوگ نفس کو بت بنا کر اس کی پرستش کرتے ہیں۔ بعض لوگ دولت کو بت بنا کر اس کے پجاری بنے ہوئے ہیں۔ بعض بیوی بچوں کی پرستش میں مبتلا ہیں۔ بعض صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو بت تصور کر کے اس کے پجاری بنے ہوئے ہیں۔

ان باتوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پوری مخلوق کسی نہ کسی شے کی پرستش میں گرفتار ہے۔ اور کسی کو بھی پرستش سے راہ فرار نہیں۔ البتہ اس شخص کو کسی شے کا پرستار نہیں کہا جاسکتا۔ جو اپنے نفس کی نیکی و بدی پر نفس کی موافقت نہیں کرتا۔ بلکہ ہمیشہ نفس کو ہدفِ ملامت بنائے رہتا ہے۔  
 حضرت ممشاد دینوریؒ

- ۵۴۷۔ اہل خیر کی صحبت سے قلب میں صلح و خیر پیدا ہوتی ہے۔ اور اہل شر کی صحبت قلب کو فتنہ و فساد کی جانب مائل کر دیتی ہے۔  
 حضرت ممشاد دینوریؒ
- ۵۴۸۔ انسان کے لیے وہ وقت بہترین ہوتا ہے جس میں وہ مخلوق سے کنارہ کش ہو کر خالق سے نزدیک تر ہو جاتا ہے اور ان اشیاء سے قلب کو خالی کر لیتا ہے جن کی جانب مخلوق کا رجحان ہے۔  
 حضرت ممشاد دینوریؒ

۵۴۹۔ جو اشیاء اہل دنیا کے نزدیک پسندیدہ ہیں وہ اشیاء ہرگز پسندیدگی کے قابل نہیں ہیں۔  
 حضرت ممشاد دینوریؒ

- ۵۵۰۔ لغو چیزوں کو ترک کر دینے کا نام بھی تصوف ہے۔  
 ۵۵۱۔ جس شے پر نفس و قلب راغب ہو اس کو ترک دینا توکل ہے۔  
 ۵۵۲۔ علم کی زیادتی سے عالم نہیں بنتا۔ بلکہ عالم وہ ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل پیرا ہو کر اتباعِ سنت میں سرگرم عمل ہو۔ خواہ اس کا علم کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواصؒ

۵۵۳۔ جو بندہ معرفتِ الہی کا دعویٰ دار بن کر مخلوق سے ربط و ضبط ترک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ



اس کو اپنی رحمت سے دُور کر کے لالچی قرار دے دیتا ہے اور اس کی کیفیت ایسی ہو جاتی ہے کہ مخلوق بھی اس سے نفرت کرنے لگتی ہے اور وہ دین و دنیا میں کہیں کا نہیں رہتا اور سوائے ندامت کے اس کے ہاتھ کچھ نہیں لگتا۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواصؒ

۵۵۴۔ جو شخص لوگوں میں ظاہر کرتا ہے کہ اس نے خواہشات و شہوات کو ترک کر دیا وہ دروغ گو اور ریاکار ہے اور اس کو کسی طرح بھی تارکِ شہوات نہیں کہا جاسکتا۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواصؒ

۵۵۵۔ صحیح معنوں میں متوکل وہ ہے جس کے توکل کا اثر دوسروں پر بھی پڑے اور اس کی صحبت اختیار کرنے والا بھی متوکل بن جائے لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ثابت قدم رہنے والا ہی متوکل ہو سکتا ہے۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواصؒ

۵۵۶۔ تمام خواہشات کو فنا کر دینے اور بشری تقاضوں کو جلا ڈالنے کا نام محبت ہے۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواصؒ

۵۵۷۔ تمام مخلوق خدا سے آزادی طلب کرتی رہتی ہے لیکن میں اس سے بندگی کا طالب رہتا ہوں کیوں کہ بندہ کی سلامتی اس کی بندگی ہی میں ہے اور آزادی طلب کرنے سے بندہ ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حضرت ابوالعباس قصابؒ

۵۵۸۔ میرے اور تمہارے مابین یہ فرق ہے کہ میں اپنا مدعا خدا کے سامنے بیان کرتا ہوں اور تم اپنا مدعا مجھ سے بیان کرتے ہو۔ اور میں اس کو دیکھتا اور سنتا ہوں لیکن تم مجھے دیکھتے اور سنتے ہو۔ حالانکہ انسان ہونے کے ناطے سے ہم دونوں مساوی ہیں۔

حضرت ابوالعباس قصابؒ

۵۵۹۔ اہل دنیا کی محبت سے زیادہ ثواب اس چیز میں ہے کہ بھوک میں ایک لقمہ کم کھایا جائے۔

حضرت ابوالعباس قصابؒ

۵۶۰۔ اہل دنیا جس شے کو عزت و توقیر کی نظروں سے دیکھتے ہیں عقبی میں ان کی حیثیت ذرہ برابر بھی نہیں۔

حضرت ابوالعباس قصابؒ

۵۶۱۔ کھانے سے عبادتِ الہی سے نفرت اور رغبت گناہ پیدا ہوتی ہے اور فاقہ کشی سے نفسانی خواہشات نھتم ہو جاتی ہیں اور خود بخود عبادت کی جانب قلب متوجہ ہوتا



ہے۔  
حضرت ابوالعباس قصابؒ

۵۶۲ - ترکِ غذا ایک ایسی عبادت ہے جو عبادت کی رغبت پیدا کرتی ہے۔  
۵۶۳ - اللہ تعالیٰ فنا و ظلمت سے مبرا ہے۔  
۵۶۴ - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز مردہ نہیں ہیں بلکہ تم خود مردہ ہو یا کسی لیے تمہاری آنکھیں ان کو مردہ دیکھتی ہیں۔  
حضرت ابوالعباس قصابؒ

۵۶۵ - بندوں میں سب سے زیادہ خوش نصیب وہ بندہ ہے جس کو خدا تعالیٰ اپنے کرم سے اس کی مستی سے آگاہ فرمادے۔  
حضرت ابوالعباس قصابؒ

۵۶۶ - نیکوں کی صحبت اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے۔  
حضرت ابوالعباس قصابؒ

۵۶۷ - اللہ تعالیٰ ہزار بندوں میں سے صرف ایک ہی کو اپنے قرب سے نوازتا ہے۔  
۵۶۸ - دنیا تو نجس ہے لیکن وہ قلب اس سے بھی زیادہ نجس ہے جس نے دنیا کی محبت اختیار کر لی۔  
حضرت ابوالعباس قصابؒ

۵۶۹ - قرب الہی میں رہنے والے بندے مخلوق سے دور رہتے ہیں اور مخلوق کو ان کے احوال کا پتہ نہیں چلتا۔  
حضرت ابوالعباس قصابؒ

۵۷۰ - خدا تعالیٰ سے کما حقہ واقف ہونے والوں میں یہ قوت باقی نہیں رہتی کہ وہ خود کو خدا شناس کہہ سکیں۔  
حضرت ابوالعباس قصابؒ

۵۷۱ - شب و روز میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جس میں بندوں پر خدا کا فیضان نہ ہوتا ہو اور خدا کے سوا دوسری شے کے طلب گار درحقیقت دو خداؤں کے پرستار ہوتے ہیں۔  
حضرت ابوالعباس قصابؒ

۵۷۲ - میں یہ نہیں چاہتا کہ تم لوگ میرا ادب کرو کیوں کہ بہت ہی کم شعور ہے وہ ماں جو اپنے شیرِ نوارِ بچوں سے ادب کی طالب ہو۔  
حضرت ابوالعباس قصابؒ

۵۷۳ - سینہ عشاق میں ایک ایسی آگ شعلہ فگن رہتی ہے کہ جو اپنے شعلوں کی لپیٹ میں خدا کے سوا ہر شے کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔  
حضرت ابونصر سراجؒ

۵۷۴ - صوفیاء وہی ہیں جو دنیا میں اس طرح زندگی گزاریں۔ جیسے دنیا میں آنے سے قبل تھے۔  
حضرت ابوبکر شبلیؒ



۵۷۵ - بارگاہِ الہی میں بے علم ہو کر زندگی بسر کرنے کا نام تصوف ہے۔ حضرت ابو بکر شبلیؓ

۵۷۶ - جس شے سے محبت ہو اس کو محبوب کے نام پر خرچ کرنا ہی محبت ہے اور اگر حُبِ

الہی کا دعویٰ خدا کے سوا کسی اور شے کا طالب ہو تو وہ محبت کی بجائے خدا کا مذاق اڑاتا

ہے۔ حضرت ابو بکر شبلیؓ

۵۷۷ - ہیبتِ الہی قلب کو گھلاتی ہے اور آتشِ محبت جان کو پگھلاتی ہے اور شوقِ نفس کو فناہ

کرتا ہے۔ حضرت ابو بکر شبلیؓ

۵۷۸ - توحید کو اپنی جانب بلانے والا کبھی موحد نہیں ہو سکتا۔

۵۷۹ - معرفت کی تین قسمیں ہیں :-

اول معرفتِ الہی جو ذکر کی محتاج ہے۔ دوم معرفتِ نفس جو ادائیگی فرض کی محتاج ہے

سوم معرفتِ باطن یہ تقدیرِ الہی پر رضامندی کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ حضرت ابو بکر شبلیؓ

۵۸۰ - عارف کی شان یہ ہے کہ کبھی تو اپنے جسم پر پتھر نہیں بیٹھنے دیتا اور کبھی پلکوں پر ساتوں

افلاک اور زمینوں کو اٹھا لیتا ہے۔ حضرت ابو بکر شبلیؓ

۵۸۱ - درویشوں کے چار سو مقامات ہیں۔ جن میں سے سب سے ادنیٰ مقام یہ ہے۔ کہ

اگر دنیا کی پوری دولت بھی انہیں حاصل ہو جائے اور تمام اہل دنیا ان کی دولت کو

استعمال کریں جب بھی انہیں اگلے دن کے کھانے کی فکر نہ ہو۔ حضرت ابو بکر شبلیؓ

۵۸۲ - غفلت کا نام زہد ہے۔ چوں کہ دنیا ناچیز ہے اور ناچیز شے میں زہد اختیار کرنا غفلت

ہے۔ بلکہ یادِ الہی میں مخلوق سے بے نیازی کا نام زہد ہے۔ حضرت ابو بکر شبلیؓ

۵۸۳ - وہ سانس جو خدا کے لیے ہو وہ تمام عالم کے عابدین کی عبادت سے فزوں تر ہے۔

حضرت ابو بکر شبلیؓ

۵۸۴ - اگر پوری دنیا کا لقمہ بنا کر شیر خوار بچے کے منہ میں رکھ دیا جائے۔ جب بھی میں یہی

سمجھوں گا کہ اس کا پیٹ نہیں بھرا اور اگر پوری دنیا میرے قبضے میں آجائے اور میں

اس کو ایک یہودی کے سپرد کر دوں تو اس کے قبول کر لینے پر میں اس کا ممنون ہوں

گا۔ حضرت ابو بکر شبلیؓ

۵۸۵ - کائنات اس پر قبضہ حاصل نہیں کر سکتی جو خدا سے واقف ہو۔

۵۸۶ - جو اظہارِ کرامت کے لیے ظہورِ کرامت کی خواہش کرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کرامت



کے دروازے بند کر دیتا ہے۔  
حضرت ابوالحسن خرقانیؒ

۵۸۷۔ جب تک تمہارے قلوب مردہ ہیں، سکون نہیں مل سکتا۔

۵۸۸۔ کرامت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر درویش پتھر سے کوئی سوال کرے تو پتھر اس کو جواب

دے۔  
حضرت ابوالحسن خرقانیؒ

۵۸۹۔ "میں فردوس و جہنم سے بے نیاز ہو کر صرف خدا کی عبادت کرتا ہوں اور اسی سے

خوف زدہ رہتا ہوں۔"

۵۹۰۔ "مجھے اس شخص پر حیرت ہوتی ہے جو پاکیزہ و حلال لباس کو حرام رنگ سے رنگ

لیتا ہے۔"

۵۹۱۔ خورد و نوش کے معاملہ میں جو اپنا محاسبہ نہیں کرتا اس کی مثال جانوروں جیسی ہے۔

حضرت قطب الدین اولیاءؒ

۵۹۲۔ دُنیا کو چھوڑ کر ذکرِ الہی کرتے رہو۔

۵۹۳۔ عارف کے لیے کمترین عذاب یہ ہے کہ اس سے ذکرِ الہی کی حلاوت سلب کر لی

جاتی ہے۔  
حضرت قطب الدین اولیاءؒ

۵۹۴۔ دُنیا کی تمام اشیاء کو چھوڑ کر خدا کی جانب رجوع رکھو۔ کیوں کہ دین و دُنیا

میں اس کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں۔  
حضرت قطب الدین اولیاءؒ

۵۹۵۔ جو نامرد وہی ہے جو لیتا اور دیتا رہے اور نیم مرد وہ ہے جو لیتا نہ ہو بلکہ دیتا ہو اور

نامرد وہ ہے جو نہ لیتا ہو اور نہ دیتا ہو۔  
حضرت قطب الدین اولیاءؒ

۵۹۶۔ شہواتی جذبات پر غلبہ نہ پانے والوں کے لیے نکاح کرنا بہت ضروری ہے۔ تاکہ

فتنہ سے محفوظ رہ سکیں۔  
حضرت قطب الدین اولیاءؒ

۵۹۷۔ انسِ الہی اور مناجات سے لذت حاصل نہ کرنے والا سب سے زائد بد نصیب ہوتا

ہے۔ لیکن سب سے زیادہ خوش نصیب وہ ہے جو خدا کا انس اور مناجات حاصل

کر کے دُنیا سے رخصت ہو۔  
حضرت قطب الدین اولیاءؒ

۵۹۸۔ دنیاوی بادشاہوں سے بغاوت کرنے والے کا مال و اسباب ضبط کر لیا جاتا ہے۔ اور

بتگوں کی مخالفت کرنے والاں کا دین اللہ تعالیٰ تباہ کر دیتا ہے۔  
حضرت قطب الدین اولیاءؒ

۵۹۹۔ بندہ خوفزدہ کیوں نہ ہو جب کہ ایک طرف نفس و شیطان ہے اور دوسری جانب سلطان



اور ان دونوں کے مابین بندہ عاجز و مجبور ہے۔ حضرت قطب الدین اولیاءؒ  
۶۰۰۔ خوشامدی لوگوں سے کنارہ کش رہو۔ اس لیے کہ ان سے مصائب و فتنوں کا ظہور ہوتا

ہے۔ حضرت قطب الدین اولیاءؒ

۶۰۱۔ اللہ کی راہ میں تھیلی کا منہ کھول دینے والے کے لیے خدا تعالیٰ جنت کے دروازے  
کشاہدہ کر دیتا ہے اور اس کی راہ میں نخل کرنے والوں پر جنت کے دروازے بند  
ہو جاتے ہیں۔ حضرت قطب الدین اولیاءؒ

حضرت قطب الدین اولیاءؒ

۶۰۲۔ فقر و تصوف میں سب سے پہلے بھوک و پیاس اور ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

حضرت قطب الدین اولیاءؒ

۶۰۳۔ کسی سے بُرائی کرنے والے پر اللہ تعالیٰ ایسا شخص مسلط کر دیتا ہے کہ وہ اس سے بلائی  
کا بدلہ لیتا رہتا ہے۔ حضرت قطب الدین اولیاءؒ

حضرت قطب الدین اولیاءؒ

۶۰۴۔ جس حد تک ہو سکے مخلوق کی خدمت کرتے رہو۔

۶۰۵۔ جب تک خدا کے ساتھ بندے کی نیت صاف نہ ہو، قلب مصفا نہیں ہو سکتا اور  
جب تک بندہ اہل اللہ کی خدمت نہیں کرتا جسم مصفا نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ ابوالخیر اقطع

۶۰۶۔ دعویٰ کرنا ایسا تکبر ہے جس کو پہاڑ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

۶۰۷۔ مخالفین نفس ہی صوفی و زاہد بن سکتا ہے۔ حضرت ابو عبد اللہ محمد بن حسینؒ

۶۰۸۔ جو شخص عہد شباب میں عبادت سے گریزاں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کبر سنی میں  
ذلیل و رسوا کرتا ہے۔ حضرت ابو عبد اللہ محمد بن حسینؒ

۶۰۹۔ جو شخص صدقِ دل کے ساتھ مردِ حق کی ایک دن خدمت کرتا ہے وہ تاحیات اس  
دن کی برکت سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ حضرت ابو عبد اللہ محمد بن حسینؒ

۶۱۰۔ جو شخص اس نیت سے ترکِ دنیا کرتا ہے کہ لوگ اس کو نگاہِ عزت سے دیکھیں تو وہ  
بہت بڑا دنیا دار اور عریص ہے۔ حضرت ابو عبد اللہ محمد بن حسینؒ

۶۱۱۔ اگر تم کسی درویش کو زیادہ کھانے والا پاؤ تو سمجھ لو وہ خامی سے خالی نہیں ہے۔

حضرت جعفر جلدیؒ

۶۱۲۔ جو شخص معرفتِ نفس کے لیے سعی نہیں کرتا اس کی خدمت قبول نہیں ہوتی۔

حضرت جعفر جلدیؒ



۶۱۳ - جب تک بندہ اپنے اعمالِ صالح کو ریا سے پاک نہیں کر لیتا۔ عبودیت میں اس کا قدم مستحکم نہیں ہو سکتا۔  
حضرت ابو عمرو نخعیؒ

۶۱۴ - رضائے نفس بندے کے لیے آفت ہے۔

۶۱۵ - جس کی فکر صحیح ہوگی اس کا قول سچا اور عمل اختیاری ہوگا۔

۶۱۶ - خدا کے علاوہ کسی سے بھی اُنسن رکھنا وحشت کا باعث ہے۔

۶۱۷ - راہِ حق میں مخلوق کا کوئی وجود نہیں اور نہ حق کی راہ میں حق ہے۔ یعنی ہمہ اوست کے سوا کچھ نہیں۔  
حضرت ابو بکر واسطیؒ

۶۱۸ - جس نے اپنی جانب منہ کر کے دین کی طرف پشت کر لی یا جس نے اس کے برعکس کیا تو اس نے خود کو نامرادی میں مبتلا کر لیا۔  
حضرت ابو بکر واسطیؒ

۶۱۹ - تمہارا ہر عضو دوسرے عضو میں اس طرح گم اور محو ہو جانا چاہیے کہ راہِ خدا میں دوئی

کا شائبہ بھی باقی نہ رہے۔ کیوں کہ یہ بشرک میں داخل ہے۔ یعنی نہ زبان کو یہ علم ہو

سکے کہ آنکھ نے کیا دیکھا اور نہ آنکھ کو پتہ چلے کہ زبان نے کیا کہا؛ حضرت ابو بکر واسطیؒ

۶۲۰ - صحیح معنوں میں بندہ وہی ہے جس کے قول کا رخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی جانب ہو۔ اور اس کے کلام سے کسی کو اذیت نہ پہنچے۔  
حضرت ابو بکر واسطیؒ

۶۲۱ - جو کلام معرفت نفس کی زبان سے ادا ہوتا ہے اس سے تکبر کی جھلک نظر آنے لگتی ہے

اور اس کا کلام جو بھی سُنتا ہے اس کے سینے سے زندگی کے چشمے خشک ہو کر رہ

جالتے ہیں اور ان چشموں سے کبھی حکمت موجزن نہیں ہوتی۔  
حضرت ابو بکر واسطیؒ

۶۲۲ - خدا کی یاد میں دنیا و آخرت کو فراموش کر دینے والا ہی واصل الی اللہ ہوتا ہے۔

حضرت منصور حلاجؒ

۶۲۳ - خدا کے سوا ہر شے سے بے نیاز ہو کر عبادت کرنا فقر ہے۔

۶۲۴ - صوفی اپنی رات میں اس لیے واحد ہوتا ہے کہ نہ تو وہ کسی کو جانتا ہے اور نہ اس سے

کوئی واقف ہوتا ہے۔  
حضرت منصور حلاجؒ

۶۲۵ - نور ایمانی کے ذریعے خدا کی جستجو کرو۔

۶۲۶ - حکمت ایک تیر ہے اور تیر انداز خدا تعالیٰ ہے اور مخلوق اس کا نشانہ۔

حضرت منصور حلاجؒ



۶۲۷ - مومن وہ ہے جو امارت کو معیوب تصور کرتے ہوئے قناعت اختیار کرے۔  
حضرت منصور حلاجؒ

۶۲۸ - عمل کو کدورت سے پاک رکھنے کا نام اخلاق ہے۔  
۶۲۹ - جس طرح بادشاہ ہوں ملک گیری میں مبتلا رہتے ہیں اسی طرح ہم ہر لمحہ مصائب کے طالب رہتے ہیں۔  
حضرت منصور حلاجؒ

۶۳۰ - بندگی کی منازل طے کرنے والا آزاد ہو جاتا ہے۔  
۶۳۱ - انبیاء کرامؑ جیسا زہد آج تک کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔  
۶۳۲ - جب تک مصائب پر صبر نہ کیا جائے عنایت حاصل نہیں ہوتی۔  
۶۳۳ - صبر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ہاتھ پاؤں کاٹ کر پھانسی پر لٹکا دیا جائے جب بھی منہ سے اُف نہ نکلے۔  
حضرت منصور حلاجؒ

۶۳۴ - عہد گذشتہ میں معاملہ دین پر موقوف تھا۔ دوسرے دور میں وفا پر تیسرے دور میں مرگت پر اور چوتھے دور میں حیا پر تھا لیکن اب تو نہ دین ہے، نہ حیلہ ہے، نہ وفا ہے، نہ مرگت ہے بلکہ سب کا معاملہ ہیبت پر موقوف ہے۔  
حضرت ابو محمد حریریؒ

۶۳۵ - اتباعِ نفس کرنے والا قیدی ہے۔  
۶۳۶ - افضل ترین شکر یہ ہے کہ بندہ خود کو ادائیگی شکر سے عاجز تصور کرتا رہے۔  
حضرت ابو محمد حریریؒ

۶۳۷ - انوارِ الہی سے زندہ رہنے والوں کو کبھی موت نہیں آتی۔  
۶۳۸ - مقدرات پر شاکر رہنا اور مصائب کا مقابلہ کرنے کا نام ہی تصوف ہے۔  
حضرت عبداللہ خفیفؒ

۶۳۹ - جیسے بلا توفیقِ الہی بندگی کا حاصل ہونا محال ہے، ویسے ہی توفیقِ الہی بغیر بندگی کے حاصل نہیں ہو سکتی۔  
حضرت علی ہجویریؒ

۶۴۰ - ولی وہ ہے کہ جسے کوئی خوف نہ ہو۔  
۶۴۱ - مشاہدہٴ حق میں غیر کو دیکھنا محال ہے۔  
۶۴۲ - جب نفس فانی ہو گیا تو رنائے الہی بندہ کی صفت ہو گئی۔



۶۴۳ - کرامت کا اظہار جھوٹے کے ہاتھ پر محال ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ

۶۴۴ - دنیا کی طرف رغبت کرنا اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ کر ایک فانی چیز کی طرف رغبت کرنا

ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ

۶۴۵ - جس دل میں محبتِ الہی زیادہ ہو اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے دل پر زیادہ با عظمت ہوتا

ہے اس کی نہی سے اس کا جسم زیادہ دور ہوتا ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ

۶۴۶ - جو شخص حق کے جملانے میں صدق و کذب میں تمیز کرے وہ بھی ولی ہوتا ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ

۶۴۷ - باعزت وہ بندہ ہے کہ مسبب الاسباب اُسے اسباب کا محتاج نہ رکھے۔

۶۴۸ - ولایت کی انتہا نبوت کی ابتدا ہے۔

۶۴۹ - بندہ کبیرہ گناہ کی وجہ سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

۶۵۰ - جو اولیاء کا مقام ہوتا ہے وہ انبیاء کا حجاب ہوتا ہے۔

۶۵۱ - ایک پیغمبر تمام اولیاء سے افضل ہوتا ہے۔

۶۵۲ - معراج سے مراد قربِ حق ہے۔

۶۵۳ - ولی کو سوائے ولی کے کوئی نہیں پہچانتا۔

۶۵۴ - فنا کا علم یہ ہے کہ تم جان لو کہ دنیا فانی ہے۔

۶۵۵ - بقا کا علم یہ ہے کہ تم جان لو کہ عقبی باقی ہے۔

۶۵۶ - جب بندہ اپنی بندگی کا علم حاصل کر لیتا ہے تو ذکرِ حق کے باقی رہنے سے اس

کی غفلت فنا ہو جاتی ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ

۶۵۷ - انسان جب غفلت سے فانی ہو جاتا ہے تو اُس کے ذکر سے باقی ہو جاتا ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ

۶۵۸ - بشریت کے لوازم سے بیزاری ظاہر کرنا اور خالص اللہ کی عبادت کرنا بقا ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ

۶۵۹ - تجھ پر لازم ہے کہ معرفتِ الہی کا دعویٰ نہ کرے کیوں کہ اس میں تیری ہلاکت ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ

۶۶۰ - عبادتِ امن کی غلت ہے۔



- ۶۶۱ - جس کی بندگی زیادہ ہوگی - عذاب سے اس کو امن زیادہ ہوگا۔ حضرت علی ہجویریؓ
- ۶۶۲ - توحید کا طریقہ صبر سے نیچے اور قدرے اوپر ہے۔
- ۶۶۳ - عبادت نام ہے دائمی غم و خوشی کو ترک کر دینے کا۔ حضرت عبداللہ خفیفؓ
- ۶۶۴ - نفس و دنیا اور المہین سے کنارہ کشی کا نام تقویٰ ہے۔
- ۶۶۵ - عبادتِ الہی سے نفس کو شکست دینے کا نام ریاضت ہے۔
- ۶۶۶ - زہد و سخاوت اور نصیحت سے زیادہ کوئی شے سود مند نہیں۔ حضرت ابو بکر کتانیؓ
- ۶۶۷ - زہد وہ ہے جو نہ ملنے پر خوش رہے۔ زندگی بھر ذکرِ الہی سے غافل نہ ہو۔ مصائب پر صبر سے کام لے اور خدا کی رضا پر راضی رہے۔ حضرت ابو بکر کتانیؓ
- ۶۶۸ - زر و مال کو نظر انداز کرنے کا نام زہد ہے۔ حضرت عبداللہ خفیفؓ
- ۶۶۹ - اپنے تمام امور کو سپردِ خدا کر کے مصائب پر صبر کرنے کا نام عبودیت ہے۔
- ۶۷۰ - تصوف نہ تا پاپا اخلاق ہے جس میں اخلاق کی زیادتی ہوگی اس میں تصوف بھی زیادہ ہوگا۔ حضرت ابو بکر کتانیؓ
- ۶۷۱ - صحیح معنوں میں بندہ وہی ہے جو خواہشات کو ٹھکرا کر مشغولِ بندگی رہے۔ حضرت عبداللہ احمد مغربیؓ
- ۶۷۲ - اظہارِ فقر معیوب شے ہے۔ حضرت عبداللہ خفیفؓ
- ۶۷۳ - اولیاء اللہ ظاہر ہیں اسیر اور باطن میں آزاد ہوتے ہیں۔ حضرت ابو بکر کتانیؓ
- ۶۷۴ - صوفی وہ ہے جو عبادت کو مشقت نہ سمجھے۔
- ۶۷۵ - بدترین فقیر وہ ہے جو امراء کی چال پوسی کرتا رہے اور اعلیٰ ترین وہ ہے جو مخلوق کے ساتھ اخلاقِ حسنہ سے پیش آئے۔ حضرت عبداللہ احمد مغربیؓ
- ۶۷۶ - گوشہ نشینوں کی ادنیٰ اسی نیکی بھی ان لوگوں کی عمر بھر کی عبادت سے بہتر ہے جو مخلوق سے وابستہ رہتے ہوں۔ حضرت عبداللہ احمد مغربیؓ
- ۶۷۷ - اتباعِ علم اور یقینِ کامل کا نام توکل ہے۔ حضرت ابو بکر کتانیؓ
- ۶۷۸ - توبہ کے وقت درِ مغفرت کھل جاتا ہے۔
- ۶۷۹ - خدا اپنے محتاج بندوں کی حاجت روائی خود کرتا ہے۔



۶۸۰۔ جب تک بہت زیادہ نیند نہ آئے سونا نہیں چاہیے۔ جب تک بھوک کی شدت نہ ہو کھانا نہیں کھانا چاہیے اور جب تک شدید ضرورت نہ ہو بات بھی نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت ابو بکر کتانی رحمہ

۶۸۱۔ شہوت و حقیقت دیو کی لگام ہے اور جس نے اس کو زیر کر لیا گویا دیو کو زیر کر لیا۔

حضرت ابو بکر کتانی رحمہ

۶۸۲۔ جسم کو دنیا سے اور قلب کو عقبی سے وابستہ رکھو۔

۶۸۳۔ جو کچھ میسر آئے کھا کر خدا کا شکر کرو اور میسر نہ آئے تو صبر سے کام لو۔

حضرت عبداللہ حنیف رحمہ

۶۸۴۔ لوگوں کے سامنے اپنے اُن گناہوں کا اظہار جن سے وہ واقف نہ ہو انتہائی شقاوت ہے۔

حضرت ابو علی جرجانی رحمہ

۶۸۵۔ بخل کے تین حروف ہیں۔ ب۔ خ۔ ل۔

ب سے مراد بلا، خ سے خسارہ اور ل سے مراد لوم یعنی ملامت ہے۔

۶۸۶۔ نسیم سحری منجانب اللہ ایک ایسی ہوا ہے جس کا قیام عرش کے نیچے ہے اور وہ

دم صبح دنیا میں پھر کر خدا کے بندوں کی گریہ و زاری اور طلبِ مغفرت اپنے ہمراہ

لے جا کر خدا کے حضور پیش کر دیتی ہے۔

حضرت ابو بکر کتانی رحمہ

۶۸۷۔ سب سے زیادہ دانشور صرف صوفیائے کرام ہیں جو آتشِ محبت میں فنا ہو کر بقلے

دائمی حاصل کر لیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ احمد مغربی رحمہ

۶۸۸۔ خدا کے علاوہ کسی دوسرے سے مسرت حاصل کرنے والوں کو حقیقی مسرت حاصل

نہیں ہو سکتی۔

حضرت احمد مرق رحمہ

۶۸۹۔ جب مخلوق کے ہمراہ زندگی بسر کرنا بارِ خاطر محسوس ہونے لگے تو اُنس حاصل ہو

جاتا ہے۔

حضرت ابو حمزہ خراسانی رحمہ

۶۹۰۔ دولت کو مصیبت اور غربت کو راحت تصور کرنے والا ہی حقیقی فقیر ہوتا ہے۔

حضرت شیخ خیر نساج رحمہ

۶۹۱۔ ابتلا میں جس کی ارادت درست نہیں ہوتی وہ انتہا تک محروم سلامتی رہتا ہے۔

حضرت علی سہل اصفہانی رحمہ



۶۹۲ - وہ وقت بہترین ہے جس میں نفس کے وسوسوں سے مامون رہا جائے اور مخلوق کو تمہاری بدگمانی سے چھٹکارا حاصل رہے۔  
حضرت عبداللہ منازلؒ

۶۹۳ - نہ منہ سے بُری بات نکالو۔ نہ کانوں سے خراب بات سُنو۔ نہ آنکھوں سے بُری شے کو دیکھو۔ نہ ٹانگوں سے بُری جگہ جاؤ۔ نہ ہاتھوں سے بُری شے کو چھوؤ۔ بلکہ ہمہ وقت ذکرِ الہی میں مشغول رہو۔  
حضرت ابو وراقؒ

۶۹۴ - نبوت کے بعد صرف حکمت ہی کا درجہ ہے اور حکمت کی شناخت یہ ہے کہ ضرورت کے وقت کے سوا ہمیشہ سکوت رہے۔  
حضرت ابو وراقؒ

۶۹۵ - نفس سے محبت کرنے والوں پر غرور و حسد اور ذلت جیسی برائیاں مسلط ہو جاتی ہیں۔  
حضرت ابو وراقؒ

۶۹۶ - جب تک بندے میں نفس کی ایک رتی بھی باقی ہے اس کو آزادی میسر نہیں آ سکتی۔  
حضرت محمد علی حکیم ترمذیؒ

۶۹۷ - برگزیدہ لوگ وہ ہیں جو جذبہ حق میں فنا ہو جائیں اور اہل ہدایت وہ ہیں جو تائب ہو کر خدا کا راستہ تلاش کریں۔  
حضرت محمد علی حکیم ترمذیؒ

۶۹۸ - جو خدا کو اور نفس و ابلیس کو اور مخلوق و دنیا کو پہچان لیتا ہے وہ نجات پا جاتا ہے۔ اور نہ پہچاننے والا ہلاک ہو جاتا ہے۔  
حضرت ابو وراقؒ

۶۹۹ - مخلوق سے محبت کرنے والوں کو خدا کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی۔  
۷۰۰ - جو خود حیا کا ذکر کر کے خدا سے حیا نہیں کرتا وہ بدترین بندہ ہے۔  
حضرت عبداللہ منازلؒ

۷۰۱ - حیا کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کو ہر لمحہ متکلم تصور کرتے ہوئے خود خاموشی اختیار کرو۔  
حضرت عبداللہ منازلؒ

۷۰۲ - جو خود کو خدا کے نزدیک سمجھتا ہے وہ حقیقت میں بہت دُور ہوتا ہے۔  
حضرت علی سہل صفہانیؒ

۷۰۳ - خوفِ الہی بندوں کے لیے ایک ایسا تازیانہ ہے جو بڑے بڑے گتائوں کو راہِ راست پر لے آتا ہے۔  
حضرت شیخ خیر نساجؒ

۷۰۴ - عامل کا اپنے عمل کو بے وقعت سمجھنا ہی کمالِ عمل ہے۔  
حضرت شیخ خیر نساجؒ



۷۰۵۔ موت کو عزیز رکھنے والا خدا کے سوا کسی کو محبوب نہیں رکھتا۔ حضرت ابو حمزہ خراسانیؓ  
 ۷۰۶۔ مفہوم توکل یہ ہے کہ صبح کو شام کا اور شام کو صبح کا تصور باقی نہ رہے۔

حضرت ابو حمزہ خراسانیؓ

حضرت احمد مسروقؓ

۷۰۷۔ متقی تارک الدنیا ہوتا ہے۔

۷۰۸۔ دنیا کی جانب مائل نہ ہونا ہی حقیقی تقویٰ ہے۔

۷۰۹۔ خدا دوست پر کوئی غلبہ نہیں پاسکتا۔

۷۱۰۔ عارف قرب الہی کی وجہ سے بہت خوفزدہ رہتا ہے۔

۷۱۱۔ خدا کے سوا کسی کی غلامی قبول کرنا زہد کے منافی ہے۔

۷۱۲۔ دانش مند حکیم الہی پر زندگی بسر کرتے ہیں لیکن عارفین قرب الہی میں زندگی گزارتے ہیں۔  
 حضرت علی سہل اصفہانیؓ

۷۱۳۔ خدا کو ماننے والا ہر شے سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

۷۱۴۔ حضرت آدمؑ کے عہد سے قیامت تک لوگ قلب کے سلسلے میں بحثیں کرتے رہیں گے لیکن قلب کی حقیقت و ماہیت کبھی معلوم نہ ہو سکے گی۔ حضرت علی سہل اصفہانیؓ

۷۱۵۔ جو مخلوق دیک بے گزیدہ ہوں۔ ان کے لیے اپنے نفس کو ذلیل رکھنا ضروری ہے۔  
 حضرت عبداللہ منازلؓ

۷۱۶۔ وقتِ گذشتہ کا تصور بھی بے سود ہے۔

۷۱۷۔ جس نے لذتِ نفس کو ختم کر دیا وہی مزے میں رہا۔

۷۱۸۔ احکام الہی کے مطابق روزی کمانے والا اس خلوت نشین سے افضل ہے، جو روزی کمانے سے کتراتا ہو۔  
 حضرت عبداللہ منازلؓ

۷۱۹۔ عارف وہی ہے جو کسی شے سے متعجب نہ ہو۔

۷۲۰۔ جس طرح رزقِ حرام سے احتراز ضروری ہے اسی طرح بد اخلاقی سے بھی کنارہ کشی ضروری ہے۔  
 حضرت ابو وراقؓ

۷۲۱۔ جو مرید پیر کو دور سمجھے وہ مریدِ ناقص ہے اور جو پیر مرید سے دور رہے وہ پیرِ ناقص ہے۔  
 سید وارث علی شاہؓ

۷۲۲۔ رضائے یار عاشق کا ایمان ہے۔



۴۲۳ - خدا محض آسمانوں پر نہیں ہے۔ ہم تم میں چھپ کر سب کو دھوکے میں ڈال دیا ہے  
بس ایک صورت پکڑ لے خدا لے جائے گا۔  
سید وارث علی شاہ

۴۲۴ - عارف کی نشانی یہ ہے کہ وہ موت کو دوست رکھتا ہے اور اس کو سوائے ذکر اللہ پاک  
کسی چیز سے چین و آرام نہیں ملتا۔  
حضرت معین الدین چشتی

۴۲۵ - حق تعالیٰ کے شناخت کی علامت مخلوق سے پہلو تھی ہے اور معرفت کی باتوں میں خاموشی  
حضرت معین الدین چشتی

۴۲۶ - انسان فقر کا مستحق اس وقت ہوتا ہے کہ اس کی ذات میں عالم فانی کی علامات و نشانیوں  
میں سے کوئی باقی نہ رہے۔  
حضرت عثمان ہارونی

۴۲۷ - جب کوئی عارف اپنی مرضی حق تعالیٰ کی مرضی میں گم اور فنا کر دے تو پھر جو وہ چاہتا  
ہے اس کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے اور جو بات کرتا ہے اس کا جواب سُناتا ہے۔  
حضرت معین الدین چشتی

۴۲۸ - محبتِ الہی کے بارے میں ادنیٰ درجہ عارف کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفات اس میں جلوہ گر  
ہونے لگیں۔  
حضرت معین الدین چشتی

۴۲۹ - گناہ تم کو اس قدر ضرر نہیں پہنچاتا جس قدر مسلمان کی بے عزتی اور اس کو ذلیل سمجھنا  
تمہارے لیے ضرر رساں اور نقصان پہنچانے والا ہے۔  
حضرت معین الدین چشتی

۴۳۰ - کوئی سانس ذکرِ الہی سے خالی نہ جائے خواہ ذکرِ لسانی ہو یا قلبی۔  
۴۳۱ - شقاوت و بد بختی کی نشانی یہ ہے کہ گناہ کرے اور یہ اُمید رکھے کہ مقبول ہو جاؤں گا۔  
حضرت معین الدین چشتی

۴۳۲ - عارف کی علامت یہ ہے کہ وہ خاموش ہو اور اس کے چہرے پر غم کے آثار ہوں۔  
حضرت معین الدین چشتی

۴۳۳ - جس نے کوئی نعمت پائی سخاوت کی بدولت پائی۔  
۴۳۴ - درویش وہ ہے کہ جو بندہ اس کے پاس حاجت لے کر آئے اس کو محروم نہ لوٹائے۔  
حضرت معین الدین چشتی

۴۳۵ - حق تعالیٰ کا دیدار اس دنیا میں یہی ہے کہ اس کی تجلیات کا عکس بندہ پر پڑے۔  
حضرت معین الدین چشتی

۴۳۵ - حق تعالیٰ کا دیدار اس دنیا میں یہی ہے کہ اس کی تجلیات کا عکس بندہ پر پڑے۔  
حضرت معین الدین چشتی



- ۴۳۶۔ انسان کے لیے بہترین وقت وہ ہے جس میں اس کا دل پریشان خیالات اور دوسروں سے خالی ہو۔  
حضرت معین الدین چشتیؒ
- ۴۳۷۔ صاحبِ عزت وہ ہے جس کو گناہوں نے ذلیل نہ کیا ہو۔ اور آزاد وہ ہے جس کو حرص نہ ہو اور امیر وہ ہے جس پر ابلیس قابض نہ ہو سکے اور دانش مند وہ ہے جو صرف خدا کے لیے نفس کا مخالف ہو۔  
حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذیؒ
- ۴۳۸۔ نفس شناسی ہی خدا شناسی کا ذریعہ ہے۔
- ۴۳۹۔ چونکہ ضامنِ رزقِ خدا تعالیٰ ہے اس لیے اسی پر توکل ضروری ہے۔
- ۴۴۰۔ نہ تو خدا کے سوا کسی دوسرے کا شکر ادا کرو اور نہ ہی کسی کے سامنے عاجز بنو۔  
حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذیؒ
- ۴۴۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے سوا اسمِ عظیم کسی میں جلوہ نگیں نہیں ہوا۔  
حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذیؒ
- ۴۴۲۔ نیکی اور نیک کام سے رغبت رکھنا اور مخالفتِ نفس کرنا بھی داخلِ شجاعت ہے۔  
حضرت شیخ ابوالحسن بوشنجیؒ
- ۴۴۳۔ صوفی وہی ہے جو مصیبت سے پاگ اور داد و دہش سے علیحدہ رہے۔  
حضرت ابو عبد اللہ محمد بن فضلؒ
- ۴۴۴۔ علم میں جو تین لفظ عین، لام اور میم ہیں۔ تو عین سے علم، لام سے عمل اور میم سے مخلصِ حق ہونا مراد ہے۔  
حضرت ابو عبد اللہ محمد بن فضلؒ
- ۴۴۵۔ جو اعمال کو جہنم سے ذریعہٴ نجات تصور کرتا ہے وہ فریبِ نفس میں مبتلا رہتا ہے۔  
حضرت ابو محمد مرعشؒ
- ۴۴۶۔ جو کوئی فضلِ خداوندی سے اُمید رکھتا ہے وہ جنتی ہے۔
- ۴۴۷۔ اسباب و وسائل پر اعتماد کرنے والا سببِ الاسباب کو نظر انداز کر دیتا ہے۔  
حضرت ابو محمد مرعشؒ
- ۴۴۸۔ فقیر کے لیے فقیر کی صحبت لازمی ہے اور جب فقیر سے فقیر جدا ہو جائے، تو یقین کر لو کہ اس میں کوئی راز ہے  
حضرت ابو محمد مرعشؒ
- ۴۴۹۔ زاہدین کا ایشارے نیازی کے وقت اور بہادروں کا ایشارے ضرورت کے وقت معلوم



ہوتا ہے۔

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن فضلؒ

۴۵۰۔ تصوف کا مفہوم حقیقی یہ ہے کہ نہ تو کوئی شے تمہاری ملکیت میں ہو اور نہ تم کسی کی

حضرت سمنون مجتہبؒ

ملکیت ہو۔

۴۵۱۔ خدا مجتہب کو اس لیے ہدفِ مصائب بناتا ہے کہ ہر کس و ناس اس کی محبت میں قدم

حضرت سمنون مجتہبؒ

نہ رکھ سکے۔

۴۵۲۔ دنیا کی مثال دریا جیسی ہے اور آخرت اس کا کنارہ ہے اور تقویٰ اس میں ایک

کشتی کی طرح ہے جس میں مسافر سفر کرتے رہتے ہیں۔

حضرت ابو یعقوب بن اسحاق نمر جووانؒ

۴۵۳۔ شکم سیر بندہ ہمیشہ مجھو کا رہتا ہے اور دولت مند اس لیے فقیر رہتا ہے۔ کہ

ہمیشہ مخلوق سے حاجت براری کا مقتضی رہتا ہے۔

حضرت ابو یعقوب بن اسحاق نمر جووانؒ

۴۵۴۔ خدا سے اعانت طلب نہ کرنے والا سدا ذلیل رہتا ہے اور جس نعمت کا شکر ادا کیا

حضرت ابو یعقوب بن اسحاق نمر جووانؒ

وہ کبھی زائل نہیں ہوتی۔

۴۵۵۔ خوشی کی تین قسمیں ہیں۔ اول عبادت پر مسرت، دوم یادِ الہی پر مسرت، سوم

قربِ الہی پر مسرت اور جس کو یہ تینوں مسرتیں حاصل ہوتی ہیں وہ ہمیشہ مشغول

عبادت رہ کر تارک الدنیا ہو جاتا ہے اور مخلوق اس کو بُرا تصور کرنے لگتی ہے۔

حضرت یعقوب بن اسحاق نمر جووانؒ

۴۵۶۔ زبان سے بُری بات نہ نکالو۔ کان سے بُری بات نہ سنو۔ زنا سے کنارہ کش رہو۔

رزقِ حلال استعمال کرو۔ دنیا کو خیر باد کہہ دو۔ موت کو پیشِ نظر رکھو۔

حضرت یوسف اسباطؒ

۴۵۷۔ مخلوق میں کمزور ترین وہ جو ترکِ مخلوق پر قادر نہ ہو۔ حضرت ابراہیم بن اودورتیؒ

۴۵۸۔ سوال نہ کرنے والا راضی بہ رضا رہتا ہے۔

۴۵۹۔ خدا کے سوا کسی اور کو صاحبِ اعزاز تصور کرنے والا خود ذلیل ہے۔

حضرت ابراہیم بن اودورتیؒ

۴۶۰۔ ہر علم کے لیے ایک بیان ہے۔ ہر بیان کے لیے ایک زبان۔ ہر زبان کے لیے



ایک عبادت ہے۔ ہر عبادت کے لیے ایک طریقہ ہے اور ہر طریقہ کے لیے ایک گروہ کا وجود ضروری ہے اور جو شخص ان چیزوں میں تمیز نہ کر سکے اس کے لیے لب کشائی مناسب نہیں۔  
حضرت ابن عطاءؒ

۴۶۱۔ چونکہ فطرتِ نفس بے ادبی پر قائم ہے۔ اس لیے نفس کو ہر لمحہ مودب رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور خواہشِ نفس اور عبادت کے صلہ کی تمنا بندے کو خدا کا دشمن بنا دیتے ہیں۔  
حضرت ابن عطاءؒ

۴۶۲۔ توکل نام ہے فاتحہ کشی میں کسی سبب کی جانب نظر نہ ڈالنے کا اور متوکل وہ ہے، جو صرف خدا پر توکل کرے۔  
حضرت ابن عطاءؒ

۴۶۳۔ اللہ تعالیٰ کا قول و فعل عطا کرنا بھی داخل سعادت ہے۔ کیوں کہ اگر قول کو سلب کر کے صرف فعل کو باقی رکھے تو نعمت ہے اور اگر فعل سلب کر کے صرف قول باقی رکھے تو مصیبت ہے۔ اور اگر قول و فعل دونوں کو سلب کر لے تو ہلاکت ہے۔  
حضرت ابو محمد رویمؒ

۴۶۴۔ صوفی کا مخلوق سے کنارہ کش ہونا ہی لازم ہے۔

۴۶۵۔ حقیقی شہوت وہی ہے جو اعمالِ صالح کے علاوہ کسی وقت بھی ظاہر نہ ہو۔

حضرت ابو محمد رویمؒ

۴۶۶۔ خندہ پیشانی کے ساتھ احکامِ الہی کا استقبال کرنے کا نام رضا ہے۔

حضرت ابو محمد رویمؒ

۴۶۷۔ جس کو اپنی تعظیم کروانے کا تصور ہو۔ اس کا کفر پر موت آنے کا اندیشہ رہتا ہے۔

حضرت عثمان حیریؒ

۴۶۸۔ مسلمان سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا چاہیے اور جہلا کے لیے دعائے خیر کرنی چاہیے۔

حضرت عثمان حیریؒ

۴۶۹۔ مرید کی شان یہ ہے کہ اگر سارے جہاں کی نعمتیں بھی اس کے سامنے پیش کر دی جائیں

حضرت ابو الحسن نوریؒ

تو ان پر نگاہ نہ ڈالے۔

۴۷۰۔ خدا سے اس لیے محبت کرو کہ وہ تمہارے ساتھ نیکی کرتا ہے اور جو خدا کو اپنا محسن تصور نہ

حضرت ابو سعید خدریؒ

کرے وہ کبھی خدا سے محبت نہیں کر سکتا۔



۴۴۱۔ ذکر تین طرح سے کیا جاتا ہے :

ایک صرف زبان سے، دوسرے قلب و زبان دونوں سے اور تیسرا جس میں قلب تو  
ذکر رہے لیکن زبان گنگ ہو جائے۔ لیکن اس مقام کا علم خدا کے سوا کسی کو معلوم  
نہیں۔  
حضرت ابوسعید خدریؓ

۴۴۲۔ صبر نام ہے خدا کے حکم پر استقلال کے ساتھ مصائب برداشت کرنے کا۔

حضرت عمرو بن عثمان مکیؓ

۴۴۳۔ صوفی وہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ سے خلیل ہونے کا درس اور حضرت اسمعیلؑ سے تسلیم  
کا درس اور حضرت داؤدؑ سے غم کا درس اور حضرت ایوبؑ سے صبر کا درس اور حضرت  
موسیٰؑ سے شوق کا درس اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاص کا درس حاصل  
کرے۔  
حضرت جنید بغدادیؓ

۴۴۴۔ اولیاء اللہ کے لیے نگرانی نفس سے زیادہ دشوار کوئی کام نہیں۔

۴۴۵۔ اگر تمہاری خواہش یہ ہے کہ تم سے زیادہ کسی کو فضیلت حاصل نہ ہو تو ہر شے کو چھوڑ کر  
خدا کو پکڑ لو۔ تاکہ سب تمہارے محتاج نظر آئیں۔  
حضرت عبداللہ بن خبیبؓ

۴۴۶۔ مخلوق میں سب سے زیادہ عالم وہ ہے جو فرمانبردار اور خدا کا خوف رکھنے والا ہو اور  
سب سے زیادہ جاہل وہ ہے جو اپنے گناہ پر نڈر ہو۔  
حضرت منصور عمارؓ

۴۴۷۔ مرید کا سماع کے غلبہ سے ایسا حال ہونا چاہیے کہ اس کا سماع بدکاروں کو بدکاری سے  
نجات دے۔  
حضرت علی ہجویریؓ

۴۴۸۔ قرآن مجید روحانی بیماریوں کے دل کو راجہ حق کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔

حضرت علی ہجویریؓ

۴۴۹۔ جو لوگ اپنے آپ کو اچھا دکھاتے ہیں وہ درحقیقت اچھے نہیں ہوتے۔ جلدی رسوا  
ہو جاتے ہیں۔  
حضرت علی ہجویریؓ

۴۸۰۔ توبہ کے معنی گناہ سے بندگی کی طرف لوٹنا ہے اور رجوع کے معنی اپنے آپ کی طرف  
سے خدا کی طرف رجوع کرنا ہے۔  
حضرت علی ہجویریؓ

۴۸۱۔ قرآن مجید کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ اس کے پڑھنے سے طبیعت  
ملول نہیں ہوتی۔  
حضرت علی ہجویریؓ



۷۸۲۔ جس قدر بندے پر مصیبت قوی ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ سے اس کا قرب اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ مصیبت اولیاء کا لباس اور برگزیدہ لوگوں کا گہوارہ اور انبیاء کی غذا ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ

۷۸۳۔ شریعت بغیر حقیقت کے ریہے۔

۷۸۴۔ عالم اپنی ذات کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور عارف اپنے رب کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔  
حضرت علی ہجویریؒ

۷۸۵۔ محبت اپنا جذبہ جسم کے تمام اجزاء میں پھیلا دیتی ہے۔

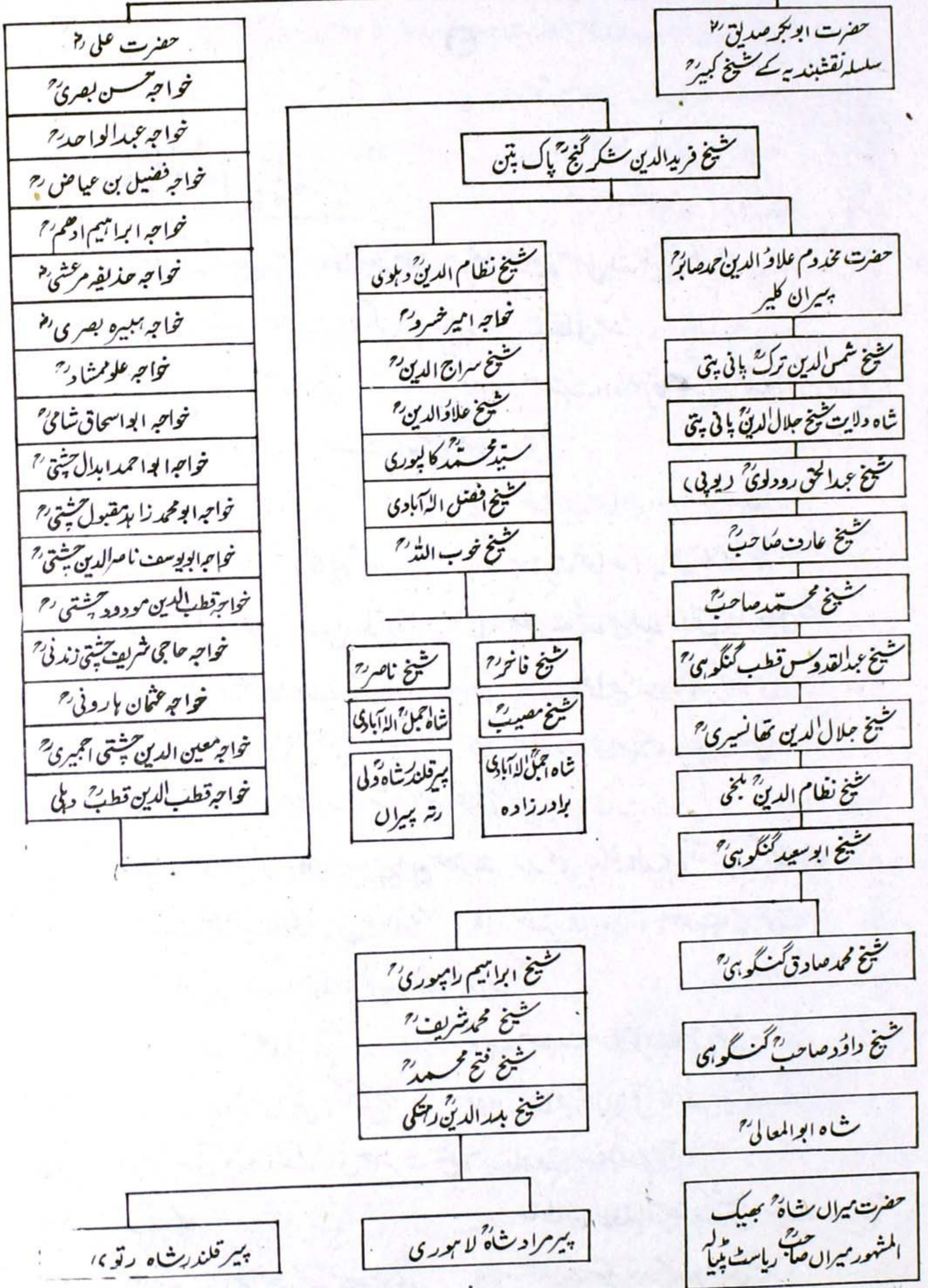
۷۸۶۔ سب عورتوں سے زیادہ برکت والی عورت وہ ہے کہ وہ سب میں کم خرچ کرنے والی زیادہ خوب صورت اور زیادہ پاک دامن ہو۔  
حضرت علی ہجویریؒ





## شجرہ ہائے بزرگان دین

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم





# شجرہ شریف

## سلسلہ نقش بندہ

- ۱- شیعہ المذنبین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲- امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳- حضرت سلمان فارسیؓ - حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ
- ۵- حضرت امام الہمام حضرت امام جعفر صادقؓ
- ۶- حضرت بایزید بسطامیؓ - حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؓ
- ۸- حضرت ابوالقاسم گرگانیؓ - حضرت خواجہ ابو علی فارمدیؓ
- ۱۰- حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؓ - حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؓ
- ۱۲- حضرت خواجہ محمد عارف ریوگریؓ - حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؓ
- ۱۴- حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتیؓ - حضرت خواجہ محمد بابا ساسیؓ
- ۱۶- سید السادات حضرت سید امیر کلالؓ
- ۱۷- حضرت خواجہ خواجگان پیر پیران حضرت سید محمد بہاؤ الدین نقشبندؓ بخاری
- ۱۸- حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؓ - حضرت مولانا یعقوب چرخؓ
- ۲۰- ناصر الدین حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؓ
- ۲۱- حضرت مولانا محمد زاہدؓ - حضرت مولانا درویش محمدؓ
- ۲۳- حضرت مولانا خواجگی امکنگیؓ - خواجہ محمد باقی باللہ بیرنگؓ
- ۲۵- امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؓ
- ۲۶- خواجہ محمد معصومؓ - سلطان الاولیاء حضرت شیخ سیف الدینؓ
- ۲۸- حضرت مولانا حافظ محمد محسن دہلویؓ - حضرت سید نور محمد بدایونیؓ



- ۳۰ - حضرت شمس الدین حبیب اللہ مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ  
 ۳۱ - حضرت مولانا دستیدنا عبد اللہ المعروف بشاہ غلام علی دہلویؒ  
 ۳۲ - حضرت مولانا سیدنا شاہ ابو سعیدؒ  
 ۳۳ - غوثِ زمانِ قطبِ دوران حضرت مولانا سیدنا شاہ احمد سعیدؒ  
 ۳۴ - حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ  
 ۳۵ - حضرت مولانا محمد عثمان دامانیؒ - ۳۶ - حضرات مولانا محمد سراج الدینؒ  
 ۳۷ - حضرت قریشی محمد فضل علیؒ  
 ۳۸ - قطبِ عالم شیخ العرب والعجم حضرت مولانا محمد عبدالغفور العباسی مہاجر مدنیؒ  
 ۳۹ - سید محمد علاؤ الدین شاہ جیلانی قدس سرہ (ابھی حیات میں)



## سلسلہ قادریہ

- ۱ - شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم -  
 ۲ - خلیفۃ الرسول حضرت علی کرم اللہ وجہہ  
 ۳ - سبطِ رسول حضرت امام حسنؑ  
 ۴ - سبطِ رسول حضرت امام حسینؑ شہیدِ کربلا -  
 ۵ - حضرت امام زین العابدینؑ  
 ۶ - حضرت امام محمد باقرؑ  
 ۷ - حضرت امام جعفر صادقؑ  
 ۸ - حضرت امام موسیٰ کاظمؑ  
 ۹ - حضرت امام علی رضاؑ  
 ۱۰ - حضرت شیخ معروف کرخیؑ  
 ۱۱ - حضرت سری سقطیؑ  
 ۱۲ - حضرت سید جنید بغدادیؑ  
 ۱۳ - حضرت شیخ ابوبکر شبلیؑ  
 ۱۴ - حضرت شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز یمنیؑ  
 ۱۵ - حضرت ابوالفرح طرطوسیؑ  
 ۱۶ - حضرت شیخ ابوالحسن علی الہندکاریؑ  
 ۱۷ - حضرت شیخ ابوسعید مخزومیؑ



- ۱۸- پیر پیران پیر و سنگیر میراں محی الدین محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت سید عید القادر حبیلانیؒ
- ۱۹- حضرت سید عبدالرزاقؒ ۲۰- حضرت سید شرف الدین قتالؒ
- ۲۱- حضرت سید عبدالوہابؒ ۲۲- حضرت سید بہاؤ الدینؒ
- ۲۳- حضرت سید عقیلؒ ۲۴- حضرت شمس الدین صحرائیؒ
- ۲۵- حضرت سید گدائی رحمن اولؒ ۲۶- حضرت سید ابوالحسنؒ
- ۲۷- حضرت سید شمس الدین عارفؒ ۲۸- حضرت سید گدائی رحمن ثانیؒ
- ۲۹- حضرت شاہ فضیلؒ ۳۰- حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ
- ۳۱- حضرت شاہ سکندرؒ
- ۳۲- امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ
- ۳۳- حضرت شیخ محمد سعیدؒ ۳۴- حضرت شیخ عبدالاحدؒ
- ۳۵- حضرت شیخ محمد عابد سنائیؒ ۳۶- حبیب اللہ مرزا جان جانان شہیدؒ
- ۳۷- حضرت عبداللہ شاہ المشہور ایشاہ غلام علی دہلویؒ
- ۳۸- شاہ حضرت ابو سعیدؒ ۳۹- شاہ حضرت احمد سعیدؒ
- ۴۰- حضرت حاجی دوست محمد قندباریؒ
- ۴۱- حضرت مولانا احمد تھان دامانیؒ ۴۲- حضرت محمد سراج دینؒ ۴۳- حضرت قریشی محمد فضل علیؒ
- ۴۴- حضرت قطب عالم مولانا محمد عبدالغفورؒ ۴۵- حضرت سید محمد علاء الدین جیلانی مدظلہ عالیؒ



## سلسلہ چشتیہ

- ۱- شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲- امیر المومنین علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ
- ۳- خیر التالبعین حضرت شیخ حسن بصریؒ
- ۴- حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ
- ۵- حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ
- ۶- حضرت ابراہیم بن ادھمؒ



- ۷- حضرت خواجہ المرعشیؒ
- ۸- حضرت خواجہ امین الدین ابہر البصریؒ
- ۹- خواجہ ابوالبرہیم اسحاق علودنیوریؒ
- ۱۰- حضرت خواجہ ابواسحاق چشتیؒ
- ۱۱- حضرت خواجہ احمد چشتیؒ
- ۱۲- حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ
- ۱۳- حضرت خواجہ ابویوسف چشتیؒ
- ۱۴- حضرت خواجہ مودود چشتیؒ
- ۱۵- حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ
- ۱۶- حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ
- ۱۷- حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجرئیؒ
- ۱۸- حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکئیؒ
- ۱۹- حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ
- ۲۰- حضرت خواجہ مخدوم علی صابرؒ
- ۲۱- حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ
- ۲۲- حضرت جلال الدین پانی پتیؒ
- ۲۳- حضرت شیخ احمد عبدالحق رودلویؒ
- ۲۴- حضرت شیخ محمد عارفؒ
- ۲۵- حضرت شیخ محمدؒ
- ۲۶- حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ
- ۲۷- حضرت شیخ رکن الدین گنگوہیؒ
- ۲۸- حضرت شیخ عبدالواحدؒ
- ۲۹- امام ربانی مجدد و الف تانی شیخ احمد فاروقی سمرندیؒ
- ۳۰- حضرت شیخ خازن الرحمۃ شیخ محمد سعیدؒ
- ۳۱- حضرت شیخ عبدالواحدؒ
- ۳۲- حضرت شیخ عابد سناحیؒ
- ۳۳- حضرت حبیب اللہ مرزا جان جانال شہیدؒ
- ۳۴- شیخ الشیوخ حضرت عبداللہ شاہ المعروف بہ غلام علی شاہؒ
- ۳۵- حضرت شاہ ابوسعیدؒ
- ۳۶- حضرت شاہ احمد سعیدؒ
- ۳۷- حضرت حاجی دوست محمد قندہاریؒ
- ۳۸- حضرت مولانا عثمان دامانیؒ
- ۳۹- حضرت مولانا محمد سراج الدینؒ
- ۴۰- حضرت قریشی محمد فضل علیؒ
- ۴۱- حضرت مولانا محمد عبدالغفور العباسی مہاجر مدنیؒ
- ۴۲- حضرت سید محمد علاؤ الدین شاہ جبیلانی قدس سرہؒ





## سلسلہ سہروردیہ

- ۱- شفیع المذنبین رحمۃ العالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲- امیر المومنین خلیفۃ الرسول حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا
- ۳- حضرت حسن بصریؒ
- ۴- حضرت حبیب عجمیؒ
- ۵- حضرت داؤد طائیؒ
- ۶- حضرت معروف کرخمیؒ
- ۷- حضرت سری سقطیؒ
- ۸- حضرت جنید بغدادیؒ
- ۹- حضرت ممشاد و نیوریؒ
- ۱۰- حضرت شیخ احمد و نیوریؒ
- ۱۱- حضرت شیخ محمدؒ
- ۱۲- حضرت سید یار محمدؒ
- ۱۳- حضرت وحید الدین عبدالقادر سہروردیؒ
- ۱۴- حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ
- ۱۵- حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا گیلانی
- ۱۶- حضرت شیخ صدر الدینؒ
- ۱۷- حضرت شیخ رکن الدینؒ
- ۱۸- حضرت مخدوم جہاں گشتؒ
- ۱۹- حضرت شیخ اجمل پراچیؒ
- ۲۰- حضرت سید پدین پراچیؒ
- ۲۱- حضرت درویش محمد بن قاسمؒ اودھی
- ۲۲- حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ
- ۲۳- حضرت رکن الدینؒ
- ۲۴- حضرت عبدالواحدؒ
- ۲۵- محبوب ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ
- ۲۶- حضرت واجہ محمد سعیدؒ
- ۲۷- حضرت شیخ عبدالواحدؒ
- ۲۸- حضرت شیخ محمد عابدؒ
- ۲۹- حضرت مرزا جان جاناؒ منظر شہید
- ۳۰- حضرت عبداللہ شاہ معروف بہ شاہ غلام علیؒ
- ۳۱- حضرت شاہ ابوسعیدؒ
- ۳۲- حضرت شاہ احمد سعیدؒ
- ۳۳- حضرت حاجی دوست محمد قندہاریؒ
- ۳۴- حضرت خواجہ مولانا محمد عثمانؒ



## سلسلہ کبرویہ

- ۱- شیخ المذنبین رحمۃ العالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲- امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ
- ۳- حضرت شیخ حسن بصریؒ
- ۴- حضرت شیخ حبیب عجمیؒ
- ۵- حضرت داؤد طائیؒ
- ۶- حضرت شیخ معروف کنجیؒ
- ۷- حضرت شیخ سری سقطیؒ
- ۸- حضرت جنید بغدادیؒ
- ۹- حضرت ابو علی رودباریؒ
- ۱۰- حضرت ابو علی کاتبؒ
- ۱۱- حضرت خواجہ عثمان مغربیؒ
- ۱۲- حضرت ابوالقاسم گرگانیؒ
- ۱۳- حضرت ابوبکر نساجؒ
- ۱۴- حضرت خواجہ احمد غزالیؒ
- ۱۵- حضرت ضیاء الدین ابونجیب سرورویؒ
- ۱۶- حضرت عمار یاسرؒ
- ۱۷- حضرت شیخ روزجان بغلیؒ
- ۱۸- حضرت شیخ نجم الدین کبرویؒ
- ۱۹- حضرت شیخ مجد الدین البغدادیؒ
- ۲۰- حضرت شیخ علی لاہوریؒ
- ۲۱- حضرت شیخ احمد جویریانیؒ
- ۲۲- حضرت شیخ عبد اللہ سفرائیؒ
- ۲۳- حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانیؒ
- ۲۴- حضرت شیخ محمود المروفانیؒ
- ۲۵- حضرت امیر علی ہمدانیؒ
- ۲۶- حضرت خواجہ اسحاق جیلانیؒ
- ۲۷- حضرت امیر عبداللہ بزارش آبادیؒ
- ۲۸- حضرت شیخ رشید الدین بیدواریؒ
- ۲۹- حضرت شیخ شاہ بیدواریؒ
- ۳۰- حضرت حاجی محمد حوشانیؒ
- ۳۱- حضرت شیخ کمال الدین حسین خلدیؒ
- ۳۲- حضرت شیخ یعقوب صرفی کشمیریؒ
- ۳۳- حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ
- ۳۴- حضرت محمد سعیدؒ
- ۳۵- حضرت عبدالاحدؒ
- ۳۶- حضرت شیخ محمد عابد سنائیؒ
- ۳۷- حضرت حبیب اللہ مرزا جان جاناں-
- ۳۸- حضرت عبداللہ شاہ المعروف بہ غلام علی شاہ-



- ۳۹ - حافظ القرآن المجید شاہ ابوسعیدؒ  
 ۴۰ - حافظ القرآن المجید شاہ احمد سعیدؒ  
 ۴۱ - حضرت حاجی دوست محمد قندہاریؒ  
 ۴۲ - پیروستگیر حضرت مولانا محمد عثمانؒ

### سلسلہ مدارج

- ۱ - شفیع المذنبین رحمۃ العالمین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ۲ - حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
 ۳ - حضرت عبداللہ علم برور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ۴ - حضرت شیخ یمین الدین شامیؒ  
 ۵ - حضرت شیخ طیفور شامیؒ  
 ۶ - حضرت بدیع الدین شاہ مدارؒ  
 ۷ - حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت جلال الدین بخاری  
 ۸ - حضرت سید اجمل پراچھیؒ  
 ۹ - حضرت سید پھن پراچھیؒ  
 ۱۰ - حضرت شیخ محمد بن قاسم اووہیؒ  
 ۱۱ - حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ  
 ۱۲ - حضرت شیخ رکن الدینؒ  
 ۱۳ - حضرت مخدوم عبدالاحدؒ  
 ۱۴ - حضرت مجدد الف ثانیؒ  
 ۱۵ - حضرت خواجہ محمد سعیدؒ  
 ۱۶ - حضرت شیخ عبدالاحدؒ  
 ۱۷ - حضرت محمد غلبہ سنائی  
 ۱۸ - حضرت مرزا جہاں جاناںؒ مظہر شہید  
 ۱۹ - حضرت شاہ غلام عنی شاہؒ  
 ۲۰ - حضرت شاہ ابوسعیدؒ  
 ۲۱ - حضرت شاہ احمد سعیدؒ  
 ۲۲ - حضرت حاجی دوست محمد قندہاریؒ  
 ۲۳ - پیروستگیر حضرت مولانا محمد عثمانؒ



## سلسلہ قلندریہ

- ۱- شیخ المذنبین رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲- حضرت عبدالعزیز مکیؒ
- ۳- حضرت سید خضر رومیؒ
- ۴- حضرت نجم الدین قلندریؒ بن نظام غزنوی ۵- حضرت شاہ قطب الدین سیتاویؒ
- ۶- حضرت شیخ عبدالسلام عرف شاہ علی جوئی پوریؒ
- ۷- حضرت شیخ عبدالقدوسؒ گنگوہیؒ
- ۸- حضرت شیخ رکن الدینؒ
- ۹- حضرت مخدوم الاحدؒ
- ۱۰- حضرت مجدد الف ثانیؒ
- ۱۱- حضرت خواجہ محمد سعیدؒ
- ۱۲- حضرت شیخ عبدالاحدؒ
- ۱۳- حضرت شیخ محمد عابدؒ
- ۱۴- حضرت مرزا جان جانانؒ منظر شہید
- ۱۵- حضرت شاہ غلام علیؒ
- ۱۶- حضرت شاہ ابوسعیدؒ
- ۱۷- حضرت شاہ احمد سعیدؒ
- ۱۸- حضرت حاجی دوست محمد قندہاریؒ
- ۱۹- حضرت خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء سند الاتقیاء زہدۃ الفقہاء راس العلماء رئیس الفضلاء  
شیخ المحدثین قبلۃ السالکین امام العارفین برہان المعرفۃ شمس الحقیقۃ فرید العصر  
وحید الزمان حاجی الحرمین الشریفین منظر فیض الرحمن پیر دستگیر حضرت مولانا محمد عثمانؒ



تہت بالخیر

نصیر الدین حیدر  
۲۹- واسا کالونی  
گاشن راوی سکیم لاہور



# عظمتِ رسول ﷺ

مؤلف و مصنف نصیر الدین نے حیدر کی ایک اور ایمان افروز کتاب

اس کتاب میں مستند تاریخی اور سیرت رسول ﷺ کی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔  
اس کتاب میں وہ تمام واقعات فراہم کیے گئے ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ اور دوسروں سے حسن سلوک پر مبنی ہیں۔

اس کتاب میں ایک بھی واقعہ کسی غیر مستند کتاب سے نہیں لیا گیا ہے

قیمت [ ] روپے

250

مکتبہ القریبش لاہور







۱۱۷

کتابت

کتابت